

رَبِّ لَاقَدْ زَيَّنْتَ فِرْدَوْسِي وَأَوْنَيْتَ لِي الْوَارِثِينَ

بسی عالی جناب علی القاب خان بہا در مولوی سید ظہیر الدین صاحب اردنی نوروی مدظلہ  
سوانح عمری شریف حضرت محبوب بانی سیدنا پور لٹافانی فی اللہ باقی اللہ حاجی سید اعلیٰ شاہ صاحب علی ہاشم مقامہ

موسومہ

مشکوٰۃ نبیؐ

المعروف

معاف و ایشہ

Check  
198

مؤلف

قدس آب فیوض انسا علی جناب مولوی شیخ فضل حسین صدیقی دارفی اٹاؤ فی اندیشہ البرجۃ المنفردہ اسلام  
باہتمام امید وار رحمت ایزد عثمان محمد مراد علی خان قادری مالک مطبع

مطبع اخلاقی واقع محلہ منیر باغیچہ مطبع کلاں

# معذرت بالتماس

یہ ایک تجربہ مندرجہ ذیل کہ باوصف اہتمام بلیغ کوئی کتاب مطبوع غلطیوں سے محفوظ نہیں رہتی الا ماشاء اللہ۔  
بہذا افسوس کے ساتھ مجھ کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ کامل چار ماہ کی ہمہ تن مصروفی اور غیر معمولی سعی نے  
بھی اس کتاب کو مستثنیات میں در نہ آنے دیا اور آخر ایک فہرست صحت اغلاط کی لگائی ہی پڑی گرچہ  
ضمائم کے اعتبار سے وبتقابل دیگر کتب مطبوعہ متکاثر فہرست ملحقہ چند ان طویل منصوبہ نہیں ہو  
تاہم محض وجود اغلاط خود موجب ندامت ہی اور بہذا خواستگار معافی ہوں۔

خواندہ کتاب کو جب کسی غلطی پر گزر رہو تو بعض جگہ بڑی وقت پیش آجاتی ہے  
جس سے ہیئت خاطر جاتی رہتی ہو۔ بار بار فہرست صحت اغلاط کی ورق گردانی سے دلچسپی نہیں رہتی۔  
میں نے تو چاہا تھا کہ پہلے اغلاط کی صحت موقع موقع پر کر دیا جاسکے تب کتاب میں ہدیہ ناظرین  
کی جاوین تاکہ خواندہ کو اس بنا پر کبھی زحمت اٹھانی نہ پڑے مگر شایقین کے بیتا بانہ  
تقاضوں نے بالکل مجبور کر دیا۔

## اس لیے نیازمندانہ التماس ہے

کہ براہ کرم تھوڑی تکلیف گوارا فرما کر معزز ناظرین اغلاط کی صحت بہ مطابقت فہرست ملحقہ  
بمواقع مخصوصہ ثبت فرمائیے تب پڑھنا شروع کریں اور اس خادم القوم کی فروگزاشتوں کو بمنظر  
عفو ملاحظہ فرما کر مہربان منت فرمائیں والسلام مع الاحترام فقط

## التماس

خاکسار خادم القوم محمد مراد علی خان قادری عفی عنہ  
(مالک مطبع اخلاقی - رمنہ - بانکی پور)  
پٹنہ جنکشن صوبہ بہار واڈرہ  
۱۳۔ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ



# فہرست مضامین کتاب

صفحہ	مضامین
۴-۱.....	(الف) دیباچہ.....
۲-۱.....	(ب) شجرہ طریقت.....
۲۰-۱.....	(ج) مقدمہ کتاب.....
۳۴۵-۱.....	(د) مجموعہ تالیف.....

## تفصیلات مجموعہ تالیف

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۵-۳۲.....	(۲۰) پابندی وضع.....	۳-۱.....	(۱) اسم گرامی بالتشریح.....
۳۶-۳۵.....	(۲۱) نشست و انتراحت.....	۴-۳.....	(۲) ولادت باسعادت و شجرہ نشی.....
۳۹-۳۶.....	(۲۲) سر پائے مبارک.....	۶-۴.....	(۳) شرف خاندانی.....
۴۲-۳۹.....	(۲۳) صفت تنزیہی.....	۶.....	(۴) آیام رضاعت.....
۵۳-۴۲.....	(۲۴) اندازِ تکلم.....	۷-۶.....	(۵) والدین کا انتقال.....
۶۳-۵۳.....	(۲۵) شانِ تکلم.....	۹-۷.....	(۶) تعلیمِ علومِ ظاہریہ.....
۶۶-۶۳.....	(۲۶) مذاقِ سخن.....	۱۲-۹.....	(۷) آیام طفولیت کے بعض حالات.....
۶۹-۶۶.....	(۲۷) منزلِ عشق.....	۱۳-۱۲.....	(۸) حضرت کے بارہ دینِ بعض اہلِ ائمہ کی پیشین گوئی بیان.....
۷۱-۶۹.....	(۲۸) ارشادات متعلق عشق.....	۱۳.....	(۹) بیعت و خلافت.....
۷۵-۷۱.....	(۲۹) توحید.....	۱۴.....	(۱۰) آپ کی دستار بندی.....
۷۷-۷۵.....	(۳۰) تصدیق.....	۱۴-۱۴.....	(۱۱) طالبانِ حق کی بیعت.....
۸۰-۷۷.....	(۳۱) یقین.....	۱۹-۱۷.....	(۱۲) مختصر حالاتِ سفر.....
۸۳-۸۰.....	(۳۲) غلغلہ ارشادات فیضِ آیات.....	۱۹.....	(۱۳) تفویضِ امانت.....
۹۰-۸۳.....	(۳۳) ارشادات متعلق بہرہ.....	۲.....	(۱۴) ریاضت و مجاہدہ.....
۹۲.....	(۳۴) مشائخِ اہلِ محبت.....	۲۴-۲۰.....	(۱۵) تسلیم و رضا.....
۹۲-۹۰.....	(مولود شریف گیا موویں شریف و محمد شریف).....	۲۶-۲۴.....	(۱۶) شجرہٴ د.....
۹۲.....	(۳۵) ذوقِ سماع.....	۲۹-۲۶.....	(۱۷) توکل و استغناء.....
۹۲-۹۳.....	(۳۶) محبت و ستغراق.....	۳۱-۲۹.....	(۱۸) طریقِ اکل و شرب.....
۹۵-۹۲.....	(۳۷) استماعِ قصصِ حکایات.....	۳۳-۳۱.....	(۱۹) لباس.....

# تفصیلات مجموعہ تالیف

داکٹر ناصر الدین

صفحات	عنوانات	صفحات	عنوانات
۱۴۵ —	بابو دارش علی خاں صاحب	۹۴-۹۵.....	(۳۸) عادات و خصائل
۱۴۹-۱۴۵	مولوی محمد رفیع خاں صاحب تحقیق دارش	۱۰۳-۹۹.....	(۳۹) حسن اخلاق
۱۶۰-۱۴۹	(۴۵) دیگر مذاہب کے افراد کی جوہات و اقسام	۱۰۴-۱۰۳.....	(۴۰) عجز و انکسار
۱۷۸-۱۶۰	(۴۶) مریدین بن ازویا و حبش	۱۰۹-۱۰۹.....	(۴۱) کیفیت اتحادی
۱۸۲-۱۷۸	(۴۷) اوقاتِ محبت	۱۱۸-۱۰۹.....	(۴۲) رجوعِ خلافت و طریقِ بیعت
۲۰۷-۱۸۲	(۴۸) تعلیم و مدرسہ شاہ	۱۱۷-۱۱۸.....	(۴۳) بعض واقعاتِ بیعت
۲۰۶-۲۰۲	(۴۹) بعض خصوصیاتِ تعلیم	۱۲۳-۱۱۹.....	حکیم مبارک حسین (عبدالآدشاہ) کی بیعت
۲۱۱-۲۰۶	(۵۰) بعض مجاہداتِ تعلیم	۱۲۵-۱۲۳	نشی ظہور علی (فیض شاہ)
۲۱۴-۲۱۱	(۵۱) مسئلہ خلافت اور طائفینی	۱۲۷-۱۲۵	شاہ بدر الدین (اوگھٹ شاہ)
۲۲۵-۲۱۴	(۵۲) فیضانِ ولایت	۱۲۷-۱۲۷	مرنی شاہ
۲۳۱-۲۲۵	(۵۳) برکاتِ بیعت	۱۲۸-۱۲۷	دارا خاں صاحب
۲۳۷-۲۳۱	(۵۴) حافظ پیری صاحب کا واقعہ	۱۲۹-۱۲۸	مولوی کبیر الدین
	انحصین کی زبانی	۱۳۰-۱۲۹	نادر شاہ کابل
۲۴۹-۲۳۷	(۵۵) تبدیلِ شکل	۱۳۰-۱۳۰	کلن شاہ دارش
۲۴۹-۲۴۰	(۵۶) کیفیتِ باطنیہ	۱۳۱-۱۳۰	عبدالرحمن صاحب حیا
۲۴۴-۲۴۰	(۵۷) غائبانہ تصرفات	۱۳۲-۱۳۱	محمد علی ساکن اجیر شریف
۲۴۵-۲۴۴	(۵۸) حالتِ نزعِ بین ایداد	۱۳۳-۱۳۲	مسکین شاہ صاحب
۲۷۳-۲۴۴	(۵۹) تصرفاتِ ظاہریہ	۱۳۳-۱۳۳	ڈاکٹر آئی بخش صاحب
۲۷۷-۲۷۳	(۶۰) بحری و بری تصرفات	۱۳۴-۱۳۳	مولوی فضل علی ڈپٹی کلکٹر
۲۸۰-۲۷۷	(۶۱) واقعاتِ جنات	۱۳۶-۱۳۵	مولوی نور کریم قدوائی کی خرقہ پوشی
۲۸۳-۲۸۰	(۶۲) پرند و چرند پرستوں کے تصرفات	۱۳۷-۱۳۶	مفتاح احمد شاہ اکبر آبادی کی بیعت کا واقعہ
۲۸۷-۲۸۳	(۶۳) برکاتِ دعوت	۱۳۸-۱۳۷	سید محی الدین صاحب بیر شہر
۲۹۲-۲۸۷	(۶۴) شفائے امراض	۱۳۹-۱۳۸	شیخ حسین علی وارثی
۲۹۵-۲۹۲	(۶۵) اختیائے موتی	۱۴۰-۱۳۹	شیخ عبدالعلیم رئیس فتحپور
۳۰۴-۲۹۵	(۶۶) مختلف واقعات و حالات	۱۴۱-۱۴۰	مستقیم شاہ صاحب بلوچان کے خاندان
۳۰۷-۳۰۴	(۶۷) منکون و مخالفین کا انجام	۱۴۱-۱۴۱	(۴۴) عالم رویا میں استفادہِ بیعت
۳۱۶-۳۰۷	(۶۸) اعتراضات کی حقیقت	۱۴۲-۱۴۱	قاضی سلیمان احمد صاحب کی بیعت کا واقعہ



## تفضیلات مجموعہ تالیف

صفحات	عنوانات	صفحات	عنوانات
(۱۶) حضرت شاہ ابوالحسن صاحب قبلہ فوری میان		(۶۹) حضرت کی نسبت علمائے مشائخین معاصرین	
۳۲۸-۳۲۷	ہارہروی رحمۃ اللہ علیہ -	۳۳۳-۳۱۷	کی رائیں . . . . .
(۱۷) حضرت مولانا شاہ سید ابومحمد علی حسن صاحب		(۱) علمائے کرام فرنگی محل حسب تحریر	
۳۲۸	اشرفی الجیلانی قبلہ مدظلہ . . . . .	۳۲۷-۳۱۷	مولانا محمد عبدالباری صاحب
(۱۸) حضرت حاج احمد بن الشریفین مولانا سید		(۲) مولانا عبدالوہاب قدس سرہ فرنگی محلی - ۳۱۸	
ابومحمد اشرف حسین صاحب قبلہ اشرفی		(۳) مولانا عبدالغفار قدس سرہ فرنگی محلی - ۳۱۸-۳۱۹	
الجیلانی . . . . . ۳۲۸		مولانا عبدالرؤف قدس سرہ فرنگی محلی - ۳۲۰	
(۱۹) حضرت بہادر شاہ صاحب نقشبندی - ۳۲۹-۳۲۸		(۴) شاہ احمد حسین صاحب بانسوی - ۳۲۱-۳۲۰	
(۲۰) حاجی سید علی عابد شاہ صاحب جتہ اللہ علیہ - ۳۲۹		(۵) مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی ج - ۳۲۱	
(۲۱) مولانا مولوی سید کریم رضا صاحب چشتی نظامی		(۶) حضرت مولانا شاہ افضل الرحمن صاحب قبلہ - ۳۲۱	
اشرفی درویشی بیتھوی بہاری قبلہ		نقشبندی قدس سرہ و رضی اللہ عنہ - ۳۲۲	
مدظلہ العالی . . . . . ۳۲۹		(۷) حضرت حاجی ابراہیم صاحب ہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۲	
(۲۲) مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری		(۸) حضرت میان محمد شہزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی بیت ۳۲۲-۳۲۱	
چشتی پھلوار دی بہاری - ۳۲۹-۳۲۸		(۹) مولانا اکرم شتاق علی صاحب قدس سرہ ۳۲۲-۳۲۱	
(۲۳) مولوی سید محمد رضا صاحب سنہیوی - ۳۲۱-۳۲۰		(۱۰) مولانا حاجی زید اللہ صاحب پشاور دی - ۳۲۲	
(۲۴) حضرت حاجی مولانا شاہ شاہزادہ سید		(۱۱) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب یونیورسٹی - ۳۲۲	
محبوب عالم صاحب قبلہ قادری حسن الحسنی		(۱۲) مولانا شاہ عبدالصمد صاحب سہوانی ج - ۳۲۵	
بیرہ حضرت مولانا شاہ محمد اکمل آفندی متوطن		(۱۳) مولانا شاہ نذیر علی صاحب فچوری ۳۲۵-۳۲۶	
بغداد شریف . . . . . ۳۳۱-۳۳۰		۱۴ حضرت حاجی منصب علی شاہ چشتی	
(۷۰) حالات وصال . . . . . ۳۳۳-۳۳۲		سلونی و حضرت میان سید علی شاہ رحم	
مع سلام		(۱۵) سائین توکل شاہ صاحب نقشبندی مجددی	
(۷۱) رتہ عنوان واقعات بیعت - ۳۴۵-۳۴۴		انبالوی قدس سرہ . . . . . ۳۲۶-۳۲۷	

- (۷۵) فوٹ از جانب مطبع زیر عنوان "حسن اخلاق" متعلق واقعہ عیادت بدرج جواب تحریری
- از مولانا مولوی محمد عبدالباری صاحب فرنگی محلی قبلہ مدظلہ . . . . . ۳۴۶
- (۷۶) نظم شعرا پر تکمیل تالیف کتاب ہذا از مولانا مولوی سید ذاکر حسین صاحب ذاکر وارثی آبادی - ۳۴۷
- (۷۷) فرست تصحیح اخلاط . . . . . ۳۴۸-۳۴۷

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ شجرہ قادریہ رزاقیہ وارثیہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ مَّعْلُوْمٍ اِلَّاكَ

<p>حیدر و صفدر علی مشکل کشا کیوا سطر</p> <p>موسی کاظم شہ موسی رضا کیوا سطر</p> <p>شبلی و عبدالعزیز پرنسپا کیوا سطر</p> <p>یوسف سعید با سعادت پارسا کیوا سطر</p> <p>غوث اعظم اقنیا راویا کیوا سطر</p> <p>سید احمد صاحب جوہر و سخا کیوا سطر</p> <p>شاہ دین سید حسن اہل صفا کیوا سطر</p> <p>حضرت سید محمد مدد پیشوا کیوا سطر</p> <p>شاہ ابراہیم شیخ با صفا کیوا سطر</p> <p>حضرت شاہ حسین مقتد کیوا سطر</p> <p>سید عبدالصمد شاہ بدایا کیوا سطر</p> <p>سرور دین شاکر احمد تنہا کیوا سطر</p> <p>حاجی خادم علی مستد کیوا سطر</p> <p>فخر عالم شاہ تسلیم رضا کیوا سطر</p> <p>کھولتے فردوس سے کھڑکی ہوا کیوا سطر</p> <p>انبیا کے اولیا کے اصفیا کیوا سطر</p>	<p>اے خدا اپنے محمد مصطفیٰ کیوا سطر</p> <p>حضرت مسینین و عابد باقر و جعفر امام سطر</p> <p>حضرت معروف کرخی و سری سقطی جنید سطر</p> <p>عبد واحد بوالفرح طریوس حضرت بواحسن سطر</p> <p>وارث ارث علی و دستگیر یکسان سطر</p> <p>عبد رزاق و شہ سید محمد پیشوا سطر</p> <p>حضرت سید علی و خواجہ موسی خطاب سطر</p> <p>شیخ ابوالعباس سید نابہاؤ الدین مست سطر</p> <p>ہادی برحق جلال و سرور بھکر فرید سطر</p> <p>شیخ ابراہیم سیدنا مانا اند شاہ سطر</p> <p>حضرت شاہ ہدایت عارف و کامل ولی سطر</p> <p>عبد رزاق و جناب سید اسماعیل شاہ سطر</p> <p>شاہ دین حضرت نجات اللہ فخر اولیا سطر</p> <p>حافظ و حاجی و آل مصطفیٰ وارث علی سطر</p> <p>جو پڑھیں پائین مرادین و سبکی قبرین سطر</p> <p>جوا سے پڑھتا ہے بڑھتا ہے بڑھتا ہے شوق سطر</p>
--	---

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلٰی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ

۱۰- بیج الاولاد  
۱۱- بیج اولاد  
۱۲- بیج اولاد  
۱۳- بیج اولاد  
۱۴- بیج اولاد  
۱۵- بیج اولاد  
۱۶- بیج اولاد  
۱۷- بیج اولاد  
۱۸- بیج اولاد  
۱۹- بیج اولاد  
۲۰- بیج اولاد  
۲۱- بیج اولاد  
۲۲- بیج اولاد  
۲۳- بیج اولاد  
۲۴- بیج اولاد  
۲۵- بیج اولاد  
۲۶- بیج اولاد  
۲۷- بیج اولاد  
۲۸- بیج اولاد  
۲۹- بیج اولاد  
۳۰- بیج اولاد  
۳۱- بیج اولاد  
۳۲- بیج اولاد  
۳۳- بیج اولاد  
۳۴- بیج اولاد  
۳۵- بیج اولاد  
۳۶- بیج اولاد  
۳۷- بیج اولاد  
۳۸- بیج اولاد  
۳۹- بیج اولاد  
۴۰- بیج اولاد  
۴۱- بیج اولاد  
۴۲- بیج اولاد  
۴۳- بیج اولاد  
۴۴- بیج اولاد  
۴۵- بیج اولاد  
۴۶- بیج اولاد  
۴۷- بیج اولاد  
۴۸- بیج اولاد  
۴۹- بیج اولاد  
۵۰- بیج اولاد  
۵۱- بیج اولاد  
۵۲- بیج اولاد  
۵۳- بیج اولاد  
۵۴- بیج اولاد  
۵۵- بیج اولاد  
۵۶- بیج اولاد  
۵۷- بیج اولاد  
۵۸- بیج اولاد  
۵۹- بیج اولاد  
۶۰- بیج اولاد  
۶۱- بیج اولاد  
۶۲- بیج اولاد  
۶۳- بیج اولاد  
۶۴- بیج اولاد  
۶۵- بیج اولاد  
۶۶- بیج اولاد  
۶۷- بیج اولاد  
۶۸- بیج اولاد  
۶۹- بیج اولاد  
۷۰- بیج اولاد  
۷۱- بیج اولاد  
۷۲- بیج اولاد  
۷۳- بیج اولاد  
۷۴- بیج اولاد  
۷۵- بیج اولاد  
۷۶- بیج اولاد  
۷۷- بیج اولاد  
۷۸- بیج اولاد  
۷۹- بیج اولاد  
۸۰- بیج اولاد  
۸۱- بیج اولاد  
۸۲- بیج اولاد  
۸۳- بیج اولاد  
۸۴- بیج اولاد  
۸۵- بیج اولاد  
۸۶- بیج اولاد  
۸۷- بیج اولاد  
۸۸- بیج اولاد  
۸۹- بیج اولاد  
۹۰- بیج اولاد  
۹۱- بیج اولاد  
۹۲- بیج اولاد  
۹۳- بیج اولاد  
۹۴- بیج اولاد  
۹۵- بیج اولاد  
۹۶- بیج اولاد  
۹۷- بیج اولاد  
۹۸- بیج اولاد  
۹۹- بیج اولاد  
۱۰۰- بیج اولاد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
شجرہ عالیہ حشمتیہ نظامیہ نصیریہ فخریہ وارثیہ

وہ پائے فضل خدا سے بہشت کا ثمرہ  
پے محمدؐ و محمودؐ و مصطفیٰ مدد سے  
امیر ملک عرب شاہ لائقانہ سے  
بہ برکت ہمدار و اج اولیاد سے  
بہ عہد و احد سردار و سردار سے  
سدید دین عذیقہ کا رہ پاد سے  
بہ حضرت ابواسحاقؒ باصفاد سے  
برائے ناصر دین شاہ اقیاد سے  
برج اطر حاجی شریف مامد سے  
غنی صفات بہ عثمان باجیاد سے  
حبیب حق گہر تاج اولیاد سے  
پے فرید شکر گنج باخاندان سے  
نصیر دین چرخ رہ ہدایت سے  
سراج دین نبی شاہ صفا سے  
جمال دین جن شاہ حق نامد سے  
برائے خواجہ یحییٰ شاہ عطامد سے  
نظام دین نبی معدن سخامد سے  
بہ قطب دین محمد شاہ ہدایت سے  
برائے شاہ عباد اللہ پیشوادی سے  
جناب حاجی خادم علی ہامد سے  
پناہ جن و بشر حرزد و سرمد سے

پڑھے جو روز بزرگان حشمت کا شجرہ  
خدا بحسب ارج انبیاد سے  
بحق حضرت مولانا علیؒ پاک ہناد  
برائے پنجتن پاک و چار یار نبی  
طفیل حضرت خواجہ حسن شاہ بصری  
پے فضیلت شاہ فضیل و ابراہیم  
امین دین کھیمبر و خواجہ مشاود  
بہ خواجہ ابی احمدؒ بہ بو محمد شاہ  
طفیل حضرت بو وود شاہ یوسف حشمت  
عمر خصال بو بکر خولی اوصاف  
خواجہ شہ ہند لولی معین الدین  
بحق خواجہ با اختیار قطب الدین  
بحق حضرت محبوب حق نظام الدین  
پے جناب لی زمان کمال الدین  
بہ علم دین و بہ راجن شہنشاہ محمود  
پے جناب محمد حسنؒ محمد شاہ  
طفیل حضرت شاہنشاہ کلیہ اللہ  
بحق فخر دو عالم حضور فخر الدین  
بحسب شہارض و سما جمال الدین  
طفیل حضرت شاہ بلند و سیدنا  
بحق حضرت و آرش علی شہ کوہین

اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدْرِي عَلَى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمَةِ أَمِينَ أَمِينَ يَا كَرِيمُ يَا كَرِيمُ

۱۲- رجب الاول  
۱۳- رجب الاول  
۱۴- رجب الاول  
۱۵- رجب الاول  
۱۶- رجب الاول  
۱۷- رجب الاول  
۱۸- رجب الاول  
۱۹- رجب الاول  
۲۰- رجب الاول  
۲۱- رجب الاول  
۲۲- رجب الاول  
۲۳- رجب الاول  
۲۴- رجب الاول  
۲۵- رجب الاول  
۲۶- رجب الاول  
۲۷- رجب الاول  
۲۸- رجب الاول  
۲۹- رجب الاول  
۳۰- رجب الاول  
۳۱- رجب الاول  
۳۲- رجب الاول  
۳۳- رجب الاول  
۳۴- رجب الاول  
۳۵- رجب الاول  
۳۶- رجب الاول  
۳۷- رجب الاول  
۳۸- رجب الاول  
۳۹- رجب الاول  
۴۰- رجب الاول  
۴۱- رجب الاول  
۴۲- رجب الاول  
۴۳- رجب الاول  
۴۴- رجب الاول  
۴۵- رجب الاول  
۴۶- رجب الاول  
۴۷- رجب الاول  
۴۸- رجب الاول  
۴۹- رجب الاول  
۵۰- رجب الاول  
۵۱- رجب الاول  
۵۲- رجب الاول  
۵۳- رجب الاول  
۵۴- رجب الاول  
۵۵- رجب الاول  
۵۶- رجب الاول  
۵۷- رجب الاول  
۵۸- رجب الاول  
۵۹- رجب الاول  
۶۰- رجب الاول  
۶۱- رجب الاول  
۶۲- رجب الاول  
۶۳- رجب الاول  
۶۴- رجب الاول  
۶۵- رجب الاول  
۶۶- رجب الاول  
۶۷- رجب الاول  
۶۸- رجب الاول  
۶۹- رجب الاول  
۷۰- رجب الاول  
۷۱- رجب الاول  
۷۲- رجب الاول  
۷۳- رجب الاول  
۷۴- رجب الاول  
۷۵- رجب الاول  
۷۶- رجب الاول  
۷۷- رجب الاول  
۷۸- رجب الاول  
۷۹- رجب الاول  
۸۰- رجب الاول  
۸۱- رجب الاول  
۸۲- رجب الاول  
۸۳- رجب الاول  
۸۴- رجب الاول  
۸۵- رجب الاول  
۸۶- رجب الاول  
۸۷- رجب الاول  
۸۸- رجب الاول  
۸۹- رجب الاول  
۹۰- رجب الاول  
۹۱- رجب الاول  
۹۲- رجب الاول  
۹۳- رجب الاول  
۹۴- رجب الاول  
۹۵- رجب الاول  
۹۶- رجب الاول  
۹۷- رجب الاول  
۹۸- رجب الاول  
۹۹- رجب الاول  
۱۰۰- رجب الاول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

مولوی شیخ فضل حسین صدیقی وارثی اٹاوسی قدس اللہ سرہ و  
نور اللہ مرتدہ مؤلف کتاب مستطاب شکر اللہ سعید نے جس تفحص و  
تجسس سے حالات و واقعات کو فراہم کیے اور ذرائع و منافذ حصول کی  
جانچ و پڑکھ میں جو کد و کاوش عمل میں لائی پھر ان کے متعلق تحقیقات میں  
جیسی چھان بین کی اور امور اختلافیہ کو جس ایتقاد احتیاط کے ساتھ موازنہ کیا  
اور رد و قبولیت میں روایات کے جس طرح کی مویشگافی و ریشہ دوانی و  
جواہر سنجی کی اور جس آزادانہ حق پسندی اور منصف مزاجی سے صدق  
وراستی کے پہلو کو مد نظر رکھا اور ان مراحل کو سالہا سال میں کامیابی سے  
طے کر کے ایک ضخیم مجموعہ کو ابواب پر شست و تقسیم کرنے و بعدہ برسوں کی  
صرف اوقات و محنت شاقہ سے اس قدر نفیس نسخہ تیار کرنے میں جس شدید  
عربی ریزی اور دماغ سوزی کے متحمل ہوئے کما حقہ تحریر میں ضبط ہونا دشوار ہے۔



البتہ ذری ذری فرنی جھلک اُسکی جا بجا ”مقدمہ کتاب“ میں پائی جاتی ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ پوری کتاب اپنی خوبیوں کی آپ ہی دلیل ہے۔ آفتاب مدد لیلِ قتاب۔ ناظرین متفق ہیں کہ تالیف لطیف اپنے رنگ میں دیگر کتب متکاثرہ متضمنہ حالات وارثہ سے خاص طور پر ممتاز ہے۔ اور حال کے خاص و عام مذاق و نیز آئندہ کے متوقع مذاق کے اعتبار سے بہت ہی غنیمت اور قابلِ قدر ہے۔

علاوہ اور خوبیوں کے ایک غیر معمولی بڑی بات یہ ہے کہ خود غرضی و خود نمائی و شہرت طلبی کا خیال قطعاً محو ہے۔ مؤلف مرحوم کے صرف جد و پدر ہی مشرف بیعت نہ تھے۔ بلکہ پورا خاندان سلسلہ عالیہ میں داخل تھا اور سب کے سب فدائی و جان نثار تھے چنانچہ آخر پچاس سال کے دور میں حضور اعلیٰ اللہ مقامہ نے قدومِ منیمت لزوم سے مؤلف مرحوم کے مسکن مشتاق کو بار بار سرفراز فرمایا۔ اور غلامانِ حلقہ گبوستان کی خوشی خاطر کو ملحوظ رکھ کر دو دو تین تین دن ظل گستر رہا کیے مگر مؤلف مرحوم نے کسی مقام پر کنایت بھی ایسے گہرے تعلق کا اظہار نہ کیا۔ اور نہ کوئی روایت اپنے جد و پدر کے سند سے لکھنے کی جرأت کی۔ مگر مشکِ آنست کہ

و عقیدت آگین مگر سہ و محترمہ جنابہ بی بی عایشہ صاحبہ وارثہ ریسہ ضلع گیا

بِسْمِ اللّٰهِ حَيَّا تَهَا وَرَفَعَ اللّٰهُ دَرَجَاتَهَا سَے اِس خصوص میں اِسِ تصواب

کر کے اجازت بھی حاصل کر لی تھی۔ اِس لیے ضعیفہ متبرکہ کا اِسی طریقہ پر مَعْنُوں

و مُنْقَسَب ہونا متحقق متصور ہے۔

بِسبب انتقال مؤلف مرحوم تحشر کے ساتھ خیال کیا جاتا تھا کہ مَسَاعِی

اُن کے خلق کی نظر سے پوشیدہ رہ جائیں گے مگر مشیت ایزدی خلاف اِس کے

تھی اور ربُّ العزّت کو اشاعت منظور تھی۔ کرم فرما مولوی محمد مراد علی خان صاحب

مالک مطبع اَخْلَاقِی پریس واقع محلہ رمنہ پٹنہ جنکشن کا بیحد مشکور ہوں

جنہوں نے غیر معمولی توجہ اور سرگرمی سے اتنے بڑے کام کو بہت تھوڑے

دقت میں بفضلہ تعالیٰ خاطر خواہ انجام دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ فَقَط

سید ظہیر الدین وارثی نور دی۔

پٹنہ عظیم آباد۔ ۱۰۔ اگست ۱۹۱۶ء



# مقدمہ کتاب

ہاے اُس نامہ کی خوش عنوانیاں اب تداہو جسکی اُنکے نام سے  
 تین جس گھر میں پیدا ہوئی واسنوں کے مایہ میں نشوونما ہوئی جن گودیوں میں پرورش پائی۔ وہ حضور  
 وارث پاک کی محبت میں بھری ہوئی تھیں۔ حضور انور کو جاننے اور پہچاننے سے قبل میرے کان حضور پر نور کے  
 نام نامی سے خبردار تھے میرا سینہ حضور انور کے مقدس نام کا آجگاہ تھا کیونکہ خوف و دہشت میں بیماری میں غصہ ہر  
 حالت میں حضور انور کا نام نامی میرے کان تک پہنچا اور کئی کئی مرتبہ پڑھ کر میرے سینہ پر دم کر دینا میرے بزرگوں کا  
 طریق عمل تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ میں عالم طفلی کے پہلے باب کی سیر دیکھ رہا تھا اور مجھے ہوش نہ تھا کہ میں کیا دیکھتا ہوں اور  
 کیا سنتا ہوں اسوقت گو میں اپنا حال کہہ رہا ہوں گرد و سرور سے سنا ہوا دہرا رہا ہوں رفتہ رفتہ میرے ہوش و آس میں  
 بقا ضا سے بن ترقی ہوتی گئی اور اس نام سے ایک خاص رغبت ہونے لگی۔ میں اس نام کو جب سنتا تو خوش ہوتا اس  
 خوشی پر میرے اعزائین طرح طرح کے خیالات کا اظہار ہوتا اور شرقی مذاق کے بموجب قسم قسم کی عقیدت سے بھری ہوئی باتیں  
 کی جاتی تھیں۔ مجھے سن نہیں و شعور پاک پہنچنے سے قبل اس مقدس نام سے شرف آگئی نصیب ہو گیا تھا مولانا یاس ٹوٹکی

آئیکھ کھلنے سے بھی پہلے ترا جملہ دیکھا ہوش آنے سے بھی پہلے مجھے پایا دل میں

ہوش آنے کے بعد میں بات بات میں آپ کا نام نامی سنتا تھا اور اب سمجھنے لگا کہ اس زمانہ میں یہ کوئی بڑے بزرگ  
 ہیں مگر مجھے عرصہ تک حضور پر نور کی زیارت کا شرف نصیب نہیں ہوا کیونکہ میرا ابتدائی زمانہ پردیس میں اپنے والد ماجد  
 کے ساتھ گزرا وہ اکثر لوگوں سے حضور انور کے تذکرے کیا کرتے تھے تو میں بہت جی لگا کر سنتا تھا ایک مدت کے بعد  
 وہ فیشن لیکر اپنے گھر آئے تو یہاں شب و روز وہی ذکر وہی شغل تھا شاید دو ہی تین برس میں یا اس سے بھی پہلے سنا گیا  
 کہ حضرت دیوہ شریف سے اٹا وہ میں آتے ہیں مجھے دل ہی دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں حضرت سے بیعت ہو جاؤں  
 چنانچہ میں مرید ہو گیا جب مجھے یہ شرف حاصل ہوا ہے تو میری عمر سولہ یا سترہ سال کی تھی

تقریب محبت کی کیا خوب دو ساعت تھی جسوقت ہوا مجھے وہ ماہ جبین واقف

مجھے اسوقت بے حضرت کے حالات فیض آیات سننے کا شوق تھا اکثر فحیرے۔ حضرت کے حالات کی نظم و نثر  
 میں لکھی ہوئی کتابیں غور و خوض سے پڑھتا تھا اور جمع کرتا تھا دس گیارہ برس کا عرصہ ہوا ہو گا جب میں نے اس  
 بات پر غور کیا کہ حضرت کے حالات میں جتنی کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں انکی روایتیں چشم دید واقعات پر مبنی ہیں  
 یا وقت ملاقات لوگوں سے سنی ہوئی ہیں اور اسطرح مختصر واقعات پر کتابیں ختم کر دی گئی ہیں۔ اب تک کسی  
 صاحب نے حالات کی بہر سانی میں محنت برداشت نہیں کی اور بالتفصیل واقعات و حالات نہیں لکھے حالانکہ

آپ کے حالات آپ کی ذات مستجمع الصفات کی طرح ایک بحر ذخار ہوں گے جنکا قطل بیڑا ملنا دشوار ہی ایک مرتبہ  
 میں نے اپنا یہ خیال بر سبیل تذکرہ بیدم شاہ صاحب دار فی سے ظاہر کیا تھا کہ کوئی صاحب حضرت کے حالات  
 و واقعات جمع کریں۔ مختلف حالات کا ذخیرہ فراہم ہوا انھوں نے جواب دیا کہ تم ہی کچھ کر کے دکھاؤ میں خاموش  
 رہ گیا۔ اسی خیال و فکر میں مجھے اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ میں حضرت کے حالات جمع کروں۔ اور حالات کی  
 بہم رسانی صرف سلسلہ و وارثیہ ہی کے افراد تک محدود نہ رہے بلکہ دیگر سلسلہ کے بزرگوں سے اور جدید تعلیم یافتہ  
 اصحاب سے بھی تحقیق کی جائے۔ مشرقی مذاق مریدین کی خوش اعتقادی ضرب النثل ہے اور حالات و واقعات  
 زیادہ تر وہی اس زمانہ میں قابل وثوق ہو سکتے ہیں جو ایسے اصحاب کے بیان کر رہے ہوں جو حضرت کے سلسلہ سے  
 وابستہ نہیں ہیں کیونکہ ایک راسخ انجیال مرید اپنے پیر کی شان میں دعام مذاق کے بموجب مبالغہ سے کام  
 لے سکتا ہے مگر اپنے پیر کے سوا دوسرے پیر کے لئے وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اپنے پیر کی نسبت  
 مبالغہ کے خلاف نہیں ہوں کیونکہ اپنے پیر کو سب سے افضل و برتر ماننا آئین طریقت ہے اور  
 مولانا جامی رح اپنے پیر کی شان میں فرماتے ہیں ۱۔ اول او آخر ہر منتہی پیر زاخر او جیب تمنا تھی  
 مبالغہ سے میرا صرت یہ مطلب ہے کہ فی زمانہ مریدین کے بیانات اُن کی خوش اعتقادی پر مبنی سمجھے جاتے ہیں  
 اور یہ سلسلہ چونکہ مسلمہ ہے کہ زمانہ موجودہ میں اپنے پیر سے افضل کسی کو نہ مانے تمام بزرگیوں اور اعلیٰ مرتبوں کا  
 اُسی کو سرچشمہ اعتقاد کرے۔ اسلئے اُسکی جو کچھ بھی تعریف و توصیف ہو وہ حقیقتہً مبالغہ نہیں ہے۔ مگر فی زمانہ  
 چاہے جیسی سچی سے سچی روایت کسی مرید کی زبان سے ادا ہو وہ مبالغہ سے ہی تعبیر کی جاتی ہے اور اُسکو  
 خوش اعتقادی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسلئے وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو کہ زمانہ کا مذاق بگڑ گیا ہے۔  
 نئے تمدن و نئی روشنی کا نیا دور شروع ہو گیا ہے اسی وجہ سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ براہِ ران سلسلہ کے  
 علاوہ دیگر براہِ ران طریق و براہِ ران اسلام سے بھی اُن کی معلومات حاصل کی جائے۔ اور جدید  
 تعلیم یافتہ حضرات سے اُنکے معلومہ حالات لینے کی کوشش ہو۔

مجھے اپنے اس ارادہ میں کچھ پس و پیش بھی رہا کہ میں کیا اور میری حیثیت کیا یہ بہت بڑا کام ہے۔ میری  
 زبان سے اتنا بڑا ارادہ سنکر لوگ حوت گیری کریں گے اور ہنسن گے اور حقیقتہً میرا اس کام کے لئے مستعد  
 ہونا چھوٹا مائتہ بڑی بات ہے کیونکہ نہ محکوم تصوف و اکبات سے مس ہے نہ علم و عمل کے اعتبار سے کوئی وجاہت  
 رکھتا ہوں۔ نہ حضرت کے فیضِ صحبت سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ نہ فکرِ معاش سے دل مطمئن دنیا دار اور  
 محض دنیا دار شخص ہوں۔ ایسی حالت میں کیا امید ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤنگا مگر حضرت دل کا  
 یہی فتویٰ ہوا کہ کام ہو یا نہ ہو کوشش کرو۔ میں دل سے مجبور ہو گیا اور میں نے کوشش شروع کر دی۔  
 میں نے جس خیال اور مذاق کو مد نظر رکھ کر اس کام کو شروع کیا مجھے خود اقرار ہے کہ میں سپین کا حقہ  
 کامیاب نہیں ہوا اور اس کا اصلی سبب میری عریم الفرستی۔ پریشان روزگاری۔ بے بضاعتی۔ نا اہلی  
 کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے خدا کا نام لیکر جب اس کام کا آغاز کیا تو بظاہر کوئی بار و مددگار بھی نہ تھا  
 جس کو میں اپنا ہم خیال پتا تا اور وہ میرا ساتھ دینے کے لئے کمر بستہ ہوا۔ دل ہی دل میں غور کیا کرتا تھا

اور راتوں کے سناٹے میں تاروں کی چھانوں میں اپنے خیالات کی اُلجھنوں کو سلجھایا کرتا تھا۔ جتنا زیادہ اس بارہ میں غور و فکر کرتا تھا اتنی ہی پیچیدگیاں بڑھتی تھیں۔ اسی اثناء میں کہ میرا دل تذبذب کی حالت میں تھا میں نے ایک خواب دیکھا اُس خواب سے اس کام کے بہت حسن و خوبی انجام پانے کا اشارہ سمجھا اور مستعد ہو گیا۔

میں نے سب سے پہلے اس بارہ میں سید معروف شاہ صاحب قبلہ دار ثنی کو خط لکھا تو جناب مدوح بغیر کسی قیل و قال کے نہایت محبت و شفقت سے میرا ساتھ دینے کو آمادہ ہو گئے اور ہر قسم کی امداد سے میری ہمت افزائی فرمائی اور خاتمہ کتاب تک وہی بات قائم رہی۔ اور اصحاب کو بھی میں نے جا بجا خطوط لکھے تو کچھ خطوں کے جواب امید افزا آئے اور کچھ خطوں کے جواب میں مجبوری و معذوری ظاہر ہوئی اور کچھ خطوں کے جواب میں خاموشی و سکوت سے کام لیا گیا اور حضرت شیخ سعدی شیرازی رح کے اس مقولہ پر عمل کیا گیا کہ جواب جاہلان باسٹد غموشی بہ میں نے مکرر سہ کر سہ کر رہا ان حضرات کو خطوط لکھے اور خوشامد کی تو بعض اصحاب نے غلات امید جواب دئے۔ کسی صاحب نے لکھا کہ ادب و احتیاط مانع ہے کسی صاحب نے از رو عجز و انکسار معذرت کی غرض کہ مختلف اقسام کے جواب آئے اب میں بڑے پیچ و تاب میں پڑ گیا کہ جب میرے اکابر برادران سلسلہ اسقدر احتیاط برتتے ہیں تو میں تنہا کیا کر سکتا ہوں۔ اور کس طرح اس اہم کام کو انتہا تک پہنچا سکتا ہوں مگر اس حالت میں بھی میں کچھ نہ کچھ کرتا رہا اور ایسے بے توجہی کے جوابات سے متاثر ہو کر دست بردار نہیں ہوا۔ ان اصحاب کی پھر خوشامد کی دوسروں کو خطوط لکھے اور اپنی کوشش جاری رکھی۔ اس کوشش میں ایک عرصہ گزر گیا اکثر اصحاب نے میرے خیال کو وقعت کی نظر سے دیکھا اور وہ میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ اس ضمن میں سب سے پہلے میں مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ دار ثنی ہماری رح مترجم طبقات الکبریٰ والکبریٰ المدحانیہ وغیرہ واسسٹنٹ اکوانٹنٹ جنرل ہمدرد حیدر آباد دکن کا نام نامی لودگا جو اگرچہ اس عالم میں نہیں ہیں اور اس دنیا سے فانی کو خیر باد کہہ کر حیات بعد المات کا لطف اٹھا رہے ہیں مگر اُنکی وجہ سے میری پوری ہمت بندھی اور باوجود اسکے کہ مجھے جناب مدوح سے کبھی شرف نیاز حاصل نہ ہوا تھا نہ خط و کتابت تھی نہ میرے علم میں وہ مجھ سے واقف تھے۔ اور بسبب کثیر المشاغل اور ضعیف و دایم المریض ہونے کے معذور بھی تھے مگر پہلے خط کے جواب میں اُنھوں نے واقعات و حالات لکھنا شروع کر دئے۔ اور جو خط مجھ کو لکھا وہ حسب ذیل ہو۔

دو بیچے حضرت یہ خط بے ربط ستائیسویں جنوری کو شروع ہوا تھا اور آج ساتویں مارچ کو ختم ہوا۔ جسکی وجہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کافی جہالت کا نہ ملنا ہے مجھے امید نہ تھی کہ یہ خط ختم ہوگا اور آپ تک پہنچے گا۔ اس خط کو میں نے بے ربط اس سبب سے کہا کہ صرف قلم برداشتہ لکھا گیا ہے اور میری دانست میں اس قابل نہیں ہے کہ بجنسہ کسی تصنیف و تالیف میں نقل کر دیا جائے اس کا مقصود صرف آپ کے ارشاد کی تعمیل ہے۔ آپ کو پورا اختیار ہے کہ اس میں سے جس مضمون کو جس طرح چاہیں یعنی طوالت یا اختصار کے ساتھ درج کتاب کریں دو ہفتے ہوئے کہ اخبار مشرق کے ایڈیٹر والک اور ہمارے پیر بھائی حکیم برہم صاحب حیدر آباد آئے ہوئے ہیں مجھ سے وہ بیٹے اور اُنھوں نے کہا کہ میں حضرت پیر و مرشد کی مکمل سوانح عمری لکھ رہا ہوں۔ تم کو جو کچھ حالات معلوم ہوں وہ مجھے لکھ کر دو۔ لیکن میں نے اُن سے کہا کہ آپ سے پہلے فضل حسین صاحب کی فرمائش پہنچ چکی ہے اور میں نے اُنھیں کی فرمائش پر لکھنا بھی شروع کر دیا ہے اور گویا اُن سے عہد وفا باندھ لیا ہے اسلئے آپ کے حکم کی تعمیل سے معذور ہوں حکیم برہم صاحب کہتے تھے کہ انکی خواہش

یہ ہے کہ اُن کے اور نیز آپ کے فراہم کئے ہوئے مواد سے ایک جامع اور مکمل اعلیٰ درجہ کی کتاب تصنیف ہو کر شائع کی جائے مگر آپ راضی نہیں ہیں۔

اس والا نامہ کے دو ہفتے بعد ایک اور والا نامہ مولانا کا میرے نام آیا جس میں اپنی تالیفات کے ارسال فرمانے کا تذکرہ تھا اور کچھ برادران سلسلہ کو خطوط لکھنے کی ہدایت تھی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

در حضرت پیر و مرشد قدس سرہ العزیز کے بہت زیادہ حالات متعلق بہ فیض رسانی اور ارشاد و ہدایت روحانی جناب فیض شاہ صاحب مدظلہ کو معلوم ہیں انکو ضرور لکھیے۔ اور مولوی غنی حیدر صاحب وکیل گیا اور مرزا ابراہیم بیگ صاحب شیدائے کھنوی اور جناب اوگٹ شاہ صاحب بچھرا یون ضلع مراد آباد کو ضرور لکھیے ان لوگوں کے پاس بھی کچھ معلومات کا ذخیرہ ہے ان لوگوں کو فردائی فردائی لکھیے کہ بڑے خدا جو کچھ معلومات ذاتی ان کو حضرت قدس سرہ کی نسبت ہوں انکو ضرور لکھ بھیجیں ورنہ وہ ہر ایک کی زندگی کے ساتھ تلف ہو جائیں گے۔ اور لکھنے کی صورت میں تو ہمیشہ اُس سے مسترشدین کو فائدہ ہوتا رہے گا۔

ان دونوں خطوں کے دیکھنے سے مولانا کی ہمدردی اور ہمدردی کے ساتھ ایک طرح کی بیچینی ظاہر ہوتی ہے کہ کسی طرح حالات کی بہم رسانی خاطر خواہ ہو جائے۔ میں پہلے سے کوشش کر رہا تھا اور اب ایک بڑے شخص کو جو اپنا ہمدرد و شریک پایا میری ہمت میں اور ترقی ہوئی میں نے ان صاحبوں کو بھی لکھا اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کو بھی خطوط لکھے اور شکر گزاری کے ساتھ میں اُن کی توجہ عالی کا ذکر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

حضرت فیض شاہ صاحب رح بائزید پوری اور مکتوب نویس بارگاہ دار فانی حاجی اوگٹ شاہ صاحب بچھرا یونی نے خاص توجہ فرمائی اور اُن کو جو کچھ معلومات تھی اُس سے مرصع نہیں فرمایا۔

اگرچہ حضرت سیدنا فیض شاہ صاحب قبلہ علالت و ضعف کی وجہ سے بالکل معذور تھے مگر اسی حالت میں انھوں نے جو کچھ میری مدد فرمائی اُسی سے میں بحد متاثر ہوں۔

حاجی اوگٹ شاہ صاحب قبلہ کی گہری تکبہی اور شفقت و عنایت نے جتنی پیچیدگیوں اور الجھنیں رفع کی ہیں اور غیر ذاتی تعلقات و مراسم کے محض وارثی اور برادر طریق سمجھ کر جو میری مدد فرمائی ہے وہ انکی قلبی حالت کا

آئینہ پیش کرتی ہے جس سے صاف ظاہر ہو کہ ایسے ہی مقدس نفوس میں جو اپنی ہستی کو محض اُس نام پر مٹانے کے لئے زندہ ہیں۔

مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی کی طرح مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی دسابق وکیل رکارورٹس گیا نے بھی پہلے ہی خط کے جواب میں اپنی معلومات سے مستفید فرمایا مگر اپنے ذاتی واقعات کے ظاہر کرنے سے معذرت

فرمائی میری امید سے کم واقعات و حالات اُن سے ابتداء دستیاب ہوئے مگر جناب مدوح کا والا نامہ نہایت ہمدردی و محبت و شفقت سے مملو تھا اور پہلے ہی والا نامہ میں (باوجود اسکے کہ مجھے جناب مدوح سے شرف نیاز حاصل نہ تھا)

انھوں نے تحریر فرمایا تھا کہ میں ہر طرح تمھارے کام میں شریک ہوں مجھے اس والا نامہ سے بھی اتنی ہی تقویت ہوئی جتنی کہ مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ کی تحریرات سے ہوئی تھی۔

آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی بالقبابہ دمبرا کیڑ کیٹیو کونسل بہار نے بھی میرے پہلے ہی عرضیہ پر توجہ فرمائی اور واقعات معلوم مرحمت فرمانے اور نہایت امید افزا خط لکھا میں نے پھر لکھا تو پھر انھوں نے

اپنی دیگر معلومات سے مستفید فرمایا مولوی رونق علی صاحب وارثی الہ آبادی پتیتہ پوری خلعت الہ شید شاہ



مقصود علی صاحب وارثی نے بھی پہلے خط پر تو نہیں کئی خطوں کے پہونچنے کے بعد خاص توجہ کی اور اپنے والد ماجد اور جد بزرگوار کی خاص یادداشتوں سے جو حضرت کے متعلق تین مجھے متفقہ فرمایا۔ اور دوسروں سے بھی حالات ملنے کی کوشش کی اسی طرح منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع رائے بریلی نے جو ایک معزز بزرگ تھے اور انھوں نے حضرت کے اکثر چند حالات جمع کئے تھے وہ انھوں نے اپنی عمالت اور نہایت ضمت و تقاہت کے زماہ بین مرحمت فرمائے خدا اُن کی قبر کو منور کرے اور اپنی بیشمار رحمتیں اُن پر نازل فرمائے (اس طرح شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ مؤصلع بارہ بنکی کی معیت و شفقت سے میں اب تک متاثر ہوں اور رہوں گا وہ نہایت لطیف سے پہلے ہی خط کے جواب میں واقعات و حالات لکھنے لگے اور خاص کوشش فرمائی۔ مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگر امی وکیل بارہ بنکی نے بھی اپنی معلومات کے دینے میں دریغ نہیں فرمایا۔ میں اُنکی بزرگاء و نوازش و کرم کا ممنون ہوں اور حقیقتہً ایسے بزرگوں کا سبب ہے جو مجھے کسب قدر اپنے مقصد میں کامیابی نصیب ہوئی۔

جناب مرزا محمد ابراہیم صاحب شیدا لکھنوی نے بھی میرے معروضات پر خاص توجہ فرمائی اور نہایت دلسوزی و ہمدردی و برادر نوازی سے میرے عرضوں کا جواب دیا اور مفید مشورے دئے حضرت کے واقعات و حالات بھی عنایت فرمائے اس کتاب کے ابتدائی مسودات کو غور و تمقّق کی نگاہوں سے ملاحظہ فرمایا اور اسپر قدیم طرز کی عبارت میں کچھ حصّہ بطور نمونہ لکھ کر مجھے مرحمت فرمایا۔ میں نے اُس سے بہت فائدہ اُٹھایا مگر اُس روش کی نظم و منظم لکھنے سے میں قاصر و معذور رہا۔ مرزا صاحب موصوف کو میرے ابتدائی مسودات کو دیکھ کر پھر میری بے علمی و جہالت کے سبب سے کچھ اختلاف تھا اذیہ اختلاف ایسا تھا جسکو میں رحمت سے تعبیر کر سکتا ہوں کیونکہ نیک نیتی کے ساتھ تھا اور وہ اس کام کی اہمیت کو محسوس کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ سلسلہ عالیہ وارثیہ میں ماشاراندہ بڑے بڑے عالم و فاضل موجود ہیں مگر اس طرف بمقتضائے احتیاط یا پاس دلرب سے یا اور کسی وجہ سے اب تک کسی نے توجہ نہیں کی وہ میری ہمت نہیں توڑتے تھے اور فرماتے تھے کچھ نمونے سے ہونا اچھا ہے اور اکثر خطوط میں انھوں نے مجھے ترغیب دی اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ مگر وہ اپنے نازک خیالات اور اعلیٰ ترین جذبات کی بنا پر حضور انور کے مقدس اور ذاتی تذکرہ کو اسی بلندی و برتری کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے۔ جیسے انھوں نے اور اُن کے بزرگوں نے حضور پر نور کی ذات مستغنی عن الصفات کا مشاہدہ کیا یہ ظاہر ہو کہ ایسے تو قعات ظاہر بینوں کی تصنیف و تالیف سے پورے نہیں ہو سکتے اور حضور انور کی روحانیت کے اثرات جو آپ کی ذات کرامت آیات سے مترتب ہوتے تھے وہ صفات و قواس سے نمایان نہیں ہو سکتے آفتاب کی تصویر اور شاعین خیال کے ذریعے سے کاغذ پر دکھائی جاتی ہیں مگر کوئی مُصَوِّر عکس نہیں لے سکتا۔ اور تنویر کا تو عشر عشر بھی نہیں دکھا سکتا۔ وہ اس معذوری و مجبوری کو بھی محسوس کرتے تھے لیکن اُن کی تمنا تھی کہ کوئی قابل شخص اس کام پر مستعد ہو اور حضرت کے ارشادات طیبات اس انداز سے درج کتاب ہوں کہ اُنکے معانی و مزو بھی بیان کئے جائیں۔ جن سے حقائق و معارف کی انگاہی ہو۔ اور حضور انور کے حسن بے نظیر کی ایسی عکسی تصویر لی جائے جو حقیقت حال کا آئینہ ہو وہ اپنے خیال میں بالکل حق بجانب تھے مگر تاہم لحاظ برادر نوازی و شفقت و محبت باوجود عدیم الفرستی کے وہ میرا ساتھ دے رہے تھے اور میں محسوس کر رہا تھا کہ

نہاں شان تغافل میں ہے رمز امتیاز اوس کا | یہ انداز جفا ہے التفات دلو از اس کا

میں خیال کرتا ہوں اگر مرزا صاحب کی طرح دیگر حضرات بھی ایسے ہی اختلافات سے کام لیتے تو کافی سے

زیادہ مجھے ملتی مگر ایسا نہیں ہوا بعض حضرات نے اس کام میں کو شمش کر نیوالوں سے مخالفت کا اظہار کیا اور طرح طرح کے اعتراضات کئے بعض نے نہایت دشمن طریقہ سے طرح طرح کی طعن آمیز گفتگو کی بعض نے وعدہ کیا اور اُسکے بعد پہلو تھی اختیار کی۔ بعض نے نہایت عجیب و غریب طریقہ سے اظہار اختلاف کیا اور مجھے تباہی و بربادی سے ڈرایا اور دوسروں کا ذکر کر کے اس سے برا شکوٹن لیا بہر کیف میں اُن کی مغائرت و مخالفت کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جس مخالفت کا سلسلہ میری کامیابی پر ختم ہو وہ نہایت مبارک مخالفت ہو۔ ذوق طلب مغائرت و بے اعتنائی ہی کے اثر سے بڑھتا ہو میں انکی بے اعتنائیوں اور مخالفتوں کو انکی دور اندیشی و معاملہ فہمی پر مبنی سمجھتا ہوں گواں کے مختلف بیانات و عنوانات ہر طرح کی بدگمانیوں کا سبب ہوئے۔

اہم رخصت شدہ میں تاویل ستم خود کر لین کیا ہوا اُن سے اگر بات بنائی نہ گئی میں جانتا ہوں کہ اس زمانہ میں بدگمانیوں کی کمی نہیں ہے اور عربی زبان میں ایک مشہور مقولہ ہے کہ مَنْ صَنَعَ فَقَدْ اسْتَحْدَقَ جسے کوئی تصنیف کی اُسے اپنے آپ کو تیر ملاست کا نشانہ بنایا۔ میں اپنی کمزور طبیعت کے سبب اس تیر ملاست کے زخم سے بہت متاثر ہوا اور میں نے تمام مسودات کو اٹھا کر طاق میں رکھ دیا۔ اسی ہفتہ میں ایک صاحب نے (جو اپنا نام اس ضمن میں ظاہر نہیں کرنا چاہتے) جو برا طریق بھی ہیں کئی کتابوں کے مؤلف ہیں اور پابند شریعت ہیں اُنھوں نے ایک خواب دیکھا جس میں اس کتاب کی جانب متوجہ ہونے کی ترغیب تھی اور میرے متعلق بھی کچھ ارشاد تھا اُنھوں نے اپنا خواب مجھے بیان فرمایا اسی زمانہ میں مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق وارثی شکوہ آبادی سابق فیچر درگاہ اجیر شریف کا ایک خط آیا ان کو میں نے سال بھر سے زیادہ عرصہ تک خط لکھے اور کسی خط کی رسید تک نہیں آئی تھی مگر اس خط میں تقریر تھا کہ میرے واقعات ایک راز کی حالت میں ہیں جواب تک میں نے کسی پر ظاہر نہیں کئے اور میں ڈرتا تھا کہ مبادی انکا اظہار نا مناسب ہو مگر اب جسدن تھا راز آخر خط میرے پاس پہنچا ہے میں اُسی شب کو ایک خواب دیکھ چکا ہوں۔ جس میں میں نے حضرت کو دیکھا اور اپنے واقعات و حالات کو بھیجے کی طرف اشارہ سمجھا اب میں اپنے واقعات لکھ رہا ہوں اور عنقریب تمکو بھیجتا ہوں غرض کہ موصوف نے سال بھر کی خامشی کے بعد دو تین خطوط لکھے اور واقعات و حالات بھیجے اُنھوں نے اُس ناقابل برداشت اشتہار کی پوری تلافی کر دی جو مجھے عرصہ تک رہا تھا۔

ان بزرگوں کے خوابوں پر میں نے غور کیا تو سمجھا کہ شاید حضرت کو منظور ہے کہ یہ کام ہو مگر جی نہ چاہا کہ اب اس کام کو کروں اور اپنی سعی و کوشش پر حسرت بھری نظر ڈالنے لگا۔

میں نے اچھی طرح سوچ لیا کہ یہ کام کم مانگی اور تنہائی کی حالت میں نہیں ہو سکتا اور کم از کم میری ذات سے اس کام کا انجام ہونا ناممکن ہے کیونکہ چار پانچ سال کے عرصہ میں مصارف کثیر کا مجھے متحمل ہونا پڑا جو میرے لئے

سہ ایسے افراد کو واضح رہے کہ میں تو ہم پرست نہیں ہوں میں تنگ و غیہ کو دماغی طاقت کی یادگار سمجھتا ہوں میں برباد ہونا ڈرنا تو انشاء اللہ میرے دم تک اس کتاب کا سبب اپنی بربادی قرار نہ دوں گا اور نہ ایسا اعتقاد کروں گا اور بلکہ ہمیشہ یہ عقیدہ رکھوں گا کہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی میرا یہ خیال ہو گیا تو میں مشرک ہو جاؤں گا خدا مجھے حضرت دارش پاک کے طفیل میں شرک سے محفوظ رکھے آمین بنا اور بگڑنا ڈوبنا اور پھر ناعت و ذلت آبادی و بربادی سب تقدیر سے وابستہ ہے ہر قسم کی سزا و جزا اعمال پر کا نتیجہ ہے بزرگان دین کے حالات و واقعات کا اظہار یا ان کی روح سراخی برباد کن نہیں ہوتی۔

سراسر ناقابل برداشت تھے اور جنگی تفصیل لاما حاصل ہو۔

مین نے ۱۲ امیدیں دیاس سے اس کام کو الوداع کہہ دیا دل کی بات دل ہی مین تھی کسی سے اپنا یہ عیاں رہی خیال سے بھی ظاہر نہیں کیا کہ لوگ سنیں گے تو انگشت نمائی کرینگے خواہ خواہ کی نفقت ہوگی مین اس کام سے علیٰ طور دست بردار ہو چکا تھا کہ حضرت کے عرس کا زمانہ قریب آگیا مین اس سے قبل کبھی حضرت کے عرس میں حاضر نہیں ہوا تھا ہمیشہ دوسرے دنوں میں جایا کرتا تھا مگر خدا جانے اس مرتبہ کیون عرس میں حاضر ہونے کے لئے یہ مین ہو گیا اور دو ہی روز میں سب انتظام کر کے دیوہ شریف پہنچ گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مولانا مولوی سید عبد الغنی صاحب قبلہ وارثی بہارمی اور مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی (وکیل و رئیس گیا) بھی تشریف لائے ہیں ان بزرگوں سے مجھے حضور انور کی سوانح شریف کے متعلق خط و کتابت تھی مگر مجھے شرف نیاز حاصل نہیں تھا۔ مجھے ابتدا سے امر کی دربار داری اور خوشامد سے سابقہ نہیں بڑا اگرچہ مین ایک غریب گھر میں پیدا ہوا غریب حالت میں میری نشو و نما ہوئی اور اب بھی غریب زندگی بسر کر رہا ہوں مگر مین جس حالت میں ہوں خوش ہوں اور اس بات سے واقف ہوں کہ ایک غریب دامیر کے تعلقات خواہ وہ دوستانہ ہوں یا رشتہ داری سے وابستہ ہوں مستحکم شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ اور جب تک مساوات نہ تو ترانہ دے کے دونوں پہلے برابر نہیں رہ سکتے ایسی حالت میں جب کہ خود مین اپنے آپ کو ذلیل حالت میں سمجھتا ہوں تو دوسروں کی نگاہ میں بھی ایسی ہی پڑینگے اور یہ میری شفتہ خاطر کا سبب ہو گا اسی خیال سے میرا جی نہ چاہا کہ مین ان صاحبوں سے ملنے جاؤں۔ اور مین نہیں گیا۔

یاں بے سرو سامانی سامان محبت ہے

ہوں دولت و عظمت برابر اب ہوس انازان

حسب معمول مین جناب محمد ابراہیم بیگ صاحب قبلہ شہید اوارثی کی خدمت میں حاضر تھا کہ حسن اتفاق سے جناب مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی تشریف لائے شہید امیان نے مجھے بتایا تو وہ نہایت گرمجوش و خلوص سے بغلیگر ہوئے اور مجھے پورے طور پر متوجہ ہو گئے اس کتاب کے متعلق نہایت دلچسپی و محبت سے گفتگو کرتے رہے اور مسودات کو دیکھنے کے لئے اشتیاق ظاہر فرمایا۔ تھوڑی دیر میں وہ تشریف لے گئے تو مولانا سید عبد الغنی صاحب قبلہ وارثی ہماری تشریف لائے مین مصافحہ کے لئے اُن کی طرف بڑھا تو انھوں نے شہید امیان سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں انھوں نے کہا آپ ہی فرمائیے آپ سے اور ان سے خط و کتابت ہو اس کے جواب میں مولانا نے برجستہ فرمایا کہ ”فضل حسین“ یہ کہہ نہایت شفقت و محبت سے معاف کیا اور کتاب کے متعلق تذکرہ فرماتے لگے میری بہت محنت افزائی فرمائی اور مفید مشورے دئے مجھے اُس وقت کا اعلیٰ زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک فقرہ نہیں بھولتا اور جبکہ وہ اس عالم میں نہیں ہیں بار بار مجھے اُنکا ارشاد یاد آجاتا ہوا انھوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا ”ہو کہ خوشی کی بات ہو جو تم نے اس کام کو شروع کیا جو ان آدمی ہو کر لے جاؤ گے ہم لوگ تو چراغ سحری ہیں“

ان صاحبوں کے اخلاق اور شفقت بزرگانہ سے مین بہت متاثر ہوا اور اب مجھ کو خیال ہوا کہ مجھے ضرور ان سے جا کر ملنا چاہیے چنانچہ یہ ہر دو صاحبان ایک ہی جگہ قیام پذیر تھے مین ان کی فرودگاہ پر حاضر ہوا تو نہایت شفقت و محبت سے پیش آئے اور مسودات کو خوب جی لگا کر نہایت غور و تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمایا۔ ان حضرات کی یہ حالت کہ وہ ان کے قیام میں جب مین مسودات کو لیکر سنانے کے لئے جاتا تو اُس وقت خواہ وہ کیسے ہی ضروری کام میں ہوتے بہت تن میری طرف متوجہ ہو جاتے اور جو وقت تک مین اُنکے پاس بیٹھا رہتا وہ اپنے ذاتی یا دیگر ضروری کاموں سے

بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اتنی توجہ اور مصروفیت میری تسخیر کے لئے کافی تھی۔ اب میرا دل بھی انہیں کی محفل میں جانے کے لئے ہر وقت بیچین رہتا تھا اور شب و روز میں چار پانچ مرتبہ سے کم شاید میں ان کی خدمت میں حاضر نہوتا ہوں۔ میں نے مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ واہ فی سے استدعا کی کہ آپ کتاب کی نظر ثانی فرمائیے انہوں نے بطیب خاطر منظور کیا۔ فرمایا کہ اگرچہ میں عظیم الفرصت ہوں مگر اپنے فرائض منصبی سے علاوہ جو وقت ملیگا میں اسی کام میں صرف کروں گا۔ اور اس کی اشاعت و طباعت وغیرہ سے متعلق بہت گفتگو فرماتے رہے اور اس وقت سے میرا ساتھ دینے کے لئے ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی روکیل و رئیس گیا، کا میں کن لفظوں میں تذکرہ کروں جو اس کتاب کی طرف صرف متوجہ اور مخاطب ہی نہیں ہوئے بلکہ عاشق ہو گئے اُن کی شینگی و فریگی کا سامان میری آنکھوں میں عجیب عالم پیدا کرتا تھا وہ دماغی درمے قدرے سنبھلے ہوئے تھے۔ کتاب ختم نہیں ہوئی بہت کچھ کام باقی ہو مگر وہ اسکی اشاعت و طباعت کی گفتگو کر رہے ہیں اور تیار ہیں کہ خواہ کتنے ہی زیادہ سے زیادہ مصارف ہوں وہ طبع کرائیں گے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ سعی فرمائے گئے کہ اب تک اس کام میں کس قدر صرف ہو چکا ہو اور آئندہ کام جاری رہنے کے لئے کیا انتظام ہونا چاہیے۔ اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس وقت سے وہ حالات و واقعات کی فراہمی میں مجھے زیادہ مصروف نظر آئے اپنے اجاب کو انہوں نے خطوط لکھے بعض کے مکاتات پر خود تشریف لے گئے بعض بزرگوں نے اپنے نام ظاہر کرنے سے کسی خیال سے ممانعت فرمائی تھی اُن سے ملے اور اُن سے گفتگو کر کے اظہار نام کی اجازت لی۔ اور ہر قسم کی امداد و اعانت میں نہایت فراخ حوصلگی و محبت سے وہ میرے مدد و معاون ہو گئے اُن کے ذوق و شوق کی میں کیا تعریف کروں خداوند کائنات نے اُنکو عجیب محبت بہاول عطا فرمایا جو وہ میری ناجیز سعی پر اس قدر ہمدرد و شیدا ہو گئے کہ محض اسی کتاب کے دیکھنے اور سننے کے لئے تھوڑے ہی عرصہ بعد انما وہ تشریف لائے اور یہاں پر دو تین روز تک کتاب کو دیکھتے اور سنتے رہے۔ اشاعت و طباعت وغیرہ کے متعلق زیادہ گفتگو فرمائی۔ باتوں باتوں میں میری مالی حالت کا پتہ لگایا۔ میرے مکان کی شکستگی کو میرے مسلمان ہونے کا ثبوت دیتی تھی مگر وہ متاثر رہے۔ میں بھی حیران تھا کہ میں ایک عالمی منزلت مہمان عزیز کی کا خاطر کرنا اور میں نے خود اپنے مکان کا جائزہ لیا تو

میرے گھر کوئی چیز اُنکو دکھلانے کے قابل نہ تھی ہاں حضرت کے لمبوں مبارک کے کچھ تبرکات تھے جو میں نے مدوح کو دکھائے۔ اور وہ اُنکو دیکھ کر اس قدر شاد و مسرور ہوئے کہ شاید بڑے بڑے تحائف سے اتنے خوش نہ ہوتے۔ اسکے بعد خط و کتابت غیر معمولی طور پر جاری رکھی اور ہر خط میں کتاب ہی کے متعلق ذکر رہا۔

مجھے اپنی ناامیدی و کس پرسی کی حالت میں جب میں خوب غور و غوصل کر چکا تھا اور سمجھ چکا تھا کہ یہ بہل منڈے چڑھتی نظر نہیں آتی اُنکی ذات منبع حسنات ایسی ہی ثابت ہوئی جیسے کہ سوکھے ہوئے دھانوں کے لئے باران رحمت۔ میں محض ان دو بزرگوں کی وجہ سے از سر نو تیار ہو گیا جس طرح ممکن ہو اس کام کو ختم کروں اور نئے خیالات نئے جوش نئے دلوں میں پیدا ہوئے۔ خیالات میں بلندی حوصلوں میں وسعت پیدا ہوئی اور میں نے اس کام کو شروع کیا اُسی مہینہ میں مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری رح کی خدمت میں مسودات اصلاح کی غرض سے بھیجے۔ مولانا نے میرے مسامحی کی خاص قدر افزائی فرمائی اور نہایت ذوق و شوق سے مسودات کی نظر ثانی فرمائی چنانچہ دوسری مرتبہ جب میں نے مسودات بھیجے اور جناب مدوح نے بعد نظر ثانی



واپس فرمائے تو ایک خط لکھا جو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

دوبہر سول آپ کا خط مورخہ ۵۔ مارچ شکر گزار۔ یہی کا فریہ ہوا اور آج مسودات کا پیکٹ رجسٹری کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کیا گیا اس دفعہ مسودات کے واپس کرنے میں بہت دیر ہوئی معاف کیجیے۔ کیونکہ میں ایک تو بڑا دھواں سے کثیر الاشغال اور میسرے کسی قدر کا اہل بھی ہوں۔ باب تسلیم و رضا میں تین جگہ میں نے صفحہ کا صفحہ قلمزد کر دیا ہے جسکی وجہ یہ ہو کہ سوانح عمری کے مصنف کا کام و قانع نگاری ہو نہ لیکچر دینا اور آرٹیکل لکھنا۔

بس آپ واقعات بیان کرتے چلے جائیے لوگ اپنے اپنے حوصلے و عقیدہ کے موافق خود نتیجے نکال لیں گے اور آپ کو معلوم ہو کہ میں پورب کا رہنے والا ہوں اہل زبان نہیں ہوں لیکن اردو کے الفاظ یا تائید و تذکیر کی جرات جو میں کر بیٹھا ہوں تو فرہنگ آصفیہ وغیرہ کتابوں کو دیکھ کر جو اہل زبان کی مستند تصنیفات ہیں۔

اور اس پر بھی میں اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا معترف ہوں اگر آپ کی تحقیق میں کوئی اصلاح غلط ہو تو اسکو قلمزد کر دے دیجیے اسلئے کہ میری اور آپ کی دونوں کی نیت ایک ہی یعنی کتاب کا حتی الوسع غلطیوں سے پاک ہونا اور بس۔

یہ حصہ جو آج واپس ہوا بہت خوشگوار اور آپ کی محنت اور واقعات کے ہم ہونے نے میں سرگرمی و مستعدی کی تین دلیل دی۔ اور ان کی تو میں کتنا نہیں سمجھتا تو اس سے بہت روحانی فائدہ ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کیونکہ آپ کے فریہ سے مجھے وہ باتیں معلوم ہوئیں جو بہت سی مکتوبات اور سوانح عمری پڑھنے سے بھی نہیں ہوتی تھیں خدا کے لئے اس بے ہا کتاب کے چھپوانے کا جلد سامان کیجیے انشاء اللہ چھپوائی کا کام شروع ہونے میں یہ ناجیز بھی ایک حقیر امداد پیش کرے گا اور مجھے تو یقین ہو کہ جسوقت یہ کتاب چھپ کر تیار ہو جائے گی تو دشنی ہنڈی یا براہی سیری نوٹ کی طرح بلا توقف ہاتھوں ہاتھ نکل جائے گی۔ وارث پاک کی برکت سے آپ کو دُیتی اور دینی دونوں طرح کے فائدے حاصل ہوں گے۔

مولانا کی اس تحریر سے ظاہر ہو کہ انھوں نے کس قدر شفقت و محبت سے اس کام کی طرف توجہ فرمائی اور ہر قسم کی اعانت و امداد کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اس خط سے مولانا کے اضطراب شوق کا بھی پتہ چلتا ہے باوجود اسکے کہ کتاب کی خود ہی نظر ثانی فرما رہے ہیں مگر اسکی جلد سے جلد اشاعت کے لئے اس طرح فرماتے ہیں کہ خدا کے لئے اس بے ہا کتاب کے چھپوانے کا جلد انتظام کیجئے، یہ الفاظ مولانا کے جذبات پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ مولانا کے اکثر و بیشتر خطوط کتاب کے بارہ میں مجھے وصول ہوئے جو بنیال طوالت درج نہیں کیے جاتے مولانا نے اس کتاب کی طرف خاص توجہ فرمائی جس کا میں دل و جان ممنون ہوں یہ میں لکھ چکا ہوں کہ نیک بنتی اور دور اندیشی سے جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب قبلہ شیداوارٹی کو اس کتاب سے نہیں بلکہ میری طرز تحریر سے اختلاف متا ان کی نگاہ حق آگاہ ہیں حضرت کی جو ارفع و اعلیٰ شان ہو اس کی بنا پر باوجود حضرت کی صحبت سے بہرہ ور ہونے کے انھوں نے کبھی اس طرف خیال بھی نہیں کیا اور اپنے آپ کو ہمیشہ ناقابل تصور فرمایا۔ مگر دل سے چاہتے تھے کہ کوئی قابل شخص اس کام کے لئے آمادہ ہو اس بارہ میں مجھے اکثر گفتگو رہی اور چونکہ اُن کا یہ خیال کسی ذاتی مخالفت یا خدائخواستہ کسی بد بختی پر محمول نہ تھا اسلئے مجھے بھی کئی مرتبہ یہ خیال آیا کہ اگر کوئی قابل شخص اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے تو بہتر ہو اور اس بنا پر ایک مرتبہ میں نے اپنی اور شیدا میان کی ایک گفتگو کا خلاصہ مولانا سید عبد الغنی صاحب قبلہ وارٹی کی خدمت میں لکھ کر ارسال کیا اور استدعا کی کہ واقعات و حالات حاضر میں اب آپ خود لکھیے یا کسی اور شخص کو منتخب کیجیے مجھے یہ منظور نہیں ہو کہ میری جہالت و ناقابلیت کی وجہ سے کام خراب ہو مولانا نے اس خط کا جو جواب رقم فرمایا وہ ذیل میں نقل کرتا ہوں۔



قدرو محبت سے اپنے آخروں تک اس کام میں میرا ساتھ دیا میں اسل حسان سے تا بہ زیست سبکدوش نہیں ہو سکتا۔  
 انھوں نے اس کتاب کا دیباچہ خود لکھنے کا قصد فرمایا اور تقریظ بھی لکھنے والے تھے اور انکا آخری خط جو منجھو  
 موصول ہوا ہے اسکا خلاصہ میں بخیاں یادگار ذیل میں درج کرتا ہوں۔

”و آپ کے دو عنایت نامے چند دن کے فضل سے وصول ہوئے۔ چونکہ پہلا جواب طلب نہ تھا اس لیے  
 اسکا جواب بھیجنے میں عجلت نہیں کی گئی اور میرے سوال کے سبب سے آپ کو دوسرا عنایت نامہ بھیجنے کی  
 زحمت اٹھانی پڑی۔ آجکل یہاں بھی سخت گرمی و تپش ہے۔ ذرا حواس ٹھکانے ہو لیکن تو تقریظ و دیباچہ  
 لکھوں جب تک آپ کتاب کے طبع میں ہاتھ لگا دیں۔

افسوس کہ اس خط کے بعد مولانا کا کوئی خط دیکھنا نصیب نہ ہوا اور یکایک بے شان و گمان انکی موت واقع ہوئی۔  
 میرے لئے یہ ناگہانی موت کی خبر جس قدر سوہان روح تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ ایک دن تھا کہ مولانا سے  
 شرف نیاز حاصل ہوا تھا اور ان کی ذات میرے لیے آپ حیات تھی کہ ان کے دم سے میری مردہ امیدیں  
 از سر نو زندہ ہو گئی تھیں اور ان کی ہمت افزائی سے میں مستعد ہو گیا تھا ان کی زندگی اگر کچھ دنوں  
 اور وفا کرتی تو اسکی اشاعت و طباعت میں وہ خدا جانے کتنی سرگرمی دکھاتے۔ مگر افسوس  
 مولانا حسرت موہانی ۔

مٹ ہی ہیں دل سے یادیں روزگار عیش کی	اب نظر کا ہے کو آئین گی یہ تصویریں کہیں
التفاتِ یار تھا اک خوابِ آغاز و فا	سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں

حق پوشی ہوگی اگر میں جناب حقیقت آب مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی جہاری (وکیل و رئیس گیارہ)  
 کا اس کتاب کے متعلق اس خاص دلچسپی کا تذکرہ نہ کروں جس نے منجھو۔ اسی وقت سے  
 جبے مولانا سے شرف نیاز حاصل ہوا تب سے کر لیا جسطح مولانا سید عبدالغنی صاحب اس کتاب کی نظر ثانی  
 وغیرہ فرمانے میں۔ تمام برادران سلسلہ کے شکر یہ کہ سخی ہیں اسی طرح مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی  
 بھی سخی ہیں۔ ممدوح نے کتاب کو اول سے آخر تک شاید کئی مرتبہ پڑھا اور سنا اور علاوہ واقعات و حالات  
 کی ہم رسائی کے مختلف ابواب میں نہایت مفید و کار آمد نوٹوں کا اضافہ فرمایا ہے۔ اور اس طرح میری  
 علمی و عملی مدد فرمائی ہے بہت دلائے اور جوش بڑھانے میں مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ مولانا سے  
 کچھ قدم آگے ہی نظر آتے تھے۔ اور شروع سے ان کو ایک اضطراب تھا کہ کس طرح سے جلد اس کتاب کا کام  
 ختم ہو اور یہ پریس میں ہو چکے۔ میں پس و پیش میں تھا کہ ابھی یہ کتاب چھپے کہ نہ چھپے مگر مولوی صاحب قبلہ  
 ایسا اصرار تھا کہ جس کا بیان نہیں سوہ مجھ سے بہت نصیر ہوئے کہ کسی خوشنویس کو ملازم رکھکر ان مسودات کو  
 جلد سے جلد صاف کرالیا جائے تمام مصارف کے وہ متحمل ہونگے مگر میں نے گوارا نہ کیا اور باوجود نا سازی  
 طبیعت اور قہم الفرستی کے میں نے ان کے اضطراب و جد سے متاثر ہو کر خود ہی صاف نقل ہی جلد سے جلد  
 کی وہ حضرت سیدنا مستقیم شاہ صاحب قبلہ وارثی مقیم اجیر شریف کا مقبرہ بنوانے کے لیے اور قل غیر کی غرض سے  
 اجیر شریف گئے تو وہاں سے ہلٹ کر دو روز اٹا وہ میں بھی میرے ہی غریب خانہ پر قیام فرما ہوئے اور صاف شدہ  
 کتاب کو نہایت اشتیاق و محبت سے باصرار تمام اپنے ہمراہ لے گئے۔ میں نے سمجھ لیا کہ ۔

نگہ ناز سے مشکل ہے بچا نادل کا

اب ممکن نہیں کہ کتاب جلد سے جلد طبع نہو۔ اور جو ان کی زبان سے نکل چکا ہو وہ پورا انہو حالات جمع کرنے کا و کتاب مرتب کر نیکا تو مجھے شوق بہت تھا مگر اشاعت وغیرہ سے جی ڈرتا تھا اسلئے کو حقیقتہً یہ فطری بات ہو کہ اہل دول کے روبرو غیا و اہل علم کے سامنے جہلا اپنی کم لیاقتی و کم مانگی کے سبب منجوب ہوتے ہیں نیز مجھ میں ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ حضرت کے فیض محبت سے بالکل بہرہ ور نہیں اور ایسی حالت میں ہر قسم کا حجاب و شرم میرے لیے ضروری ہے مگر مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی نے ایک نہ سنی اور ان کو شب و روز یہی ذکر و فکر ہو گیا وہ کتاب کے سوا کسی ذکر کو پسند نہیں کرتے تھے انہوں نے بڑی بڑی جگہ اس کتاب کے تذکرے فرمائے ان کی وجہ سے بہت سے بزرگ اس کتاب کے نا دیدہ مشتاق ہو گئے۔ کئی مرتبہ افریہ بل مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی (ممبر ایگزیکٹو کونسل بہار) نے اس کتاب کا تحفہ وغیرہ دریافت کیا اور جناب مدوح بے دیکھے اور مجھے بے ملے مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کی زبان مبارک سے اس کتاب کی تعریف سنا کر ایسے مشتاق ہوئے کہ جسکا بیان نہیں اگرچہ مجھے اور جناب مدوح الشان سے خط و کتابت تھی مگر کتاب جن مقاصد کو ملحوظ رکھ کر لکھی گئی ہے اُنکا پورا علم مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ ہی سے اُنکو ہوا۔ اور جو بے دیکھے اُنکو اس کتاب کے دیکھنے کا بیحد شوق ہو گیا۔ وہ جب اس مذاق کے لوگوں سے ملتے تو اس کتاب کا ضرور ذکر چھیڑتے تھے۔ مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی حیدر آباد سے پنشن لینے کے بعد اس کتاب کے آخری حصص کی نظر ثانی کے لیے براہ راست اٹا وہ تشریف لانے والے تھے مگر کچھ خاص ضرورتوں کے باعث اُنکا قصد ہوا کہ وطن ہوتے ہوئے اٹا وہ جائیں اُس زمانہ میں مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کا ایک والا نامہ مجھے وصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ مجھے افریہ بل مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ غریب مولانا سید عبدالغنی صاحب وارثی ہماری کتاب کے بقیہ حصص دیکھنے کے لیے اٹا وہ جانے والے ہیں اس کی سچی و شوق سے ظاہر ہے کہ ان حضرات کو اس کتاب کی اشاعت و طباعت کے متعلق کیسا اضطراب تھا۔

مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ نے اس کتاب کی صاف شدہ نقل اپنے خاندان کے لوگوں کو دکھائی اُنکے خاندان کی خواتین میں یہ کتاب خاص دلچسپی و قدر سے دیکھی گئی۔

بالخصوص مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کی اہلیہ محترمہ سیدہ بی بی محمود النساء صاحبہ اور محذومہ معظمہ سیدہ بی بی عائشہ معاحبہ رئیسہ گیارہ سالہ بنت نقالی نے تو اس کتاب سے بحد دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ بی بی عائشہ صاحبہ کے غلت الرشید مولوی سید حسن امام صاحب وارثی نے نہایت غور و تعمق سے اس کتاب کا کچھ ابتدائی حصہ ملاحظہ کیا اور اسپر جن اعلیٰ خیالات کا اظہار فرمایا اُنکے اظہار سے مجھے حجاب ہے انہوں نے مجھے زبانی ہمدردی ہی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ وہ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کی زبان مبارک سے یہ سنکر کہ میں کسی کی امداد اس کتاب کی طباعت وغیرہ کے لیے لینے کو تیار نہیں ہوں وہ اسپر آمادہ ہو گئے کہ کئی ہزار روپیہ کے صرفہ سے ایک پریس خاص دیوہ شریف میں قائم کر دیں وہ ان یہ کتاب طبع ہو اور اس پریس کا کام میرے سپرد رہے مجھے انہوں نے غور کرنے کے لیے وقت بھی دیا۔ مگر میری ہی غیر معمولی خاموشی اور بے تو بھی سے وہ بھی آخر کار خاموش ہو گئے۔



ڈاکٹر سید ریاض حیدر صاحب وارثی (خلف اکبر مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ) نے بھی دلچسپی سے اسکو ملاحظہ فرمایا اور بعض خاص امور کی طرف مجھے متوجہ کیا۔ خاتمہ کتاب کے بعد مجھے اُن کے قابل عمل مشوروں سے بعض مقامات پر کمی و بیشی کرنی پڑی۔ انھوں نے ایک نہایت اچھوتا خیال ظاہر فرمایا خدا انھیں کامیاب کرے وہ یہ کہ خداوند کریم اس لائے تو اس کتاب کے متعلق جو اس زمانہ کے مشاہیر و مستند علمائے کرام و مشائخ عظام کی تحریرات ہیں وہ بجنسہ و بلفظہ ایک میوزیم میں محفوظ کر دی جائیں۔

مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ سے اس کتاب کا تذکرہ سکرمولوی علی حسن صاحب وارثی خان بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ آ رہ بھی اس کتاب کے نادیدہ مشتاق ہوئے اور خود بخود اسکی طباعت وغیرہ میں حصہ لینے کا اظہار فرمایا۔ مگر اسکی اشاعت وغیرہ سے میں اپنی حالت کے لحاظ سے گریز کرتا تھا اور میں نے نہایت بیباکی و جسارت سے مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ سے اسکی اشاعت و طباعت وغیرہ کے متعلق اختلاف کیا اور میرا خیال یہ کہ شاید اُنکو اسوقت میری گفتگو کچھ ناگوار خاطر بھی گذری۔ اور انھوں نے خلاف معمول دیر تک مجھ سے کچھ اسکے متعلق گفتگو نہیں فرمائی مگر اُن کے جذبات محبت کب انکو میں سے بیٹھے دیتے تھے وہ خود ہی پھر اپنے محبت بھرے خیالات کا اظہار فرمانے لگے مجھے بھی جناب مدوح کی آزدہ خاطر پر دل ہی دل میں تاسف تھا اس لیے بجز اُن کی بان میں بان ملانے کے کوئی چارہ نظر نہ آیا اور انکے فرمانِ محبت پر تسلیم خم کر دیا یہ شرمناک عشاق کے دل نازک اُس شوخ کی خونازک

نازک اسی نسبت سے ہے کارِ محبت بھی

مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی کو اگر میں اس کتاب کی تالیف و اشاعت کا سبب کہوں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کیونکہ اُن سے شرفِ نیاز حاصل ہونے سے قبل کتاب کی یہ حالت نہ تھی اُن سے ملنے کے بعد اُنکے ذوق و شوق سے متاثر ہو کر میں یکسوئی سے اس کام میں مصروف ہو گیا اور یہ موجودہ صورت قائم ہو گئی۔ ناظرین میرے اس بیان سے انکی معاونت و دستگیری کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کے متعلق مجھے جتنی اور جس قسم کی دشواریاں پیش آئیں اور جو جو امور حاصل ہوئے اُن سب میں سے نکالنے کے لیے مجھے اُنھیں کا مبارک ہاتھ نظر آیا جو نہایت فراخ دلی و کشادگی سے آغوشِ محبت کی طرح میری طرف پھیلا ہوا تھا۔ مجھے جو کچھ بھی اپنے خیال کے موافق اس کام میں کامیابی ہوئی ہو اور جو محنت شاقہ میں نے اُن سے ملکر تین چار برس برداشت کی ہو یہ اُنھیں کا سبب ہے۔ جو تعلق اور محبت و تقرب اُنکو حضور و ارث پاک سے حاصل ہے اور جسکی وجہ سے اُنکو اس کتاب سے ایک غیر معمولی محبت اور اُنس ہو گیا اور جیسی تنبیہ و تہذیب سے اُنھوں نے قرب و روز مجھے کام لیا اسکی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ کتاب اُنھیں کی محبت کی ایک یادگار ہے۔ میں ایک محض ناکارہ شخص ہوں میں خود کیا کر سکتا تھا۔ اگر حضور و ارث پاک کی فیضانِ باطنی میرے شامل حال نہ ہوتے جو روح کہ اُس مسیحا نفس نے اپنے غلاموں میں پھونک دی ہے یہ اُسی کا کرشمہ ہے جسکا ظہور ہمدردی و محبت کی شکل میں میرا نمود معاون ہوا میں اُن سب برادران کا بچہ شکر گزار ہوں جنھوں نے واقعات و حالات سے مدد فرمائی اور جیکے اسماء گرامی اس کتاب میں بسلسلہ روایات درج ہیں۔ دیگر سلاسل کے مقدس علمائے کرام و مشائخ عظام نے جو کچھ واقعات و حالات میں مدد فرمائی اسکا خاص اثر میرے قلب پر ہوا۔

بائنصوص حضرات ذیل کی شفقت و لطف کا بدرجہ غایت ممنون احسان ہوں۔ اور صرف میں ہی نہیں اس

کتاب کے پڑھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے ہمیشہ اسکے معاونوں کو دعا سے خیر سے یاد رکھیں گے۔  
حضرت سید محمد ثقیں زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی قیام الدین عبدالباری صاحب قبلہ سندرائے فرنگی محل لکھنؤ  
حضرت سیدنا و مولانا ابو محمد شاہ علی حسن صاحب قبلہ کچھو چھوی۔

حضرت مولانا شاہ محمد کریم رضا صاحب چشتی نظامی اشرفی درویشی (مقیم دہلی)۔

حضرت مولانا شاہ حاجی سید محبوب عالم صاحب قادری البغدادی۔

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب چشتی قادری پھلواروی۔

حضرت مولانا حسام الدین صاحب فضلی مولانا نوار العیون و لباساں المحبوب وغیرہ (پنشنہ ڈپٹی کلکٹر وائس سراوہ ضلع میرٹھ)

حضرت مولانا محمد وصی علی صاحب علوی قلندری کاکوروی (مقیم اٹاواہ)

حضرت مولانا محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب ہتم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔

حضرت مولوی حافظ سراج الدین صاحب خلیفہ حضرت نوری میاں صاحب مارہروی رح۔

ان بزرگوں کے علاوہ بین ان سب اصحاب کا بدرجہ غایت ممنون کرم ہوں جنہوں نے میرے معروضات پر خیال فرمایا  
اور جنکی توجہ سے یہ سرمایہ جمع ہوا۔

میرے مکرم دوست سید نظام الدین شاہ صاحب قادری و گلبرگ آبادی ایڈیٹر نقاد اگرہ نے میرے مسامحی سے  
خاص دلچسپی کا اظہار کیا اور اپنے سلسلہ سمرتبہ نقادین اس کتاب کے متعلق اظہار مسرت فرمایا۔ اسی طرح مخدومی  
حاجی سید غفور شاہ صاحب وارثی احساسی نے آخر وقت تک کتاب سے گہری دلچسپی فرمائی حضرت کے حالات وغیرہ  
جس طرح انکو دستیاب ہو سکے مرحمت فرمائے۔ اخبارات میں اس کتاب کے متعلق قبل اشاعت اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار فرمایا  
انکی محبت و لطف کا ممنون ہوں۔ بین اخبار مشرق گورکھپور اور اخبار قیصر ہند فیصل آباد کا بھی شکریہ گزار ہوں  
کہ قبل اشاعت ان منو اخباروں نے اس کتاب کے متعلق مضامین شائع کیے نظام الشائع دہلی میں بھی جناب  
ملا محمد الواحدی صاحب نے ملک کو اس کتاب کے مستند حالات کی طرف ایک نوٹ لکھ کر متوجہ فرمایا۔  
خداوند کریم انہیں جزائے خیر دے۔

اب میں اس کتاب کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ میں نے جن مقاصد کو ملحوظ رکھ کر اس کام کو شروع کیا وہ  
پہلے لکھ چکا ہوں۔ یعنی حضرت کے حالات و واقعات مصدقہ ہوں اور بہت زیادہ جمع کئے جائیں۔ اور جو روایات  
درج ہوں انکے راوی صرف مریدین عقیدت گزین ہی نہ ہوں بلکہ دیگر سلاسل کے محترم بزرگوں اور تعلیم یافتہ  
اصحاب سے بھی خط و کتابت کی جائے۔ میں نے اپنے مقدور بھر اس میں کوشش کی جسکا حال کتاب کے مطالعہ  
سے خود ظاہر ہو گا کہ کن کن لوگوں سے کہاں کہاں خط و کتابت کی گئی۔

میری خط و کتابت موجودہ باقیات و حالات تک بھی محدود نہیں ہے بلکہ اکثر خط و کتابت بے نتیجہ ثابت ہوئی  
اسکا تذکرہ بے محل ہے۔ ہر کیفیت سرمایہ جمع ہوا اور اسکو اچھے یا برے طریقہ سے جو میرے امکان میں تھا میں نے مرتب کیا  
حضور انور کی مقدس زندگی کا آغاز جس باب سے ہوتا ہو اس سے لیکر ایک آخر تک اگر زبور دیکھا جائے تو پوری  
کتاب تجسین و عشق کا ایک افسانہ ہو۔

حضور انور کی بات بات میں محبت کی تعلیم ہوتی تھی۔ جو آپ کے واقعات حیات سے اظہر من الشمس ہے۔

میں جاننا ہوں کہ جنگی مبارک لگا ہوں میں اُس عرفانی بجلی سے چکا چونک کا عالم پیدا کر رکھا ہے اور وہ حضور پر نور کی ایک ایک اوائی داستان پر اپنی ہستی کو خاک میں ملا چکے ہیں اُن کے نزدیک حضور انور کے یہ واقعات حالات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ خدا جانے کیا کیا دیکھ چکے ہیں۔ یا جن مذہب و تصوف کے ولدا و ن کو تصدیق و یقین کی دولت حاصل ہے اور ایمان بالغیب اُن کا شمار ہے وہ ان واقعات سے متاثر ہونگے نہ معرض۔ مگر جن معرزی تمدن و معاشرت کے ہوا خواہوں کو مذہب و تصوف کی طرف میلان نہیں ہے وہ اُن واقعات کو جو کرامات و خوارق عادات پر مشتمل ہیں شاید تعجب کی نگاہوں سے دیکھ کر اور خلافت فطرت سمجھ کر صحیح باور نہ کریں۔ میں نے اس کتاب میں خوارق عادات و کرامات کے عنوانات سے کوئی باب نہیں لکھا ہے اور نہ اہل تصوف کے نزدیک خرق عادات یا کرامت کوئی وجہ است رکھتی ہے اور نہ میں اس بحث پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں کیونکہ متعدد کتابیں ان مباحث پر شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت کے جو کچھ بھی واقعات کرامات کرامت آیات ہیں وہ فطری ہیں جو ابتدا سے ظہور پذیر ہونے رہے آپ کے کرامات و خوارق عادات کے ثابت کرنے کے لیے دلائل و براہین کی ضرورت نہیں کیونکہ اس وقت ہر مذہب و ملت میں اُس لعل شب چرخ ولایت کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ اور تمام عالم میں اُسکی ولایت تمامہ کا پرچم ہمارا ہے۔ کونجا ملک ہی جہاں اُنکے نام لینے والے نہیں ہیں۔ اس وقت ہزاروں لاکھوں ہر مذہب و فرقہ کے لوگ موجود ہیں جو حضرت کی بات بات میں خرق عادت و کرامت کا مشاہدہ کر چکے ہیں ایسی بین شہادت کے لیے جو آفتاب سے زیادہ روشن و ہویدا ہو کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں ہے۔

حضور انور کی جانب جو بید و بحساب رجوع خلافت تھی وہ عظیم النظر ہے کیا بات تھی کہ ہر شخص شفیقہ فریفتہ نظر آتا تھا۔ اور عرب و عجم میں اُنکی ولایت تمامہ کے پہرے اُڑنے لگے۔ حضور انور کی دلونہر حکومت تھی جس سے ہر شخص متاثر تھا۔ اور آپ کی شان و عظمت کو دیکھتے ہوئے وہ خوارق عادات و کرامات جو اس کتاب میں درج کیے گئے ہیں کچھ بھی نہیں ہیں۔ اور شاید اسی وجہ سے با فہم اور ذی علم حضرات نے اس بارہ میں سکوت فرمایا ہو مجھے جس قدر واقعات و حالات فراہم ہوئے ہیں اُن میں سے اکثر واقعات میں نے خود اس کتاب میں درج نہیں کیے جسکی یہ وجہ ہے کہ ایک ہی طرح کے بکثرت واقعات و حالات کا درج کرنا بیسودہ ہے میں نے نمونہ کے طور پر واقعات لے لئے ہیں دیگر اقسام کے واقعات بھی اگر با ضابطہ اور با قاعدہ طریقہ سے حضرت کے سوانح زندگی مرتب کرنے کا التزام ہوتا تو بکثرت مل سکتے تھے مگر اسکے لیے بڑے التزام کی ضرورت تھی اور یہ کام اہل دول اور ذی علم حضرات کا تھا۔ میں نے جس قدر حالات و واقعات لئے ہیں اُن میں اپنے امکان بھر صحت و سند کا خیال رکھا ہے اور آپ کے واقعات و روایات سے اس وقت مشرقی خیال کے افراد ہی متاثر نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے فلسفی و منطقی جو نئی روشنی اور نئے خیال میں غرق ہیں محو حیرت ہیں جس کا کسی قدر نمونہ اس کتاب میں نظر آئے گا۔

میں نے اس کتاب میں عالم برزخ کی ایک مخلوق یعنی جنات کا بھی ذکر کیا ہے اور بزرگوں سے وہ روایات منقول ہیں وہ مستند ہیں۔ اور اُن کی صداقت میں کوئی شبہہ نہیں ہو مگر یہ باب شاید اُن لوگوں میں نہایت حیرتناک سمجھا جائے جو وجود جن کے قابل نہیں اور جنکو وہریت و مادیت کے اثر نے

مرعوب کر رکھا ہو مگر ان کے پاس وجود جن کے ابطال کی بجز یورپ کی اندھی تقلید کے کوئی دلیل نہیں ہے۔ مجھے دیانت و ایمانداری کے ساتھ ان واقعات کا دکھانا ضرور تھا۔ کیونکہ میں قائل ہوں اور ایمانداری کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ صحیح ہے بزرگان دین اور اولیاء اللہ نے بتواتر اپنے مشاہدات جنات کے متعلق بیان کیے ہیں جتنے بڑے بڑے اولیاء و اقطاب گذرے ہیں سب کے سواغ اور تذکروں میں جنات کا ذکر ہے۔ حضرت سید العالم غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا جو سب سے معتبر تذکرہ سمعی بہ ہمتہ الاسرار ہے اور روایت صرف ایک یاد و واسطہ سے اسکی روایات مصنف کتاب تک پہنچی ہیں اُس میں بھی کئی جگہ جنات کا ذکر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ نے اپنا مشاہدہ جنوں کے متعلق لکھا ہے۔ ایسی حالت میں یہ بات میرے ضمیر کے خلاف تھی کہ میں آنکھ والوں کی شہادت کے مقابلہ میں اندھی تقلید کو ترجیح دوں اور اس قسم کے واقعات کے اندراج سے گریز کروں۔

میں نے خوارق عادات و کرامات کا حضرت کے فضائل و محامد کے ضمن میں ذکر نہیں کیا، ہوا ورنہ میں آپ کے فضائل و محامد میں کرامات و خوارق عادات کو کوئی چیز سمجھتا ہوں یہ سب واقعات زندگی میں اور دیکھی جہاں بائیں ہیں۔ مگر ان سے چشم پوشی کرنا امانت و دیانت کے خلاف تھا۔ زیادہ تر غور و تعمق سے دیکھنے کے قابل حضرت کے عادات و صفات اور وہ اخلاق مصداق **اِنَّكَ لَعَلٰی خُلِقْتَ عَظِيْمٌ** ہو۔ جسکی تقلید سے ایک عالم روحانی مدارج و معارج ترقی کے منازل طے کر سکتا ہو۔

آپ کی پاک اور عہدیں زندگی جو ابتدا سے انتہا تک سبق آموز رشد و ہدایت ہی ایک نمونہ پیش کر رہی ہے کہ مردان خدا میں یہ غیر معمولی خوبیاں ہوتی ہیں۔

تمامی نفسانی خواہشات و نہیات سے فطری طور پر محترور رہنا ہر قسم اور ہر مذاق کے افراد سے ملنا اور اخلاق سے پیش آنا۔ اس امر پر صاف طور پر دلالت کرتا ہو کہ ایسے مقدس نفوس خدا کی طرف سے بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں جنکی بزرگی و برتری کو دنیا کے حوادث کسی طرح نہیں مٹا سکتے۔ حضرت کے وہ عادات و فضائل جنگو مجاہدات سے متعلق سمجھنا چاہیے جیسے پابند رہنا اور زمین پر سوتا دایم الصوم رہنا تمام عیش و تنعم کی باتوں سے اجتناب کرنا۔ ایک حالت میں زندگی بسر کر دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اپنے امور میں جو فطرت انسانی کے خلاف متصور ہوتے ہیں۔ مگر یہ اس امر کی ایک بین دلیل ہو کہ جو شخص زلی سعادت سے بہرہ ور ہو خداوند کریم اُسکو کس درجہ اپنے نفس پر قادر بنا دیتا ہے۔

آپ کی زندگی جیسی بے لوث اور پاک گذری اُسکی مثال مشکل سے ملیگی باوجود اسکے کہ تمام عمر آپ نے مجرد میں بسر فرمائی مگر کسی متنفس کو ازراہ بغض و حسد بھی حضور انور کو کسی نفسانی بد اخلاقی کی طرف متہم کرنے کا موقع نہ ملا۔ اور بڑے بڑے پاکبازوں نے آپ کی پاکدامنی کی قسم کھائی۔ حقیقتہً یہی وہ اوصاف ہیں جنکی تقلید انسانی زندگی کو اصلی سے اعلیٰ مدارج پر پہنچا سکتی ہے۔ آپ کے وہ اقوال و ملفوظات جو ہر گاہ اس کتاب میں دیکھے جائیں گے۔ حقیقتہً منبع فیوض و برکات ہیں جو توحید و عشق اور تصدیق و یقین کی تعلیمات سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کے اثرات فوراً قلب پر مترتب ہوتے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے یہ بات اچھی طرح متحقق ہوتی ہے کہ آپ کی نگاہ حقائق آگاہ بن کس قدر ہر بات کے کمال پر نظر تھی آپ کے



محب احوال ایک ہی قسم اور ایک ہی طرح کے نہیں بلکہ اکثر مختلف ہیں مگر سب میں حضور انور کے مذاق عشق و توحید تصدیق و یقین کی پوری جھلک ہے۔ جتنے واقعات و حالات اور ملفوظات اس کتاب میں درج کئے گئے وہ کثیر روایات سے منتخب شدہ ہیں جتنے حالات و ملفوظات مجھے دستیاب ہوئے ہیں نے سب درج نہیں کئے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی قسم یا ایک راوی کی ایک ایک طرح کی دو دو چار چار روایتیں درج کرنی فضول تھیں۔ بعض روایات میری نظر میں خاص متصور ہوئیں اس لیے اُنکے اندراج سے پہلو تہی کی گئی۔ بعض روایات اگرچہ نئی طرز کی دستیاب ہوئیں مگر اُس طرز کی روایتیں چونکہ اور راویوں سے تھیں ملین اور ایسی حالت میں اندیشہ تھا کہ مبادی اُن روایتوں کی صحت میں لوگ شک کریں اس لیے میں نے اُنکے درج کرنے سے احتیاط کی غرضکہ مختلف وجوہ سے اکثر روایتیں چھوڑ دی گئی ہیں اور مجھے اُن اصحاب سے امید ہے جنکی روایتیں چھوٹی ہیں کہ وہ میری فروگزاشت کو معافی کی نظر سے دیکھیں گے کیونکہ ایک ہی طرز کی روایتوں کی بھرمار یا خاص روایات کی اشاعت جو اُن کے علوئے مرتبت کی بھی خبر دیتی ہے اُن کے اندراج سے لوگ راویوں کی خود نمائی سمجھتے اور ایک روحانی نقصان کا اندیشہ تھا۔

جن روایتوں کو میں نے بالکل نظر انداز کیا ہے اُس پر جو ماننے کی ضرورت نہیں مجھے راویوں کی صداقت میں فیہامی طور پر کوئی شبہ نہیں ہے اگر اُس طرز کی روایتیں اس کتاب کی اشاعت کے بعد بھی مجھے دستیاب ہوئیں تو میں دوسرے ایڈیشن میں اُنکی روایتوں کو بھی درج کروں گا۔ مجھے خود اس بات کا ایمان داری کے ساتھ اعتراض ہے کہ حضرت کی مقدس زندگی کے تمامی واقعات تو درکنار رہے اُنکا عشر عشر بھی مجھے دستیاب نہیں ہوا اور نکل گیا۔ برس کے عرصہ میں آخر تنہا میں کیا کیا کرتا۔ واقعات و حالات بھی مختلف مقامات سے جمع کرتا اور لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے پتے لگانا اُن سے خط و کتابت کرتا ہزاروں جگہ سفر کرتا پھر کتاب کو مرتب بھی کرتا۔ یہ سب کام ایک بے پایہ اور پریشان روزگار شخص کے امکان سے باہر ہے میں اپنی بساط کے موافق جو کر سکتا تھا وہ میں نے کیا اور یہ میرا خیال ہے اور بالکل سچا خیال ہے کہ اس فکر جو جس میں میری عمر ختم ہو جاتی مگر حالات کی فراہمی کا کام ختم نہ ہوتا کہ تمام اطراف عالم میں کونسا حصہ ہے جہاں اُس حُسن و دلکشی کے دیوانے نہیں رہتے۔ کونسا قریہ ہے جہاں کے رہنے والے اُس زلف سلسل کے سلسلہ میں داخل نہیں ہیں۔ کون مقام ہے جہاں اُس چشم زرگین کے محو نہیں ہیں۔ میں کہاں کہاں جاتا کہاں کہاں خطوط نویسی کرتا اور میں کیا ہر ایک ظاہر میں اس سعی و کوشش میں قاصر و معذور تھا اور ہے۔

میں پہلے سے سمجھ رہا ہوں اور باب بھی خوب سمجھتا ہوں کہ میری کوشش نہایت قلیل حدود تک محدود ہے۔ میں اپنی چھوٹی سی ہمت کے موافق کیا کر سکتا تھا میں نے کچھ کیا اُسکے قابل بھی نہیں ہوں۔ مگر جس کام میں خدا کے پیاروں کا ذریعہ اور وسیلہ ہو جاتا ہے اُس میں غیب سے مدد ہوتی ہے اور جو عطیہ ہوتا ہے وہ سائل کے ظرت کے موافق ہوتا ہے مجھے کچھ ملا بہت ملا اور بڑا شخص اگر اس کام میں ہمت باندھ لے گا تو اُسے اس سے زیادہ ملیگا۔ میں اسی کو بہت سمجھتا ہوں ۵ فکر ہر کس بقدر ہمت اور ہمت میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں میں اول سے آخر تک محض اسکی مدد سے اپنے ارادہ میں ثابت قدم رہا۔ اگرچہ بہت سی لغزشیں ہوئیں۔ حادثات کے حلقے ہونے لگا کیوں سے سابقہ پڑا ہے اُنکے میں سے کام رہا۔

مذہب میں گھرا رہا۔ مگر ہر ایک انھیں خود بخود نکل گئی۔ اور بفضلہ حضرت کی مقدس روحانیت میرے اڑے آگئی۔ جن لوگوں نے مدد کی جنگی ذات سے میری ہمت افزائی ہوئی یہ اُنکے کوئی ذاتی انحال نہ تھے وہ بیچارے کیا کر سکتے تھے اور کیا کر سکتے ہیں آخر انسان ہیں اور ضعیف البنیان یہ سب حضور پر نور کی مقدس ورخداداد روحانیت کا صدقہ ہے کہ انھوں نے اپنی شان پنجتنی کے صدقہ میں میری لاج رکھ لی۔

آخر میں بُرا ٹھکایا بھلا انھیں کا تھا اور انھیں کا ہوں اور انھیں کا کہلاؤنگا۔ وہ اغیار کے آرٹے وقتوں میں کام آتے ہیں میرے نہ آتے۔ لوگوں کی دستگیری کرنا انکا آبائی کام ہے اگر انھوں نے میری مدد کی تو کون تعجب ہو میں تو انھیں کا مقدس نام جب رہا ہوں اور ازل سے انھیں کے نام پر فدا ہوں۔

حشر میں نسخہ ہی اپنا کہو نگا سلسلہ میں اسیر حلقہ گیسو کے سید زادہ ہوں

میں حالات کے اس سرمایہ کو جو کتاب کی صورت میں ہے ملک میں پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اگر میری طرز تحریر یا میری سسی بے مقدار سے اُن کے توقعات پورے ہوں تو مجھے مجبور سمجھیں اس لیے کہ میں خود اپنے بے بضاعتی و نااہلی کا مقرر ہوں اور ان حالات کو بالکل نامکمل سمجھ رہا ہوں مگر شاید اس وقت اگر اس قدر کوشش بھی نہ کی جاتی تو آگے چلکر واقعات و حالات تو بہت ملتے اور جو لکھیں گے اُنکو ملیں گے مگر جو راوی اس کتاب میں ہیں اُن میں سے بعض نہ ملتے جیسے مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ دار فانی بہاری اسی سال ہم کو دواغ مفارقت دے گئے۔ اور ان کی طرح اکثر وابستگان سلسلہ جو علم و عمل کے اعتبار سے سرمایہ فخر و ناز تھے وہ اس سے بھی پہلے اس جہان فانی کو خیر باد کہ چکے میرا خیال یہ ہے کہ یہ کام اگر آج سے پندرہ سولہ برس پیشتر شروع ہوتا تو حضرت کے اکثر صحبت یافتہ راوی بڑے پایہ کے ملتے مگر آئندہ چلکر اگر ایسی محدود اور تنگ کوششوں سے بھی جیسی کہ میں نے کی ہیں یہ کام کیا جاتا تو اتنے بھی نہ ملتے اس وقت تک جو حضرت کے حالات میں کتاب میں لکھی گئی ہیں اُن کے مصنفین نے کتابوں کو لکھتے وقت اپنے مذاق طبیعت کا خیال رکھا ہے اور اسی مذاق پر کتاب کو ختم کر دیا ہے حالانکہ ارباب حقیقت کی نظر میں حضور یا اور تمامی اوصاف ظاہری و باطنی کے منظر اتم تھے۔ اور کسی نبی یا ولی کی زندگی ایک مذاق پر مبنی نہیں ہو سکتی اسکو مختلف انخیال لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے اُن کے خیالات کی اصلاح پر وہ خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے حضرت کے بعض تذکرہ نویسوں نے اس مذاق کے لحاظ سے روایتیں کی ہیں اور اسی مذاق سے حضرت کو دیکھا ہے اور اسی کا اُنکو پتہ چلا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ اکثر و بیشتر لوگوں کو حضرت کا فیض صحبت نصیب ہوا ہے مگر قرب و اختصا ص میں اُن ظاہری امور پر نظر نہیں ہوتی جو آئے دن مشاہدہ میں آتی ہیں اور چہرہ دوری رکھنے والوں کی غائر نگاہیں پڑتی ہیں جنکو بہت زیادہ اُس گہرے کلماتے محبوبیت سے شرف حضور می حاصل ہوا ہے وہ اُن تجلیات ہی سے متحیر و بے خود ہیں وہ کیا زبان کھولیں اور اُس حُسن کے کرشمے کس طرح بتائیں۔ چہ اس ٹھکانے ہو تو لکھیں خاطر جمع ہو تو کچھ سنا لیں۔ مولانا حسرت موہانی ۵

نظارہ حسن کا کہیے ہوش کیا دے گئے اب بکھول دے ہوش

ہو جب اؤنثار حضرت عیشق اسے دانش واسے قرار دے ہوش  
تم آئے کہ ختم ہو گئے ہم باقی تھے مگر اسی لیے ہوش

جنکو حضور انور کے حقیقی جلوے نظر آئے اُن کی زبانوں پر تو ہر سکوت لگا دی گئی وہ تو کچھ کہہ ہی نہیں سکتے  
مگر حضور انور کے جس حُسن کے کرشموں نے ایک عالم کو دیوانہ بنایا اُن کی تجلیات بھی ہم ظاہر بینوں  
کے مشاہدے میں پوری نہ آئیں۔ حضرت یاس ٹونکی سے

حیرت کے پردے ڈال دیے جلوہ گاہ پر وہ بنے عجب ہو کے بھی سب سے نہان رہے

جس قدر زیادہ حضور انور کے حالات و واقعات پر غور کیا جاتا ہے اُس سے اتنا ہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہم کچھ  
نہیں سمجھ سکتے۔ جس قدر حضور انور کے سوانح حیات سے واقفیت نام پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے  
اُس کا نتیجہ بھی مترتب ہوتا ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ جو نہیں جانتے وہ ظاہری واقعات کو پیش کرتے ہیں  
جو جانتے ہیں وہ خاموش ہیں۔ ہم لوگوں نے اپنے ظرف و استعداد کے لحاظ سے حضور انور کو دیکھا اور  
وہیں تک آپ کے مراتب و مدارج کا انحصار سمجھنا جہاں تک ہمارے فہم و دانش کی رسائی تھی۔ مگر جب ہم  
یہ دیکھتے ہیں کہ اُس وقت کے بڑے بڑے علماء بڑے بڑے مشائخ جیسے ایک عالم ارادت و عقیدت رکھتا ہے  
حضور انور کی تعریف و توصیف میں رطب لسان ہیں اور آپ کے روحانی حالات و عرفانی تجلیات سے  
متاثر ہیں اور اُن کا کما حقہ اظہار خواہ بخیال تجاہل عارفانہ یا ہماری کم ظرفی و نااہلی کے سبب سے ہم سے نہیں  
کرتے اور اس طرح اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں تو ہم ان غیر جانب دارانہ شہاد توں سے یہ نتیجہ نکالنے پر  
مجبور ہیں کہ ہم لوگ جو عوام الناس میں شامل ہیں ہرگز حضرت کے حامد و محاسن اور واقعات و حالات  
لکھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتے اور نہ اُنکی کچھ حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ اہل باطن کا کام ہے۔ میں نے صرف  
ظاہری حالات میں بالاختصار اس کتاب کو مرتب کیا ہوا اور میری تحقیق و دریافت جن ظاہری طریقوں تک  
محدود ہے وہ مخفی نہیں ہیں کہ خط و کتابت وغیرہ میں نے محض ملفوظات وغیرہ اپنے ناقص فہم کے  
موافق جو شرح کی ہے وہ بھی ظاہر امور پر مبنی ہے اور میں ایمان داری کے ساتھ اس بات کا اعتراف  
کرتا ہوں کہ حضور انور کے کلمات طیبات کے رموز و معانی کی حقیقت نہ میں خود سمجھ سکتا ہوں اور نہ دوسروں  
سمجھا سکتا ہوں۔ ان اُن کی خداداد روحانیت جس پر ان حقائق و معارف کا انکشاف کر دے  
اُن کی تقدیر قابل رشک ہے۔

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے وہ اپنی خوبے قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

مجھے اپنی بے سروسامانی کا پورا اقرار ہے کہ اور امر حق کے اظہار میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا  
میں معترف ہوں کہ حضور پر نور کے کما حقہ حالات ہر قسم کے اگرچہ بہت طے مگر بعض جدید واقعات میرے  
ذہن میں ہیں جنکو میں اس خیال سے بھی درج کتاب نہیں کر سکتا کہ اُن کے متعلق اُن راویوں کی  
تحریرات میرے پاس نہیں ہیں میرے خاندان کے لوگوں کے بیان کردہ وہ واقعات ہیں اور  
اس وقت وہ اس عالم میں نہیں ہیں۔ اس طرح جو بات میرے علم میں بھی بخوبی ہو کہ میں نے  
اگرچہ اکثر بیشتر واقعات اس کتاب میں مستند طور پر درج کیے ہیں مگر بہت سے صحیح اُن جدید

قسم کے واقعات خود بھی چھوڑ دیے ہیں اور اس طرح اپنی چھوٹی بساط اور پست بہمتی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی اپنی محدود کوشش کو بالکل ناتمام سمجھ کر حضرت حسرت موہانی کا یہ شعر اپنی زبان سے ادا کرتا ہوں ۛ

ادانہ ہم سے ہوا حق تیری غلامی کا | نصیب شوق رہا داغ ناتمامی کا  
کاش میرے ناچیز مساعی بارگاہ داری میں قبول ہوں اور ثنا خوانی اہل بیت میری نجات کا فدیہ ہوں ۛ

الہی بحق نبی فاطمہ | کہہ قول ایمان کنی خاتمہ  
اگر دعوت تم رد کنی درستی قبول | من و دست و دامان آل رسول

آخر میں مجھے اپنے برادران سلسلہ اور دیگر برادران طریق و برادران اسلام سے امید ہے کہ وہ میری غلطیوں اور لغزشوں سے جو انسانی کمزوریوں کا خالصہ ہے درگزر فرما کر حقیقت پر نظر رکھیں گے اور میرے علم و عمل کے لحاظ سے خیال پردہ داری میری بڑائیوں سے چشم پوشی فرمائیں گے اور جناب علی مرتضیٰ شیر خدا کے اہل زرین قول کے بموجب کہ در تم یہ نہ کہو کہ کون کتنا ہے اس پر غور کرو کہ کیا کتنا ہے، اصل بات یہ نظر رکھیں گے ۛ

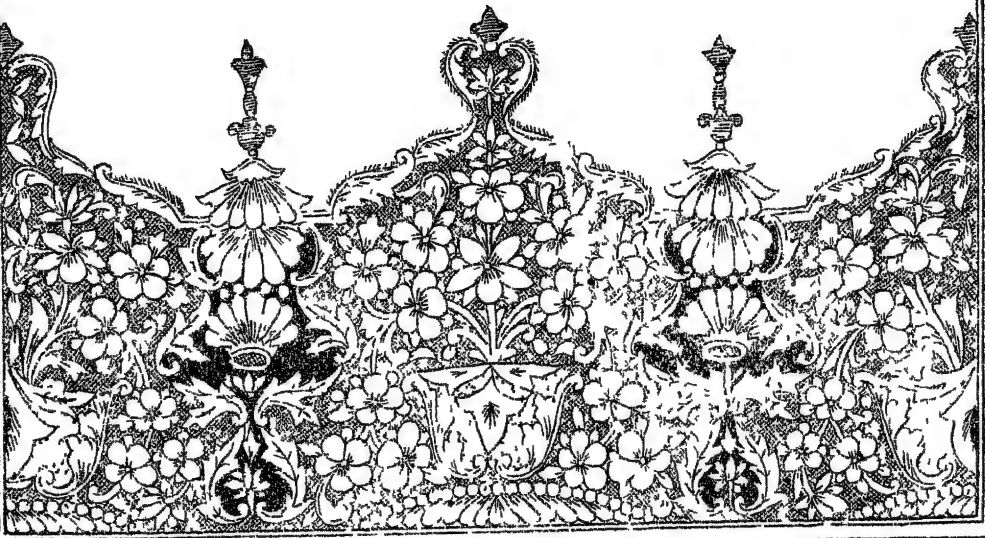
گو من آلودہ و اسنم چہ عجب | ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

فضل حسین صدیقی داری عفی عنہ

اطا وہ

۹۔ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ





اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ كُلِّ حُسْنٍ وَجَمَالٍ هِيَ

حضرت اقدس فانی فی اللہ باقی باللہ ایشیائے ایںات اللہ معنی فاینما تولوا فثم وجهہ اللہ

آپ بطین مادر سے ولی پیدا ہوئے تھے آپ کی کتاب نمک الدیاجہ عشق الہی کے عنوان سے شریع ہوا تھا اور خاتمہ کتابتہ فنا فی الذات کی جہر لگی ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہو کہ قدرتاً آپ کا نام نامی بھی خداوند عالم کے اسی مقدس و بزرگ نام سے مشابہ ہوا جس میں آپ فنا ہونے والے تھے۔ اکثر اولیاء کرام کے اسمائے گرامی میں یہ بات دیکھی گئی اور کہ خدا نے برتر کے جس مقدس نام میں فنا ہوئے ہیں وہی اُنکا نام مشہور ہوا ہو۔

بقول حضرت مولانا علیہ الرحمۃ ۵ جو روحانان کج خلق و شادی حادث است

تصانیف عربیہ اور مشرقیوں ہی میں نہیں بلکہ اکثر مشرقی عبارات و نون میں بھی اسی لفظ پر اتفاق کیا گیا ہے خط و کتابت میں بھی اکثر لفظ و ارشاد رواج دیکھا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی اسم حضور کی ذات محمودہ الصفات کے متنازعہ کے لحاظ سے مقبول عام و خلافت ہوا۔

اس بزرگ نام ہی میں فنا و بقا کی تعلیم نہاں ہو۔ اور یہ ظاہر ہو کہ ابتدا و عمر ہی سے آپ نے مُمَوَّنُوْنَ مِنْ قَبْلِ  
 اَنْ تَمُوَّنُوْا کے مرحلہ کو طے فرمایا اور یہی تعلیم فرمائی۔ اور اس طرح وہ خاص مقام بقا حاصل فرمایا جو  
 اسم و ارث کا مُمَوَّنُوْنَ تھا کہ جسے حضور انور کی زیارت کی میساختہ بول اٹھا ۱

اس طرح بھیس میں عاشق کے چھپا ہوا معشوق جس طرح آنکھ کی پتلی میں نظر ہوتی ہے  
 یہ اسم پاک بھی منجانب اللہ تھا کہ پیدا ہوتے ہی قدر تیار رکھا گیا اور اپنی جامعیت کے لحاظ سے سرسبز و زون ثابت  
 ہوا سچ ہو کہ لَکَا سَمَاءٌ تَنْتَزِلُ مِنَ السَّمَاءِ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ”طَبِّ جَسَانِ  
 وَطَبِّ رُومَانِ“ میں اسم الوارث کے متعلق فرماتے ہیں ”وَوَارِثُ“ مخلوقات کے فنا کرنے کے بعد وارث ہے  
 زمین و آسمان کا۔ اور پھر آسمان اور زمین کو پیٹ لینے کے بعد وارث ہے اپنے فقر و کا۔ اس تشریح کی توضیح میں کہی نے  
 اس طرح حاشیہ نگاری کی ہو کہ ”یہ ایک تحقیقی امر ہو کہ سوائے وارث کے کچھ بھی موجود نہیں ہو۔ صرف وارث ہی  
 قدیم سے ہو اور آباد رہیگا۔ اسم مقدس تمام اسماء ذاتیہ و صفاتیہ متعارفہ و غیر متعارفہ کا جامع ہو کہ جو ہو ثابت  
 تحقیق ہے وہی وارث ہو تو وارث ہی ذات بحق ہو اور جملہ اسماء الہیہ کا وہی مستحق ہے ۲

تو غنی از عالم و عالم فقیر وارث ہر این و آن یک ہوئے نو

اسی طرح جملہ صفات کا موصوف بھی وہی وارث ہے۔ ہر شان و ہر اظہار کے ظہور و کفیر کے ساتھ اور ہر اعتبار کے  
 پردہ میں حقیقی کہ انصارم فنا ہے تام کے بعد جو کچھ حقیقت باقیہ غیر فانیہ ہو وہی وارث اور وجہ اللہ ہے چنانچہ  
 حق تعالیٰ فرماتا ہے كُلُّ شَيْءٍ عَلَيْنَا قَانٌ وَيُنَبِّئُكَ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اور پھر سورہ حدید میں فرماتا ہے  
 مَّا كُنَّا لَنَكْذِبَ وَلَا نَكْتُمُ الظَّالِمِينَ وَهُوَ يَكْفِي شَيْءٌ عَلَيْهِمْ اَسْلِمَ جَوْاْخِرَہِ وہی اول ہو۔ تو اول وارث ہی  
 اور آخر بھی وارث ہی اور چونکہ وارث ہی جملہ صفات کا موصوف بھی ہو اور صفت کا موصوف سے جدا ہونا محال ہی  
 دَوَالِصِفَةُ لَا تَنفَكُ عَنِّي اسیلے نزول اور تئیں کے مرتبہ میں ہر ذرہ موجودات کا مظہر ہی اسم وارث کا اور  
 یہ بھی تحقیق ہے کہ ہر مظہر میں سوائے ظاہر کے غیر کا ہونا محال ہو اسیلے لامحالہ ہر ذرہ میں وارث ہی مظہر و مستکبر ہو تو ہر  
 ذرہ کا بطن وارث ہو لہذا ہر ذرہ کی حقیقت وارث ہو یعنی وارث حقیقتہ الحقائق ہی۔ گو نہایت کا تئیں حقیقت  
 کا پردہ ہو۔ یعنی تئیںات میں حقیقت ہیں اسیلے ضرور ہو کہ جس طرح وارث ہی اول اور وارث ہی آخر ہو اسی طرح  
 وارث ہی ظاہر اور وارث ہی باطن بھی ہو پس فحوائے لَکَا سَمَاءٌ تَنْتَزِلُ مِنَ السَّمَاءِ اگر مراد نزول  
 و تئیںات میں کوئی خود انجمن ثابتہ کا اسم وارث کے ساتھ موسوم و معروف ہو کہ مقبول خلاق ہو جاوے تو وہ  
 خود اپنی فرویت اور کفیر پر آپ ہی دلیل ہوگا ”آفتاب بدلیل آفتاب زبان البتہ دلائل اسطے مقبولیت در خلق شرط ضروری ہو۔  
 آپ کے اسم گرامی کو اگر باعتبار حسب و نسب دیکھا جائے تو بھی وہ نہایت  
 معنی خیز ہو کیونکہ آپ خاندان رسالت کے چشم و چراغ ہیں اور آل نبی و اولاد علی ہونیکا اعزاز رکھتے ہیں اور اس طرح  
 آپ کو علوم باطنیہ و فیوض روحانیہ و رانہ جناب امیر علیہ السلام سے پہونچے ہیں۔  
 یہ اظہر من الشمس ہو کہ جناب علی مرتضیٰ شیر خدا کی ارث خاص علم لدنی ہی اور فحوائے الولد میں لابیہ آپ نے  
 ابتدائے عمر ہی میں اس وراثت خاص کو حاصل فرمایا اور ظاہری و باطنی طور پر وارث علی کہلائے۔

۱ حدیث قدسی۔ اَلْاِنْسَانُ سِرَّتِي وَالْاَرْضُ صَفِيَّتِي وَالْصَّفْوَةُ لَکَا مَنَافِكُ عَنِّي۔

خداوند کائنات نے اس مقدس و بزرگ نام کو ہر طرح اسم با مستی کر کے دکھا دیا۔ جسے حضور پُر نور کو دیکھا دل سے تصدیق کی کہ بیشک اولئک هم الوارفون (آیت) کی خوشخبری ایسی ہی ذات برگزیدہ صفات کے لیے ہے۔

### از قصیدہ مولنا عقل لکھنوی

عشاق محو وید ہر عاش طلبہ جہند	درو کوئے ابو پونید گم کردہ سوٹ پارا	ابن اہل باطن تندرین پست گائے اند	امونج آمانند آسرا را بنیا را
چو آن کیل کا بل معرفت مومل	از ساکنان صہل مشہور مصطفیٰ را	ہنما ہمید اکبر شفق ز حسن مصدر	حسن حسن شیر آن خیر اصفا را
سلمان فارسی بود آنق شب بختی	بر لوح صان باطن رضی مفضل را	یک بود آؤنس قرنی ائسہ فرزنی	خیر القرون قرنی سلطان بنیا را
عمار صدقہ ابن بہر رسول ثقلین	شد سر و بھشتین آن شاہ لافنی را	مقداد و ہم لوزدان از انان جلیفہ	بود اہل باطن یارک ز روطلا را
ہم زان جان مہنی بودہ حبیب عجمی	یا بعد و احد زید کوید مجتبیٰ را	عبیدہ عقیق افساری ست و جا بڑ	ہم زید و سہل ادہم اصحاب فقار را
ہم بایز کیر خنی سری جنید و شبلی	ابن جملہ عارفانہ اسرار کو صیا را	تا شیخ ابن عربی عجمی دین مکت	بکشاہ در فتوحات یں عقدہ فقار را
کایغ ش قتلہ بال ایاک بکرنند	ہم مظہر خدا بند افراد ماسوی را	نایب شایہ اند غلفائے بادشاہ اند	یعنی ماموران مفضل یں حمارا
قلب آئمہ آؤفہ قائم مقام احد	جدی یں محمد سلطان اولیا را	احمال طوطی ان خوشہ زبان حاضر	و آرت علی چون چست کشتی اتقار را
الیاس بحر عرفان دریش غلہ ضوان	ساقی آب حیوان سکندر و گدارا	لقمان حکمت ست و دواؤ شوکت ست	فرمود چون سلیمان تغیر یں سبارا
از لیلہ آتش عشق تا شوت ہر گم پے	مثل طلیل ریافت ادباغ مدعارا	کبشتی عوض سہا عیال نہیر جان خود را	ہوئے اوست کبشتی قرطی خدا را
ابن رادت اور شک بنی سرائیل	اسحاق و ش بکثرت شہر صد لیا را	بود الیاس لیلیہ یقات بہر موسیٰ	بقا انش چہل سال از خود و تہارا
بہر کلیم سینا خلوت و مگروصال ست	اوسینہ کرد سینہ معراج اتقار را	یوسف بھشت و مقبوت بہر یوسف و	تا کو نام روشن سجلی و زکریا را
عیسیٰ صفحہ جہد ست اور پیر الہمد	در عشق حق بسر کو شیب شہ صبارا	آخر ز بیت طاہر یعنی نبی آخر	ابن خیر و ارثان شد آئینہ اولیا را
نے غلط نوشتہ آئینہ حبیبیت محس	انسان عین دوست عیان لیا را	یکتا و بی نظیریت نور ست بہر بیت	ارشاد الہی بواپد بست و کیا را
نور ست و رقعات یکسانت و عتبات	شیرت در جماعت بہر پیشہ و غارا	مثل جنید وار و جنید رشک صبر	داوہ شکست فاختہ حسن طبع ہوارا
سرا را و جہر تری اشغال و چو شبلی	طوار او چو قوری دواؤ و شبلا را	بسطای زمانہ معروف را یگانہ	ذکرش بود فناء ہمان مدعارا
آن کہ لہو ست آن ظلم لرؤس ست	آن مطلع شہر و شوش و اشعرا را	و آرت ولی مراد معنی ارث و اند	چون احمد علی رہست اتحاد آرا را
لفظ علی و مہدی ہم با ناو منہ	باشد حدیث صادق سواد انیا را	ہم روح و دہی ہم نفس و نفسی	ہم جسد و جسمی ہم لحم و ہمد مارا
ہر گہم آرت حاجت قلبی ہوئی است	ہم فطرت حریفے تاکہ کم خنارا	گر قلب کو خواہند پس و را بخوانند	اباب علم دانند یں مزار شکارا

**ولادت با سعادت** آپ کی جائے ولادت با سعادت ہونیکا فتح قصیر پورہ شریف ضلع بارہ بکنی کو حاصل ہے۔ تاریخ ولادت با سعادت یں ہر گان متقدمین یں اختلاف ہے۔ صاحب تحفۃ الاصفیاء و عین البقین وغیرہ نے لکھا ہے کہ یکم رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ کو حضور انور کی ولادت ہوئی ہے۔

**شجرہ نسب** سید عروت شاہ صاحب مقرب خاص و خادم قدیم بارگاہ وارفی اپنے بزرگوں کی بیان کردہ روایات کی بنا پر فرماتے ہیں کہ ۱۱۔ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ میں حضور کی ولادت ہوئی ہے حضرت نصیحت شاہ صاحب وارفی باز بدپوری رح کی تحقیق یں ۱۳۳۰ھ منہ ولادت ہو۔

مگر شاہ فضل حسین صاحب وارفی مجاہد نشین بارگاہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ جو حضور کے خادم قدیم اور ہم کتب بھی تھے

۱۲۔ شوق زمرہ محمد ہر ہم یک صاحب شیدا وارفی ۱۲۔

اور بن میں آٹھ برس حضور انور سے جھوٹے تھے اپنی عمر کے حساب سے فرماتے تھے کہ ۳۳۲ھ میں ہم گنہگاروں کے سر پر نفل حمایت وارفی سایہ فلک ہوا ہے۔ اور شاہزادہ گلگون قبا حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی چھیٹی سوین پشت میں آپ آفتاب

ولایت نے ظہور اجلال فرمایا ہے اے آمدت باعث آبادی ما ذکر تو بود ز مرز مسر شادی ما

آپ کا نسب نامہ یہ ہے حضرت حافظ حاجی سید وارث علی شاہ ابن حافظ حکیم سید قربان علی شاہ ابن سید سلامت علی شاہ ابن سید کرم اللہ ابن سید زین العابدین ابن سید محمد شاہ ابن سید عبدالواحد ابن سید عبدالاد ابن سید مخدوم علاء الدین اعلیٰ بزرگ ابن سید عز الدین بن سید اشرف ابی طالب بن سید محمد مرقوق بن سید ابو القاسم بن سید علی عسکری بن حضرت سید ابو محمد بن سید محمد جعفر بن سید محمد ہدیٰ بن سید علی رضا بن حضرت قاسم حمزہ علیہ السلام بن حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام بن حضرت سید ابی جعفر صادق علیہ السلام بن حضرت امام باقر علیہ السلام بن حضرت زین العابدین علیہ السلام بن حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا علیہ السلام شوہر نادر حضرت سیدۃ النساء زین العابدین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر اعتبار سے آپ کی ذات ستودہ صفات خاندان سیادت کا ایک مقدس اور اعلیٰ ترین نمونہ تھی جیسا کہ اکثر بزرگوں نے آپ کی شان و عظمت کو دیکھ کر تسلیم کیا ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات سے سادات کرام کے اوصاف حمیدہ کی پوری تصدیق ہوتی ہے

### (از جناب فروغ شاہ جہا پوری)

چھیٹی سوین ہے پشت جناب حسین کی  
مسرنگین ہے فاتح بدر و حنین کی  
بندہ نظر پڑا ہے خدائی کی شان کا  
دل ہے ترا خزیۃ اسرار معنوی  
عادت کی ابتدا ہی سے ترک لباس کی  
احرام کو پسند ہے ستر من کینا  
پُر نور سلک شاہ نجف کا دُر نجف  
اللہ نے دیا ہے ہر اک بات کا شرف  
ہر طرح جانشین نبی و علی بھی ہے  
دنیا میں آفتاب تو عقبیٰ میں ماہتاب  
گوثر پہ جو ش آب سے پھر ساقی شراب  
وارث علی و احمد بے میم گاہ ہے

اولاد ہے یہ خاص شہ مشرقین کی  
پسلی یہی ہے فاطمہ کے ذریعین کی  
یہ جو ہر و خلاصہ ہے دونوں جہان کا  
ہے تو ہی وارث علی و وارث نبی  
تیرے بدن پہ ٹھیک قبا فقر کی ہوئی  
دستار و پانچا مہ نہ زیب بدن کیا  
لڑکا یہی ہے شاہ شہیدان کا باخلف  
دُرِج رسول کا ہے یہی گوہر صدف  
سید بھی ہو فقیر بھی ہو اور ولی بھی ہو  
قوم ایسی لا جواب کہ دنیا میں آفتاب  
عقبیٰ میں ماہتاب تو گوثر پہ جو ش آب  
ساقی شراب گوثر و نسیم کا یہ ہے

### شرف خاندانی

آپ کی عظمت سیادت میں ایک خاص شان یہ بھی ہو کہ حضور انور کے اجداد کرام نے کبھی غیر کفو میں مناکحت نہیں فرمائی اور سیادت پینشا پوری کی شان و جلالت کو ہمیشہ محفوظ رکھا۔ آپ کے پردادا سید کرم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے۔ سید بشارت علی صاحب سید سلامت علی صاحب اور سید شیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

سید سلامت علی صاحب کے صاحبزادے حضور انور کے پدر بزرگوار سید قربان علی شاہ صاحب تھے جن کا عقد اپنے حقیقی عم کرم اللہ سید شیر علی صاحب کی صاحبزادی سے ہوا اس سلسلہ سے آپ سید سلامت علی صاحب کے پوتے اور سید شیر علی صاحب کے نواسے ہیں ان کی بیویاں حضرت جبینی



ہونیکا خاص شرف رکھتے ہیں ۵ نسل حضرت کی صاف ہے ایسی | سچے موتی کی آب ہو جیسی

شرفائے اودھ میں بہ اعتبار حسب و نسب دولت و رفعت علم و فضل و تبحر و تقدس آپ کا خاندان ہمیشہ نہایت وقیع و مقدر رہا ہے۔ صرف علوم ظاہریہ ہی کی بنا پر نہیں بلکہ مراتب حقانیت و مدارج روحانیت میں بھی حضور کے آباؤ اجداد سرور و ممتاز رہے ہیں اور علوم سنیہ و سفینہ پر برابر انکا قبضہ تصرف رہا ہے۔ ان سے ہر زمانہ میں سرشتیہ فیض جاری ہوا ہے۔ اسلامی تاریخ کے صفحات میں ان کے مبارک تذکرے سبق آموز رش و ہدایت ہیں۔

آپ کے نانا سید شیر علی صاحب اپنے زمانہ میں یکتائے رودگار و درویش گزرے ہیں انکو موضع ہنڈواری کی سند معافی منجانب غلظت اودھ مصارف خانقاہ کے لئے نذر کی گئی تھی جسکو مولف نے سید غلط علی صاحب راشی متوطن دیوہ شریف کے پاس دیکھا ہے۔ اس خاندان کی دیگر اسناد بھی ان کے پاس محفوظ ہیں۔ جگہ و کھتے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے آباؤ اجداد صرف اپنے جوہر ذاتی یعنی شان سیادت ہی کی بنا پر معزز و ممتاز نہیں رہے بلکہ وہ علمی و روحانی دنیا میں بھی خاص طور پر شرف و اعزاز رکھتے تھے۔

حضرت مخدوم علاؤ الدین اعلیٰ بزرگ علیہ الرحمۃ جسکو آپ کے خاندان کا مورث اعلیٰ کہنا چاہیے حضرت سلطان نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ اعظم اور حضرت ابوالبرکات دہلی کے شیخ نبی کے علوم ظاہریہ میں شاگرد تھے جبکہ نسبت قاضی بخش علی صاحب نے اپنے رسالہ وسیلہ بخشش میں لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے استاد و نیکو بشارت دی تھی کہ انکو علم کیمیا اور یاوسیہ اسکاؤ۔

حضرت مولانا شاہ سید ابو محمد علی حسن صاحب اشرفی اجملا فی مسند آراءے کچھ چھ شریف مولف کتاب ہذا کو مطلع فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز کے اجداد سے اور ہمارے بزرگوں سے خاص مراسم رہے ہیں۔ آپ کے اجداد میں ایک بزرگ ہمارے حضرت اعلیٰ سلطان سید اشرف جہانگیر قدس سرہ کے خلفاء کبار میں گزرے ہیں ان کے حالات لطایف اشرفی میں ہیں جو آٹھویں صدی ہجری کی تالیف ہے۔

آپ کا خاندان عالی شان ہر زمانہ میں مرجع خلافت رہا ہو چکے واقعات و حالات کتب تاریخ و سیر کی زینت ہو۔ فی زمانہ اودھ میں اکثر خاندانوں کو حضور کے خاندان سے شرف قرابت حاصل ہو اور وہ خاندان شرفا میں ایک خاص وقیع درجہ رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں پہلے جس مقام کو آپ کے اجداد کرام کا وطن مالوف ہونے کی عزت نصیب ہوئی ہے وہ رسول پور کنتورہ ہے۔ پھر سید عبدالاحد صاحب نے دیوہ شریف میں اقامت فرمائی اور پانچ پشتیں حضور کی اس مبارک قصبہ میں گذری ہیں۔ دیوہ شریف کی سرزمین بھی نواح اودھ میں ممتاز ہے۔ اور اس مقدس مقام کو تاریخی اہمیت حاصل ہے یہ شرف اسلام کی قدیم بستی ہے اور اسکو صرف یہی فخر حاصل نہیں ہے کہ اس میں اہل علم و دانش بکثرت پیدا ہوئے ہیں بلکہ یہاں مردان خدا بھی اکابر وقت سے گذرے چنانچہ بزرگان دیوہ شریف کا بیان ہے کہ ہر زمانہ میں یہاں ایک ولی ضرور ہوا ہو جسکو فروغ و ارثی نے بھی نظم کیا ہو ۵

دیوہ کا قصبہ ہے علماء سے جہاں علم	اس سرزمین کو کہتے ہیں سب سامان علم
ان کے ہی دم سے ہوتن عالم میں جان علم	ہے ان کی ذات و جہ بنائے مکان علم
ہر ایک بحر علم و عمل کا سفینہ سے	اسکو بھی جانتے ہیں جو سینہ بسینہ ہی

جسوقت آپ کے اجداد کرام یہاں قیام پذیر ہوئے اسوقت قصبہ علمائے علوم ظاہریہ اور واقفان رموز باطنیہ کا مرکز تھا مگر آپ کے اسلاف اس زمانہ میں بھی وقت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھے گئے اور جسے ممتاز و سرب آزرہ رہے۔

چنانچہ حضور کے والد ماجد حضرت سید قربان علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز اپنے زمانہ میں حافظ قاری اور مشہور طبیب تھے۔ آپ نے علوم درسیہ کی تکمیل خیر البلاد بغداد میں فرمائی اور خاص کر فن حدیث پر آپ کو کامل عبور تھا۔ آپ کے عرس کی تاریخ شمسی حساب سے نیسری کا تک مقرر ہوا اور حضرت اقدس کی اجازت سے یہ عرس شروع ہوا جو دیوبند شریف میں علی بیامیہ ہوتا ہویشمار دوکانین آتی ہیں اور کثیر التعداد مخلوق الہی کا جمع ہوتا ہے۔ اور حضور کے مقدس عہد میں کبھی نہیں سنا گیا کہ معمولی نقصان بھی کسی کا اس عرس میں ہوا ہو۔

**ایام رضاعت** بروایات بزرگان متقدمین دیوبند شریف یہ سنہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں جن جن لوگوں نے دیوبند میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور تاریخ پیدائش سے دن میں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش نہیں فرماتے تھے اور اور نہ شیر خوار بچوں کی طرح بھوک سے روتے تھے جب تاحی ماہ رمضان میں آپ کا بھی دستور ہا تو اسکا گھر گھر چرچا ہوا۔ اس قسم کے حضور انور کے واقعات صرف طبقہ اُناٹا ہی میں مشہور نہ تھے بلکہ اسوقت کے بزرگ بھی اسکا تذکرہ کرتے اور بشارت دیتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت کو چار ماہ گزرنے پائے تھے کہ ماہ محرم الحرام میں یوم عاشورہ کو بھی آپ نے دین میں دودھ نوش نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کا بھی خاص اثر ہوا اور آپ کی عظمت و ولایت کا شہرہ ہو گیا۔ آپ کی ہر ایک بات کو لوگوں کو حیرت میں ڈالنے والی تھی۔ نشو و نما سے جسمانی اس قدر ترقی پر تھا کہ اپنے ہم سن اور ہم عصر اطفال سے دو چند معلوم ہوتے تھے۔ سر مبارک ہمیشہ اپنے ہم عمر بچوں سے بلند رہتا تھا اور پیدائش سے ایسے ایسے واقعات حضور انور کے نظر آئے جن سے آپ کی ولایت کے آثار ہر کہہ و مہ پر اظہار میں شمس ہو گئے۔ اور اسوقت کے لوگ آپ کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ خود آپ کی والدہ ماجدہ کی بابت یہ روایت تواتر کے ساتھ مستند طور پر مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کا ادب و لحاظ ملحوظ رکھتی تھیں۔ اور با وضو و دودھ پلایا کرتی تھیں کبھی آپ کی جانب پشت نہیں فرماتی تھیں مولوی خدا بخش صاحب شایق رحم حضور انور کے مریدین متقدمین میں گذرے ہیں اپنی ثنوی میں تحریر فرماتے ہیں

آفتاب مشرقی عزم شرف	مشرق نور شہنشاہ نجف	یا دگار گوہر آل عبت	اور چشم سردر گلگون تبا
ہست سر و گلشن موسیٰ رضا	جو نیار چشمہ صدق و صفا	گر سیادت بہت گل و چھوہ دست	شہر نیشا پور جان خاص دست
چون بعالم پانہاد آن نیکو	مادرش شیر سے نہ دلدی بیوفو	چون غنیمت شیر یزدان یافتند	نامہ و وارث علیش ساختند

ایام رضاعت میں بھی زن و مرد معتقدانہ حضور کی دیارت سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ یہ مثل بالکل صحیح ہے کہ ولی مان کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہو۔ خداوند قدیر جن مقدس نفوس کو اپنی قدرت کا ملکہ بہترین نمونہ بنا کر دنیا میں بھیجتا ہے ان کی ابتدا ہی ایسی ہوتی ہے جس سے انتہا کے شرف و اقتدار کی خبر ملتی ہے۔

چہرہ سے جلوہ گر ہے سراسر خدا کا نور	ظاہر ہے لب سے قدرت اللہ کا کھور
نخ سے عیان ہے صاف تجلی برقی طور	ایسا پری جمال کہ مستربان جہر محور
بحر میناے حق کا یہ دُرِ قیم ہے	جاری اسی کا خلق بین فیض عیم ہے

**والدین کا انتقال** یہ بھی قانون قدرت ہو کہ جو مقدس نفوس دنیا میں خدا کی طرف سے نمونہ بن کر آئے ہیں ان کی اپنی علو و مرتبت کے لحاظ سے اہم ترین امتحانات کا سابقہ پڑتا ہے۔ جو عام مخلوقات کی نگاہوں میں ناقابل برداشت معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ مستند حضرات کا بیان ہے کہ حضور انور کی عمر شریف ہنوز تین سال کی بھی نہ ہوئی کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت سیدنا و مولانا حافظ حکیم قربان علی شاہ صاحب

قبیلہ نے وصال فرمایا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ بھی رحلت فرما گئیں یہ بیٹی بھی حضور پر نور کو ورثہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی۔ وَوَجَدَكَ يَتِيمًا قَادِرًا۔

والدین کے انتقال کے بعد آپ کی دادی صاحبہ اپنے ورتیم کی پرورش میں ہمہ تن مصروف ہوئیں۔ ان حادثات کا ذکر اکثر خود حضور نے بھی اپنی زبان مبارک سے اس پیرایہ میں فرمایا ہو کہ ہماری عمر دو سال سے کچھ زیادہ تھی کہ والدین کا انتقال ہو گیا مگر خدا اپنے بندوں کا حقیقی ناصر اور بہت بڑا مددگار ہی جو والدین سے زیادہ مہربان اور بے مان باپ کے بچوں کی پرورش کرتا ہو۔ اس لیے خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ وَكُنْهِيَ بِاللَّهِ وَكِيلًا۔

فی الحقیقت خدا ہی سب کا نگہدار اور حقیقی ولی ہے لیکن یہ محاط اسباب ظاہری آپ کی دادی صاحبہ کفیل پرورش ہوئیں۔ آپ کے عم مکرم سید اعظم علی صاحب رئیس پوہ شریف جو یہ اصطلاح قانون شریعت آپ کے ولی جا بر بھی تھے۔ اولاد سے زیادہ آپ کی نگہداشت کرتے تھے تمام اعزائیکہ جملہ اہلیان قصبہ کی نگاہوں میں اس قدر محبوب اور عزیز تھے کہ ہر شخص آپ کی خدمت کے واسطے بدل و جان موجود تھا کیونکہ روز ولادت سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ایسی مبارک صورتیں صدیوں کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔

اگرچہ آج سر پر ظلِ حمایت والدین نہ ہونے سے یہ لعل بے بہا ورتیم ہے مگر حقیقتہً درۃ التاج ولایت ہو جسکے نقش قدم پر ایک عالم نثار ہونے والا ہے۔

بچپن میں کھڑے تھے یہ انداز آپ کے

جواہلِ دل ہیں وہ ہمیں دلبر بنائیں گے

**تعلیم ظاہریہ** ایام رضاعت ہی سے حضور انور کی ذاتِ مستجمع الصفات سے ایسے ایسے تصرفات ظاہر ہوئے ہیں جن سے خدا کی قدرت نظر آتی ہے حضور کے معمولی عادات بھی غیر معمولی خوبوں سے آراستہ تھے چونکہ مسلک عشق میں تصرفاتِ مایہ ناز و نازنین ہے اس لیے مخصوص طریقہ پر انکا ذکر کرنا بے سود ہے مگر آپ کی مقدس زندگی کا کوئی شعبہ خوارقِ عادات اور اعلیٰ صفات سے خالی نہیں ہے

جب آپ کی عمر شریف پانچ سال کی ہوئی تو حسب دستور تقریب بسم اللہ کے بعد آپ مکتب میں بٹھائے گئے آپ کی خدا داد ذہانت پر اہل مکتب کو رشک اور علم کو تعجب تھا۔ اور سب آپ کی تعلیم و تکریم کرتے تھے بیشہ آپ قرآن شریف سرورِ مکتب میں تشریف لیجاتے تھے اور اس طرح مکتب سے مکان تک نہایت ادب و تعلیم سے کلام مجید سر پر رکھے ہوئے واپس لاتے تھے۔ کبھی قرآن پاک کو بغل میں نہیں دبایا۔ دیوہ شریف میں مولانا سید منظر علی صاحب شہید رحمہ سے دو برس میں آپ نے کامل قرآن شریف حفظ کیا اور سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے مولانا شالین

اپنی مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

چون بہنتم سالکی شد گام سنج

حافظ قرآن شدہ بے قصب ورنج

علاوہ مولانا سید منظر علی صاحب شہید رحمہ کے مولوی امام علی صاحب اور مولوی حافظ عید الصمد صاحب سے بھی کتب درسیہ اور عقائد شریعہ کی تعلیم پائی ہو۔ مگر آپ کی خواندگی مکتب تک محدود تھی۔ مکان پر اگر کبھی مطالعہ نہیں فرماتے تھے بلکہ کسی گہری فکر میں محو و متغرق رہا کرتے تھے اسی زمانہ میں دادی صاحبہ کا بھی سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اور حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سیدنا مولانا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو لکھنؤ میں لائے اور ایک مولوی صاحب کے حلقہ درس میں شریک کر دیا یہاں بھی آپ کی خدا داد ذہانت کا شہرہ ہو گیا یہ کیفیت تھی کہ جب معلم صاحب آپ کو پوچھتا اور دوا یک لفظ بتاتے تو آپ خود بخود دہرے اور اصغر پڑھ کر سناتے تھے۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی (متوطن پٹنہ پور ضلع سیتا پور) راقم الحروف کو تحریر فرماتے ہیں کہ میرے نانا حکیم رحمت علی صاحب کو فرنگی محل میں حضور کے ہم کتب ہونے کی عزت نصیب ہوئی ہی حکیم صاحب کی عمر حضرت اقدس سے کچھ زیادہ تھی حکیم صاحب فرماتے تھے کہ خواندگی وغیرہ کے متعلق حضور انور سے ایام طفولیت میں ایسے خوارق عادات ظاہر ہوتے تھے جن سے سب محو حیرت ہو جا یا کرتے تھے۔ تمام طلباء آپ کی تعلیم اور خود معلم صاحب بھی آپ کا ادب کرتے تھے۔ چنانچہ معلم صاحب نے ایک روز حضرت قبلہ عالم سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ نے ایک شیر کو میرے سپرد کر دیا ہے ان صاحبزادے کے کرشمے حیرت انگیز ہیں گو یہ میرا ادب ملحوظ رکھتے ہیں لیکن مجھے تعجب ہے کہ اس عالم طفولیت میں جو باتیں اسے ظہور پذیر ہوتی ہیں وہ کالمیں سے بھی کم دیکھنے میں آتی ہیں خواندگی کی یہ حالت ہو کہ صاحبزادے پڑھے پڑھائے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ شاگرد کا رعب استاد پر غالب ہی میری رائے میں انکو زیادہ تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح دیگر حقیقت شناس معلموں نے بھی آپ کی شان و عظمت کو پہچانا ہے اور آپ کی تعلیم و تلمیذ کی ہے۔

حضور انور کو علوم ظاہریہ کی تعلیم خود حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کچھ عرصہ تک دی تھی حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ علاوہ ایک ولی کامل ہونے کے علوم ظاہریہ میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث و فقہ کی تعلیم پائی تھی۔ حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے بھی دوسرے حقیقت آگاہ معلموں کی طرح نہایت قلیل عرصہ تک حضور کو اسباب ظاہر اپنے درس میں رکھا۔ آپ جن معلموں کے حلقہ درس میں شریک ہوئے وہ سب آپ کی خدا داد ذہانت سے متاثر ہوئے ہیں۔ چنانچہ شیخ محسن علی صاحب وارثی مخلص بہ نواب زمیندار سادہ موصول بارہ بجلی اس واقعہ سے مطلع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کے استاد مولوی امام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرس شاہ عبدالمنعم کٹر المعروف دیوہ شریف میں آئے تو حضور خود ان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب حضور پر نور کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ مدد آپ ہمارے استاد بجائے باپ کے ہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ مدد اسوقت ہم بجائے باپ کے تھے مگر اب آپ ہمارے بجائے باپ کے ہیں۔ منجھو وہ دن یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ غصہ سے کہا تھا کہ پڑھو تو آپ نے اس طرح بغور میری طرف دیکھا کہ مجھے تین دن بخار آیا جب میں نے حضرت حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تذکرہ کیا کہ صاحبزادے تو پیدائشی کامل ہیں انھوں نے فرمایا کہ آپ ان کو خاطر و بھائی سے تعلیم دیں۔ اسکے بعد جب میں آپ سے سبق یاد کرنے کو کہتا تھا کہ آپ میرے سامنے کتاب رکھ دیا کرتے تھے۔ اور سبق سنا دیا کرتے تھے جو بالکل صحیح ہوتا تھا۔

حضور انور کا زانیہ تعلیم بھی نہایت ہیست رکھتا ہے اگرچہ آپ کے اعزائے علوم ظاہریہ کی تعلیم میں پورا اہتمام فرمایا مگر زیادہ تر حضور کی قدرتی ذہانت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ بہت تھوڑے عرصہ میں حضور نے کتب درسیہ وغیرہ پر کامل عبور کر لیا۔ عہد تعلیم کے یہ واقعات بزرگان تقدیر کے نقل کردہ ہیں خود حضور نے کبھی اسکی تصریح نہیں فرمائی جس سے معلوم ہو کہ کس فن میں کہاں تک تعلیم ہوئی ہو۔ البتہ حضور انور کے مزاج لطیف میں کسی قدر مذاق تھا چنانچہ اپنے عہد تعلیم کا یہ قصہ اکثر بیان فرماتے تھے کہ ”مولوی صاحب نے ہم سے کہا کہ پڑھو انکلمۃ لفظۃ کہتے کہا جب کلمہ ایک ہو تو اسکا پڑھنا فضول ہے ایک لفظ پڑھو کہ ہم کیا کرینگے۔

یہ اسباب ظاہر جو کچھ آپ کی تعلیم ہوئی ہے اسکا زمانہ بہت قلیل ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ وراثتہ آپ کو علم کثرتی خدا کی طرف سے حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی قابلیت و ذہانت کا صرف طلبائے معاصرین ہی پر نہیں بلکہ اساتذہ پر بھی رعب جاتا تھا۔ یہ قابلیتیں اور حالتیں خدا کی طرف سے خاص ہو کر تھیں جو ان کی سعادت پر مبنی ہیں



اگرچہ آپ نے بہت تھوڑے عرصہ تک تعلیم پائی مگر اس زمانہ کے مشاہیر علمائے کبار آپ کی فیض صحبت سے مستفید ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے علوم ظاہری کے اعتبار سے بھی آپ کو اعلیٰ درجہ کا عالم و فاضل پایا ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب میں آگے چلکر آپ کے سیاح علم کے متعلق اکثر واقعات نظر سے گذرینگے۔

مستند حضرات کا بیان ہے کہ حضور انور نے سوائے کتب کے کبھی مکان پر کسی کتاب کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ اور ہمیشہ یہ دستور رکھا کہ درس کے بعد آپ صبح کی جانب چلے جاتے تھے اور کسی مخصوص خیال میں آپ کا پورا وقت اس عالم تنہائی میں صرف ہوتا تھا چنانچہ اس درس و تدریس کے سلسلہ کی بھی اس قدر قلیل مدت ہے کہ جب عمر شریف دس سال سے کچھ زیادہ ہوئی تو مزاج ہمایون کی آزادی نے اسکو بھی گوارا نہیں فرمایا تاہم تعلقات سے دست بردار ہو کر ہمہ تن یاد مطلوب میں مصروف ہوئے۔

عاشقانِ راستہ مدرس اسم دوست

و فقر در رس سبق شان رئے اوست

یہ سچ ہے اُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (یعنی وہ لوگ وارث علوم انبیاء ہیں جو لوگ کہ وارث ہونگے فردوس کے اور ہمیشہ اس میں رہنے والے) اداقباس از شہنوی حضرت بے نظیر شاہ صاحب قبلہ وارثی، متوطن کٹرہ مانک پور۔

مبارک ہے وہ بندہ فدو اجلال  
کرے ہر بن مو سے ذکر اللہ  
خدا اس کا دل ہو خدا اس کا ہاتھ  
میت ہو عینیت تاسعہ  
جلے ہیزم خشک جب آگ میں  
سرا پا وہ شعلہ ہے ہیزم نہیں  
یقیناً فنا میں جو اللہ میں  
وہ عاشق کے عاشق دلی کے دلی  
عیان ادن کے چہرہ ہے بآب تاب  
اونہیں دیکھ لینا ہی کافی ہے بس  
وہ تو بادہ گلشن بختن رخ  
وہ سر کردہ خرقہ پوشان عشق  
وہ نور حقیقت وہ شمع کمال  
نظر کردہ قدرت ذوا اجلال

خدا ہی ہو جس کا آب و حال  
وہ گم ہو کے یوں جا ملے ذات میں  
وہ ہر شے کو دیکھے خدا ہی کے ساتھ  
مبارک ہے وہ بندہ باصفا  
نہیں فرق دونوں کی کچھ لاگ میں  
اسی آگ میں جب فنا ہو گئی۔  
بڑی چیز ہیں چشم آگاہ میں  
انیس فنا میں نہ باتیاں  
جمال نبی شوکت بو تراب  
وہ نور نگاہ علی و بتول رض  
خوشا یادگار حسین و حسن رض  
وہ عالی نسب سید بے عدیل  
یہ اللہ صورت محمد جمال  
صفا پر نور قلب صاحب دلال

وہ ہے مرد و اگر جو شام و پگاہ  
خدا ہی رہے جس کی ہر بات میں  
وہی ناطق ہو وہی شام  
کہ ہو ہر بن مو میں جس کے خدا  
اب اس میں کدورت کا عالم نہیں  
وہی شکل آتش نما ہو گئی  
خصوصاً شہنشاہ وارث علی  
رفیق و عاے مناجاتیاں  
جسے دید انور کی ہوئے ہوس  
فروغ شہستان میں قبول  
وہ سر حلقہ بادہ نوشان عشق  
وہ والا حسب وہ حسین و جمیل  
وہ آئینہ جلوہ بے مثال  
ضیا گستر دیدہ مقبلان

وہ باعث ولایت کے اظہار کے

وہ وارث نبوت کے اسرار کے

ایام طفولیت کے  
فیض حالات

زمانہ طفولیت بھی حضور انور کا نہایت ہتم با نشان گذرا ہے۔ تمام چھوٹے بڑے حضور پر نور کے روبرو مودب رہتے تھے۔ جو مختلف حالتیں بچپن میں آپ کی دیکھی گئی ہیں وہ یہ ہیں۔

دس گیارہ برس کی عمر تک آپ کے وہن مبارک سے اطفال شیرخوار کی طرح لعاب بکثرت جاری رہتا تھا جس سے ہر وقت گریبان مبارک تر رہتا تھا۔

اکثر اوقات آپ کی چہان مبارک مسخ اور آبدیدہ ہو جاتا کرتی تھیں جن سے آشوب شہم کا گمان ہوتا تھا مگر جب دوسرے اوقات میں آشوب چشم کا کوئی اثر نمایاں نہیں ہوتا تھا تو دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ آپ اپنے ہم عمر لڑکوں کی بنسبت عمر مردوں اور کبیر السن عورتوں کی صحبت زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اور پورا نے واقعات باشہان وقت کے حالات۔ عشق و عاشقی کے قصص و حکایات سے ایک خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ اور اکثر ایسی حکایتوں سے آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

آپ دو دو چار چار روز تک مکان سے غائب رہا کرتے تھے کہیں پتہ نہ چلتا تھا پھر خود بخود مکان پر تشریف لے آتے تھے ایک مرتبہ آپ کی دادی صاحبہ نے آپ کو کوٹھری میں بند کر دیا۔ آپ اوس بند کو ٹھہری میں سے غائب ہو گئے جب تلاش کی گئی تو ایک باغ میں لے گئے۔

کھیل تھا ادن کا یہ لڑکپن کا

صغریٰ ہی سے آپ کو عاشقانہ غزلین سننے کا بھی بہت شوق تھا۔ خود بھی نہایت خوش احسان تھے اگر کبھی کوئی غزل پڑھتے تو دفتر آپ پر کیف و سرور کی حالت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور پڑھتے پڑھتے بیہوش ہو جاتے تھے۔ چنانچہ منشی نادر حسین صاحب قبلہ دار فی نگارانی (دکیل بارہنگی) جو نہایت ثقہ بزرگ ہیں اور بارگاہ دار فانی میں شرف قدامت رکھتے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی عزیز الدین صاحب مرحوم تعلقہ دار دیوہ شریف (جو حضور کے زمانہ طفولیت کے دیکھنے والے تھے) بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم اور مٹھن میان (حضور کو زمانہ طفولیت میں مٹھن میان کہتے تھے) باغ کی سیر کو گئے عصر کا وقت تھا میں نے عرض کیا کہ مٹھن میان کوئی غزل پڑھئے آپ نے ایک غزل شروع فرمائی چند اشعار پڑھے تھے کہ بیچ ماکر گرے اور تڑپنے لگے۔

وہاں مبارک سے کف جاری ہو گیا۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو خون سے اپنے گھر بھاگ گیا اور شام کو جب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت نجیریت اپنے مکان پر تشریف لے آئے تو میری جان میں جان آئی۔ اس واقعہ کو بیان کر کے مولوی عزیز الدین صاحب نے فرمایا کہ حضرت کو عشق آگہی زمانہ طفولیت سے ہے اور اسی وقت سے ہم لوگ معتقد ہیں۔

زمانہ طفولیت ہی میں آپ کی فہم و فراست کا یہ عالم تھا کہ ایک جن آپ کے مکان میں زیارات کا صندوق لیکر آئی جس میں مدنیہ منورہ اور کمرہ منظرہ وغیرہ مقدس مقامات کے نقشے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس میں کیا ہے جن نے عرض کیا کہ میان کہ اور مدینہ کے نقشے ہیں جو بالکل اصل معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے برجستہ جواب دیا کہ نقل کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اصل ہی کو نہ دیکھیں۔

اسی صغریٰ کا واقعہ ہے کہ دیوہ شریف میں حضرت شاہ عبدالنعم کز المعروف علیہ الرحمۃ کے آستانہ پر حضور نے ایک درویش کو دیکھا کہ آنکھیں بند کئے ہوئے تصور میں مشغول ہے جب وہ درویش اپنی حالت سے ہوشیار ہوا تو آپ نے فرمایا شاہ صاحب یہ کیا کرتے تھے ادھون نے کہا کہ برنخ شیخ کا تصور کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے خود اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں دیکھتے کیا۔ تم نے نہیں سنا ہے کہ مَن کَانَ فِی ہٰذَا اَعْطٰی فُھُو فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی۔ اگر شوق کامل اور طلب صادق ہے تو ہر ذہن میں جب کی دید نصیب ہو سکتی ہے حضور انور کے کرامات و خوارق عادات کا بھی یقین ہی سے

شہرہ تھا ایک مرتبہ آپ حسب عادت بستی سے باہر چلے گئے وہاں اتفاق سے حضور کے سامنے ایک بھیڑیا آگیا۔ آپ نے اس کے کان پکڑ لئے کاشتکاروں نے آواز دی کہ مٹھن میان یہ بھیڑیا ہے آپ نے اس کے کان چھوڑ دیئے۔ اس واقعہ کو اکثر بیان فرما کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

زمانہ طفولیت میں آپ کو فن تیراکی کا بھی بہت شوق تھا دیوہ شریف کے بڑے تالاب میں غوطہ لگا کر بہت دیر تک پانی کے اندر رہتے تھے اور پھر دوسری جانب نکلتے تھے۔ یہ شوق آپ کو ایسا تھا کہ پیرانہ سالی تک برسات میں اکثر تالاب کے کنارہ تک جاتے تھے اور وہاں کے گذشتہ واقعات کا تذکرہ فرماتے تھے۔

بچپن ہی سے آپ کی ریاضت و مجاہدت بھی ضرب المثل ہے حضرت شاہ فضل حسین صاحب سجادہ نشین شہاد عبد النعم کنز المعرف علیہ الرحمۃ بیان فرماتے تھے کہ زمانہ طفولیت میں حضور روزانہ بعد نماز عشاء آستانہ حضرت شاہ عبدالمعظم پر آنے لگے اور تمام رات اداسے نوافل یا ذکر و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ اگر کسی کی نسبت زبان مبارک سے کچھ فرمادیتے تھے تو وہی ہوتا تھا۔ حضور انور کے آثار و ولایت سے سب متاثر تھے۔ اور اسی وجہ سے دیوہ شریف کے معمر بزرگ بھی حضور کا ادب کرتے تھے۔

آپ ابو ولعب سے قطعی متنفر تھے۔ جو دو سخا ہر دو عطا داشتہ آپ کو ترکہ آبامی میں ملی تھی۔ زمانہ طفولیت میں اگر کوئی کھیل بھی تھا تو یہ تھا کہ روزمرہ بچوں کو شیرینی اور غربا کو نقدی تقسیم کرتے پھرتے تھے۔ اور اپنے عمر لڑکوں کو عشق الہی کی ترغیب دیتے اور نصیحت فرماتے تھے۔ چنانچہ وہ حضرات جن کو الہم عنی کا شرف حاصل ہوا جو خاص طور پر ممتاز ہو جین سید معروف شاہ صاحب مقرب خاص و خادم قدیم بارگاہ دار فنی فرماتے ہیں کہ دیوہ شریف میں یہ قصہ مشہور ہے کہ مسٹی لو کہی حلوائی جو بہت غریب آدمی تھا حضور کو سینی کے برابر ایک روپیہ کا ایک تالہ بنا کر دیتا تھا اور آپ اس کو توڑ کر بچوں میں تقسیم فرما کرتے تھے۔ بعض خادم کہتے ہیں کہ اکثر حضور پر نور نے فرمایا ہے کہ ہماری دادی کے پاس شرفیان بہت تھیں۔ ہم ان میں سے چھپا کر ایک اشرفی نکال لاتے تھے اور کوئی حلوائی کو دیکر ایک ایک بنواتے تھے اور بچوں کو تقسیم کرتے تھے۔

بظاہر تو اس قصہ کی وقعت اسی قدر معلوم ہوتی ہے کہ ایک بھولے امیر زادہ کا واقعہ ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو بھی معمولی قصہ کس قدر غیر معمولی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے۔ مثلاً حضور کا اس صغیر سنی میں یہ ایثار تھا کہ ایک غریب حلوائی کی اس خوشنما پردہ میں پرورش فرماتے تھے۔ اس سے معصوم بچوں پر بزرگانہ شفقت اور ان کی دجھولی بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بے غرض سلوک فرمانے کی عادت آپ کو بچپن ہی سے تھی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کسنی میں بھی آپ کو مال دینا سے قطعی متنفر تھا اور اپنی ملک میں رکھنا گوارا نہ فرماتے تھے کیونکہ دادی صاحبہ کی حفاظت میں جو اشرفیان تھیں وہ خاص مشرکہ مادری سے ملک تمام حضور پر نور کی تعین اسلئے آپ نے اس کو یون تقسیم فرمادیا۔ اس سے یہ بھی نمایاں ہے کہ ابتدا ہی سے مزاج عالی نہایت مستغنی اور بے پروا تھا۔ اس سے آپ کی شان سیادت و اثر خوں رضوی کی بھی بین شہادت ملتی ہے کہ ہر عطا کے سوال کو کچھ نہ آتا تھا کیونکہ آپ سخی ابن سخی تھے۔

بزرگان مقدسین کا بیان ہے کہ اکثر آپ سونے چاندی کے ہوزن شیرینی خرید فرماتے اور تقسیم کرتے اور معصومانہ انداز سے نہایت پیازے لب و لہجہ میں ارشاد فرماتے تھے کہ ”خراط انصاف ہی ہے کہ سونے چاندی کے ہوزن شیرینی خرید کی جائے“ اکثر حالات وجد میں یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ وہ مال و زر فقیر کو ہنسن چاہیے۔

اس واقعہ کو شیخ حسین علی صاحب نواب دار فنی زیندار ساہو مدو نے بھی حضور کی زبان مبارک سے سنا ہے ۱۱

چنانچہ آپکی دادی صاحبہ کا انتقال ہوا تو چالیس روز کے اندر آپنے کل مال و اسباب خیرات کر دیا۔

ایام طفولیت میں یہ بات بھی حضور انور کی خصوصیات میں شہور ہے کہ جب لوگوں میں کسی بات پر نزاع ہوتی تھی تو آپ درمیان میں بڑکے فساد رفع کرا دیتے تھے اور خونریزی و فتنہ فرد ہو جاتا تھا۔ سب حضور انور کا حکم بسر و چشم مانتے تھے۔ اپنی دادی صاحبہ کے انتقال کے بعد آپ اپنی ہمشیرہ مکرمہ یعنی زوجہ حضرت قبلہ عالم سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش حمایت میں پرورش پائے گئے۔ وہ زمانہ حضرت قبلہ و کعبہ سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیام لکھنؤ کا تھا۔ اور یہی باعث حضور کے قیام لکھنؤ کا ہوا۔

**حضرت کے بارہ مہینہ بعض**  
**اولیاء اللہ کی مشین گوئی**  
حضور انور کے زمانہ قیام لکھنؤ میں ایک بزرگ و بان مقیم تھے جن کا نام نامی حضرت اکبر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ان کی طرف خلق کی بہت رجوعات تھی اور اکثر بزرگ اور اشراف و اعیان کو قطب الوقت خیال کرتے تھے حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ بھی ان کو کا ملین وقت سے سمجھتے تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب اپنے ہمراہ حضور انور کو لیکر حضرت اکبر شاہ صاحب کی ملاقات کو تشریف لگے۔ حضور انور کو دیکھتے ہی شاہ صاحب مدوح نے اپنی گود میں لے لیا۔ اور پیشین گوئی کے طریقہ پر فرمایا کہ یہ صاحبزادے اپنے وقت میں عظیم الشان ہوں گے۔ اس واقعہ کو مولوی خدابخش صاحب شایق وریا آبادی نے کتاب تحفۃ الاصفیاء میں بھی لکھا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”روزے حضرت موصوف باجناب سید وارث علی شاہ صاحب بحضور مقتدلے زاد و پیشوالے عباد حقیقت آگاہ جناب اکبر شاہ کہ از دیار مغرب بہ شہر لکھنؤ تشریف آورده رونق بخش مسجد بساطیان واقع چوک گردیدہ شہرہ وصفات برجیش بہ اطراف رسیدہ بود و اکثر سے از راہ دور نزدش می آمدند و مشرف بہ زیارتش می شدند۔ می گویند کہ آن ملک سیرت و ران مدت قطب الوقت بود کہ روز ہا بہ ریاضت و شب با عبادت بسر می نمود و پیوستہ آن مقبول کوفین ازین قرآن السعیدین نہایت خورسند گردید و آن ہر دماہ عظمت و جاہ را تنیک بہ آغوش کشید۔ الفرض آن قطب زمان ہر گاہ از سورہ صورت جناب سید وارث علی شاہ صاحب معانی ولایت بر خواند بے عا یا انوار اسرار را بہ آستین نطق بر افشاند۔ یعنی از حاجی خادم علی شاہ صاحب بطوریکہ مثل این طفل جوان بخت تا ہزار سال دیگر سے برین ملک نزول نخواہد نمود و این کس ملائکت بہ شکل انسان و سراپا نورست بہ کالبد خاکی پنهان۔ بہ چارہ انگ عالم شہر خواہد گردید و از کجا تا بہ کجا خواہد رسید و خلق از جن و انس اطمینان خواہد گزید۔ دلش بچرست از اسرار الہی از و یک قطرہ از مہ تابا بہی ہر قدر تواند در تربیتش ہمت بر گمارید حضرت خادم علی شاہ صاحب از علوی مرتبت آنعالی منزلت بخوبی آگاہی می داشتند و جناب مدوح را ادا جملہ روزگار می دانستند و الاحسب ارشاد آن کراست بنیاد ازیکے صد گونہ جہد می فرمودند و ہر روز در تربیتش پیش از پیش می نمودند“ (تحفۃ الاصفیاء ص ۳۱ و ۳۲)

جناب رحیم شاہ صاحب خادم خاص بارگاہ دارثی مولف کتاب مذکور فرماتے تھے کہ مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب موجد و صوفی لکھنوی علیہ الرحمۃ کے خاص حاضرین سے میں نے سنا ہے کہ آپ اکثر فرماتے تھے کہ اس وقت دیوہ میں ایک صاحبزادہ ہیں جن کی طرف تمام مخلوق رجوع ہوگی اور وہ اپنے وقت کے آفتاب ہوں گے مشرق سے منبج تک ان کے فیض و تصرف کا ڈنکا بجیگا۔



علی ہذا حکم سید عبداللہ شاہ صاحب تحیر وارثی جو بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں اور جبکا فرار پُر انوار شکور سید عین زبیرت گاہ خلق ہے۔ عین الیقین میں حضرت سراج المعارفین سید السادات مولانا شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی قدس سرہ العزیز کا یہ مشہور ارشاد لکھتے ہیں کہ ”میری پانچویں پشت میں ایک آفتاب ظاہر ہوگا جسکی روشنی میں اب دیکھتا ہوں“ چنانچہ وہی ہوا کہ پانچویں پشت میں ہمارے شہنشاہ کا ظہور ہوا جو درحقیقت آفتاب ہدایت اور اسٹیج شین گوئی کے مصداق حقیقی تھے۔

اسی طرح حضرت شیخ الشہوخ مولانا شاہ بنات اللہ صاحب علیہ الرحمۃ جو حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے دیوہ شریف کی طرف سینہ کو کھول کر فرماتے تھے کہ اوس آفتاب کی روشنی سے میں سینہ کو بھرتا ہوں جواب برآمد ہوا چاہتا ہے۔

الغرض اکثر مقدس اور ابرار بزرگوں نے حضور انور کے ظہور اجلال اور عظمت و کمال کے متعلق پیشین گوئیاں فرمائی ہیں۔ جو اپنے وقت پر صادق ہوئیں کہ سرزمین دیوہ شریف سے وہ آفتاب ہدایت نمودار ہوا جس کی روشنی سے ہر طبقہ اور ہر مذہب و ملت کے افراد نے فیض حاصل کیا۔ اور جبکہ قدم بیہشت لزوم سے خاک دیوہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اہل عشق و محبت اوپر چہ سالی کرتے ہیں۔

بڑے کے نشان کہ پائے تو بود + سالہا سجدہ صاحب نظران خواہر بود

تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مردان خاص کی عظمت و عزت کا اظہار اسی طرح ہوتا آیا ہے کہ اہل بیت اور ان کی شان و جلالت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ابتدائے عمر سے ان کی بزرگی کا شہرہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضور پر نور کی ابتدائی حالتیں ایسی تھیں جنکو دیکھ کر بزرگان عصر نے تسلیم کیا کہ آپ ولی مادر زاد تھے اور ازل سے منزل عشق کی رہنمائی آپکا ورثہ خاص تھا۔ جسکی ہر انداز سے خبر ملتی ہے اور آپ کی ہر ایک حالت زبان حال سے کہہ رہی ہے۔

ہر نفس وار عشق میر سدا چپ راست ماہ فلک میریم غم نا شا کر است ماہ فلک بودہ ایم بار ملک بودہ ایم بارہان جار دیم باز کہ آن شہر است لہ فلک بریم و ملک افزون تریم زین دو چراغ دیریم منزل اکبر است حضور انور کے علو مرتبت کے متعلق بزرگان دین کی پیشین گوئیاں اور اقوال بالعموم مشہور و معروف ہیں۔ جبکا ظہور روز پیدائش سے تھا سارو یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے حضرت زبدۃ العالمین

### بیعت و خلافت

قدوة السالکین سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ قدس سرہ آپ کی سجدہ قدر و منزلت فرماتے تھے۔

باوجودیکہ حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کے حضور پر نور چھوٹے نبی بھائی تھے۔ مگر وہ آپ کی عظمت و بزرگی کرتے تھے اور بہت دن ایام خورد سالی میں آپ کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے تھے حتیٰ کہ جب عمر شریف گیارہ سال کی ہوئی تو حسب دستور بیعت فرما کر ظاہری طور پر خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اور اذکار اشغال کی تعلیم فرمانے لگے۔ اگرچہ اس عطائے خلافت پر اکثر فریدین و معتقدین کو کسی قدر اختلاف تھا کہ اتنی کم عمری میں یہ خلافت مناسب نہیں ہے۔ لیکن حضرت قبلہ عالم سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب آپ کے مدارج و مراتب سے کماحقہ آگاہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ آپ مرید نہیں ہیں مراد ہیں۔ اسلئے انھوں نے کسی بات کی پروا نہیں کی اور وہی کیا جو شیت الہوی کا نشان تھا (ان لا اذھنی یوئھا کعبا وھی الصلحۃ) (میر شیکر دین کے وارث ہوتے ہیں میرے نیک بندے) سے اسے کہتی نظر میں الیقین۔ ایک بہت ہی وارث صدق و یقین اس شناسم از طفیل لطف تو ورنہ ہستم مشتی از خاک نہیں

## آپ کی دستار بندی

حضور پر نور کو حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کی تعلیم و تربیت میں تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ حضرت سیدی حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کا مزاج عالی ناساز ہو گیا اور پیرائہ سالی کے سبب سے علالت میں ترقی ہوتی گئی۔ جو بڑھتے بڑھتے مرض الموت بن گئی۔ آخر الامر ایک روز حضرت قبلہ عالم نے اپنے مریدین حاضرین اور خدام کو طلب فرمایا۔ اور ہر ایک کی تسلی و تشفی فرمائی اسکے بعد کلمہ شہادت پر آواز بلند پڑھا اور کلمہ پڑھتے پڑھتے آپ کی روح لطیف جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ قالوا اللہ وانا لہ راجعون۔

تاریخ وفات شریف میں اختلاف ہے بعض روایات کی بنا پر ۱۳ صفر المنظر اور بعض کی بنا پر ۱۷ صفر المنظر ہے آپ کی تجہیز و تکفین نہایت تزک و احتشام سے ہوئی۔ علمائے کرام فرنگی محل اور تمام باشندگان شہر ہمراہ تھے گولہ گنج میں متصل شش ہائی اسکول مزار پاک بنایا گیا جو اس وقت تک مرجع خلافت ہے۔

تیسرے دن رسم فاتحہ خوانی ادا ہوئی تمام شہر کے علماء فقراء عائد و روسا مریدین و معتقدین کا مجمع کثیر تھا فاتحہ خوانی کے بعد جانشینی کا مسئلہ پیش ہوا۔ مولوی مٹاجان صاحب حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کے مریدین خاص میں تھے۔ اور حضرت کے لنگر خانہ کے مہتمم بھی تھے وہ اٹھے اور ایک خوبصورت کشتی میں ایک دستار رکھ کر حصار کے جلسہ کے روبرو پیش کی اور کہا کہ جس کسی کو اہل سمجھا جائے اس کو اس خلعت سے سرفراز کیا جائے۔

حاجی غلام حسین صاحب جو حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کی بارگاہ عالی میں بدرجہ غایت مقبولیت رکھتے تھے۔ اور شہر میں بھی بہت قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اس خلعت کا مستحق سمجھتے تھے۔ اور بعض اصحاب سے انھوں نے اپنا خیال بھی ظاہر کیا تھا۔ اسی سبب سے یہ بات معرض بحث میں تھی کہ کس کو جانشین کیا جائے۔ دوران گفتگو میں سید سعادت علی صاحب ابن سید محمود محقق بن حضرت غوث گوالیاری اٹھے اور ہمارے شہنشاہ عالی جاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ میرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی موزون نہیں ہو سکتا۔

چھٹا وہ دل کہ جب کی ازل میں نمود تھی | پسلی پھرک اوٹھی نگہ انتخاب کی

اس انتخاب کی حضرات عادت باللہ مولانا محمد اکبر شاہ صاحب اور مولانا امید علی صاحب نے یک زبان ہو کر تائید فرمائی اور سب حاضرین جلسہ تسلیم کیا اور وہ مقدس خلعت حضور انور کے زینب جسم کیا گیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء ذوالفضل العظیم

زینت بنا ہے مسند دار السلام کا

## طالبان حق کی بیعت

حضور انور کی خلافت و سجادہ نشینی زمانہ طفولیت میں ہوئی۔ جس کا سبب صاف ظاہر ہے کہ آپ کے علو مرتبت سے زمانہ واقف تھا۔ اسلئے تمام جلسہ میں انھیں حضرات کی رائے عظمت و وقعت کی نگاہوں سے دیکھی گئی جبکی نظر انتخاب حضور پر نور پر پڑی تھی۔ اسی صفر سنہ کے زمانہ میں آپ کے دست حق پرست پر بکثرت خلوق ہائے بیعت کی۔

چنانچہ مولوی رونق علی صاحب و ارثی الرزاقی پیٹھے پوری لکھتے ہیں کہ میرے خاندان میں بوجہ قربت و تعلقات خاندانی خالقہ رزاقیہ میں سب بیعت ہوتے تھے۔ مگر حضرت سید الشادات شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی رضی اللہ عنہ کی اوس پیشین گوئی کے بموجب جو حضور انور کی نسبت مشہور ہے کہ ”میری پانچویں پشت میں ایک آفتاب ظاہر ہوگا“ میرے جد بزرگوار مولوی وزیر علی صاحب مرحوم مقبرہ اوسی سال حضور انور کی شرف بیعت سے مستفید ہوئے جس سال آپ کو خلافت ملی تھی۔

جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیداوارثی کے والد ماجد جناب مرزا محمد بیگ مرحوم لکھنوی جب شرف بیعت سے مشرف ہوئے ہیں تو حضور انور کی عمر شریف چودہ سال کی تھی۔

مولوی فرخند علی صاحب وارثی ستوطن قصبہ چوراسی ضلع لکھنؤ کا بیان ہے کہ میرے دادا شیخ اسید علی صاحب نے بھی حضور سے چودہ سال کی عمر میں بیعت کی تھی۔

اسی طرح چودہری خدائش صاحب وارثی (ستوطن اگرہ مقیم اٹاوا) جو ایک ہمنزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار نے بھی جب بیعت کی ہے تو حضور کا سن مبارک چودہ سال سے تجاوز نہیں تھا۔

چودہری خدائش صاحب وارثی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اون کی پانچ پشتیں حضور کی حلقہ بگوش ہیں۔ ان کے جد بزرگوار والد ماجد۔ وہ خود۔ اون کے لڑکے اور پوتے سب حضور کی غلامی کا شرف رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایسا شرف ہندوستان میں اور بزرگوں کو بھی حاصل ہوا ہو۔

حافظ گلاب شاہ صاحب وارثی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک نہایت صاحب تاثیر اور ممتاز درویش گذرے ہیں جن کی بزرگی کا زمانہ قابل ہے۔ یہ بھی حضور انور کے لڑکپن کے مرید تھے۔ حافظ گلاب شاہ صاحب کی بیعت کا واقعہ بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ طفولیت ہی سے حضور انور کی روحانیت کس قدر ترقی پر تھی۔ چنانچہ حافظ صاحب رح کے فرزند وجائشیں مولوی عبد القادر شاہ صاحب وارثی اکبر آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار نے خود اپنی بیعت کا واقعہ بیان فرمایا تھا جو حسب ذیل ہے۔

”میں کتب میں پڑھتا تھا اور میرے ایک عزیز دوست بھی میرے ہمراہ تعلیم پاتے تھے میرے دوست ایک بزرگ سے بیعت ہو گئے اور مجھے بھی مصحف ہونے کے لیے بیعت ہو جاؤ۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ مرید ہونا چاہیے یا نہیں۔ اسی شب کو میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ فرماتے ہیں میان خدا جنراوے اگر تم بیعت ہونا چاہتے ہو تو پورب سے ایک بزرگ آتے ہیں اون سے ہو جانا۔ یہ خواب دیکھتے ہی میری ایسی حالت ہو گئی کہ کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ تین سال اسی بیکراری و انتظار میں گذرے جس دن زیادہ بیکراری ہوتی تھی تو اسی بزرگ صورت کو خواب میں دیکھتا تھا۔ جس سے دل کو قرار آ جاتا تھا۔ تین سال کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ وہی بزرگ پھر شریف لائے اور فرماتے ہیں کہ وہ بزرگ پورب سے تمہارے شہر میں آ گئے ہیں ایک سرائے میں مقیم ہیں جا کر دو سو روپے دو سو روپے یہ خواب دیکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی میں نے وضو کیا اور مکان سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ رات کے دو بجے ہیں میں ایک طرف کو جو ہر دل نے گواہی دی چل دیا۔ پہرہ داروں نے روکنا چاہا مگر اس وقت شوق و اضطراب میں دل پہلو سے نکلا جاتا تھا۔ میں نے کسی کی ایک نہ سنی اور اسی حالت میں چلا گیا اگر وہ میں ایک محلہ ہینگ کی مٹھی کے نام سے موسوم ہے یہاں ایک سرائے ہے میں خود بخود دل کی رہبری سے اس سرائے کے دروازہ پر پہنچا اور اسکے دربان سے دریافت کیا کہ کوئی بزرگ پورب سے یہاں آکر مقیم ہوئے ہیں۔ اس نے نام پوچھا مجھے نام کیا معلوم تھا اس لیے خاموش ہو گیا۔ اس نے سرائے کا دروازہ کھول دیا میں اندر گیا اور اپنی بیٹا باہ حالت سے کمروں کو جھانک جھانک کے دیکھنا شروع کیا۔ مگر وہاں بالکل اندھیرا تھا ایک کمرہ کے اندر سے آواز آئی کہ حافظ گلاب تم آ گئے میں اس آواز کو سنتے ہی اور بیکراری ہو گیا۔ اور دوڑ کے قدموں پر گر پڑا اس وقت حضور شب تھے۔ میں نے اپنے مکان پر شریف لیچنے کے لیے عرض کیا حضور نے یہ خندہ پیشانی منظور فرمایا اس وقت حضور انور کا سن شریف ۱۳ سال اور چار ماہ کا تھا اور میری عمر ۱۱ سال کی تھی۔ یہ قصہ

حضور کی زیارت اور میری بیعت کا ہے۔“

اس واقعہ سے کہ پہلا خواب بشارت بیعت سے متعلق جب حافظ گلاب شاہ صاحب نے دیکھا ہے تو حضور انور کی عمر شریف دس سال چار ماہ کی تھی اور باسابا بظاہر آپ غلبت خلافت سے ممتاز نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ اس سال کی عمر میں آپ کی خلافت متحقق ہے مگر اس واقعہ سے حضور انور کی مقدس روحانیت اور ازلی شرف و اقتدار کی بین طور پر جھلک نظر آتی ہے۔ کہ آپ ابتدا ہی میں کامل ہو گئے تھے۔ اسی زمانہ میں طالبان حق کو منزل مقصود کا راستہ دکھایا۔ اور پیشہ مار مخلوق آپ کی روحانیت و بیعت سے مستفید ہوتی۔

حافظ گلاب شاہ صاحب رحمہ اللہ بیان فرماتے تھے کہ جس قدر مقدس و بزرگ صورت کی میں خواب میں زیارت کرتا تھا وہی شکل نورانی عالم ضیفی میں نے حضور پر نور کی مشاہدہ کی ہے۔

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ حافظ گلاب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے تھے کہ وہ زمانہ حضور انور کا لڑکپن کا تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ اوس زمانہ میں آپ کو پتنگ اوڑانے سے شوق تھا۔ آپ میرے مکان کے بالاخانہ پر قیام فرماتے تھے۔

یہ نئی ترکیب تھی کہ رات کو پتنگ اوڑایا کرتے تھے۔ شب کے وقت حضور پر نور اکثر پتنگ اوڑوڑا کر طلبہ ملتے جب خدمت عالی میں حاضر کی جاتی تو آپ اندازاً نصف سیر ڈور کھول دیتے تھے۔ پتنگ کی اوڑان نہایت تیز ہوتی تھی۔

آپ مجھ سے اور دیگر حاضرین سے ارشاد فرماتے کہ دیکھو وہ پتنگ اوڑ رہی ہے۔ ہلوگوں کو بالکل نظر نہیں آتی تھی اسلئے عرض کرتے تھے کہ حضور ہکو تو دکھائی نہیں دیتی۔

اکثر ڈور بھی ہم لوگوں نے ہاتھ میں لی ہے تو یہ دیکھ کر حیرت ہو گئی وہ اس قدر زور میں ہوتی تھی کہ ہنسل رکتی تھی۔ سنبھلنا مشکل ہوتا تھا بالآخر اینٹ یا پتھر سے اوس ڈور کو دبا دیتے تھے وہ آپ سے آپ اوڑا کرتی تھی۔ اور آپ اوس کو دیکھتے رہتے تھے۔ یہ تو حضور انور کا نہ تقاضا ہے سن ایک کھیل تھا۔ اوس زمانہ میں بھی حضور سے جو صفا نصرفات ظاہر ہوتے تھے اوان سے دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔

نشی عبد الغنی خان صاحب وارثی رئیس پورہ عبد الغنی خان سابق نائب ریاست ہونا ضلع سلطان پور تحریر فرماتے ہیں کہ میری عمر سولہ سال کی ہو گئی جب میں تعلیم پاتا تھا اوس وقت میں نے ایک شخص کی زبانی سنا کہ دیوہ شریف ضلع بارہ بکی میں ایک صاحبزادہ ہیں جنکے والدین کی وفات ہو چکی ہے گھر میں خدا کا دیا مال و دولت سب کچھ ہے مگر وہ فقیر ہو گئے ہیں ہور شوق بیت اللہ ہے ۱۲-۱۳ برس کی عمر ہے میں نے نام پوچھا تو حضور انور کا اسم گرامی بتایا۔ اسی وقت سے کچھ دل کی عجیب حالت ہو گئی جس طرح کسی صدمہ عظیم سے سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ اکثر میری آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں اور دل ہی دل میں حضور انور کا خیال کرتا تھا۔ جسکا اندازہ کچھ وہی قلوب کر سکتے ہیں جو در و محبت سے آشنا ہیں۔

نشی عبد الغنی خان صاحب وارثی حضور انور سے عنفوان شباب میں بیعت ہوئے ہیں۔ جناب موصوف کا بیان ہے کہ آغا ز شباب میں حضور انور کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا کہ چھری اور کنار طلب فرماتے اور انکشت مبارک سے اوسکی دہار کو ملاحظہ فرماتے تھے اور اس کے لوہے کی تعریف کرتے تھے کہ یہ اس قسم کا لوہا ہے۔

غرض کہ حضور انور کے ایام طفولیت کے واقعات و حالات بھی حیرت انگیز ہیں جن سے ایک عالم متاثر تھا۔ اور اسی زمانہ میں مخلوق آپ کی بیعت سے بکمال شوق و مسرت فیضیات ہو رہی تھی۔ حضور انور کو شوق بیت اللہ



برجہ غایت تھا۔ حتیٰ کہ عالم طفولیت ہی میں آپ نے غم سفر پایا۔

## مختصر حالات سفر

آپ کی عمر شریف تقریباً پندرہ سال کی ہوگی جب آپ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا بزرگان متقدمین کا بیان ہے کہ زمانہ طفولیت ہی میں آپ کا یہ حال تھا کہ حب کوئی آپ کے روبرو مدینہ منورہ کا ذکر کرتا تھا تو آپ بہ حالت ذوق و شوق بقیار ہو جایا کرتے تھے۔ جب آپ عازم سفر ہوئے تو مدینہ و متقدمین کو آپ کی مفارقت بہت شاق گذری اور طول مسافت کے خیال نے سب کو بچپن کروایا اسلئے اپنے خیالات کے بموجب سفر کی رحمتیں بتائیں مگر آپ تو بطن مادر سے عاشق الہی پیدا ہوئے تھے اور منزل عشق کی جادو پائی آپ کے حصہ میں آچکی تھی۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ دیار محبوب میں جانے کے لیے صحرا نوری یا آبلہ پالی کا خیال مانع ہوتا۔ عاشقان جانناز کے پاکیزہ جذبات خود خضر راہ ہوتے ہیں نہ اد کو خاں غیاں کا خون ہوتا ہے نہ صوبت سفر کا خیال ۵

عشق تو مرا اسیرِ حبسِ رانِ کردہ ست در گوئے خرابات پریشانِ کردہ ست

آپ کے ذوق و شوق کا عالم دیکھ کر سمجھانے والے خاموش ہو رہے۔

اول آپ حضرت قبلہ عالم سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر تشریف لے گئے اور وہاں فاتحہ پڑھی اُس کے بعد شتا قون کی جماعت کثیر سے رخصت ہوئے اور سب نے حسرت دیاس سے چشم پرچم حضور کو خدا حافظ کہا۔

راستہ میں آپ جا بجا قیام فرماتے ہوئے اجمیر شریف پہنچے۔ یہ زمانہ حضرت خواجہ غریب نواز رضا کے عرس شریف کا تھا۔ آپ نے مزار پر انوار پر پہنچ کر بحالت ذوق و شوق طواف کیا۔ اسکے بعد محفل سماع میں شریک ہوئے۔ سماع میں آپ پر بخودی طاری ہو گئی اور آپ کی کیفیت سے تمام محفل میں ایک خاص حالت پیدا ہو گئی سب لوگوں پر رقت طاری تھی۔ جب آپ کو اپنی حالت سے آفاقہ ہوا تو حاضرین نے دست بوسی و قدمبوسی کے لئے حضور کو گھیر لیا۔ اجمیر شریف میں ہر شخص کی زبان پر حضور کا ذکر تھا آپ کے عین و یسار شتا قون کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ بیشتر افراد آپ کے دست حق پرست پرستفیدہ بیعت ہوئے چنانچہ اب بھی خادمون اور صاحبزادون میں حضور کے جان شار مریدین موجود ہیں۔ اوس زمانہ میں ایک بی بی حضور کی بیعت سے مستفید ہوئی تھیں چکا نام سماءہ تھیں تھا یہ عبداللہ سنگتراش کی دختر اور نہایت دولت مند تو انگریز تھیں مگر طلب حق میں زرد مال کی کچھ پروا نہیں تھی۔ آپ نے اون کیلئے حضرت خواجہ غریب نواز کے روضہ منورہ کے قریب جگہ تجویز فرمادی تھی۔ مشہور ہے کہ اس خدا پرست بی بی کو تمام لوگ صاحبِ لائیت و کرامت اعتقاد کرتے تھے اور ان کی دعاؤں سے فیضیاب ہوتے تھے۔

اجمیر شریف سے آپ ناگور پہنچے مولوی حسین بخش صاحب ناگور کے ایک مقتدر رئیس اور پیر زاوے تھے آپ سے نہایت حسن عقیدت سے پیش آئے حضور ناگور میں اونٹین کے مکان پر رونق افروز ہوئے مولوی حسین بخش صاحب حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ نے اون پر خاص نظر عنایت فرمائی اور بیعت لینے کی اجازت بھی عطا فرمادی۔ یہاں سے آپ شہر سیال پور اور احمد آباد جھکڑ وغیرہ مقامات سے ہونے ہوئے پہنچے۔ بمبئی میں آپ نے دو ہفتہ قیام فرمایا اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی۔ وہاں کے نامور تاجر سیٹھ یعقوب خان دیوبند ذکر یا صاحبان نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہاں سے حضور انور جہاز میں ہوار ہوئے اور جہاز میں سب سے نیچے کے درجہ میں اقامت فرمائی۔ اوس زمانہ میں آپ تیسرے دن غذائنا دل فرماتے تھے۔

آپ بالکل متوکل رہے اسلئے حسب دستور حضور کے ساتھ کچھ کھانے پینے کا سامان نہ تھا۔ چنانچہ کئی دن گزر گئے اور آپ نے کچھ نہ کھایا اور جب اسی حالت میں آپ کو سات روز ہو گئے تو یکایک خود بخود ہزار چلنے سے رک گیا۔ اس جہاز میں ایک دیندار تاجر محمد ضیاء الدین صاحب نامی بھی سوار تھے اور کو خواہد میں حضرت سرور کائنات خلاصہ موجودات جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ ارشاد ہوا کہ تو خود کھاتا ہے اور ہمسایہ کی خبر نہیں لیتا۔

تاجر موصوف اس ارشاد کو سنتے ہی ہنک پڑے اور اس خیال میں ہو ہو گئے کہ اس جہاز میں ضرور کوئی ولی اللہ ہے چونکہ تاجر موصوف ایک ذیاض و نخی شخص تھے اسلئے ادھون تھے اس خیال سے کہ تلاش کرنے میں ممکن ہے کہ گوہر مقصود حاصل ہو۔ جب جہاز والوں کی دعوت کر دی۔ اور انواع و اقسام کے کھانے تیار کر کے اور سب لوگوں کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ خود جہاز کے ہر درجہ میں تلاش کرتے پھرے۔

جب نیچے کے درجہ میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ دوڑ کے قہہ ہوس ہوئے اور دینار کما تا حاضر کیا آپ نے دو چار فقے تبادل فرمائے۔ جب تاجر موصوف اپنے مقام پر پہنچے تو جہاز چلنے لگا وہیں روز سے تاجر موصوف حضور کے بہت مقصد ہو گئے۔ جب کھانا تیار ہوتا تھا تو پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے۔ حضور انور تیسرے دن حسب معمول قدر قلیل تناول فرماتے تھے۔ آپ کی سیر و سیاحت کے واقعات کئی طور پر معلوم نہیں ہو سکے۔ صاحبین المیقین اور تحفۃ الاصفا وغیرہ نے کچھ تحقیق و تصدیق کی ہے مگر وہ بالکل ناتمام ہیں دو تین مرتبہ سے زیادہ کے واقعات ادن کو بھی دستیاب نہ ہو سکے۔ عرصہ دراز کے حالات سفر کے بڑے چند اوراق کیا کفایت کر سکتے ہیں۔ حضور انور کی عمر شریف کا زیادہ حصہ سیر و سیاحت ہی میں صرف ہوا ہے۔ اور آپ کے تذکرہ نویسوں نے جو کچھ کتاب میں آپ کے حالات میں لکھی ہیں وہ یا تو خود ادن کے چشم دید حالات پر مبنی ہیں یا بزرگانِ شیعہ میں کی روایات صادقہ کی بنا پر تحریر ہوئی ہیں۔ خود حضور کی یہ عادت نہیں تھی کہ اپنے سفر کا کوئی مفصل واقعہ یا دیگر حالات بالتفصیل شتا تون کے سامنے بیان فرماتے ہوں۔ کبھی کوئی واقعہ سفر وغیرہ سے متعلق بیان بھی فرمایا تو وہ نہایت مختصر الفاظ میں۔ مولوی رونق علی صاحب دارائی اللہ ذاتی پستھے پوری خلف الرشید حضرت شاہ مقصود علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جکے بزرگوں کو دربار دارائی میں شرفِ قدامت حاصل ہے اپنے والد بزرگوار کی کتاب یادداشت سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ثقات مریدین اور دیگر بزرگوں سے سموع ہوا ہے کہ آپ نے سترہ حج ادا فرمائے ہیں بارہ سال تک ایک سخت سیاحت ممالک عرب و عجم حجاز و عراق ہدم و شام میں مصروف رہے اور انہیں ممالک کی سیاحت فرماتے رہے اور دوس مرتبہ حج میں شریک ہوئے۔ اور وہ انکی دہی کے بعد سات مرتبہ ہندوستان سے تشریف لگئے۔ ان میں تین حج خشکی کے راستہ سے براہ کابل سفر کر کے ادا فرمائے ہیں۔ دو مرتبہ و خانی جہاز کی سواری سے اور دو مرتبہ بادبانی جہاز کی سواری سے۔ یہ سفر حضور انور کے مختلف مقامات ہوئے ہیں کبھی اجمیر شریف سے کبھی دہلی سے کبھی ملتان سے ایک حج میں دیوبند شریف سے تشریف لگئے ہیں۔

آپ نے اپنی سیاحت میں کل مقامات مقدسہ کی زیارت کی ہے اور بیشمار مخلوق آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئی ہے۔ اسی سیاحت کے زمانہ میں سلطان عبدالجید خان مرحوم آپ کے دست حق پست پر بیعت ہوئے ہیں۔ ان کی بیعت کا واقعہ یہ ہے کہ حضور پر نور جب قسطنطنیہ شریف لگئے تو عبداللہ حاجب کے مکان پر فروکش ہوئے ایک دن ادس نے عرض کیا کہ باغ سلطان کی اگر حضور سیر فرمائیں تو نہایت ثناء ہوں۔ چنانچہ ادسکی درخواست پر حضور انور سیر کیلئے تشریف لگئے۔ من اتفاق سے اسی وقت سلطان اعظم بھی تشریف لائے اور آپ کے جمال عظیم المثال کی زیارت سے

مستفیض ہوئے۔ اور اپنے محل میں نہایت اصرار کے ساتھ ایک ہفتہ تک وہاں رکھا۔ امیر المومنین خود بھی مستفیض بیت ہوئے اور بیٹھار ترکون نے حضور کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا۔ اس واقعہ کو اکثر لوگوں نے حضور پر نور سے بھی دریافت کیا ہے چنانچہ مولوی حسین علی صاحب نواب دارفی تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضور کی زبان مبارک سے سنا ہے جس سے معلوم ہوا کہ سلطان المعظم کو خواب میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور آپ کی مبارک صورت دکھائی گئی تھی اسی وجہ سے اونھوں نے باغ میں دیکھتے ہی حضور کو پہچان لیا۔ حضور نے خود برسبیل تذکرہ فرمایا تھا کہ محل سلطانی سے ہم نے ایک دوڑی لٹکادی تھی اسی کو ایک ساتھ بہت سے ترک پکڑ لیتے تھے اور بیعت ہو جاتے تھے۔ تین پارہ روز تک یہی سلسلہ رہا آپ اداون تبرکات کی بھی بہت تعریف فرماتے تھے جو سلطان المعظم نے آپ کو دکھائے تھے۔ آپ نے روس و جرمن و فرانس کی بھی سیاحت فرمائی ہے۔ سنگدیب بھی تشریف لگئے ہیں غرض کہ اس زمانہ میں آپ نے جس قدر سیاحی کی ہے اور جس قدر دور دراز ممالک کا سفر فرمایا ہے کسی بزرگ کی اس قدر سیاحت سننے میں نہیں آئی مگر اولیاء کرام کی سیاحت انھو سے قلی سیر فی الارض عبرت کے لئے ہوتی ہے اداون کو ظاہری باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ آپ نے تفصیل سے بھی کہیں کے حالات بیان نہیں فرمائے بزرگان متقدمین کو جو کچھ واقعات و حالات معلوم ہوئے ہیں وہ ایسے لوگوں کی زبانی معلوم ہوئے جو ہندوستان سے زیارت وغیرہ کے لئے گئے اور اتفاق سے حضور پر نور کی زیارت بھی ہو گئی یا اداون اصحاب سے معلوم ہوئے جو مقامات مقدسہ میں حضرت اقدس کی بیعت سے مشرف ہوئے ہیں۔ عرب میں اکثر خاندان حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے ہیں۔ اکثر شیاحوں نے بیان کیا ہے کہ ہم نے آپ کے فرقہ پوشوں کو پہاڑوں اور جنگلوں اور دیگر ممالک میں دیکھا ہے کوئی صاحب بیعت و منت شاکہ تھے کوئی صاحب تصرف و ارشاد تھے غرض کہ آپ کے جان نثاروں سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ جبکہ مختصر ذکر آئندہ آئے گا۔

## تفویض امانت

حضور انور کے واقعات سفر میں بعض اوقات نہایت اہم ہیں جو مجملہ حاصل ہوئے ہیں۔ صاحب تحفۃ الاصفیاء و عین الیقین لکھتے ہیں اور دیگر بزرگان متقدمین بھی راوی ہیں کہ جب آپ پہلی مرتبہ مکہ معظمہ گئے ہیں تو راہ میں ایک صاحب جذب و درویش سے ملاقات ہوئی جو آپ کے انتظار میں تھے۔ انھوں نے آپ کے سینہ سے سینہ ملایا اور جو امانت اداون کے پاس تھی وہ تفویض کر دی۔ اسکے بعد آپ کے زانوئے مبارک پر سر رکھ کر اصل محبوب ہوئے۔ یہ بزرگ نہایت مشہور و معروف تھے اسی لئے سب واقعات کی خبر مکہ معظمہ پہنچی تو اکثر عابدین مکہ معظمہ اگر شریک تہنیر و تھنین ہوئے۔ اسی طرح ایک بزرگ سے مدینہ منورہ کے راستہ میں بھی ملاقات ہوئی اور اداون سے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ مولوی عبدالغنی خان صاحب دارفی رئیس پورہ عبدالغنی خان خلع رئیس بریلی لکھتے ہیں کہ انکی نسبت حضور پر نور خود ارشاد فرماتے تھے کہ انکی لاش طاہر سبر ہو کر اڑ گئی اور میں عرصہ تک شگل میں پھرتا رہا۔

مولوی رونق علی صاحب دارفی الرزاق پٹنہ پوری تحریر فرماتے ہیں کہ خاص بیت اللہ شریف میں حضور پر نور کی آمد کے ایک بزرگ منتظر تھے جنھوں نے آپ سے ملتے ہی وصال فرمایا۔ بزرگان متقدمین کی تحقیقات میں نسبت اولیسیہ کے وہ امانت دار تھے جو انھوں نے حضور کو سونپ دی۔ یہ روایت شاہ فضل حسین صاحب دارفی سیاحہ شہین حضرت شاہ ولایت علیہ الرحمہ نے بھی حاجی اوگٹ شاہ صاحب دارفی سے بیان فرمائی ہے اور حضرت مولانا حاجی منصب علی شاہ صاحب شہتی قادری نے خلیفہ خاص حضرت مولانا شاہ نعمت اللہ صاحب حضرت شاہ ابوالحسن صاحب پہلواری سے بھی منقول ہے جو پہلے سفر میں اکثر مقامات مقدسہ پر حضور کے ہم سفر رہے ہیں۔

**ریاضت و مجاہدہ** آپ زمانہ طفولیت سے ریاضت و مجاہدہ کے پابند تھے قبل آغاز جوانی آپ تین دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور ایک عرصہ تک سات دن کا روزہ بھی رکھا ہے ان روزوں کی حالت میں آپ کی غذا نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔

مولوی رونق علی صاحب پٹیتے پوری اپنے جد بزرگوار مولوی قدیر علی صاحب مرحوم مقبور کی روایت سے لکھتے ہیں کہ جب حضور انور پہلی مرتبہ پٹیتے پور شریف لائے ہیں تو آپ تین دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور تیسرے دن صرف اوبالی ہوئی نصف اردی سے انظار فرماتے تھے۔ وہ بھی بے نمک ہوتی تھی مولوی عبدالغنی خان صاحب وارثی رئیس پورہ عبدالغنی خان جو نہایت سن رسیدہ بزرگ ہیں لکھتے ہیں کہ جب آپ دیوبند شریف اور فتح پور میں کچھ زیادہ قیام فرمانے لگے تو دیکھا گیا ہے کہ ساتویں دن صرف پانچ آلو اوسط درجہ کے تناول فرماتے تھے۔ دیگر بزرگان متقدمین کا بیان ہے کہ ہنہ عرصہ دراز تک حضور پر نور کو کسی قسم کے اناج وغیرہ کو تناول فرماتے نہیں دیکھا۔ بعض روایات سے پچاس سال کی عمر تک اور بعض سے اس سے زائد عمر تک آپ ان روزوں کے پابند رہے۔

شکم مبارک ہمیشہ رمال سے کسا ہوا رہتا تھا۔ کبھی حضور انور شکم پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے۔ گوشت۔ دودھ۔ گھی۔ ادھار۔ پیاز۔ لہسن وغیرہ ایک مدت تک آپ نے استعمال نہیں فرمایا۔ تکلفات و آسائش کے سامان سب ترک تھے۔ نہ کبھی چار پائی پر نشست فرمائی نہ تخت پر بیٹھے ہمیشہ زمین پر نشست و استراحت فرمائی آپ کی ہر وضع اور ہر بات میں مجاہدہ و ریاضت کے آثار پائے جاتے تھے۔

بروایات حکیم رحمت علی صاحب پٹیتے پوری و حضرت شاہ مقصود علی صاحب وارثی و حضرت حاجی شاہ منصف علی صاحب شہتی سلونی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین و دیگر بزرگان متقدمین متحقق ہے کہ پہلے سفر میں حضور نے جبال مقدسہ کوہ عرفات کوہ طور کوہ کھنہان وغار ثور وغار حرا وغیرہ میں خلوت فرمائی ہے۔ اور بیت اللہ و بیت المقدس و مسجد نبوی صلعم و نجف اشرف و کاغلیں شریفین و کربلائے معلی و بغداد شریفین میں چلہ کشی کی ہے۔ اور اسی سبب سے یک سخت بارہ سال تک اسی نواح میں رہے ہیں۔

یہ وہ واقعات ہیں جو محققین کی تحقیقات پر مبنی ہیں آپ کے تمام ریاضات و مجاہدات کا علم نہیں ہو سکا۔ بظاہر جو باتیں دیکھی گئی ہیں وہ یہ ہیں کہ شب و روز میں کبھی کسی نے حضور کو سوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وقت استراحت اگر کسی کو کبھی خیال گذرے کہ آپ سو رہے ہیں تو فوراً آپ نے دریافت فرمایا کہ کون ہے۔ یہ بیشتر افراد کا تجربہ ہے۔

ابتداءً آپ شب بھر کلام مجید اور نوافل پڑھنے کے عادی تھے استراحت بھی نہیں فرماتے تھے۔ ۳۶ سال کی عمر سے ۴۰ سال کی عمر تک آپ کو کبھی بوقت شب استراحت فرماتے ہوئے یا کسی سے بات کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا گیا تمام شب کھڑے ہو کر نوافل پڑھتے تھے۔

اوس زمانہ میں پائے مبارک بھی متورم ہو جاتے تھے۔

حضور انور کی یہ حالتیں مستند بزرگوں کی چشم دید ہیں خود آپ نے کبھی اپنے کسی مجاہدہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ آپ کو اخفا بہت نظر تھا۔ اس لیے ممکن ہے کہ آپ کے اکثر مجاہدات و ریاضات کا ہم کو علم بھی نہ ہو اور وہ ان سے بھی زیادہ دشوار اور ہر تر ہوں۔

**تسلیم و رضا** آپ کے ریاضات و مجاہدات میں مجاہدہ تسلیم و رضا ایک نمایان شان رکھتا ہے۔ مسئلہ تسلیم و رضا کو



آپ کی ذات محمود الصفات سے ایک خاص مناسبت تھی۔ آپ ہمہ تن پابند تسلیم و رضا تھے اور دیگر وراثتوں کی طرح وراثت تسلیم و رضا بھی آپ کو اپنے اسلاف سے وراثت پہنچی ہو۔

ظاہر ہو کہ تسلیم و رضا کی پابندی نہایت مشکل ہو اور یہ خاص حصہ نور عین جناب احمد مجتبیٰ شہزادہ گلگون قبا حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کا ہو۔

چنانچہ خود حضور پر نور کا قول ہو کہ ”تسلیم و رضا حضرت بی بی فاطمہؑ اور دونوں صاحبزادوں کا حصہ ہے۔“ ایک مرتبہ شایخ عظام کے طریقوں کا ذکر فرماتے ہوئے تسلیم و رضا کے بارہ بین ارشاد فرمایا کہ یہ مشکل بہت ہے اس کو سب نے چھوڑ دیا

یہ بی بی فاطمہؑ سے ہو تسلیم و رضا انھیں سے ہو۔ (مشایخ عظام کے طریقوں کی نسبت فرمایا) اور وہ طریقے انتظامی ہیں اگر انتظام نہ ہو تو سب کھیل بگڑ جائے سب ایک ہی سے ہو جائیں گے۔

یہ بھی فرمایا ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک رضائے معشوق کے لئے تمام خاندان کو میدان کربلا میں شہید کر دیا کوئی کیا سمجھ سکتا ہو رضا عشق و معشوقی نازک ہے۔

گویا رضائے معشوق ہی آپ کے نزدیک رمز عشق تھا۔ آپ کے تمامی افعال حتیٰ کہ حرکات و سکنات رضائے محبوب میں وصل ہو گئے تھے۔ کوئی فعل آپ سے خلافت تسلیم و رضا سرزد نہیں ہوا تسلیم و رضا کے خاص لوازمات صبر و شکر و تحمل و توکل۔ ثناعت و استقلال۔ خوشنود کے بر قضا و قدر ہیں اور ان امور میں بلاشبہ آپ فرد فرید تھے۔ اور بالکل اپنے آباؤ اجداد کرام کے قدم بقدم چلتے تھے۔ جسکا اہلی سبب ہی ہو کہ آپ چہستان مرتضوی کے ایک عروتادہ پھول تھے۔ جن بزرگوں کو حضور انور کی صحبت نصیب ہوئی ہو وہ بخوبی واقف ہیں کہ تسلیم و رضا کا مرحلہ کسے فرمانے میں آپ سے ثابت قدمی کا اظہار ہوا ہو جو قابل حیرت ہو۔

اس زمانے کے اکثر علمائے کرام و مشایخ عظام کو حضور پر نور کے اوصاف کا تجربہ ہو۔ اور انھوں نے تسلیم کیا ہو کہ ان اوصاف میں آپ کی ذات محمود الصفات عظیم الشان تھی چنانچہ مولوی محمد ناظم علی صاحب نائب ہفتم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ جو ایک ثقہ اور ممتاز بزرگ ہیں اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب نقشبندی مجددی رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ”حاجی صاحب رضی اللہ عنہ کی متواتر صحبت اور نیز بزرگان مسند کے اقوال سے جو معلوم و مفہوم ہوا ہو وہ یہ ہو کہ حاجی صاحب اپنے وقت میں فقیر صاحب شکر عظیم الشان و رفیقہ النظیر سارک مجذوب تھے آپ تفرید و تجربہ تو بڑا نابت ذکر و فکر تو حید و توکل تسلیم و تحمل زہد و سخاوت میں فرد فرید و کار تھے۔“

ادنیٰ تعریف آپ کی پابندی تسلیم و رضا کی یہ ہو کہ آج کوئی تنفس اسکی شہادت نہیں دے سکتا کہ اُس نے حضور انور کی زبان مبارک سے کبھی ایک لفظ شکایت سنا ہو۔

حالت مرض میں کبھی مرض کا نام آپ نے نہیں لیا نہ طبیب کو حال بتایا۔ نہ باعتبار موسم سردی یا گرمی یا برسا کے متعلق کوئی ایسا لفظ زبان مبارک سے نکلا جس سے یہ معلوم ہو کہ سردی یا گرمی کی کمی و بیشی کے متعلق حضور انور کا کیا خیال ہو۔ تاکہ اُس کا اسناد کیا جائے آپ میں ہر ایک تکلیف و راحت کی حالت یکسان دیکھی گئی جو کچھ راحت و تکلیف خدا کی طرف سے ہو وہ گویا عین مرضی کے مطابق ہو۔ کبھی آپ نے کسی پریشانی یا مصیبت کے احساس کا اظہار نہیں فرمایا۔ جس سے اس سلسلہ پر کافی روشنی پڑتی ہو کہ آپ کی تمام خواہشات رضائے الہی میں فنا ہو گئی تھیں اور آپ کے تمام عادات صفات خداوندی میں مل گئے تھے۔

اتحادیست میان من و تو | من و تو نیست میان من و تو

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرامی (دکیل بارہنگی) جو ایک ثقہ بزرگ ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سال خشک سالی کے باعث فصل خریف خشک ہو گئی تھی مین آٹھ بجے شب کو حضور انور کے پائے مبارک و بارہا تھا کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا اے نادر حسین اس وقت ہوا ٹھنڈی چلتی ہو، مین نے عرض کیا کہ جی ہاں تراب علی شاہ صاحب مرحوم نے کہا کہ داتا دین کو ایسی گرم ہوا چلتی ہو کہ تمام فصل خریف بگسم ہو گئی یہ شکر حضور پر نور نے ارشاد فرمایا دو تم کیا جانو عشق کی دی ہوئی تکلیف کہین میسر ہوتی ہو، اس کے بعد پھر بارش ہوئی اور بقیہ فصل خریف کی پیداوار ہوئی فصل ربیع ہوئی گئی جس میں خوب غلہ پیدا ہوا۔

حاجی ادھٹ شاہ صاحب وارثی لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں دیوہ شریف مین طاعون شروع ہوا لوگ بستی چھوڑ کر باہر چلے گئے جب حضور کو اطلاع ہوئی تھی کہ لوگ بھاگ رہے ہیں تو آپ فرماتے تھے کہ نہ خدا ہر جگہ ہو بھاگ کر کہاں جائیں گے کیا وہاں خدا نہیں ہو،

ہر چند ڈاکٹر نے کوٹہ بنی کی کہ بستی سے باہر آپ کو مٹی مین سکونت فرمائیں مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا اس قسم کے صدمات و واقعات میں انتہا یہ کہ بھلاست علالت کبھی آپ کی زبان مبارک سے مرمن یا تکلیف کا نام نہیں سنا گیا نہ کراہنے کی آواز سنی گئی نہ کبھی شدت مرمن سے آہ نکلی۔

حقی کہ مرض الموت میں چند ہندوستان کے بڑے بڑے نامور اطباء و حکما موجود تھے اُن کے حال دریافت کرنے پر آپ شکر کے الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرماتے تھے کہ بہت اچھا ہوں، کبھی مرض کی شکایت نہیں فرمائی۔ اگر کسی طبیب نے اپنی تشخیص سے کسی خاص تکلیف کا نام لیا کہ حضور کی پسلی مین درد ہی یا سینہ مین درد ہی تو تا یقین فرماتے کہ طریق سے بھی کوئی لفظ ارشاد نہیں فرمایا بلکہ یہ فرماتے تھے ”تم تو بڑے حکیم ہو،“ آپ کے واقعات و حالات سے کلی طور پر ثابت ہو کہ آپ کسی تکلیف یا مصیبت کا نہان پر لاتا تسلیم و رضا کے خلاف سمجھتے تھے غرض کہ حال مین رضا و تسلیم کے اس سختی سے پابند تھے کہ انسان اس کو مافوق العادۃ کہنے پر مجبور تھا۔ انتہا یہ ہو کہ اگر رضا و تسلیم کے خلاف کوئی بات حضور انور کے سامنے ہوتی تھی تو فوراً جبین مبارک مین چین پڑ جاتی تھی مگر زبان فیض ترجمان سے کوئی لفظ ارشاد نہیں فرماتے تھے۔

حضور انور کو تسلیم و رضا مین اس قدر اہم تھا کہ کسی کی زبان سے گلے شکوے قطعی سننا نہیں چاہتے تھے۔ یہ بات بالکل ناگوار خاطر شریف تھی کہ لوگوں کی زبان حرف شکایت سے آلودہ ہو۔ اسی وجہ سے آپ کے حضور مین مصیبت زدہ اہل حاجت عالم سکوت مین رہتے تھے اور حضور انور اشارات مین اُن کے مقاصد کا خاطر خواہ جواب ارشاد فرماتے تھے۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ ”ہماری منزل عشق ہی“ اور عشق مین رضا کے محبوب کی پوری تعلیم تھی صرف ہر وفا ہی کی باتیں سننے کی عادت تھی۔ آپ کا حال و قابل ہمیشہ اسی

مضمون کو نصیب لین رکھتا تھا۔ | مانتھہ سکندر و دارانہ خواہد ایم | انما یجز حکایت مہر و وفا پیرس

آپ تکلیف و مصیبت کو عاشق و معشوق کا راز و نیاز فرمایا کرتے تھے کبھی کسی قسم کا کوئی فعل خلاف رضا و تسلیم آپ سے سرزد نہ ہوا ہمہ تن رضائے محبوب مین فنا تھے جو افعال سرزد ہوتے تھے وہ رضا و تسلیم سے ملو ہوتے تھے۔ ہر سچی تعلیم تھی کہ رضا و تسلیم کی پابندی رہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ”جو تم سے محبت کرے اس سے محبت کرو“

نہ کسی کے حق میں دعا کرو۔ بددعا تو خدا و تسلیم کے بندے ہو،

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپ کس سختی سے رضا و تسلیم کے پابند تھے کہ اگر کسی سے محبت بھی ہو تو وہ اپنے نفس کی خود غرضی پر مبنی نہ ہو بلکہ خالصتہ بندہ ہو۔

پس آپ کی خاص تعلیم یہی ہے کہ جو تعلق ہو وہ بے غرضانہ ہو اور رضا و تسلیم میں اس قدر اہتاک ہو کہ نہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھیں نہ بددعا کے لئے کیونکہ اپنی ذات کو خدا کے حوالے کر دینا اور راحت و مصیبت جو مقدر ہیں ہوا سکو بے چون و چرا تسلیم کر لینا ہی شانِ عبودیت ہے۔

اور جس طور پر آپ تسلیم و رضا کو مقدم سمجھتے تھے اسکی صراحت بھی خود ہی فرماتے ہیں۔

”تسلیم و رضا جب ہو کہ شر کو بھی خیر سمجھے اور خیر تو خیر ہی اور تکلیف بھی عاشق و معشوق کا راز و نیاز ہی،“

چونکہ آپ قائلہ سالارِ عشق تھے اور عاشقانہ جذبات میں شکوہ و شکایت بظاہر ایک لازمی بات ہے اس لئے کس قدر شہ و مد سے اس کا انداز فرماتے ہیں کہ اس راہ میں تکلیف و مصائب کا خیال بھی نہ آئے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہ معشوق کا ترسانا اور حجاب و عتاب کرنا ہی تو رحم و فضل ہی، غرض کہ آپ کی نگاہ میں نہ کوئی مصیبت مصیبت تھی نہ رنج رنج تھا۔ آپ عملیات تعویذ گنڈا وغیرہ کوئی کام اس قسم کا پسند نہیں فرماتے تھے اور اسکو خلافتِ تسلیم و رضا سمجھتے تھے۔ خود تو یہاں تک پابند تھے کہ کبھی کوئی خواہش نہیں فرمائی اور جو کچھ ظہور میں آیا گویا وہ ہی آپ کی خواہشات پر مبنی تھا آپ نے اپنے آپ کو بالکل رضائے الہی کے حوالہ کر دیا تھا۔

(آخر پیل) مولوی سید شرف الدین صاحب قبیلہ جو پہلے بانکی پور پٹنہ کے بہت مشہور بیرسٹر تھے اور اب بہار میں کورٹ کے جج ہیں اور حضرت کے بہت پیارے مریدوں میں سے ہیں ناقل ہیں کہ وہ حضرت کے ہم کاب گورکھپور میں منشی صفدر حسین صاحب سب جج کے یہاں مقیم تھے کہ ایک دن منشی صاحب ولایت کا خط جو ان کے بیٹوں کے پاس سے آیا تھا لئے ہوئے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لڑکوں کا بار سٹری میں آخری امتحان ہونے والا ہے۔

اور اس کہنے سے ان کا مقصود یہ تھا کہ حضرت ان کی کامیابی امتحان کے لئے دعا فرمائیں۔ لیکن حضرت نے ایک لفظ نہ کہا اور سکوت فرمایا۔ آخر وہ کبیدہ خاطر ہو کر باہر آئے اور مولوی سید شرف الدین صاحب بالقاب سے کہنے لگے کہ

ہمارے حضرت کی عجب بے نیاز درگاہ ہے نہ کسی کی التجا قبول ہوتی ہے نہ کسی کے لئے دعا کی جاتی ہے منشی صاحب کی یہ شکایت آمیز باتیں ختم بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ حضرت کا خادم دوڑا ہوا آیا اور اسے کہا کہ بیرسٹر صاحب کو اور منشی صاحب کو حضرت بلا لے لیں۔ چنانچہ یہ دونوں حاضر خدمت اقدس ہوئے تو حضرت نے مولوی سید شرف الدین صاحب کو

خطاب کر کے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ بغداد میں تھا وہاں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ایک عورت پر جن آتا ہے آپ چلکر انار دین میں نے کہا بھائی مجھے تو جھاڑ پھونک گنڈا تعویذ کچھ ملنی نہیں آتا ہی میں کیونکر جن کو انار دین کا اور وہاں جا کر کیا کروں گا۔ مگر جب اس شخص نے بہت اصرار کیا اور کسی طرح حکمانا تو میں اس کے ساتھ ہوا اور

اس مکان میں پہنچا جہاں وہ آسیب زدہ عورت تھی۔ دیکھا تو اس وقت جن اس عورت پر مسلط تھا۔ میں نے جن سے پوچھا کہ تم اس عورت پر کیوں آتے ہو اس نے کہا میں اس پر عاشق ہوں میں نے کہا سچے عاشق ہو یا جھوٹے جن نے کہا کہ میں اس کا سچا عاشق ہوں۔ میں نے کہا کہ جانتے ہو کہ سچے عاشق کی تعریف کیا ہے؟ سچا عاشق اسکو

کہتے ہیں جو معشوق کی رضا جوئی کرے اور سیرِ مواسکتی مرضی کے خلاف نہ کرے اور تم جس کو اپنی معشوقی کہتے ہو اسکی

مرضی کے خلاف کرتے ہو۔ اسکی خوشی اسی میں ہو کہ تم اُسپر مسلط نہ ہو اور اس سے اُسکو تکلیف ہوتی ہے۔  
جن نے کہا کہ اچھا میں آج سے یہاں نہ آیا کرونگا؟ سمجھے بالستر سمجھے! اچھا جاؤ،

**تخت و تسلیم** و رضا کی طرح آپ شانِ تجرد میں بھی عدیم المثال اور دنیا کی ہر ایک چیز سے بے تعلق تھے باوجود اسکے کہ آپ ایک دولت مند گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ صاحبِ جاؤاد بھی تھے ذرو مال بھی تھا مگر ہوش سنبھالتے ہی سب سے قطع تعلق کر لیا اور درہم و دینار کو کوڑیوں کی طرح لٹا دیا آپ کی جاؤاد جن اعز و اقارب میں تقسیم ہو گئی اُن کے پاس اب بھی موجود ہے۔

آپ کے بزرگوں کا ایک نہایت عمدہ کتب خانہ تھا اُسکی بھی پروانہ کی اور نہ تمام عمر شادی کی سلسلہ ہجری میں ہر چند آپ کے اعزہ نے آپ کی شادی کے لئے کوشش کی مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا اور بے قرار پر کلام مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَنْ مَنَّا أَزْوَاجُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ وَعَدُولُكُمْ فَاحْذَرُوا هُمُومَ  
ترجمہ مسلمانو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط کرتے رہو (حقیقت یہ ہے کہ آپ بطنِ مادر سے ہی عاشقِ الہی پیدا ہوئے تھے اور آپ کی نگاہوں میں وہ جمالِ عدیم المثال تھا جس کے سامنے عارضی حسن و جمال کی کوئی ہستی نہیں ہے۔

ہمہ شہر پر زخوابان منم و خیال ما ہے | چہ کنم کہ چشم بدخونہ کند بکس لگا ہے

صرف شادی ہی سے آپ بے تعلق نہ تھے بلکہ تمامی اسبابِ زندگی سے آپ کو تنفر تھا۔  
آپ نے کبھی کسی چیز کو پسند نہیں فرمایا آپ کا ہمیشہ سفر و وطن اور خلوت و راجحین پر عمل رہا۔  
شاہِ مقصود علی صاحبِ وارثی رحمۃ اللہ علیہ ایک مست و عاشقِ بزرگ تھے اکثر جب حضور پُر نور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوتے تو بحالتِ کیف و سرور کہتے تھے کہ میرے پیر و سنگیر میں نسبتِ مسیحی خاص طور پر ہے جس طرح جنابِ عیسیٰ علیہ السلام نے منزلِ تجرد طے فرمائی وہی یہ منزلِ وارثی ہے۔ حضور انور متبسم ہوتے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ در فقیر کا کوئی گھر نہیں ہے اور سب گھر فقیر کے ہیں۔

حضور انور کے اس ارشاد کا بند و ستان میں ہر جگہ ظہور ہو صدامکانات آپ کے نام نامی سے تعمیر ہو گئے۔ اکثر اوقات و مواضعات کو آپ کے اسمِ گرامی سے منسوب کیا گیا جیسے وارثِ منزل۔ وارثِ نگر۔ وارثِ باغ وغیرہ وغیرہ۔  
غریب مریدین جنکے مکانون پر حضور انور قیام فرماتے تھے اُن کو جدید مکانات بنوانے کی استطاعت نہ تھی انھوں نے اپنے مکان کی ایک کوٹھری ہی حضور کے اسمِ گرامی سے مخصوص کر رکھی تھی۔

بہتری مستورات نے آپ کے عشق و محبت میں ترکِ لباس کیا اور احرامِ پن لیا شادی سے دست بردار ہو کر طلبِ حق میں مصائب و تکالیف کی فوج ہو گئیں۔ جن میں اکثر نہایت مشہور خدا پرست گذری ہیں۔  
خدائے وحدہ لا شریک نے آپ کے تجرد میں بھی شانِ یکتائی رکھی تھی کہ شادی کے ساتھ جس قدر اسبابِ عیش و نشاط تھے وہ سب یکلیخت ترک فرما دئے تھے نہ مکان تھا نہ اور کوئی سامانِ زندگی صرف آپ کی ذاتِ محمود الصفات تھی اور خدائے واحد کا نام تھا۔

آپ اور زاد و لی ہونے کے باعث سب کی نگاہوں میں محبوب و عزیز تھے۔ آپ کا معصومانہ انداز فطرتی تھا۔



تمام لوگ آپ سے عقیدت مند تھے اور دیوہ شریف وغیرہ میں آپ کے زمانہ طفولیت ہی سے بڑے بڑے شریف گھرانوں میں پردہ نہیں ہوتا تھا۔ لوگوں کو آپ کی تشریف آوری کی تمنا و آرزو رہتی تھی۔

آپ جب مکانون میں تشریف لیجاتے تو چاروں طرف سے مستورات گھیر لیتی تھیں سراقہ میں تل لٹاتی تھیں پائے مبارک و باقی تھیں مگر اندر سے محبت کا ابتدائے عمر سے آخر عمر تک حضور انورؐ نے کبھی کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا اور نہ کسی کی جرأت ہوئی کہ ہیبت حق سے آپ کے چہرہ انورؐ پر نظر جاسکے۔ حالانکہ اکثر عورتوں کو آپ مان اور بہن کے الفاظ سے خطاب فرماتے تھے اور بے تکلف باتیں کرتے تھے مگر یہ بے تکلفی بالکل معصوم بچوں کی سی ہوتی تھی۔ نام بنام سب گھر والوں کی خیریت پوچھتے تھے اور سب پر شفقت فرماتے تھے مرید و بے مرید سب عورات آپ کے سامنے آتی تھیں۔ جو عورتیں دوسرے بزرگوں سے بیعت ہوتی تھیں وہ بھی آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔

اس اعتبار سے بھی آپ کا تجرد ایک خاص شان رکھتا ہو اور غالباً کمال تجرد ہی ہو کہ کسی حال میں تغیر پیدا نہ ہو۔ آپ کی پاک اور مقدس زندگی تجرد کا اعلیٰ نمونہ تھی مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پیٹھے پوری لکھتے ہیں کہ ہمارے پیٹھے پور میں ایک بزرگ حاجی شاہ منصب علی صاحب گذرے ہیں جو مشاہیر روزگار سے تھے اور جنکی طرف خلق کی رجوعات بہت زیادہ تھی۔

ایک طبیب حاذق و نامور حکیم سلامت علی صاحب جو مذہب امامیہ رکھتے تھے وہ بھی شاہ صاحب مدوح سے نہایت خلوص و محبت رکھتے تھے اور حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں اکثر جاتے تھے۔

۱۹۳۳ء کا واقعہ ہو کہ حضور پرنور پیٹھے پور تشریف لائے تو آپ کی آمد کی خبر سنکر حکیم سلامت علی صاحب بھی معززین پیٹھے پور کے ہمراہ حضور کی زیارت و قدمبوسی کے لئے گئے۔ حضور انورؐ کی خدمت اقدس میں اسوقت مستورات کا جمع تھا اور آپ زمانہ مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ زائرین کے پہنچنے پر جیل طلاع ہوئی تو پردہ ہو گیا اور سب حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس پر اسوقت وجد کی کیفیت طاری تھی اور چشمان مبارک سرخ تھیں۔ چہرہ انورؐ پر بھی گلاب کی سی رنگت تھی۔ (جیسی کہ وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی تھی) جب سب لوگ رخصت ہوئے تو اٹھائے راہ میں مختلف باتیں آپس میں ہونے لگیں حکیم سلامت علی صاحب نے فن طبابت کے نقطہ خیال سے فرمایا کہ قوت تجرد عجیب چیز ہے عورتوں کی صحبت اور بھر تحمل عصمت اسی وجہ سے چہرہ انورؐ اور چشمائے مبارک کی یہ کیفیت تھی۔ راستہ ہی میں حضرت حاجی شاہ منصب علی صاحب رحمہ کا مقام بھی تھا۔ چنانچہ سب لوگ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حاجی شاہ منصب علی صاحب رحمہ نے جیسے ہی حکیم سلامت علی صاحب کو دیکھا جلال میں آکر فرمایا: ”فقیروں کے معاملہ میں حکمت کو کیا دخل جب آپ کا یہ حال ہو تو عقل درست کیجئے اور میرے پاس نہ آیا کیجئے“

حکیم صاحب وہاں سے یہ مشکہ چلے گئے اور راستہ میں ہمراہیوں سے کہنے لگے کہ عجیب معاملہ ہو کہ ایک فقیر کی بات کا دوسرے فقیر کو علم ہو جاتا ہو۔ اس واقعہ سے حکیم صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ جب تک زندہ رہے فقرا سے ہمیشہ ڈرتے اور انکا ادب و لحاظ کرتے رہے۔

غرض کہ آپ کی جو بات تھی وہ لاجواب تھی ایک مرتبہ خود حضور انورؐ نے ایک فاضل انداز سے فرمایا ”فقیر می تختہ پر ہے“ سامعین کو تعجب ہوا کہ یہ کیوں ارشاد ہوتا ہو کہ آپ نے خود ہی اسکی صراحت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ دو باوجود اقتدار

خدا کے واسطے ایک عضو خاص کو بیکار کر دیا اور کام نہ لے کر شیطان کو بھل میں رکھ کر یا خدا کرنا بڑا کام ہو از نفس خود سفر کردن بہت بڑی منزل ہو،

اس سے ظاہر ہو کہ حضرت کے تجرد میں کس قدر زبردست مجاہدہ کی شان تھی اور آپ کی نظر فیض اثر میں اس کی کیا اہمیت تھی۔ حق یہ ہو کہ آپ کی وسعت نگاہ نہایت بلند پایہ رکھتی تھی۔ جو عام عقول اور طبائع کے فہم و ادراک سے کہیں بالاتر ہے۔

آپ نے بر سیل تذکرہ ایک مرتبہ لنگوٹ بند کی یہ تعریف فرمائی کہ ”فلگوٹ بند وہ ہو جو تمام عورتوں کو اپنی مان اور بہن کی مثل جس طرح جانتا ہو اسی طرح خواب میں بھی وہ کسی عورت کو نفسانی خواہش کے ساتھ نہ دیکھے،“ ان ارشادات سے بالقرع یہ امر مترشح ہے کہ حضور انور کی باریک اور دقیق نظر میں تجرد کی کیا اہمیت تھی اور اہل تجرد کو سقدرد شوار اور ناممکن ہو۔

حق یہ ہو کہ تجرد میں بھی جو قابل اتیاد شان آپ کی دیکھی گئی ہو وہ بی مثل ہو جس سے ثابت ہو کہ آپ مرد میدان تجرید اور اس منزل میں بھی خدا کی طرف سے فرد فرید تھے کہ مخالفین پر بھی آپ کے تجرد و تقدس کا رسکہ چاہوا تھا۔ صرف شادی نہ کرنا ہی تجرد نہیں ہو بلکہ تمامی خواہشات اور عیش و نشاط کو باوجود قوت و اقتدار ترک کر دینے اور ماسوی اللہ سے قطع قلع کر لینے کا نام تجرد ہو اور یہی تجرد ہو جس میں آپ فرد روزگار تھے۔ جس طرح تجرد میں آپ اپنی نظیر خود بہن اسی طرح توکل و استغنا میں بھی جسقدر استقلال حضور کی ذات بابرکات سے ظہور میں آیا ہو وہ اپنی نوعیت میں ایک خاص شان رکھتا ہو۔

**توکل و استغنا** آپ ابتدا سے نہایت مستغنی المزاج تھے اور دنیا کی کسی چیز سے آپ کی ذات محمود الصفات کو قطعاً کوئی سروکار نہ تھا۔

آپ نذرانہ میں درہم و دینار نہیں لیتے تھے البتہ تحائف قبول فرماتے تھے اور وہ بھی اسی وقت حاضرین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ نقدی وغیرہ کا یہ دستور تھا کہ امر اور رؤسا حضور پر نہ چھوڑ کر کے خیرات کر دیتے تھے۔ یہ بات آپ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ نے کبھی دست مبارک سے نقدی وغیرہ کو نہیں چھوا اور نہ اپنے پاس رکھنا غور و نوش کا کوئی انتظام کیا جس مکان میں قیام تھا وہ بھی آپ کی ذاتی ملکیت سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ بستر۔ کمر۔ فرد وغیرہ جو ضرورت کی چیزیں تھیں ان سے بھی بے پروا رہتے تھے جسکو چاہا بستر اٹھا کے دیدیا جسکو جی میں آیا فرد و کمر وغیرہ مرحمت فرمادیا کسی چیز کو اپنی راحت و آرام کے لئے مخصوص کر دینا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

ایک احرام جو جبریم اقدس پر تھا وہ بھی آپ کا نہ تھا بلکہ دوسرے شخص کا ہوتا تھا کیونکہ جو بدلوانے کی نیت سے لایا اس وقت لمبوس مبارک کو جسم سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ کر دیا۔ خواہ وہ کیسا ہی بیش قیمت و نفیس کیون نہ ہو۔ امر اور رؤسا ہمیشہ بہا تحائف بڑی بڑی قیمتی فردین جامہ و ارین اور دیگر اشیاء جو تکلفات میں مخصوص ہیں پیش کرتے تھے۔ مگر آپ نے کبھی کسی چیز کو اپنے لئے پسند نہیں فرمایا۔ البتہ چیزوں کی تقسیم سے نہایت خوش ہوتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اسکا شوق ہو۔ آپ کی خوشنودی کے لئے اکثر رؤسا و امرا تحائف پیش کرتے اور تقسیم سے لطف اٹھاتے تھے۔ یہ بات مشہور تھی کہ حضور انور کی خدمت فیض رحمت میں جو شخص جیل راہ اور خیال سے جانتا ہو اسکو وہی عطا ہوتا ہو۔

شیخ نہال لدین صاحب واریثی متوطن کمری ضلع بارہ بنگی کا بیان ہو کہ میں ایک مرتبہ بارگاہ عالی میں حاضر تھا ایک رئیس

آپ کے لئے فرد تیار کر کے لائے جو نہایت بیش قیمت تھی اور کسی طرح ایک ہزار روپیہ سے کم قیمت کی نہ تھی اُن رئیس کے خاندان کی اُسپریت تھی جس وقت رئیس موصوف نے فرد بیش کی حضور نے بہت غصے سے قبول فرمائی اور اُن کی خاطر سے اُسکو اُسی وقت اور پھر کے بیٹھ گئے۔ دو چار منٹ کے بعد وہ رئیس قدیموس ہو کے چلے گئے۔ اُن کے جاتے ہی لگا خاندان اپنے ہاتھ کی تیار کی ہوئی کچھ شیرینی لیکر حاضر ہوا آپ نے اُس کے پیش کردہ تحفہ کو قبول فرمایا اور تقسیم کرنے کا حکم دیا اور وہ فرد اُتار کر اُس خاندان کو مرحمت فرمادی۔

روزمرہ اسی قسم کے واقعات پیش آتے کرتے تھے باوجود اس بے تعلقی و بے پروائی کے کوئی سائل آپ کے دے سے خالی نہیں جاتا تھا۔ خدام اور مریدین اُسکو اس قدر دیتے تھے جو اُسکی ضرورت سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔

غربا کے ہاں جب لڑکے کی شادی وغیرہ کا وقت آتا تو وہ آستانہ عالی پر حاضر ہوتے اور عقیدت مند امرا حضور کی خوشنودی کے لئے اُن کی حاجت سے زیادہ اُن کی امداد کرتے تھے۔

خود حضور انور جیسے ستغنی المزاج اور بے پروا تھے اس میں تو ایک شان خصوصیت ہو مگر غلامان خاص کو بھی یہی ہدایت تھی اور صرف ہدایت ہی نہیں بلکہ خلاف توکل افعال پر گرفت فرماتے تھے۔ چنانچہ حافظ گلاب شاہ صاحب ارثی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یہ جو اگر وہین گذرے ہیں اور چنگے فیوض و برکات سے ایک عالم ستفیض تھا۔ علاوہ دیگر فیوض و برکات کے حافظ صاحب موصوف کا ایک ادنیٰ چشمہ فیض یہ جاری تھا کہ مریضوں کو پانی دم کر کے دیا کرتے تھے۔ جس سے خواہ کیسا ہی مریض کیون نہوا اُسکو شفا ہو جاتی تھی۔ اور دور دراز مقامات سے لوگ اس مقصد کے لئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

مولوی علی احمد خان صاحب وارثی وکیل اگر وہ ایک ثقہ و دیندار بزرگ ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ گلاب شاہ صاحب کی خدمت میں صد ہا بوڑھے بچے جو ان حاضر رہتے تھے۔ اور دم شدہ پانی سے صحت یاب ہوتے تھے صبح سے دروازہ پر مبتلائے آفات اور مریضوں کا ہجوم ہوتا تھا آٹھ دس بھشتی پانی کی مشکین لے ہوئے موجود رہتے تھے اور آٹھ دس کھار ظروف گلی کے ٹوکڑے لئے ہوئے حاضر رہتے تھے جو خوب فروخت ہوتے تھے۔

حافظ گلاب شاہ صاحب کا دم کیا ہوا پانی امراض و آفات کے لئے تیر بہد تھا۔ اُسی زمانہ میں اتفاق وقت سے صاحب کلکٹر بہادر اگر وہ کی میم صاحبہ کو دردہ شروع ہوا چار روز متواتر اسی کرب و پریشانی میں گذر گئے اور کوئی ظہور نہیں ہوا پڑے پڑے ڈاکٹر علاج و معالجہ سے عاجز آگئے کسی شخص نے صاحب موصوف سے بیان کیا کہ یہاں پر ایک درویش ہیں وہ ہر مرض کے لیے پانی دم کر کے دیتے ہیں۔ چنانچہ صاحب موصوف نے بھی پانی منگایا اور استعمال کر لیا۔ استعمال کرتے ہی سب شکایتیں رفع ہو گئیں پتہ پید ہوا اور صاحب کلکٹر کو حافظ گلاب شاہ صاحب سے عقیدت پیدا ہو گئی چنانچہ صاحب کلکٹر نے حکام بالا سے سعی و کوشش کرنے کے بعد ایک موضع کی سند جسکی آمدنی پانچ سو روپیہ سالانہ تھی۔ حافظ گلاب شاہ صاحب کی خدمت میں تحویلدار صاحب کی معرفت بھیجی جسکو اُسی وقت حافظ گلاب شاہ صاحب نے لینے میں تامل فرمایا۔ اور ایک عرضداشت دیوہ شریف میں حضور پرنور کی خدمت عالی میں ارسال کی کہ ایسا معاملہ ہو جو ارشاد عالی ہو تعمیل کی جائے آپ نے اس درخواست کو منکر فرمایا کہ گلاب شاہ کو خود ہی انکار کر دینا لازم تھا جو خدا کے کل امراض کو دور کر سکتا ہو وہ ہی بھوک اور پیاس کی زحمت کو بھی مٹا سکتا ہو جو طبع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں ہو۔

لا طبع بودن ز سلطان دامیر

ز ہر تقویٰ چیت اسے مرہ فقیر

حافظ گلاب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس ارشاد کو سنکر نہایت خائف ہوئے اور انکار کر دیا سند واپس کر دی۔ صاحب کلکڑنے حافظ صاحب کے مکان سے متصل ایک مسجد تعمیر کرا دی جو موجود ہے۔

غرض کہ توکل و استقامت کے بارہ مین آپ جس اعلیٰ پیمانہ پر خود پابند تھے اسی پیمانہ پر اپنے خاص غلاموں کو دیکھنا چاہتے تھے حالانکہ حضور انور مین یہ باتیں فطرتی طور پر تھیں۔ مگر اسی کے ساتھ دوسروں کی ضروریات کا آپ کو احساس و خیال بھی تھا۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”بڑی فقیری یہ ہو کہ ہاتھ نہ پھیلے، اسپر حاجی او گھٹ شاہ صاحب وارفی نے عرض کیا کہ اگر مانگے نہیں اور بلا مانگے کوئی دے تو کیا کرے فرمایا کہ ”دبلا مانگے دے تو لے لے“ حضور انور نے دنیا کی حالت کا احساس فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا خود اسکے پابند نہیں تھے حتیٰ کہ کبھی درہم و دینار کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔

اس ارشاد سے یہ بات صاف ظاہر ہو کہ نذرانہ وغیرہ جو بزرگان دین مین رائج ہوا اسکو جائز خیال فرماتے تھے۔ مگر خود اپنی ذات کے لیے اسکو روا نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ آپ کی نگاہ مین اصلی توحید یہ تھی کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ”توحید آج کل کے سیر ہو بھیک مانگتے ہیں بڑی چیز یہ ہو کہ مر جائے اور ہاتھ نہ پھیلے“ توحید کی قدر آجکل نہیں ہو، سچ ہے کہ

آزاد کہ ترا شناخت جان را چه کند	فرزند و عیال و خان و مان را چه کند
دیوانہ کئی ہر دو جہانش بخششی	دیوانہ تو ہر دو جہان را چه کند

حضور کی نظر کیمیا اثر مین دنیا کی نعمتوں مین سے کوئی چیز وجاہت نہیں رکھتی تھی اور ہمیشہ اسکے پابند رہے کہ اپنی زبان مبارک سے نہ پانی طلب کیا اور نہ کھانا نہ کسی ایسی چیز کی خواہش فرمائی جو روزمرہ کی ضروریات مین داخل ہیں خود ہی خدام نے وقت اور موقع کے لحاظ سے پانی یا کھانا پیش کیا تو قبول فرمایا اور نہ زبان مبارک سے کبھی کوئی چیز طلب نہیں فرمائی کسی چیز کو طلب فرمانا سوال سمجھتے تھے۔

مال دنیا ایسی چیز ہو کہ اس سے بچنا نہایت دشوار منزل ہو اس لئے آپ کے بعض خدام نے آپ کی بچھاؤ وغیرہ کاروبار جمع کیا جس حرکت پر اکثر آپ اُن کو ہدایت فرماتے اور جب وہ عذر کرتے تھے کہ ہم کوئی چیز نہیں رکھتے تو آپ یہ شعر پڑھتے تھے

گور سے کپٹ منت سے چوری	کیا ہوے اندھا کیا ہوے کوڑھی
------------------------	-----------------------------

آپ ہر ایک چیز سے مستغنی تھے اور بالکل بے پروا حتیٰ کہ اپنے راحت و آرام کے لئے بھی کسی چیز کو مخصوص نہیں فرماتے تھے۔ نہ کسی شے کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے دونوں ہاتھ جو دو وعطا کے لئے مخصوص تھے آپ کو ہر ایک چیز سے بالکل بے تعلقی تھی۔ البتہ اگر اپنی ملکیت مین کسی شے کو سمجھتے تھے تو وہ دو چیز مین تھیں ایک تو مٹی کے ڈھیلے جو طہارت کے لئے ضروری ہیں۔ دوسرے دانت صاف کرنے کی خلا لین چنانچہ بستر کے قریب یہ دونوں چیز مین چُنی ہوئی رہتی تھیں۔ اور موسم گرا مین جب استاد عالی کے باہر شب کو استراحت فرماتے تھے اور رات کو کسی حصہ مین اتفاق سے پانی برستا تھا تو آپ بستر چارہ وغیرہ کوئی چیز دست مبارک سے نہیں اٹھاتے تھے۔ سب کو بھگتا ہوا چھوڑ دیتے تھے البتہ خلا لین اور مٹی کے ڈھیلے دونوں ہاتھوں مین لے لیتے تھے اور اندر تشریف لے آتے تھے۔ گویا زندگی مین انہیں دو چیز مین کو کار آمد سمجھتے تھے۔ اور اگر آپ کی ملکیت کا کسی شے پر اطلاق ہو سکتا تھا تو وہ یہی دو چیز مین تھیں۔ غرض کہ آپ کا توکل و استغنا بھی ایک شان رکھتا ہے



جس سے ظاہر ہو کہ اصلی توکل واستغنا کیا چیز ہو اور کس قدر اہمیت رکھتا ہو۔

وَعَلَى اللَّهِ قَلْبُكَ لِكُلِّ مَعْنَى مَعْنَى (ترجمہ۔ ایمان والوں کو چاہیے کہ صرف خدا ہی پر بھروسہ کریں)  
**طریق اکل و شرب** | آپ کے توکل واستغنا کی بھی ہر بات میں جھلک نظر آتی ہو چنانچہ اکل و شرب میں بھی اس قدر استغنا و توکل تھا کہ کبھی زبان مبارک سے کوئی چیز طلب نہیں

فرماتے تھے۔ اور نہ کسی چیز کی خواہش ظاہر کرتے تھے۔ خدام خود ہی پیش کر دیتے تھے تو قبول فرما لیتے تھے کسی قسم کا کوئی انتظام کھانے وغیرہ کے متعلق یا اور کسی کام کے لئے کرنا آپ کے نزدیک خلافت توکل تھا۔

آپ آیام طفولیت سے دائم الصوم تھے آپ کی عمر شریف پچاس سال سے زائد ہو گئی جب شکوہ آبا دین مزاج مبارک ناساز ہو گیا اس علالت کے بعد آثار ضعف نمودار ہو گئے اس لئے آپ روزانہ غذائنا دل فرمانے لگے۔ مگر وہ غذا بالکل برائے نام ہوتی تھی۔

قیام دیوبہ شریف میں معمولاً سید معروف شاہ صاحب جان نثار و خدام قدیم بارگاہ عالی معہ خاصہ حاضر ہوتے تھے۔ جب دسترخوان بچھا یا جاتا تھا تو سید معروف شاہ صاحب قبلہ ہر ایک چیز کی طرف اشارہ سے بتاتے جاتے تھے کہ یہ فلان چیز ہو اور یہ فلان اور آپ سب میں سے تھوڑا تھوڑا حصہ چٹکی سے اٹھا لیتے تھے۔ ہر ایک کھانے کی مقدار اتنی قلیل ہوتی تھی جس سے یہ گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ کو کسی چیز کے ذائقہ کی خبر ہوئی کھانے میں بہت جلدی فرماتے تھے جیسے کوئی کڑوی دوا حلق سے اُتارتا ہو۔

کبھی ست نجا بنا کر بھی غذا استعمال فرماتے تھے سب چیزیں ماشون کے انداز سے اٹھا کر ایک پیالہ میں رکھ لیں اور پانی ملا کر نوش فرمایا۔ فیرنی اُلٹے چمچے سے تناول فرماتے تھے۔

مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب دارنی بہاری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ سلسلہ عین جب آپ صوبہ بہار میں تشریف لے گئے تھے اور کچھ عین قیام فرمایا تھا (اُس زمانہ میں آپ کے اکل و شرب کا یہ انداز دیکھا گیا ہے) تو حاجی محمد اسماعیل صاحب رئیس لکھنؤ کی بیوی صاحبہ جو آپ کی زمانہ وراثت کی جان نثار مرید تھیں آپ کے لئے اپنے ہاتھ سے نہایت پر تکلف اور نفیس کھانے تیار کر کے حاضر خدمت عالی کرتی تھیں۔ لیکن اُن کھانوں میں سے ذرا ذرا سا چکھ لیتے تھے اور کُل کھانے تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اور صرف دن میں ایک وقت ابالی ہوئی کھڑی جو نور محمد شاہ صاحب خدام تیار کر کے پیش کرتے تھے اسکے دو چار لقمے تناول فرماتے تھے،

حضور انور کو کھانے پینے کی چیزوں سے ایسی بے رغبتی تھی کہ لوگوں کو ہر ایک چیز کے بتانے کی ضرورت ہوتی تھی کہ یہ فلان چیز ہے چنانچہ مولوی حامد حسین صاحب قادری پھر ابونی پروفیسر برودہ کلج لکھتے ہیں کہ مجھے میرا عارف علی صاحب رضوی مقیم ریاست برودہ جو ایک ہفتاد سالہ شیعہ بزرگ ہیں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ایک مرتبہ باندہ میں تشریف لائے اور حافظ احمد خان صاحب تحصیلدار باندہ کے مکان پر قیام فرمایا۔

ڈپٹی احمد حسین صاحب شاہچھا پوری وغیرہ دیگر مغزین نے حضرت کو بھی مدعو کیا۔ تحصیلدار صاحب باندہ کے برادر عم زاد احمد حسین خان صاحب کروی (جسکو ترہوان بھی کہتے ہیں) بن تحصیلدار تھے یہ مقام کروی باندہ سے تقریباً پندرہ کوس کے فاصلہ پر ہے) انھوں نے بھی حضور کو مدعو کیا۔ کروی کے راستہ میں باندہ سے پانچ کوس پر میرا ایک موضع تھا۔ جسے کھرہہ کہتے تھے اُس زمانہ میں کروی جانے والوں کو اس گاؤں سے ہو کر جاتا پڑتا تھا۔

جب حضور انور نے باندہ سے کر دی کا قصد فرمایا تو باندہ سے مولوی سید عبدالہادی صاحب متوطن اُٹاؤنے جو بڑے عالم تھے اور میرے اُستاد تھے مجھ کو لکھا کہ حضرت آپ کے موضع سے گذرین گے ہمارے داری کا شرف حاصل کیجیے۔ چنانچہ حضرت میرے یہاں تشریف لائے اور میری دعوت قبول فرمائی اُس زمانہ میں حضرت کی دعوت میں ترکاریاں چٹنیاں اچار وغیرہ پیش ہوتے تھے گوشت پیش نہیں کیا جاتا تھا میرے یہاں کھانے میں کیت کی چٹنی بھی تھی مجھے اکثر یہ بات یاد آ جاتی ہے کہ حضرت نے کیت کی چٹنی کو چکھ کر ارشاد فرمایا کہ ”یہ کیا ہو“ میں نے کہا حضور کیت کی چٹنی ہی آپ نے فرمایا ”کیت کی بھی چٹنی بنتی ہو“ میں اس سے پہلے نہیں معلوم تھا، یہ چٹنی بہت پسند فرمائی۔ جب حضور رخصت ہوئے تو میں دو رنگ پہنچانے گیا۔ اور وقتِ واپسی بھی دعوت کے لئے عرض کیا جو حضور نے منظور فرمائی۔ حضور انور کھانے میں کسی نہ کسی چیز کی بہت تعریف فرما دیتے تھے مگر ایسی بے تعلقی تھی کہ کیت کی چٹنی کو اس قدر تعجب کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا۔

یہ خیال بالکل صحیح ہو کہ آپ نے کسی چیز کے ذائقہ سے حظ نہیں اُٹھایا آپ نے گیارہ سال کی عمر تک اپنے مکان پر کھانا تناول فرمایا اسکے بعد ہمیشہ توکل ہی پر بسر ہوئی۔

آپ پیشتر سے دعوتوں کا تعین بھی خلاف توکل تصور فرماتے تھے ہر شخص کی دعوت بخوشی تناول فرما لیتے تھے اگر کوئی ذی مقدور آپ کے لئے ہونگلف اور نفیس کھانا حاضر کرتا اور کوئی غریب اپنا سادہ کھانا وال دلیے کی قسم سے پیش کرتا تھا تو آپ دونوں کے پیش کردہ طعام کی برابر قدر فرماتے تھے کبھی کسی کو اس بات کی ذرہ برابر شکایت پیدا نہیں ہوئی کہ ہماری چیز کی کم قدر ہوئی۔ دونوں اپنی اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتے تھے۔

مولوی حسین علی صاحب آداب وارفی زمیندار سادہ موصول بارہ بنگلی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عشرہ محرم میں حضور انور ردولی شریف میں قاضی منظر الحق صاحب کے مکان پر قیام پذیر تھے میں تعزینوں کے دفن ہونے کے بعد مکان پر آیا تو میں نے اپنی لڑکی سے کہا کہ حضور پر نور کے لئے حلوائیاں کر دو مگر حضرت اقدس با دام بالکل استعمال نہیں فرماتے با دام نہ ڈالنا۔ اُس نے فوراً تیار کر دیا جب میں لیکر چلا تو لڑکی نے ہنس کر کہا کہ آپ کے لئے تو جاتے ہیں حضرت نوش فرمائیں جب بات ہو۔

میں حاضر خدمت عالی ہوا اور وہ حلوائے کا برتن پیش کیا تو آپ نے نور محمد شاہ خادم سے فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دو مجھے اس ارشاد پر ہنسی آگئی۔ حضور انور نے فرمایا کہ کیسے ہنسے تو میں نے عرض کیا کہ چلتے وقت میری لڑکی نے کہا تھا کہ لئے تو جاتے ہو حضرت نوش فرمائیں تب بات ہو۔ یہ شکر فرمایا کہ ”ہم کھاہیں گے“ چنانچہ فوراً خادم نے پانی حاضر کیا آپ نے تین مرتبہ انگشت مبارک سے اٹھا کر نوش فرمایا میں نے عرض کیا کہ حضور سب اب خاطر ہو گئی یہ خلاف مزاج مبارک ہو۔ پھر حضور نے تقسیم کا حکم دیا غرض کہ حضور انور کو کسی شے سے رغبت نہ تھی۔ آخر زمانہ میں جب دیوہ شریف کو حضور کے مستقل قیام کی عزت نصیب ہوئی ہو تو شاہ فضل حسین صاحب وارفی سجادہ نشین شاہ ولایت اور سید معروف شاہ صاحب وارفی کے علاوہ اکثر اہل علم نے حضور انور اور نیز مہانوں کے لئے اپنی طرف سے کھانے کے انتظامات کئے تھے۔ چنانچہ روزانہ حضور کی خدمت عالی میں متعدد سینیان کھانوں کی پیش ہوتی تھیں مگر آپ کی خوراک ایک وقت میں ایک تولہ سے زائد نہ تھی اور آخر زمانہ میں دونوں وقت میں ایک تولہ کی مقدار رہ گئی تھی۔ جس سے ظاہر ہو کہ آپ کی بالکل رومانی زندگی تھی۔ غذا وغیرہ بالکل برائے نام تھی۔ ہر وقت کا پانی آپ نے کبھی

استعمال نہیں فرمایا۔ البتہ شورے سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی استعمال فرمایا ہو۔

آپ اپنے لئے کبھی کوئی چیز طلب نہیں فرماتے تھے البتہ مہانوں کے لئے ارشاد فرماتے تھے کہ ان کو کھانا کھلا دو اور جب تک مہانوں کو کھانا نہیں پہنچ جاتا تھا خود تناول نہیں فرماتے تھے راقم الحروف نے حضور انور کے خدام عالی مقام اور جان نثاران قدیم سے اس بات کی تحقیق کی کہ حضور انور کو کھانوں میں کونسی شے زیادہ مرغوب تھی تو ان سے مختلف باتیں معلوم ہوئیں کسی نے کہا کہ شیر برنج پسند فرماتے تھے کسی نے بیان کیا کہ وہی اور خشک زیادہ مرغوب تھا۔ کسی نے شامی کباب بتائے کسی نے ساگ پڑی ہوئی وال کسی نے خرفہ اور تھوے کا ساگ بنایا غرض کہ مختلف بیانات پائے گئے۔ چلے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ کونسی چیز خاص طور پر مرغوب طبع لطیف تھی۔ بلکہ یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ درحقیقت کوئی چیز آپ کو پسند نہ تھی شہر شخص نے اپنے خیال سے ایک ایک چیز تجویز کر لی تھی۔

بات یہ ہو کہ جو شخص جس چیز کو حضور کے لئے لایا اسی پر انظار پسندیدگی فرمایا خود کسی چیز کی جانب رغبت نہیں تھی اور نہ کسی چیز سے کراہت تھی۔ آپ لحم البقر استعمال نہیں فرماتے تھے مگر جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کی تقلید میں آپ کے فقرا بھی اس کو چھوڑتے جاتے ہیں تو آپ نے صرف ایک مرتبہ گائے کے کباب کو انگلی سے چکھا ہوتا کہ ایک جائز چیز سے متغیر نہ پیدا ہو جائے۔

البتہ آپ نے مچھلی کبھی نہیں تناول فرمائی اور نہ کبھی اسکی وجہ بتائی جس مکان میں آپ کے لئے کھانا تیار ہوتا تھا اس میں بھی مچھلی نہیں پکتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے ناواقفیت سے وہاں مچھلی پکائی تو چھپر میں آگ لگ گئی جس سے ظاہر ہوا کہ حضور کے واسطے جہان کھانا تیار ہو وہاں مچھلی نہیں پکینی چاہیے۔ چنانچہ دعوتوں میں بھی لوگ حضور کے لئے مچھلی نہیں پیش کرتے تھے۔ بعد تناول طعام آپ کو ظلال فرمانے کی عادت تھی اب آخر عمر میں ایک دانت بھی نہیں رہا تھا مگر حسب عادت ظلال ضرور فرماتے تھے بلکہ ظلالین ہر وقت پاس رہتی تھیں۔ عمر بھر توکل پر بسر ہوئی۔ امر اغرا جو دعوت کی استدعا کرتے آپ خوشی سے منظور فرماتے تھے البتہ جنکے ذرائع معاش ناجائز ہوتے تھے ان کے یہاں کے کھانے سے احتیاط فرماتے تھے۔ یہ بات مشہور تھی اسلئے ایسے کسی شخص کو عرض کرنے کی مجرات بھی نہ ہوتی تھی۔ ناجائز تو ناجائز ہے ہی اگر نارضا مندی یا نا اتفاقی کی دعوت ہوتی تھی تو آپ اس سے بھی احتراز فرماتے تھے۔ مولوی رونق علی صاحب وارفی الرزاقی لکھتے ہیں کہ میرے خاندان میں ایک بیوی صاحبہ حضور سے ارادت رکھتی تھیں مگر انکے شوہر کو حضور سے بیعت نہ تھی۔ ان بیوی صاحبہ کو ترکہ پدیری میں کچھ جائداد ملی تھی انھوں نے حضرت کی دعوت کا اہتمام کیا مگر ان کے شوہر مصارت کی زیادتی کے باعث انکے ہنجیال تھے ان بیوی صاحبہ نے بغیر رضا مندی اپنے شوہر کے اپنی جائداد کے زعم میں حضور کی خدمت عالی میں دعوت کے لئے عرض کیا آپ نے بسم سے ارشاد فرمایا کہ ”پہلے میان بیوی صلح کرلو“ وہ ساکت ہو گئیں کچھ عرصہ کے بعد خود انکے شوہر صاحب نے بخلاص و محبت آپ کی دعوت کا اہتمام کیا تو آپ نے بطیب خاطر قبول فرمائی۔

تناول طعام کے وقت فرق اقدس کو تہ بند کے دامن سے ڈھانک لیتے تھے سر مبارک کھول کر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے کھاتے وقت شست اگر دون ہوتی تھی اور بعد تناول طعام استنجہ کے لئے تشریف لیجانا معمول میں داخل تھا۔ کھانے کے بعد دن میں قیلولہ اور شب میں چہل قدمی فرمایا کرتے تھے۔

لباس | بچپن سے آپ بخند دارا چکن غرارہ دار پا جامہ دو بلڑی یا یکا دار ٹوپی اور سلیم شاہی جوتے

پہنتے تھے جو شرفائے اودھ کا قدیمی لباس ہی۔

مگر ۱۵ سال کی عمر شریف میں جب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے توج کے بعد آپ نے احرام شریف نہیں اتارا اور یہ دربار خداوندی کا لباس ہمیشہ کے لئے زیب جسم فرالیا۔ اور اسی مقدس لباس کو زیب جسم فرمائے کہوئے ہندوستان تشریف لائے۔

آپ سے پیشتر ہندوستان میں کسی درویش نے لباس میں یہ سادگی اور یکسانی اختیار نہیں کی تھی کہ ایک ہی کپڑا تمام بدن کے لئے کافی ہو۔ اور لباس میں بھی شان عشق اور رنگ توحید کی نکھری ہوئی جھلک نظر آئے۔ یہ سادہ اور بے تکلف لباس بھی جسم لطیف پر نہایت محبوب نظر آتا تھا دیگر اوصاف کی طرح جامہ زیبی

میں بھی آپ فرد تھے حسرت موہانیؒ جامہ زیبی نہ پوچھیے اُن کی جو بگڑنے میں بھی سسور جائیں حضور انور کو قدیم طرز کے رنگ نہایت مرغوب تھے زرد رنگ کا احرام زیادہ استعمال فرماتے تھے۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی اپنے جد امجد مولوی شیخ قدیر علی صاحب مرحوم مغفور کی روایت سے لکھتے ہیں کہ جب حضور پُر نور پہلی مرتبہ پیچھے پور تشریف لائے ہیں تو یہ دیکھا گیا ہو کہ اس وقت زرد ہار سنگھارا ورثن کے پھولوں کا یا بول کی چھال کا رنگ زیادہ استعمال میں آتا تھا مگر ان مختلف رنگوں کی بھی کوئی قید نہ تھی جو جس رنگ کا تہ بند لایا اسکو بخوشی زیب جسم فرمالیتے تھے۔ زرد رنگ اور ماشی رنگ کی نسبت لوگوں کا خیال تو کزیادہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضور انور کے ملبوس مبارک کی جو رنگت بھی ہوتی تھی وہ جسم لطیف پر نہایت خوشنما ہو جاتی تھی۔ وہ جامہ زیبی وہ پیار سی پچھن وہ لباس طہر کی بھینی بھینی خوشبو ایسی عجیب کیفیت پیدا کرتی تھی کہ دل بے قرار ہو جاتا اور بیجا شہزادان سے نکل جاتا تھا۔

چشم پیدا کن کہ بینی آشکارا و نہان در لباس گلر خان رنگ نبی بوسے علیؐ کہتے ہیں کہ بزرگان دین کی پرستش بعد وصال زیادہ ہوتی ہو مگر آپ کی حیات ظاہری بھی عجیب تھی بے شمار مخلوق خدا امتیں اور مرادین مانگتی تھی کہ اگر ہمارا فلان کام ہو گیا تو ہم احرام شریف لیکر آستانہ عالی پر حاضر ہو گئے۔ چنانچہ وابستگان دامن دولت اپنی مشیت کے موافق نہایت جلوبس کے ساتھ اس مقدس لباس کو لاتے تھے۔ ایک بڑی سینی میں شیرینی کے ساتھ احرام شریف رکھا جاتا تھا شربت کی گاجر میں ہمارا ہوتی تھیں گلاب ہاشمی ہوتی جاتی تھی تو ان کی ٹولیان راستہ بھر فحشہ سرائی کرتی جاتی تھی۔ خلاصہ یہ ہو کہ جو حرکت واحتشام اور اسوقت کا جوش و خروش ہوتا تھا وہ بیان سے باہر ہو اور جو بھجالی و بکرنگی اتحاد قلبی و انوار وحدت عام طور پر دونوں میں جاگزین ہوتے تھے انکی تصویر الفاظ میں کھینچ کر دکھانا ناممکن ہو۔

(فروع شاہجہا پوری)

احرام کی بہار وہ ہر رنگ کی بھین روشن ہے بوسے پاک سے ہر بزم و انجمن مثل شجاع ہر چمکتا ہے سب بدن خوش رنگ جس طرح سے چمن میں گل چمن

نہایت ہے جسکی وہ گل روئے سید ہے باغ جہان میں مرج ہر نیک و بد یہ ہے



وہ بھڑک رہی ہے ورنہ دولت پہ ہر گھڑی  
چُپ ہے کھڑا ستون بھی لئے ہاتھ میں چھڑی

یون قریون کا عشق ہے اُس سرو باغ پر  
گرتے ہیں جس طرح سے پتنگے چراغ پر

آپ احرام شریف زیب جسم فرمانے کے بعد کترے ہوئے لباس کو ہمیشہ کے لئے علیحدہ فرما دیتے تھے جس میں سے نصف لانے والے کو اور نصف دیگر مستحقین کو مل جانا تھا اور اسکے حصول کی ایک خاص سرت ہوتی تھی اور اُسکا ایک ایک تار تبرکات تقسیم ہو جاتا تھا۔

جس قدر یہ لباس اپنی شان و عظمت میں تقدس و برتری رکھتا ہو اسی طرح حضور انور کی نگاہ میں اسکی اہمیت بھی تھی۔ چنانچہ آپ جن طالبان الہی کو یہ متبرک لباس عطا فرماتے تھے انکو اس کے ظاہری و باطنی آداب بھی تعلیم فرماتے تھے۔ جو برائے خاص سخت مجاہدے تھے۔ جنکے آپ خود پابند تھے۔ مثلاً سوائے زمین کی نشست کے چارپائی تخت کرسی وغیرہ کی نشست سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرنی۔ سفر میں سوائے چار زاور ریل کے کسی جاندار سواری پر سوار نہ ہون۔ اور اگرچہ آپ نے بعض حالتوں میں خاص وجوہ سے محدودے چند فقر کو معمولی سوار یون کی اجازت بھی دی ہو مگر یہ حکم عام نہ تھا جُز اہلین اور جو تھے وغیرہ پہننے کی قطعی ممانعت تھی۔ صراحتہ یا کنائیہ سوال سے بھی نہایت پابندی کے ساتھ محترز رہنے کی ہدایت اور بے لاگ اور بے غرض رہنے کی تعلیم تھی۔ تسلیم و رضا۔ توکل و استقنا۔ زہد و ریاضت اس جامہ متبرک کا حقیقی لباس ہے وَلِبَاسٌ لِّتَقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ آپ اکثر طالب حق کو یہ لباس مرحمت فرماتے وقت ارشاد فرماتے تھے کہ دلو یہی لباس زندگی ہے اور یہی کفن ہے،

جس سے ظاہر ہے کہ گویا اپنی ہستی کو مٹا دینے کی طرف اشارہ ہو چنانچہ آپ کے فقر اسی لباس میں دفن بھی کئے جاتے ہیں۔ اور جو باطنی تعلیمات اس لباس سے متعلق ہوتی تھیں وہ عام نہ تھیں جو تحریک میں آسکیں۔ بہ اعتبار ظاہر بھی اس لباس کا استعمال ایک امر دشوار ہے کہ عامی عیش و تنعم کے اسباب کو خیر باد کہنا پڑتا ہے اور اگر اس ارشاد کی تعمیل میں ثابت قدمی ہو کہ مدد لوی کفن ہے، تو طالب حق کے لئے یہ مجاہدہ کوئی معمولی مجاہدہ نہیں ہو آپ واحد میں اور سے اور حالت پیدا کرنے میں کافی سے زیادہ موثر ہو۔ آپ بہ نفس نفیس اس مقدس میں اُن قیود کے بدرجہ اتم پابند تھے جہاں گاہ الہی میں اس لباس کو پہن لینے کے بعد ہر حاجی پر فرض ہو جاتا کہ سرخ اور سیاہ اور سفید رنگ آپ نے کبھی استعمال نہیں فرمایا نہ دو شالہ وغیرہ آپ کے استعمال میں آیا خالص ریشم کا نہ بند بھی آپ نے نہیں پہنا البتہ ٹسرکائے بند زیب جسم فرمایا ہو۔ کچھ رنگ کو استعمال نہیں فرماتے تھے پختہ رنگ مرغوب خاطر اقدس تھا۔

نفیس فردین جامہ وارین قبول فرمالیتے تھے مگر برتنے نہیں تھے کسی نہ کسی کو مرحمت فرما دیتے تھے البتہ مکمل حقوق سے اوڑھتے تھے۔ آپ کی وضعداری خاص طور پر مشہور تھی کہ جو بات آپ سے ظہور میں آتی ہو وہ مستقل ہوتی ہو۔ آپ کا جو طریقہ اکل و شرب اور جو لباس تھا اُس میں بھی وضعداری کی پوری شان تھی جو بات وضع میں داخل ہو گئی وہ اُسی حالت میں رہی اُس میں کوئی تغیر نہوا۔

## پابندے وضع

وضع کی پابندی جیسی حضور انور کی ذات محمود الصفات میں دیکھی گئی ہے وہ دیدہ نہ شنیدہ جس سے ظاہر ہو کہ مزاج عالی میں اعلیٰ درجہ کا استقلال اور یک رنگی تھی۔ حقیقتہً وضع داری و استقلال خاص جوہرین جو مردان خدا ہی میں کمال کے ساتھ ہوتے ہیں ہر شخص انکا پابند نہیں ہو سکتا۔

آپ کی دیگر صفات کی طرح آپ کی با وضعی بھی ضرب النثل ہو جو بات ابتدا میں آپ سے سرزد ہو گئی وہ گویا وضع میں داخل ہوئی ممکن نہیں کہ کسی حالت میں اس میں تغیر و تبدل ہو سکے۔ جس شخص کے مکان میں حضور انور پہلے پہل مقیم ہوتے تھے بس ہمیشہ کے لئے اسی مکان کو حضور کے قیام کا شرف حاصل رہتا تھا۔ کبھی اس میں تبدیلی نہیں ہوتی تھی بڑے بڑے امراء و روساء التجا کرتے تھے مگر آپ غریب میزبان کی دلشکنی گوارا نہیں فرماتے تھے۔

اب آخر زمانہ میں جب کہ بسبب ضعف و نقاہت آپ سفر نہیں فرماتے تھے اور آپ کے متمول مریدین و معتقدین حضور کو خود جا کے لاتے تھے تو بھی آپ ان کے مکان پر قیام نہیں فرماتے تھے۔ اُس شہر میں جہاں پہلی مرتبہ اقامت فرمائی تھی وہیں قیام فرماتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ جس شہر یا قصبہ وغیرہ میں جس راستہ سے پہلی مرتبہ تشریف لیجاتے بس وہی راستہ ہمیشہ کے لئے مخصوص ہو جاتا تھا۔ ہرگز اُس راستہ کو نہیں بدلتے تھے اگر دائرہ میں کی کثرت یا آپ کے استغراق و محویت کے باعث راستہ بد لجاتا تھا تو یاد آتے ہی پلٹ آتے اور اسی قدیم راستہ سے مسافت طے فرماتے اور ارشاد فرماتے تھے کہ ”دھارا قدیم راستہ وہی ہے“ گویا راستہ سے بھی آپ کو خاص اُتس ہو جاتا تھا۔

اٹھائے راہ میں ابتدا میں جس جگہ آپ نے سکون لیا پھر جب کبھی اُس راستہ سے تشریف لائے تو وہی جگہ سکون کے لئے مخصوص ہوئی آپ کا استقلال ہر کام میں بدرجہ کمال تھا۔ جس قسم کی جو بات حضور کی وضع میں داخل تھی وہ نہایت پختگی کے ساتھ تھی۔

مولوی رونق علی صاحب وارفی الرزاقی تحریر فرماتے ہیں کہ موضع گورہ ضلع بارہ بنکی میں (جو دیوہ شریف سے جانب شمال واقع ہے) آپ جب اجدا میں تشریف لے گئے تھے تو راستہ میں ایک باغ تھا۔ حسین آپ نے ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمایا تھا۔ پندرہ سولہ سال کے بعد جب پھر موضع مذکور کو حضور نے اپنے قدم میمنت لزوم سے شرف بخشا تو صنعت کے باعث بالکل میں تشریف رکھتے تھے اور یہاں زمانہ کے انقلاب نے اُس باغ کا نشان بھی مٹا دیا تھا لیکن جو وقت اُس مقام پر پا لگی ہو چکی جہاں وہ باغ تھا تو آپ نے فوراً بالکل کو ادی اور اُس میں سے اتر کر اُسی مقام پر پہنچے جہاں زیر درخت آرام فرمایا تھا۔

اور پھر ایون سے ارشاد فرمایا کہ جب ہم پہلی مرتبہ اس راہ سے گزرے ہیں تو یہاں ایک سایہ دار درخت تھا جو بہت اچھا تھا، تھوڑی دیر وہاں سکون فرمانے کے بعد آپ بالکل میں سوار ہوئے۔

آپ جس مکان میں یا جس قطعہ زمین میں جس سمت کو رخ کر کے پہلی مرتبہ بیٹھے اُسے استراحت فرمائی اسی طرح ہمیشہ عمل درآمد رہا اور ایک ہی وضع قائم رہی کبھی اُس میں تغیر و تبدل نہیں فرمایا۔

جناب مولانا مولوی حاجی عابد حسین صاحب نقیوری جو فی زمانہ اودھ میں مشہور و معروف بزرگ ہیں

(اپنے پیرو مرشد برحق مولانا شاہ نذیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اکثر آیا کرتے تھے اور بعد وصال جناب ممدوح الشان بھی اپنی وضع پر قائم رہے) تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت مولانا و مرشدنا (شاہ نذیر علی صاحب) کے حصول قد مبہوسی سے بہت قبل حالت طفولیت سے مجھے جناب حاجی صاحب قبلہ کی زیارت کا اکثر موقعوں پر اتفاق ہوا۔ لیکن اسوقت سے رحلت کے وقت تک میں نے انکو ایک ہی حال پر پایا کبھی کوئی تغیر نہیں دیکھا اور نہ کبھی کوئی خواہش دیکھی۔“

اس سے ظاہر ہو کہ دیگر سلاسل کے محترم بزرگوں نے بھی حضور انور کی پابندی وضع پر غور کیا ہو۔ حقیقت یہ ہو کہ آپ کی پاسداری وضع میں بھی رنگ وحدت تھا کہ جو بات تھی وہ ایک حالت پر تھی اُس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا لباس طریقہ اکل وشرب نشست واستراحت عادات وصفات سب میں پابندئے وضع کا ظہور تھا۔ آپ کی ومننداری بھی ایک خاص شان رکھتی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ آپ کی ذات محمودالصفات میں جو بات تھی وہ استقلال و پختگی کی ایک بقیہ مثال تھی۔

## نشست واستراحت

حضور کی نشست واستراحت میں بھی اسقدر وضعداری تھی کہ ہمیشہ ایک ہی حالت قائم رہی آپ کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ بعد تناول طعام صرف دو سکند کے لئے

بائیں کروٹ پر استراحت فرماتے تھے۔ اور دو سکند کے بعد سیدھی کروٹ بدل لیتے تھے اور ہمیشہ اسی کروٹ سے رہتے تھے۔ چت ہو کر آپ نے عمر بھر آرام نہیں فرمایا تھی کہ تناول طعام کے بعد جب دو سکند کے لئے آپ بائیں پہلو پر لیٹتے اور فوراً ہی کروٹ بدل لیتے تھے تو چونکہ چت ہونا منظور نہ تھا اس لئے بیٹھ کر کروٹ بدلنے کا دستور تھا۔

حالانکہ صرف ایک ہی کروٹ میں رہنے کے باعث حضور کے سیدھی جانب کے کولے میں زخم بھی ہو گیا تھا۔ یہ بات مشہور ہے کہ حضور انور نے تمام زندگی ایک ہی کروٹ میں بسر فرمائی۔ آپ نے کبھی تکیہ سرہانے نہیں رکھا نہ دیر پر تکیہ رکھ کر نشست فرمائی ہمیشہ ہاتھ کا تکیہ رہتا تھا ایک مرتبہ مولوی احمد حسین صاحب رئیس رہبرہ مؤصلع بارہ بنگلی نے حضور کے بہترین دوست کے رکھ کر لپیٹ دئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہم تکیہ کو پسند نہیں کرتے۔“

آپ پیرانہ سالی میں جبکہ قوائے جسمانی میں نہایت ضعف آگیا تھا اور نشست وبرخاست میں ضعف کے باعث تکلف ہوتا تھا تو خدام کوئی کپڑا سہارے کے لئے سرہانے رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ کی نشست کا بھی ہمیشہ وہ انداز رہا جس میں تکیہ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

آپ تین طرح کی نشست فرماتے تھے تناول طعام کے وقت خصوصیت کے ساتھ اُگڑون نشست ہوتی تھی۔ اور اسی نشست سے زیادہ تر بیٹھنے کی عادت تھی اُگڑون بیٹھنے میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھے رہتے تھے یہ خاص صورت نشست کی تھی کبھی دو زانو اور کبھی یک زانو بھی نشست فرماتے تھے۔

آپ کی نشست کا کچھ ایسا انداز تھا کہ صاف طور پر حضور انور کے اعضائے لطیف العن اور لام اورہ کی شکل پیدا کرتے تھے جس سے لفظ اللہ صاف پڑھنے میں آتا تھا حتیٰ کہ دست راست کی مٹھی بند رہتی تھی جوہ کی شکل ظاہر کرتی تھی گویا نشست بھی علی طور پر یاد آتی سے خالی نہ تھی اور استراحت میں سر اقدس یسم کی شکل پیدا کرنا تھا اور دست مبارک کا تاکید کی صورت میں ہوتا تھا اور کمر شریف کسی قدر خم ہوتی تھی جو یم کمر بن جاتی تھی اور پائے مبارک دال کی شکل میں ہوتے تھے اس طرح لفظ محمد بے تکلف پڑھا جاتا تھا۔

اکثر بزرگوں نے ایک ہی طرز میں ان مقدس لفاظ کو مطالعہ کیا ہے اور نشست و استراحت میں لفظ اللہ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنا اور گویا بیٹھے بیٹھے انداز عاشقی اور استراحت میں شان محبوبی جلوہ گر تھی۔ زانو پر زانو کھکھریا چار زانو ہو کر کبھی نشست نہیں فرمائی۔ آپ کی نشست کا کچھ ایسا دل فریب انداز تھا کہ دیکھنے والوں کی طبیعت نہیں بھرتی تھی جی چاہتا تھا کہ بیٹھے ہوئے دیکھتے ہی رہیں۔

غرض کہ خداوند کریم اپنے جن مقبول اور برگزیدہ بندوں کو اپنی قدرت کا ملکہ کا نمونہ بنا کر دنیا میں بھیجتا ہے ان کی ہر ایک ادا محبوب ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں میں بھی آفتاب تھے جسکے نظارہ سے خلقِ ادم علیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منظر پیش نظر ہو جاتا تھا۔ (اندھ حضرت موبانی۔)

وہ روئے زیبا ہو جانِ خوبی یا عکسِ مے سے شیشہ گلابی	ہیں وصف جسکے سارے کتابی پھرتی ہو اب تک دل کی نظر میں یا رمن با کمالِ رعنائی شد چو صبحِ نظارہ دامنگیر از تقاضاے حُب جلوہ گرمی	پیرا ہن اُس کا ہے سادہ رنگین کیفیت اُن کی وہ نیم خوابی خود تماشا و خود تماشا ئی گشت مطلق بدام قید اسیر آمد اندر حصارِ شیشہ پرمی
---	--	---

## سراپاے مبارک

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کے اعتبار سے بھی سراپا انتخاب تھے جس میں دست قدرت نے حسن و خوبی کے ایسے چار چاند لگائے تھے کہ دیکھنے والے انور الہی کا مشاہدہ کرتے تھے۔ اور زبانِ قلب کلامِ الہی سے اس حسن و دل افروزی کی داد دیتی تھی۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا) تمام جسمِ اطہر کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ چہرہ انور کا گندمی سُرخ مائل رنگ نہایت دل فریب تھا۔ جس میں وہ چمک اور روشنی تھی کہ اُس سے انسان حیرت زدہ و ششدر ہو جاتا تھا اور غیبِ حسن سے نظر جاکر دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی تھی۔

قندیلِ ماہِ آئینہ ہر لعلِ برق	اک عکس ہے یہ آئینہ سُرخ کی تاب کا
-------------------------------	-----------------------------------

حضور کا چہرہ انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں و جہہ و خوبصورت تھا اس طرح اس میں کبھی شش حسن و رفیعہ و شفیقہ کر لینے کی قوتِ جاذبہ بھی کمال کے ساتھ تھی جس سے مخلوقِ الہی پر وانہ و ارشع جہاں پر نثار ہوتی تھی اور سُرخ پیر نور کو دیکھ کر یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی تھی کہ آپ خاندانِ رسالت کے چشم و چراغ ہیں آپ کے جمالِ عظیم المثال نے بھی آفتابِ رسالت سے کسبِ نیا کیا ہے اور یہ وہ آفتاب نہیں جو غروب ہونے والا ہو۔

بصورتِ تو نگارے د آفریدِ خدا	ترا کشیدہ و دستِ از قلم کشیدِ خدا
------------------------------	-----------------------------------

چہرہ انور کا رنگ اکثر متغیر رہتا تھا کبھی سُرخ اور کبھی سفید ہو جاتا تھا اور بعض اوقات اُس میں ماہتاب کی طرح چمک پیدا ہو جاتی تھی جس سے نظر بھر کے دیکھنا مشکل تھا حالانکہ آپ کے چہرہ انور کی گندمی رنگت تھی ایک خاص بات یہ تھی جس کو بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک چہرہ انور سے چادر نہیں ہٹاتے تھے جب تک اندر رہی اندر رخصتے مبارک کو دھوئیں لیتے تھے۔ چنانچہ سید معروف شاہ صاحب نے حسن اتفاق سے حضور انور کے بغیر دھوئے ہوئے چہرہ مبارک کی زیارت کی ہو ان کا بیان ہے کہ آفتاب کی طرح تھی جس سے نگاہوں میں خیرگی پیدا ہوتی تھی۔ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب داری لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حکیم ضمیر احمد صاحب پچھراپوٹی کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی ہے وہ چہرہ انور میں میر منور کی چمک دیکھ کر ششدر ہو گئے تھے۔

قاضی محمد الیاس صاحب درٹی غازی پوری لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر تھا شیب کا



وقت تھا۔ بچے ہونگے چراغ روشن تھا اتفاق سے گل ہو گیا میں نے اس تاریکی میں حضور انور کی ایسی روشنی دیکھی کہ خدا علیم ہو وہ قابل تحریر نہیں ہو اور نہ ظاہر کرنے کی بات ہو میں اس خیال میں ایک گھنٹہ تک حیرت زدہ رہا حضور انور کے چہرہ انور میں جو روشنی اور حسن و لہریب تھا اس کے کچھ دیکھ ہی لوگ جانتے ہیں جن پر ان مقدس انوار کا انکشاف ہوا ہو۔ تمام جسم خدائے نور کے سانچے میں ڈھالا تھا حضور انور کا قدیر عنا کسی قدر لمبا مگر نہایت موزون تھا۔ جسم اطہر متوسط تھا نہ موٹا نہ دُبلّا مگر کثرت ریاضت شاقہ کے باعث نہایت نحیف و ناتوان ہو رہا تھا اور مور و فضال خداوندی تھا جیسا کہ کلام پاک میں وارد ہے۔

وَكُرِّدُ اَنْ نَمْسُ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتَفْعُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اٰيَةً وَنَجْعَلَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ  
اور ہمارا منشا یہ تھا کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے گئے تھے اُنہیں احسان کریں اور اُنکو سردار بنائیں اور اُنکو وارث ٹھرائیں  
فرق مقدس بڑا اور گول تھا جس سے سرداری نمایان تھی اور آپ کی بلندی مرتبت پر دلالت کرتا تھا۔ آپ کے سر مبارک میں یہ بات عام طور پر مشاہدہ کی گئی ہو کہ اپنے جد امجد حضور سرور عالم خضر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ و اہلہ وسلم کے فرق اقدس کی طرح سب سے بلند رہتا تھا ہزاروں شخصوں کے جمع میں آپ ہی کا سر مبارک سب سے اونچا اور چارہٹا تھا سر مبارک پر گھونگر والے بال تھے جو سنت نبوی کریم علیہ التبیۃ و التسلیم کے موافق تابہ دوش یا تابنا گوش ہتے تھے یہی سبب تھا جو دلفون کو ٹھے بڑھائے ہوئے کہ آج سارے زمانے پہ ہیں وہ چھائے ہوئے پیشانی مبارک فراخ و کشادہ اور انوار خداوندی سے نور علی نور تھی

اے صبح سعادت بزجبین تو ہویدا | امین حسن چشمن ست تبارک و تعالیٰ  
بھوپن کسی قدر دراز اور محراب دار تھیں بلکین جھکی ہوئی تھیں آنکھیں بڑی بڑی جا پرور شرر لگین تھیں جو خدا بینی کے لئے وقف تھیں اور ہمیشہ بچی رہتی تھیں آنکھ اٹھا کر کسی کو دیکھنے کی عادت نہ تھی اگر حسن اتفاق سے کسی کی جانب نگاہ اٹھ جاتی تو وہ مدہوش ہو جاتا اور زبان حال سے عرض کرتا تھا  
دُر دیدہ فلندے بمن اذ ناز لگا ہے | قربان لگا ہے تو شوم باز لگا ہے

حضور کے جمال عظیم المثال کے روبرو زائرین کے حواس بجا نہیں رہتے تھے اور اسکا تجربہ صرف مریدین ہی کو نہیں ہے بلکہ دیگر اصحاب کو بھی ہوا ہو۔  
مولانا محمد ناظم علی صاحب فضل نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مجھ کو بچپن سے لیکر نازان شباب بارہا خدمت عالی میں حاضری کی نوبت آئی لیکن نہ ہوش تھا نہ تمیز اور نہ یاد ہو کہ کیا کیا واقعات پیش آئے سو اس کے سامنے جا کر از خود رفتہ ہو جاتا تھا لیکن خدمت عالی میں حاضری کا بہت شوق تھا حاجی صاحب قبلہ کے جمال علی الخصوص آنکھوں پر مجھے زیادہ قریب لگی تھی

چہرہ انور کی طرح آپ کی چشمان مبارک کو بھی نظر جفا کے دیکھنے کی کسی کو تاب نہیں تھی حضور انور کی آنکھیں جس قدر خوشنما اور حسن بین بھری ہوئی تھیں اُسی طرح ناظرین بھی کشش مقناطیس کو مات کرتی تھیں۔  
جان نثار و ن کا ہر وقت جمع رہتا تھا جس سے عجیب دل آویز منظر پیش نظر ہوتا اور بیساختہ زبان سے نکل جاتا تھا کہ (حضرت شفیق)

کعبہ و بیتخانہ والے آ کے قابو میں ترے | سر بسجود رہتے ہیں محراب ابرو میں ترے

بینی مبارک کسب قدر ملی ہوئی اور اونچی تھی۔ وہیں مبارک متوسط تھا نہ زیادہ کشادہ نہ تنگ دونوں لب گلاب کی سی شکھریان۔ دندان مبارک نہایت صاف و شفاف نہ چھوٹے نہ بڑے موتیوں کی سی لڑی معلوم ہوتے تھے۔ (جناب اسحق مرحوم دارشی)

دیتے ہیں آپ کے دندان مبارک سے مثال سبک گوہر کی کمان جا کے لڑی ہے تقدیر خط لطیف بھرا ہوا تھا۔ ریش مبارک گنجان اور ایک مشت لابی تھی جو زیر چہرہ نورانی عجیب نظارہ حسن پیش کرتی تھی جس سے رُحپ جمال کے علاوہ حضور انور کے مقدس در بزرگتر شرف و اقتدار پر جان نثاری کی اُمنگ پیدا ہوتی تھی اور زبان و دل تصدیق کے ساتھ قرار کرتے تھے کہ ای بادشاہ حسن تو شمع عالم افروز ہے تو آفتاب نمرؤز ہے۔ تیرے مقدس در بزرگ چہرہ بین یوسف طیبہ کے حسن دلکش کی جھلک ہے۔

تیرے شرف پہ عزم قسم کا کئے ہوئے پھرتی ہے رحل ہاتھ بین قرآن لئے ہوئے گردن نہایت خوشنما اور اونچی تھی دونوں شانے گول اور ہاتھ لابی تھے دونوں ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی انگلیاں لمبی پتلی نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے مزین تھیں۔ ناخن پاک ہلال نو کا منظر دکھاتے تھے۔ دونوں ہاتھ دستگیرئے خلق کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے جن سے بھولے پل اللہ فوق آید گیہم عقدہ کشائے وجود و عطا کی نسبت جاری تھی۔ دونوں کھایوں میں شان ید اللہ نمایان تھی دست و بازو کی قوت کاملہ کو دیکھ کر آپ کے جد اعلیٰ قوت بازوئے رسول خدا جناب علی مرتضیٰ کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ آفرین بردست و بر بازوئے تو سیدہ صافی آئینہ کی طرح صاف تھا حسین اسرار خداوندی محفوظ تھے۔ (شہید امیان و ارشی لکھنوی)

سینہ پاک ہے گنجینہ راہِ احادیث کینہ و بغض و حسد کبر و کدورت سے بری یہ صفائی کبھی آئینہ بین دیکھی نہ سنی اہل دل سمجھیں نہ کس طرح بزرگی اسکی

دہدزاہد کو دل انگاروں کو الفت بخشی جسکو سینہ سے لگایا سے نعمت بخشی

اور اسی سینہ کے پہلو میں ہے دل کا بھی مقام ذکر و اشغال میں مصروف یہ رہتا ہے مدام وصف اس دل کا ہو یہ دل نہیں رکھتا، غلام الغرض یاد اتنی میں کٹی عمر تمام

بھول کر لذت دنیا کی طرف چاہ نہ کی سیکڑوں عشق میں صدے سے پھر آہ کی

کمر شریف کسی قدر پتلی اور نازک تھی پائے مبارک متوسط تھے نہ بہت چھوٹے نہ بڑے غرض کہ تمام اعضائے لطیف نہایت متناسب و موزون تھے اور ایک خاص شان حسن رکھتے تھے۔ جن سے عالم پیری میں بھی خاص شش و دلفریبی ظاہر ہوتی تھی۔

زرق تابت دم ہر گجا کہ می نگریم کرشمہ دامن دل می کشد کہ با اینجاست

حقیقتہ آپ کا حسن و جمال بفرمائے ان اللہ خلق آدم علی صورۃ آدم علیٰ حال انی تھا جس ایک عالم کو

گردیدگی تھی۔ حضور انور کو دیکھ کر خدا کی یاد آتی تھی اور نظارہ جمال عظیم المثل سے حبیب خدا کے حسن عالم افروز کا عکس قلوب میں پر تو فگن ہوتا تھا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَالْبَنِيِّ الْأَكْرَمِيِّ وَعَلَى آلِهِ وَآصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بِكَ كُلِّ حُسْنٍ وَجَمَالٍ  
حضور انور کے شمع جمال پر پروانوں کا کوئی شمار نہ تھا اس حسن عالمتاب نے بیحد و بحساب مخلوق الہی کے دلوں پر فتح حاصل کی اور ایسی فتح کہ جس نے قلوب کی حالت بدل دی جان نشاری کے لئے خود عشاق سرکھٹ نظر آتے اور زبان حال سے یہ کہتے تھے ۵

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید	یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید
جان بربست در دل حسرت کرا ز لبانش	بگرفت ہیج کا مے جان از بدن بر آید

حضور انور بوستان رسالت کے ایک تروتازہ پھول تھے اور جناب محبوب خدا علیہ التحیۃ والتنا کے جسم لطیف کی طرح حضور انور کے جسم اطہر سے بھی خوشبو آتی تھی ۵

ہر گلے نو کہ شد چمن آرا	اثر رنگ فیض صحبت اوست
-------------------------	-----------------------

جسم اطہر کی خوشبو کا علاوہ مریدین عقیدت گزین کے دیگر اصحاب کو بھی احساس ہوا ہی۔  
منشی محمد بیست خان صاحب متوطن گنج مراد آباد ضلع اٹناؤ جو حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں (حضور انور کی تشریف بری گنج مراد آباد کے متعلق) لکھتے ہیں کہ یہ بات اور عجیب تھی کہ حاجی صاحب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی جس گلی سے گذر آپ کا ہوتا تھا وہ گلی موطر ہو جاتی تھی۔ جسکی وجہ سے تلاش کنندہ خود تلاش کر لیتا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات میرے ہی دماغ کو محسوس ہوتی تھی یا دوسروں کو بھی لیکن چند آدمیوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ انکو بھی اسکا احساس تھا۔  
آپ کی ذات بابرکات کی طرح آپ کا حسن بھی لا جواب تھا جس سے نگاہوں کو خیرگی پیدا ہوتی تھی اور نظر بھر کر دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی تھی ۵ (حسرت موہانی)

اہل نظر کو بھی نظر آیا نہ روے یار	یاں تک حجاب نور نے مستور کر دیا
-----------------------------------	---------------------------------

سچ ہے کہ وہ صنایع حقیقی جن مقدس نفوس کو مدایح عالی عطا فرماتا ہی انکو حسن و جمال کے اعتبار سے بھی ممتاز و شہرہ آفاق کر دیتا ہی۔ قَبَّالُكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۵ (حسرت موہانی)

محبوبی در گیتی ہر جزو بدن تیری	سرشار محبت ہے خوشبو سے دہن تیری
غار تگر تمکین ہے آشوب دل دین ہی	یہ طرز نکو تیرا یہ وضع حسن تیری

جس طرح کا حسن عالم افروز ظاہر بین محبوب و دلغریب تھا اسی طرح وہ رعنائی و خوبی کے علاوہ دیگر صفات سے بھی آراستہ تھا۔

یہ مثال بالکل صحیح ہے کہ آپ کا وجود سراپا محمود ایک آئینہ وحدت تھا جس میں دہنی کا نام نہ تھا جو روبرو آیا وہ حیرت زدہ ہو کر رنگ وحدت میں مستغرق ہو گیا۔ یہ آپ کی بزم وحدت کا ادنیٰ گوشہ تھا کہ خواہ کتنی ہی کثرت ہو مگر وحدت قلبی کے باعث سب ایک ہی خیال اور ایک ہی رنگ میں متحد نظر آتے تھے ۵

باوحدت حق ز کثرت خلق چہ پاک	صد چائے اگر گرہ زنی رشتہ یکیت
-----------------------------	-------------------------------

جس طرح خدائے واحد نے نسبت توحید میں آپ کو ممتاز فرمایا اور بہ اعتبار حسن و جمال یکتا و بے نظیر بنا یا اُسی طرح جسدِ اطہر میں صفت تنزیہی بھی عطا فرمائی تھی۔ کہ جسمِ اطہر بعض اوقات محسوس نہیں ہوتا تھا جس سے ظاہر ہو کہ آپ نور ہی نور تھے بقول خاقانی ۵

عقل و جانست بلسین چو یاسین جفتند      تن چونون کز رقص دور گئی تابینند

آپ کے جسمِ اطہر پر بظاہر جسم کا اطلاق ہوتا تھا مگر حقیقتہً عقل و روح کے سوا کچھ نہ تھا یا نفی و اثبات کا منظر تھا کہ کبھی سب کچھ ہے اور کبھی کچھ نہیں۔ حق یہ ہو کہ آپ میں جو خاص صفات نظر آتے تھے وہ عجیب حیرت انگیز ہوتے تھے جو باتیں سنا کرتے تھے وہ حضور انور کی ذاتِ محمود والصفات میں آنکھوں سے دیکھی ہیں۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پتیہ پوری لکھتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ مقصود علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم رحمت علی صاحب پتیہ پوری جو حضور کے ہم کتب بھی تھے بیان فرماتے تھے کہ اکثر پائے مبارک دہانے کے وقت حضور انور کا جسمِ اطہر محسوس نہیں ہوتا تھا۔

حاجی حافظ احمد علی صاحب متوطن مٹواریہ وغیرات علی شاہ صاحب پتیہ پوری و میان بھورے شاہ صاحب نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے۔

سیدنا معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ میری بڑی ہمشیر جو حضور انور سے بیعت تھیں ایک مرتبہ انھوں نے مجھے بیان کیا کہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جب پائے مبارک دہانے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو حضور کے جسمِ لطیف کا پتہ نہیں چلتا ان کے اس بیان پر میں نے خود تجربہ کیا اور بوقتِ شب حضور کے پائین بستر پر سونا ہا چنانچہ مجھے بیشتر اوقات پاؤں دہانے کی عزت نصیب ہوئی اکثر یہ کیفیت میرے مشاہدہ میں آئی کہ جب پاؤں جتنی کی غرض سے حضور کے پائین بستر پر بیٹھا تو جسمِ اطہر بالکل محسوس نہوا۔ ہر طرف دیکھ بھال کر اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا تو حضور انور نے آواز دی ”معروف شاہ سوئے ہو“ میں اس ارشاد پر فوراً بستر مبارک پر پہنچ جاتا اور پاؤں دہانا شروع کر دیتا تو آپ مختلف مقامات کے واقعات بیان فرماتے لگتے تھے۔

سید معروف شاہ صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ میں نے اکثر ایسے واقعات سے لوگوں کو متحیر دیکھا ہے مگر جنکو حضور کی صحبت کا شرف حاصل تھا ان کے نزدیک یہ واقعات کچھ بھی تعجب خیز نہ تھے۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی تحریر فرماتے ہیں کہ میان نعمت علی شاہ صاحب وارثی ساکن موضع بہارا جو منابتِ ذکر و شغل بزرگ اور حاضر باش آستانہ عالی ہیں بیان فرماتے ہیں کہ حضور انور کے زمانہٴ علالت کے بعد اور پاکی کی سواری سے قبل حضور انور کو جب پیادہ پائی میں ضعف اور رفتار میں تکلف ہوتا تھا تو خدام ہمراہی آپ کو ایک چادر میں لٹاتے اور چادر کے چاروں گوشوں کو پکڑ لیتے تھے اور بے تکلف لئے چلے جاتے تھے۔ حضور انور کا جسمِ لطیف پھول کی طرح ہلکا ہو جاتا تھا اور بات کی بات میں مسافت طے ہو جاتی تھی۔ چنانچہ دیوہ شریف سے کرسی تک میں بھی اس خدمت میں شریک رہا ہوں۔

عین الیقین میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور انور حافظ رمضان علی صاحب کے مکان پر رونق افروز تھے مقتدرین کا جمع تھا حافظ صاحب موصوف نے بسبیلِ تذکرہ حضور سے عرض کیا ہے کہ سنا ہے حضرت سید السادات شاہ عبدلرزاق صاحب بانسوی رضی اللہ عنہ کی مکر شریف سے پلکے نکل گیا تھا مگر یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی آپ نے ارشاد فرمایا کہ



دہماری کمرین ایک مضبوط چادر باندھو، تعمیل ارشاد کی گئی اور چادر کو کھینچا گیا تو بندھا بندھا پٹکا نکل آیا اس پر تمام حاضرین سخت تعجب ہوئے یہی نہیں بلکہ جس چیز سے جو کام حضور انور لیلینا چاہتے تھے وہ اُس سے ظہور میں آجاتا تھا۔ چنانچہ لکڑی سے بھی رومال کے نکل آنے کا ایک واقعہ ظاہر ہوا ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

مولوی احمد حسین صاحب دارفی متوطن رہا منوکا بیان ہو کہ ایک مرتبہ میرے مکان پر حضرت اقدس شاہ عبدالرزاق بانسوی کی اس خرقہ عادت کا ذکر ہو رہا تھا کہ آپ کی کمر مبارک سے پٹکے نکل گیا تھا کہ اٹھائے ذکر میں حضور انور میرے مکان کے اندر سے باہر تشریف لائے اور اُن کے مشتبہ بیانات کو سنکر ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہر ذہ سرانی ہو عشاق کو اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر مخلوق سے جو چاہیں کرادیں۔ تمام صفات عشق ذات میں فنا ہو جاتے ہیں اُس میں گم ہو جاتے ہی کو وصال کہتے ہیں اور خودی میں نہ رہنا ہی کمال ہو عشاق جب اس درجہ پر پہنچتے ہیں تو اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں۔ اسکی مثال یہ ہو کہ جب آفتاب فلک پر نور افشان ہوتا ہو تو ستارے مخلوق کی نگاہ سے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کو اکب کا وجود آسمان پر ہو اسی طرح عشاق کا وجود معشوق میں ہی بجھ جاتا ہے۔ پس اس میں تعجب کی کوئی بات ہو جو اللہ کا ہوا اللہ اُس کا ہوا، عاشق معشوق ایک ذات ہو جاتے ہیں۔ پس اس میں تعجب کی کوئی بات ہو کہ وہ آفتاب حقیقی تمام انوار و اوصاف عشاق کو اپنے میں جذب کر لے،

اس ارشاد پر چند ساعت تک جملہ حاضرین پر ہیبت و سکوت طاری رہا اس کے بعد حضور انور قصبہ مسولی کو تشریف لے گئے۔ اور شیخ منظر علی صاحب قدوائی کے مکان میں رونق افروز ہوئے۔ مولوی احمد حسین صاحب دارفی متوطن رہ رہہ منو تخریر فرماتے ہیں کہ چند روز کے بعد جب اس واقعہ کا خیال بھی نہیں تھا حضور انور نے ایک چھتری جو کبڑی کی طرح تھی اور اس پر سفید رومال بندھا ہوا تھا۔ شیخ منظر علی قدوائی کو مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ گودھ دھندا ہو اس رومال کو کبڑی سے کھینچ لو گرہ قائم رہیگی اور رومال لکڑی سے علیحدہ ہو جائے گا۔ تعمیل ارشاد کی گئی تو واقعی ایسا ہی ہوا۔ شیخ منظر علی صاحب قدوائی حضور انور کی خدمت عالی میں بیباک تھے اس لئے اُنھوں نے عرض کیا کہ غلام اس بندھی ہوئی لکڑی سے قائل نہیں ہوا۔ میں خود اپنے ہاتھ سے گرہ لگاؤں اور پھر نکل آئے تو بیشک قائل ہو سکتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمایا چنانچہ قدوائی صاحب نے اپنے ہاتھ سے خوب مضبوطی کے ساتھ گرہ لگائی۔ اور کبڑی حضور انور کے دست مبارک میں رہی وہی دونوں سرے رومال کے شیخ منظر علی قدوائی کے ہاتھ میں تھے اُنھوں نے جیسے ہی رومال کھینچا وہ صاف نکل آیا ہر شخص متحیر تھا کہ کمر چوب سے اس طرح رومال برآمد ہوا گویا بندھا ہی نہ تھا۔ حضور انور تبسم فرماتے ہوئے بستر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اس صنعت کو میں نے ملک عرب میں ایک استاد سے سیکھا ہے، مولوی احمد حسین صاحب کا بیان ہو کہ جب ہم اور شیخ منظر علی صاحب قدوائی حضور کی خدمت سے علیحدہ ہوئے تو دو گھنٹہ گزرنے کے بعد یہ حقیقت خیال میں آئی کہ یہ کمر سے پٹکے نکل آنے کا جواب ہو اس واقعہ سے ظاہر ہو کہ حضور انور کے دست مبارک میں اگر چوب خشک میں بھی وہی تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔

(جناب اسطیخ دارفی مرحوم)

نظرہ ان ہاتھوں میں آئے تو دریا ہو جائے

خاک کو ایک نظر اُنکی جائے اکسیر

حضور انور کے جسم لطیف کی خوبی و نفاست بھی حسن و جمال کی طرح مشہور عالم ہو۔ سید علی حامد شاہ صاحب قادری چشتی سجادہ نشین ساندھی ضلع ہر دوئی رقطار زمین کہ شیخ عظمت علی صاحب متوطن ملا نوان ضلع اٹک و جو ایک ثقہ اور صداقت شعار بزرگ ہیں بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضور انور کے ساتھ میں شریک سفر تھا بارش کی وجہ سے جا بجا پانی بھرا ہوا تھا۔ موقع کو دست کے مقام پر جہاں راستہ میں بہت پانی تھا اپنے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ”تم ہم کو گود میں لے لو، میں اپنی جسامت سے شتر در تھا کہ کس طرح حضور کو گود میں اٹھا سکتا ہوں مگر ارشاد عالی کے خلاف کیا عذر کر سکتا تھا میں نے تعمیل حکم کا ارادہ کیا تو قصد کرتے ہی مجھے حیرت ہو گئی بالکل ایسا معلوم ہوا کہ چڑھنے کا بچہ گود میں ہو۔ میں حضور کو لئے ہوئے آسانی سے پار ہو گیا۔ آپ کا جسم لطیف پھول کی طرح رکھا تھا جسکی لطافت و نفاست کا جب کبھی مجھے خیال آتا ہی تو تعجب ہوتا ہی۔

غرض کہ آپ کا جسد اطہر سراپا نور تھا بظاہر تو وہ جسم اطہر ضرور جسم کی صورت میں تھا مگر حقیقتہً تد آدم ایک آئینہ تھا جس میں ذات و صفات الہی کا مشاہدہ ہوتا تھا۔

اد در دل من ست و دل من بدست او      چون آئینہ بدست من و من در آئینہ

حضور انور کے جسد اطہر یا صفت تنزیہی کے مشاہدات صرف مریدین عقیدت آگین ہی کو نہیں ہوئے بلکہ دیگر سلاسل کے محترم اور واجبات تعظیم بزرگوں نے بھی مشاہدہ کیا ہی چنانچہ جناب مولانا شاہ نذیر الحسن صاحب قبائلی سند آراء ابرایان ضلع فتحپور ہسودہ جو فی زمانہ مشاہیر روزگار سے ہیں ایک والا نامہ میں حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

دو حضرت حاجی صاحب کی شان بہت ارفع و اعلیٰ تھی۔ استغراق توحید خرق عادت سے مستغنی ہی۔ صرف ایک واقعہ مشاہدہ میں آیا اور ہی بہت کافی ہو۔

الف بشکل ہزار دست و در شمار یکمیت

خاص دیوہ بین مصافحہ کا اتفاق ہوا۔ بسنت کے آٹام سب بسنتی پوش تھے خود حضرت حاجی صاحب بھی اسی رنگ میں تھے وقت مصافحہ اُن کا سیدھا ہاتھ فقیر کے دونوں ہاتھوں میں تھا حقیقتہً خود اپنے ہی ہاتھ تھے جو ہم نے تھے اُن کا ہاتھ محسوس نہ ہوتا تھا یہ کیفیت توجہ اتحادی یا نسبت توحید غالباً دو منٹ تک قائم رہی۔

در میکدہ وحدت جز فرد نمی گنجد

فقیر خوش وقت ہوا۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ماخوش کردی

یہ جو کچھ مشاہدہ میں آیا زبان قلم بیان سے عاجز ہے آہ اب ایسے نفوس قدسیہ کہاں

تمہی خم خانہ ہاگردند و رفتند۔

اِنَّكَ لَتَكُونُ لَنَا نَبِيًّا

باز شد اِنَّكَ لَكَا جَعُون

صورت از بی صورتی آمد بردون

والدعا فقیر فتح اللہی

مولانا نے جو کچھ اپنا مشاہدہ تحریر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور کی نسبت توحید یا صفت تنزیہی سے صرف مریدین ہی متاثر نہیں ہیں بلکہ دیگر اکابر وقت بھی جنکو بارگاہ عالی میں شرف و قربت نصیب ہوا ہی حضور انور کے صفات برتر کے معترف ہیں۔

حضور انور ہمیشہ پابریہ رہتے تھے مگر پائے مبارک میں گرد و غبار کا بالکل اثر نہیں ہوتا تھا اکثر اصحاب کا بیان ہو کہ حضور انور کے قدم میمنت از دم زمین پر پڑتے ہوئے نظر نہیں آتے تھے حضور کے پائے مبارک کی یہ نفاست بیشمار افراد کی نگاہوں سے گزری ہو اور اکثر مواقع پر چھڑکاؤ وغیرہ کرا کے لوگوں نے امتحان بھی کئے ہیں۔

جن اصحاب کو حضور انور کی زیارت کا اتفاق نہیں ہوا ان کو اگر اس واقعہ پر تعجب ہو تو ہو مگر جن لوگوں کو شرف قدوسی نصیب ہوا ہو ان کے نزدیک حضور انور کی یہ بالکل معمولی بات تھی جو ہر وقت مشاہدہ میں آتی تھی۔ یہ بات چونکہ عام طور پر مشاہدہ کی گئی ہو اسلئے صرف ان ہی واقعات پر مختصر اکتفا کیا جاتا ہو جو دیگر سلاسل کے بعض افراد کی چشم دید ہیں اور جنکی روایت سے مجھ تک پہنچے ہیں۔

جناب مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی (وکیل و رئیس گیا) جو صاحب زہد و اتقا بزرگ ہیں بیان فرماتے ہیں کہ مولانا شاہ شیخ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو صوبہ بہار میں ایک مرجع خلافت بزرگ گزرے ہیں اور اکثر بزرگوں کا انکی نسبت خیال تھا کہ وہ قطب لوقت ہیں اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ۸۹۷ھ کا ذکر ہو۔ شہر گیا میں حکیم ضیاء الحسن صاحب ایک نامی گرامی طبیب تھے جو ہسوان کے رہنے والے تھے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کو حضور انور سے بیعت تھی اور حکیم ضیاء الحسن صاحب کو بھی عقیدت تھی حکیم صاحب موصوف نے حضور انور کی دعوت کا اہتمام کیا اور آپ کو اپنے مکان پر لائے۔ حکیم ضیاء الحسن صاحب کا مکان دو منزلہ ہے ایک صاحب نے خاص دروازہ پر پانی گرا دیا جس کے سبب سے کیچڑ ہو گئی حکیم صاحب کو اس بات کی خبر بھی نہ تھی چنانچہ حضور انور کی فینس آئی اور اسی موقع پر رکھی گئی جہاں کیچڑ تھی آپ اسی زمین سے تشریف لائے اور اس مکان کے بالا خانہ کی پہلی منزل پر بے تکلف تشریف لے گئے۔ اور فرش پر نشست فرمائی۔ حضور انور کے پائے مبارک صاف و شفاف تھے مطلقاً کیچڑ وغیرہ کا کوئی اثر ان میں نہیں تھا۔

منشی صدر مست خان صاحب فضلی متوطن گنج مراد آباد ضلع اٹنا واپسی چشم دید لکھتے ہیں کہ گنج مراد آباد میں جس جس مکان میں آپ تشریف لاتے تھے وہاں محفل کے طریق پر فرش وغیرہ بچھایا جاتا تھا خاص کر سفید چاندنی ضرور بچھتی تھی اور اُس پر آپ نشست فرماتے تھے آپ پابریہ ہوتے تھے مگر فرش یا چاندنی میں دعتہ نہیں آتا تھا۔

شاہ محمد رضی الدین صاحب خلیفہ محمد خاندان ابو العالیہ متولی درگاہ خریف حضرت سیدنا ابو العلاء رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک عزیز کے ہاں بارہ بنکی میں مقیم تھا بارش بکثرت ہو رہی تھی محرم کا مہینہ تھا میں نے خود دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ جمع کثیر کے ساتھ اپنے ایک مرید کے مکان پر تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ ہو گیا اُس وقت بارش کے سبب سے بہت کیچڑ تھی آپ بدستور پابریہ تھے اس رات منہ نے حضور کی آمد میں نہایت اہتمام کیا تھا چاندنی کا فرش بچھا ہوا تھا کہ خوب آراستہ تھا آپ اس فرش پر بے تکلف تشریف لے گئے میں نے بغور دیکھا کہ باوجود کیچڑ اور بارش کے آپ کے پائے مبارک بالکل صاف تھے۔ کوئی نشان سفید چاندنی پر نہیں آیا البتہ کیچڑ کی وجہ سے ہمارے پیروں کے پاؤں باوجود اسکے کہ وہ سب جوتے پہنے ہوئے تھے بہت میلے تھے۔

مولانا حاجی قاری حکیم احمد مختار صاحب میرٹھی (جو ایک مشہور و معروف عالم اور نہایت خوش بیان و اعظا اور خاندان نقشبندیہ و قادریہ وغیرہ میں صاحب سند و خلافت ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ میں جب دوسری مرتبہ بارگاہ وارثی میں حاضر ہوا تو میں نے مجھ پر خود دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ فینس سے اُنکر پابریہ بہت زیادہ

چھڑکاؤ کی ہوئی زمین سے گزرے مگر آپ کے پائے مبارک آلودہ گِل نہوے،

حضرت مولانا الفضل دہلوی صاحب شرفی الجیلانی مسند آرائے کچھو چھو شریف ضلع فیض آباد تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کے خوارقِ عادت میں یہ بات مشہور ہو کہ آپ برہنہ پا چلتے تھے مگر آپ کے پاؤں میں گرد و غبار یا کچھڑ نہیں لگتی تھی فرش پر کبھی آپ کے پاؤں کا دھبہ نہیں آیا میں نے بچپن میں خود حضرت حاجی صاحب کو عید گاہ میں پا برہنہ تشریف لاتے ہوئے متواتر دیکھا ہی مگر کبھی مصلے پر دھبہ نہیں دیکھا حضور انور کے پائے مبارک آلودہ گِل نہوئے کے واقعات ہزاروں لاکھوں شخصوں کے چشم دید ہیں یہ ایک گھلی ہوئی نشانی تھی جو ہر وقت لگا ہون سے گزرتی تھی اور اس کا شمار ایسی کرامت یا شرفِ عادت میں نہیں ہے جو کسی خاص وقت میں ظہور پذیر ہوئی ہو۔ اسی وجہ سے مریدین کے چشم دید واقعات کو نہیں لکھا گیا۔ حضور انور کے اس نشانِ ولایت کو ایسے افراد نے بھی حیرت کے ساتھ دیکھا ہے جنکے یہاں پیری مریدی رائج نہیں ہے چنانچہ مولوی حامد حسین صاحب قادری بکھراؤنی پروفیسر برودہ کلج تحریر فرماتے ہیں کہ میر عارف علی صاحب رئیس برودہ دجوند ہبل مایہ رکھتے ہیں یہ واقعہ اپنی چشم دید تعجب کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ کروی سے واپسی کے وقت حضور جو میرے مکان پر تشریف لائے تو برہنہ پا تھے۔ راستہ میں نہ صرف ریت اور مٹی بلکہ پانی اور کچھڑ بھی تھا۔ جسکی وجہ سے پاؤں کا آلودہ ہونا لازمی تھا مگر حضرت اسی طرح برہنہ پا بے تکلف چاندنی پر تشریف لائے اور چاندنی پر مطلق کوئی دھبہ نہ پڑا یہ بات سنی تو پہلے بھی تھی مگر یقین نہیں آتا تھا۔ لیکن خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تو حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

مولوی حامد حسین صاحب قادری جو حضرت شاہ نظام الدین صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت کئے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خود ان بزرگ نے نہایت محبت کے ساتھ لکھا ہے۔

حقیقتہً حضور انور کی ذاتِ مستجمع الصفات ایک آئینہ قدرتِ ناقصی تمام جسم لطیف مرقع نور تھا جس کے مشاہدات چشمِ عالم میں چکا چوند کا عالم پیدا کرتے تھے۔

آپ کی تمام زندگی تلاشِ نبوی سے پاک اور روحانی زندگی کی ایک بیشِ مثال تھی تمام اعضاء لطیف جُداگانہ شان و غایت سے ممتاز تھے۔ پھر پائے مبارک میں یہ نقاست کیوں نہوتی۔ زبے نصیب ان ہاتھوں و ریلوں کے جنکو حضور کے پائے مبارک سے کس ہونے کا شرف نصیب ہوا ہے (شیدامیان وارثی)

سرمیان جس نے جھکا یا وہ ہوا نیک انجام	دین و دنیا کے سبھی جگمگے بگمگے ہوئے کام
اپنے پیرو کی بھی رہبری کرتے ہیں مدام	اب قدمِ چوم لے شیداکہ سراپا ہے تمام
کوئی دنیا میں نقلی سے نہ ممتاز ہوا	سرمیان تو نے جھکا یا تو سر ارازا ہوا

آپ کے سراپائے عظیم الشان کی طرح آپ کا انداز گفتگو بھی نہایت دلغریب تھا۔ باتوں میں وہ علالت و شیونی تھی کہ زبانِ قلب مدّتوں چٹخا رہا کرتی تھی۔

خاموش بیٹھنے کی زیادہ عادت تھی۔ نگاہیں ہر وقت خمی رہتی تھیں۔ کبھی کلام فرماتے تو بہت مختصر الفاظ میں بہت جلدی اور آہستہ آہستہ الفاظ کو تکرار کے ساتھ ادراکِ نیکی عادت تھی یعنی جن الفاظ سے سامعین کو ہدایت یا مخاطب فرماتے انکو مکرر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ زبانِ مبارک میں کسی قدر گنت بھی تھی۔ باتیں بالکل معصوم بچوں کی طرح سیدھی سادی ہوتی تھیں اور سلسلہ کلام اپنے حد سے زیادہ اختصار کی وجہ سے مشتاقوں کو



بیچین کر دیتا تھا اور وہ کسی دوسرے وقت کے یا کسی اور سلسلہ کلام کے جو یا اور مجلس رہتے تھے۔

آپ باتون باتون میں بڑی بڑی عقدہ کشائیاں فرما دیتے اور بڑی بڑی الجھنیں سلجھا دیتے تھے آپ کی شیریں کلامی مریضانہ دردمخت کے لئے داروے شفا ہوتی تھی سکوت میں بھی ایک خاص شان اور انداز و وقار نمایان ہوتا تھا آپ کی ہر ایک ادائیں محبوبیت سے آراستہ تھیں۔

خاموشی پر اک شوکت شاہانہ جدا تھی | باتون میں دوا کے دل دیوانہ جدا تھی

لوگوں کو تیار رہتی تھی کہ جنبش لبہائے مبارک سے مستفید ہوں مگر آپ کی ہیبت و عظمت سے مرعوب ہونے کے باعث کسی کو سلسلہ کلام چھیڑنے کی جرات نہوتی تھی۔ خود ہی اگر طبع لطیف کو متوجہ دیکھتے تو عرض کرتے تھے کیونکہ قلوب کی حالت حضور کی نگاہ میں آئینہ رہتی تھی آپ کو کبھی کسی نے تمقہ مار کر مہنتے ہوئے نہیں دیکھا البتہ آپ کے مبارک ہونٹوں پر شان تبسم ہر وقت نمودار رہتی تھی۔

ہنسی کی بات پر بھی زیر لب تبسم فرماتے تھے اور تبسم میں یہ انداز ہوتا تھا کہ دندان مبارک نہیں کھلتے تھے ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ وقت تبسم دست اطہر کو منہ پر رکھ لیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی قسم کی گفتگو کو طول نہیں دیا۔ نہ کسی واقعہ کی دیر تک تفصیل فرمائی چند لفظوں میں سلسلہ کلام کو ختم فرما دیا کرتے تھے۔ ہر وقت ایک عالم سکوت طاری رہتا تھا۔ جیسے کسی خاص خیال میں محویت ہوتی ہو۔ جو کچھ بھی زبان مبارک سے ارشاد فرماتے وہ نہایت جامع و مانع الفاظ میں ہوتے تھے۔ جو بڑے غور و خیال کے بعد یا کسی خاص واقعہ کے پیش آنے پر سمجھ میں آتے تھے۔ ان کی تفصیل زبان مبارک سے سمجھ میں نہیں آتی تھی بلکہ آپ کی مقدس روحانیت سے انکشاف حال ہوتا تھا حضور کے باطنی اوصاف کا تو کیا ذکر ہے بظاہر حضور پر نور کی روزمرہ کی باتیں بھی عجیب و غریب تھیں چکا سمجھنا ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہی۔ آپ کی جو گفتگو کہنے کو ایک بات ہوتی تھی اُس میں بھی ایک خاص شان ہوتی تھی۔ جس سے حیرت ہو جاتی تھی کہ حضور انور کی معمولی بات حیرت بھی بے حد صرفات سے مملو ہو۔ یہ بات خاص تھی کہ اگر کسی مخاطب سے تبسم آمیز لہجہ میں کچھ ارشاد فرمایا گویا ہری مفہوم اُس تبسم آمیز گفتگو کا بھی روزمرہ کی باتون کی طرح ہوتا تھا۔ لیکن عجیب شان تکلم ہوتی تھی کہ مخاطب پر بخود ہی طاری ہو جاتی تھی اور وہ چشم زدن میں بادہ محبت سے سرشار ہو جاتا تھا۔

جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیداوارٹی (جو حضور انور کے مقربین خاص میں ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ دو در بھنگہ میں نواب صادق علی خان صاحب کے مکان پر حضور انور قیام پذیر تھے کہ ماہین عصر و مغرب ایک عرب خدمت عالی میں حاضر ہوئے آپ نے میرٹ اسقدر اُن سے فرمایا کہ دو مدنی صاحب کل آپ کی خاطر ہو جائیگی۔

دوسرے روز پیر میں و مقتدرین کا مجمع تھا کہ نواب نور علی خان صاحب کے مکان سے آپ برآمد ہوئے وہ عرب صاحب بھی حاضر تھے آپ نے اُن کو ایک ٹکڑا آ حرام شریف کا عطا فرمایا جو آسانی رنگ کے پلین کا تھا اور عطا فرماتے وقت تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ دو لوہے تمہارا حصہ ہو۔

عرب صاحب نے وہ ٹکڑا لیکر ایک دزدناک آہ کی اور مضطرب و بیقرار ہو کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور باہر بے آب کی طرح تڑپنے لگے اُن کی اس حالت سے حاضرین پر بھی ایک خاص کیفیت طاری تھی مگر حضور تبسم لہجہ سے

بارہا یہی ارشاد فرماتے تھے کہ ”مدنی صاحب کو یہ کیا ہو گیا، آخر جب بستر پر تشریف لائے تو عرب صاحب کو اُسی حالتِ بیتابی میں بلا کر لباسِ فقر یعنی تہ بند مرحمت فرمایا۔ عرب شاہ اُن کا نام رکھا اور یہ حکم دیا کہ ”مصدق بلخا“ (جنگل میں رہا کرو) یہ بھی فرمایا کہ ”اگر دل گھبرائے تو مدینہ شریف چلے جانا جمعہ کے روز ہم سے ملاقات ہو کر دینی“

معلوم نہیں کہ اس جملہ کے درحقیقت کیا معنی تھے کہ دلو یہ تھا راحہ ”جسکو مدنی صاحب نے سمجھا ہو گا اور اس معمولی گفتگو کے پہلو میں کون سا ناوک و لد و نہ پیمان تھا کہ مدنی صاحب نے ایک آہ سرد بھری اور بیتاب ہو گئے۔“

دردن سینہ من زخم بے نشان زدہ | بچہ تم کہ عجب تیرے کمان زدہ

حضورِ انور کا یہ اندازِ تکلم تھا کہ اُسی وقت مخاطب کو برجستہ جواب دیتے تھے۔ بظاہر تو یہ ایک معمولی گفتگو تھی مگر خدا جانے اُس میں کیا کیا فیوض و برکات مضمر تھے کہ اُن واحد میں مدنی صاحب کو خلعتِ فقر بھی مرحمت ہو گیا اور حالت بھی بدل گئی۔

مولو سید شرف الدین صاحب قبلہ دارنی مدظلہ العالی (آنریبل ممبر ایگزیکٹو کونسل بہار) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ پُر نور پٹنہ تشریف لائے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ ”تم میرے ساتھ دیوے چلو، خدا نے مجھے دو بچے دے دیے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی اُس زمانے میں اُن دونوں کے چپک نکلی تھی میں نے خیال کیا کہ بچوں کو کس پر چھوڑنا کیونکہ جاؤں حضور نے بارہا فرمایا ہو کہ ”میری وجہ سے دنیا کو نہ چھوڑ تیری دنیا واری عبادت ہو، چنانچہ میں اس غرض سے خدمتِ عالی میں حاضر ہوا کہ میرے بچوں کی یہ حالت ہو میرے لئے ارشاد ہو جائے تو میں جاؤں پہنچنے کے ساتھ ہی حضورِ پُر نور نے خود بخود ایک قصہ کہنا شروع فرمایا جس کا مطلب یہ تھا کہ محبت میں مال و دولت مان باپ دین دنیا سب چھوٹ جاتا ہو۔ اسکو ارشاد فرمانے کے بعد میری طرف مڑ کر فرمایا کہ ”دربارِ اسطر میرے ساتھ چلتے ہو“ میں نے عرض کیا حضور مان اور بچوں کو اُسی حال میں چھوڑ کر حضور کے ساتھ ہو گیا۔“

میرے ساتھ حکیم مہاراجہ جیمن صاحب بھی تھے (جن کا نام بعد میں عبداللہ شاہ ہوا اور حضور کے خاص فقرا میں گزرے) میں نے حضور سے عرض کیا کہ حکیم صاحب میرے قریب رشتہ میں بھائی ہیں۔ اور بڑے سیاح ہیں حضورِ پُر نور نے حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”حکیم جی جتنا تم کا زبان و نبضہ کو یاد رکھتے ہو اُس قدر مجھے بھی یاد رکھا کرو، میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کلام میں کیا تاثیر بھری ہوئی تھی اور کس واسطے خاص سے فرمایا تھا کہ حکیم صاحب بھی مرضِ عشق میں مبتلا ہو گئے اُن کی عجیب حالت ہوئی اور وہ بھی میرے ہمراہ حضورِ انور کے ساتھ چلتے کو تیار ہو گئے۔“

حضورِ پُر نور کے الفاظ میں عجیب تاثیر ہوتی تھی اور عقل کام نہیں کرتی تھی مشاہدات کا منظر بھی الفاظ میں دکھایا جاتا تھا چنانچہ خان بہادر مولوی محمد باقر خان صاحب دارنی (پیشتر ڈپٹی کلکٹر وکس راسہ بریلی) جو ایک متشرع بزرگ ہیں بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بارگاہِ دارنی میں حاضر تھا میں نے دیکھا کہ ایک ہندو سادھو نہایت ریاضت سے پیکر بنا ہوا مسافت طے کر کے خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور اسے پہنے مہا بھی قاعدہ سے اُسے ڈنڈوت کی قدم چمے اور خاموش کھڑا ہو گیا۔ غالباً یہ اس قدر محنت کر کے کسی خاص غرض سے آیا تھا۔ خادم نے ایک شخص کو اشارہ کیا کہ ان کو رسید عا دلا د اُس سادھو نے کہا کہ میں سیدھا لینے کے لئے آتی محنت کر کے نہیں آیا ہوں میرا مقصد پورا ہونا چاہیے حضورِ انور نے اُسکی طرف دیکھ کر صرف اتنا ارشاد فرمایا

دو اچھا جاؤ، وہ سادہ صوبہ دو مختصر لفظ سنکر اس قدر شاد و مسرور ہوا کہ جوش انبساط سے اچھلنے کو دینے لگا اور چلا گیا۔ سامعین کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا معاملہ ہو اور ان دو لفظوں میں کیا راز حقیقت بھرا ہوا ہو اور ان لفظوں کا کیوں ایسا برقی اثر اُس پر ہوا کہ اُس نے بے اختیار اور نہایت مسرت آمیز انداز سے اپنی کامیابی کا اظہار کیا۔ آپ کے کلام میں یہ خاص صفت تھی کہ گو بظاہر مختصر ہوتا مگر بہ اعتبار معنی کے نہایت سمیت اور جامعیت رکھتا تھا اور مخاطب کے لئے نہایت سہل ہوتا تھا اور سامعین کے فہم و ادراک حضورِ انور کے ارشادات طیبات کی گنہ حقیقت تک پہنچنے سے قاصر و معذور رہتے تھے۔ آپ کے الفاظ مخاطب مخصوص کے سامنے مشاہدہ پیش کر دیتے تھے۔

حضورِ انور بات کی بات میں بڑی بڑی الجھنیں سلجھا دیتے تھے چنانچہ حقیقت مآب مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی (وکیل و رئیس گیا) تحریر فرماتے ہیں کہ جناب مولانا مولوی سید محمد کرم رضا صاحب چشتی نظامی اشرفی درویشی (متوطن بیتھو ضلع گیا جو نہایت جلیل القدر بزرگ ہیں اور اس دیار کے علمائے دین کی جماعت میں نہایت مستند شمار کئے جاتے ہیں۔ اور جنکے شاگردوں میں اسوقت اکثر علما سرسید آدرہ اور مقتدر ہیں) کمال متبع شریع شریف و سنت نبوی صلعم ہیں صاحبِ ہازت و خلافت بھی ہیں مگر اوائل زندگی میں دہانہ شغل تعلیم و تعلم مولانا کو بظاہر تصوف کی جانب رجحان نہ تھا (یا چندان میلان نہ تھا) مگر بظاہر شریعت میں بڑے ہتوار و متوجھے تھے اور روح و بطون شریعت کی جانب جو طریقت سے تعبیر کی جاتی ہے مولوی صاحب چند ان ملتقت نہ تھے مولوی صاحب طلبا کو درس دیا کرتے تھے یکا یک انھوں نے اس درس و تدریس سے قطع تعلق کر لیا اور کچھ روز مکان میں بظاہر بے شغل معتکف رہے۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے بریلی جانے کا قصد کیا اُس زمانہ میں ہم لوگوں کا بھی دیوبند شریف جانے کا ارادہ ہو گیا۔ اور اتفاق وقت سے سفر میں مولوی صاحب کا ساتھ ہو گیا اور مولوی صاحب ہم لوگوں کی خاطر سے بارہ نیکی کے اسٹیشن پر اتر پڑے اور ہماری معیت میں دیوبند شریف بھی گئے ہمارے ہی ساتھ قیام فرمایا مگر دو دن تک بارگاہِ وارثی میں نہیں گئے بلکہ باہر باہر رہے دوسرے یا تیسرے روز انھوں نے قریب مغرب مجھے اپنی خواہش ظاہر فرمائی کہ ہم بھی ملنا چاہتے ہیں۔ آپ کے ساتھ چلیں تو بہتر ہو میں نے عرض کیا بس و چشم حاضر ہوں چنانچہ بعد نماز مغرب میں مولوی صاحب کو لیکر حاضر خدمت عالی ہوا حضورِ انور اسوقت بستر پر آرام فرما رہے تھے پنجم کی طرف سیر اقدس تھا یورپ کی جانب پائے مبارک تھے اور داہنی کروٹ حسب معمول لیٹے ہوئے تھے۔

میں سامنے حاضر ہوا اور میری داہنی جانب پہلو پہلو مولوی صاحب تھے میں دست بوس ہوا (یہ یاد نہیں کہ مولوی صاحب نے بھی مراسم تسلیم ادا کئے یا نہیں) میں نے مولوی صاحب کی نسبت عرض کیا کہ حضور کی زیارت کو حاضر ہوئے ہیں آپ فوراً اٹھ بیٹھے اور عموماً جو طریقہ نشست کا دونوں کعبہ پر تھا اُسی طرح نشست فرما کر مولوی صاحب کی طرف خطاب کر کے فرمایا ”مولوی صاحب مولوی صاحب ہم تو کتنا بہن بھول بھلائے گئے“ میں نے عرض کیا حضور مولوی صاحب بھی بھول رہے ہیں۔ حضور نے پھر مولوی صاحب کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب

اَلْكَلِمَةُ كَقَطْطٍ وَضِعَ لِمَعْنٰی مُضْمَرٍ اِدْعَآءُ نے پڑھا ہوا نام تو بھول بھلائے گئے، پھر ارشاد فرمایا وہ مولوی صاحب اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اَدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ ہونا بس دیکھا کرو، یہ فرما کر لیٹ رہے اور ارشاد فرمایا کہ ”اچھا پھر ملاقات ہوگی“ جناب مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جبوقت حضور نے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اَدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهِ فرمایا

اسوقت مولوی صاحب کی جانب نظر بھی فرمائی تھی اور محکوم معلوم ہوتا تھا کہ اسوقت مولوی صاحب پر کچھ کیفیت طاری ہو۔ اس کے بعد بارگاہ عالی سے رخصت ہو کر جب باہر آئے تو مولوی صاحب کے چہرہ اور بُشرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حیرت اور خوشی ملی ہوئی ہو۔ مولوی صاحب سے میں نے کچھ دریافت کرنا چاہا تو انھوں نے فرمایا کہ اسکی کیفیت عقب سے کہیں گے جب جائے قیام پر پہنچے تو مولوی صاحب نے بیان فرمایا (مولوی صاحب کے بیان کا خلاصہ جو کچھ اسوقت میری یاد میں ہے وہ یہ ہے)

دوہم جب طلبہ کو درس دیتے تھے تو ایک طالب علم کے سبق میں یہ حدیث آئی اُس نے سوال کیا کہ خدا کی تو کوئی صورت نہیں پھر یہاں صورت کے کیا معنی اور اسکا کیا مفہوم ہے۔ میں نے جو کچھ پہلے اور طلبہ کو بتایا تھا وہی اُسکو بھی بتایا مگر اُسکی تشفی نہ ہوئی اور وہ برابر روزانہ پوچھتا رہا چونکہ محکوم خود بھی اپنے معنی بیان کرنے پر تشفی و تسکین نہ تھی اس لیے چکر میں رہا۔

اور بہت زمانہ تک ادھر ادھر کتابیں پلٹتا رہا کہ معنی حقیقی دریافت کروں لیکن جب پتہ نہ چلا تو دل چھوٹا اور درس و تدریس کی طرف سے طبیعت منغص ہوئی اور یہ سوچا کہ ایسے پڑھنے سے کیا فائدہ ہو جب حقیقی معنی ایسی چیزوں کے سمجھ میں نہ آئیں۔ چنانچہ آج تک تلاش و جستجو یہی رہی کہ صورت کیسی ہی اور صورت کے کیا معنی ہیں اچھڑتہ کہ اتنے زمانہ کی الجھن تھی جسکو آج حاجی صاحب نے حل فرما دیا۔

بالآخر ہم لوگ مکان کو واپس ہوئے اور مولوی صاحب شاہ جہان پور بریلی و دہلی و آگرہ وغیرہ گئے اور پھر اجیر خریف پہنچے تو کئی برس وہاں قیام رہا۔ بعد ازاں حضرت سلطان المشائخ محبوب الہیؒ کی حضور میں حاضر ہوئے اور اب دہلی میں قیام ہے آؤ فقیر جسکو کہتے ہیں وہی ہیں اب دوسرا ہی عالم ہے۔

بین تفتا دست رہ از کجاست تا بہ کجا

اس واقعہ میں حضور پر نور کی زبان فیض تر جہان سے جو الفاظ نکلے وہ حاضرین نے بلفظ سنے مگر ان الفاظ کی حقیقت کو کچھ مولانا نے ہی سمجھا جس سے ان کی بڑی الجھن رفع ہو گئی۔ حق تو یہ ہے کہ حضور پر نورؐ کے الفاظ مشاہدہ پیش کر دیتے تھے۔

حضور پر نور کی تقریر میں ایک خاص بات یہ تھی کہ جس سے مخاطب ہوتے اُسپر کچھ اور اثر ہوتا تھا اور دیگر مہین پر اور حالت طاری ہوتی تھی اور وہی الفاظ جب باہر آکر بیان میں آتے تھے تو کچھ اور کیفیت محسوس ہوا کرتی تھی۔ آپؐ کے دو لفظوں میں بڑی بڑی گتھیاں سلجھ جاتی تھیں ہر ایک بات حقیقت حال پر مبنی ہوتی تھی مسائل وغیرہ بہ بحث نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ ابو محمد علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے شاہ عبدالرحمن صاحب دہلوی خلیفہ حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حضرت حاجی صاحب کی

ملاقات کو گیا اور میں نے کچھ مسائل توحید و ریافت کے تو آپؐ نے فرمایا کہ جس پر میرا توحید و شکست ہوتا ہو وہ جانتا ہی زبان سے اس راز کا ادا ہونا مشکل ہو، اسلئے ارشاد سے ظاہر ہو کہ حضور پر نورؐ بالتحقیق کوئی مسئلہ نہیں سمجھاتے تھے بلکہ مختصر طور پر جواب دیدیتے تھے اور اسی جواب میں تشفی ہو جاتی تھی۔ آپؐ کے الفاظ حقیقت میں اپنی بے نظیر تاثیر میں لاجواب ہوتے تھے چنانچہ مولانا حکیم سید علی نقی شاہ صاحب رجو قاتر ان نقشبندیہ میں صاحب سند و خلافت بزرگ ہیں (تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس فقیر بسوان میں مقیم تھے۔ مولانا نیاز احمد صاحب



جمعہ کے روز مسجد میں سخت الفاظ میں حضور کا ذکر کر رہے تھے کہ یکایک آپ مسجد میں آگئے اور صرف اسقدر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ "مولوی صاحب آپ اپنی بنا چکے ہیں تو اپنے دکھ درد میں پھنسا ہوں"، اس کلام سے مولانا چیخ مار مار کر روتے تھے اور تمام مجمع روتے روتے یہ ہوش بہو گیا۔

آپ کی تاثیر کلام کے یہ ادنیٰ کرشمے تھے کہ مخاطب اور اہل محفل پر فوری اثر ہوتا تھا۔ حالانکہ بظاہر وہ بالکل معمولی جملے ہوتے تھے۔ آپ کے الفاظ میں یہ بات بھی تھی کہ بعض ارشادات کا مطلب مخاطب کی سمجھ میں فوراً نہیں آتا تھا مگر وہ خاموش ہو جاتا تھا اور سمجھ جاتا تھا کہ حضور ہی اسکے سمجھانے میں مدد فرمائیں گے۔

چنانچہ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی متوطن پھراپون کا واقعہ ہے کہ جب یہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ شمس الدین صاحب قبلہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کرنے کے لئے حضور کی اجازت سے جانے لگے تو آپ نے وقت نصت تین چار دین مرحمت فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ وہ یہ چڑھا دینا،

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب کے والد ماجد صاحب قبلہ کا جس مسجد میں مزار ہے اُس میں ایک بزرگ حضرت شہر شاہ صاحب کا بھی مزار ہے اور انھیں کے نام نامی سے مسجد مشہور ہے حاجی اوگھٹ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا ان دونوں مزاروں کے لئے تو دو چار دین ہو گئیں اب تیسری چار در کس لئے ہو مگر یہ بات ذہن نشین تھی کہ اکثر حضور انور کے ارشادات فوراً سمجھ میں نہیں آتے اسلئے میں تینوں چار دین لیکر چلا گیا اور پھراپون میں پہنچ کر دو چار دین دونوں مزاروں پر چڑھا دیں اور تیسری رکھ لی۔ مجھے خواب میں ارشاد ہوا کہ "اس مسجد میں فلاں مقام پر ایک مزار اور ہے" صبح کو میں نے وہی جگہ کھودوانی شروع کی تو ایک پختہ مزار برآمد ہوا چنانچہ وہ تیسری چار در اُس پر چڑھا دی گئی۔

یہ تینوں مزار اس مسجد میں تھے جو دہن اس سے پیشتر پھراپون میں کسی کو اس نفی مزار کا علم نہ تھا۔ سب کو اس واقعہ پر سخت تعجب ہوا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت سیدنا فضیلت شاہ صاحب وارثی ہازی پوری کا گذرا ہے جسکو مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری (مترجم طبقات الکبریٰ وغیرہ) ارقام فرماتے ہیں کہ جب حضور انور پٹھی حصوبہ بہار) میں رونق افروز تھے تو فضیلت شاہ صاحب بھی حاضر تھے۔ اُس زمانہ میں جناب فضیلت شاہ صاحب قبلہ کو احرام مرحمت نہیں ہوا تھا اور نام بھی منشی ظہور علی تھا) ایک روز فضیلت شاہ صاحب نے عرض کیا کہ آج شب کو میرے

دادا پیر صاحب کا عرس چشتی پور میں ہوا اجازت ہو تو ہواؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اچھا جاؤ ایک کام اور بھی کرتے آنا، لیکن اسوقت کچھ نہیں بتایا کہ وہ ایک اور کام کیا ہو نہ فضیلت شاہ صاحب کو کچھ علم ہوا اور وہ چلے گئے دوسرے روز عرس میں شریک ہوئے کہ جب فضیلت شاہ صاحب واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ اُن کے پیر صاحب کے صاحبزادہ اور جان نشین شاہ غیاث الدین صاحب کے ایک مرید کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ بے روک ٹوک ہر پر پیغمبر اور اولیا و انبیاء کو گالیان دیتا تھا اور اسکی زبان نہیں رکھتی تھی ہر چند شاہ صاحب موصوف نے کوششیں کیں مگر اسکی حالت نہیں بدلی فضیلت شاہ صاحب نے حضور پُر نور کی مقدس روحانیت کی مدد سے فوراً اسکی وہ حالت رفع کر دی۔

جب سمجھ میں آیا کہ وہ ایک اور کام یہ تھا۔ حضور انور کا طرز تکلم اسقدر اہم تھا کہ بڑے بڑے نکتہ رس فوراً سمجھنے سے قاصر رہتے تھے۔ اور ہر قسم کے عجیب و غریب واقعات حضور انور کے ارشادات کے متعلق آئے دن پیش آتے رہتے تھے۔ حضور انور کی تقریر کا یہ انداز بھی تھا کہ اکثر بے تعلقی سے غرضمند کے سامنے کوئی بات فرمادیتے تھے جس سے نتیجہ مترتب ہوتا تھا کہ اب کام ہو گیا۔ سید علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سائیدی ضلع ہرردوی تھریہ

فرماتے ہیں کہ مجھ سے مرزا نعم بیگ صاحب وارثی (جو مستقیم شاہ صاحبہ وارثیہ کے خالص اعزہ میں ہیں اور جنگہ خاندان کو حضور انور سے قدیم خصوصیت و قربت حاصل ہی) نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں تین سو روپیہ کا مقروض ہو گیا کوئی صورت ادا کے قرض کی پیدا نہ ہوئی قرض خواہ کا سخت تقاضا تھا۔ میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو میری طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ دو قسط چار درویش قرض ادا ہونے کے لئے اچھا ہے یہ قسط حضرت امیر خسرو کی تصنیف سے ہوا انھوں نے اپنے مرشد حضرت نظام الدین محبوب الہی کے زمانہ علالت میں لکھا تھا جب آپ کو صحت ہوئی تو فرمایا کہ یہ قسط جس مقصد کے لئے پڑھا جائیگا کامیابی ہوگی۔ اس قدر ارشاد فرما کر حضور انور خاموش ہو گئے میں سمجھ گیا کہ میری طرف اشارہ ہو چنانچہ میں نے مکان پر آ کر تیسرا ختم کیا تھا کہ مجھ کو قلعہ دار صاحب کہلرنے بلا کر تین سو روپے عنایت فرمائے کہ قرض ادا کر دو۔

سید علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سائڈی ضلع ہردوئی کا بیان ہے کہ مرزا نعم بیگ صاحب وارثی سے یہ واقعہ سن کر میں نے خود اس ارشاد کا تجربہ کیا اور اپنے ایک مرید مولوی سید زین العابدین متوطن پالی کو بتایا تو تیسرے ختم پر انکا بھی قرض ادا ہو گیا۔

مولانا شائق وارثی رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاصفیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ معززین دیوبند شریف حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے چند اعزہ پر فوجداری میں مقدمہ قائم ہے اور وہ ماخوذ ہیں حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ بدھم کیا کریں، ”جب وہ اٹھ کر چلنے لگے تو ان کے چہرہ پر ایسی سی کے آثار تھے آپ نے ان کی جانب دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ۵

تو کہ بادشہمان نظر دارے

دوستان را کجا کنی محروم

اس ارشاد کو سنتے ہی وہ لوگ شاد و مسرور ہو گئے اور شکر خدا بجالائے اور مقدمات میں ان کے گل اعزہ کی برائت ہو گئی۔

حضور کے ارشادات میں اشارات زیادہ ہوتے تھے جیسے ”و خدا مالک ہو“، ”و خدا میں سب قدرت ہے“، ”لا تقنطوا من رحمة اللہ“، اور اسی طرح کے اشارات آئینہ کلمات زبان مبارک سے ادا ہوتے تھے جیسے مصیبت زدوں کو اپنی کامیابی کا یقین ہو جانا تھا۔

اکثر حضور پر نور آئینہ کی خبر اس طرح ارشاد فرماتے تھے جس طرح کوئی استفسار کیا جاتا ہو جسکی مثال کے لئے جناب مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی ہماری (مترجم طبقات الکبریٰ وغیرہ) مددگار صدر محاسب سرکار عالی حیدر آباد دکن کا واقعہ ہی درج کر دینا کافی ہو۔

زمانہ قیام لمبھی میں حضور انور نے مولانا سے ارشاد فرمایا کہ ”و عبدالغنی تمہاری ترقی ہو گئی“، مگر مولانا چونکہ اس وقت حضور پر نور کے طرز تکلم سے واقف نہیں تھے اس لئے سادگی سے جواب دیا کہ نہیں حضور حضور انور خاموش ہو گئے مولانا نے مدوح تحریر فرماتے ہیں کہ جب بن ۱۸۹۱ء میں وطن سے مرید ہونے کے بعد حیدر آباد پہونچا تو بغیر کسی کوشش اور دوا دوش کے بے شان گمان میری تنخواہ دو سو سے سو اٹھ سو روپیہ ماہوار ہو گئی اور یہی تنخواہ وہاں بارہ سال تک ملتی رہی لیکن جس حکم میں میری تعیناتی تھی وہ عارضی تھا اور اس کا کام عنقریب ختم ہونے والا تھا اور اس بات کا بہت اندیشہ تھا کہ مجھے دوسرے حکم میں جگہ نہ ملے اور میں تحفیہ میں آ جاؤں اسی

زمانہ بین وطن جانے کے لئے بین نے رخصت لی اور ارادہ کیا کہ حضور پُر نور سے قدمبوس ہوتا ہوا وطن جاؤں چنانچہ بین آستانہ فیض نشانہ پر پہنچا اور بعد اطلاق جب شریف باریابی حاصل ہوا تو پھر سوال کے لہجہ میں ارشاد عالی ہوا کہ دعبد الغنی تم نوکر ہونا، میں نے (جواب طرز تکلم سے واقف ہو چکا تھا) عرض کیا کہ ہاں حضور نوکر ہوں چنانچہ وطن سے واپس آکر غیر مترقب طور پر ایسے اسباب غیب سے پیدا ہوئے کہ بین دوسرے محکمہ میں چلا گیا اور چند مہینے وہاں کام کرنے کے بعد میری تنخواہ سواتین سو سے پانچ سو روپیہ ہو گئی اور اب بتدریج میری مستقل تنخواہ سات سو روپیہ اور قائم مقامی کی حیثیت سے آٹھ سو ہیں یہ حضور انور ہی کا صدقہ ہی،

حضور انور کے ارشادات میں خاص شائین تھیں اور عرض حاجت کی ضرورت نہ تھی دربار عالی میں پہنچتے ہی مشکلیں حل ہو جاتی تھیں۔

حضور پر نور کی خاموشی میں بھی شان تکلم نمودار تھی کہ بعض اوقات سائل کا سوال ہی اُسکے لئے جواب ہو جاتا تھا چنانچہ عطا کریم نجم سنگھ صاحب دار فنی رئیس ملاؤلی ضلع بین پوری (جو ایک ذاکر و شاعر بزرگ ہیں) بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے قاضی بخش علی صاحب مولف رسالہ وسیلہ بخشش نے بیان کیا کہ حضور انور کی خدمت عالی میں ایک شخص حاضر ہوا اور اُس نے اپنے نور جوش و سرور میں اپنے جذبات قلبی کا اظہار اس شعر میں کیا ۵

ندارم ذوقِ رندی نے خیالِ پاکدامانی	مراد یوانہ خود گن بہر رنگیکہ میدانی
------------------------------------	-------------------------------------

حضور انور نے ایک مرتبہ منکر و مرتبہ اور سائل ہی کی زبان سے پڑھوایا تیسری مرتبہ اس شعر کا ختم ہونا تھا کہ وہ شخص دیکھتے دیکھتے از خود رفتہ ہو گیا اور کپڑے پھاڑ کر چلا گیا۔ اور اس شعر کی پوری کیفیت اُسے طاری ہو گئی اور جیسا کہ حضور انور کی عادت تھی کہ الفاظ کو تکرار کے ساتھ فرماتے۔ اسی طرح ایک مرتبہ اُس نے عرض کیا اور دو مرتبہ اپنے اور پڑھوایا۔ اور وہی سوال حضور پُر نور کی طرف سے جواب ہو گیا اس قسم کا برجستہ جواب بھی حضور سے ملتا تھا اور بعض ارشادات کا مطلب عرصہ کے بعد ظاہر ہوتا تھا اور سائل کو بروقت جواب ملتا تھا۔ حکیم محمود علی صاحب دار فنی فتحپوری (جو نہایت صالح اور پابند صوم و صلوات ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبکہ اکثر اصحاب موجود تھے شیخ حامد علی صاحب مرحوم رئیس جگور ضلع بارہ بنکی نے جو ریاست محمود آباد کی طرف سے تحصیلدار تھے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے بڑے بھائی صاحب نے جو حضور انور کی غلامی کا شرف رکھتے تھے ایک شخص کی معرفت جو دیوبند شریف کو جا رہا تھا حضور انور کی خدمت عالی میں یہ پیام بھیجا کہ بعد آستانہ بوسی میری طرف سے عرض کرنا کہ آپ کے جد امجد روحی ذراہ صلعم نے فرمایا ہے کہ من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنة یعنی جس نے ایک مرتبہ کلمہ توحید پڑھا وہ جلتی ہو۔ پس مجھے اسکے معنی اور نکات اس طرح سمجھا دیجئے کہ پوری تسکین ہو جائے قاصد نے آستانہ شریف پر یہ پیام عرض کیا تو حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ”دیکھا جائیگا“ اور رخصت کر دیا قاصد نے حضور پر نور کا مختصر جواب میرے بڑے بھائی صاحب سے اگر بیان کر دیا شیخ حامد علی صاحب بیان فرماتے تھے کہ کابل تین برس گزر جانے کے بعد جب اس بات کا خیال بھی نہ رہا تھا بھائی صاحب سخت علیل ہو گئے اور ان کی حالت روز بروز رُدی ہوتی جاتی تھی اتفاق سے ایک عورت جگور کی رہنے والی جو قوم کی میراثن تھی دیوبند شریف میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئی حضور پُر نور نے اُس سے فرمایا کہ ”جگور کب جاؤ گی“ اُس نے عرض کیا کہ کل صبح کو آپ نے فرمایا

کہ اچھا حامد علی تحصیلدار کے بھائی کے پاس جانا اور اُن سے کہنا کہ تم نے جو حدیث من قال لا الہ الا اللہ کے سنے پوچھے تھے اور اُسکی تصدیق چاہی تھی اُسکا وقت یہی ہوا کہ وہاں کہ داخل الجنہ کے مستحق ہو جاؤ، شیخ حامد علی صاحب کہتے تھے کہ وہ عورت قریب شام کے میرے مکان پر پہنچی بھائی صاحب کے قریب جا کر اُس نے دیکھا تو دم واپسین تھا بالکل وقت قریب تھا زبان میں کسی قدر لغزش ہو چلی تھی اُس نے چلا کر بھائی صاحب سے کہا کہ مجھکو حضرت نے آپ کے پاس بھیجا ہوا دیرہ ارشاد فرمایا ہو وہ حضور انور کا یہ ارشاد سنتے ہی دفعۃً چونک پڑے اور اس روح پرور معجزنا پیام کو سنکر جو اُنکے حق میں تریاق اکبر تھا کلمہ توحید زبان پر لائے اور برابر کہنے لگے اسی حالت میں اُنکا انتقال ہو گیا۔ اس قسم کے واقعات بھی حضور انور کے اندازِ تکلم میں ہیں جن سے بروقت جواب ملتا تھا اور حقیقی تسکین حاصل ہوتی تھی۔ آپ کے الفاظ میں مختلف شائین ہویدا تعین۔ جسے بکثرت مخلوق الہی فیضیاب ہوتی تھی۔ حضور کے اندازِ تکلم میں ایک یہ بات بھی تھی کہ مختلف لوگوں کو مختلف سوالات کا ایک ہی فقرہ میں جواب دیتے اور جوامع الکلم ہونے کی شان دکھاتے تھے۔ چنانچہ مقرب بارگاہ عالی جناب شیدامیان دارنی لکھنوی ناقل ہیں کہ میں بزم اقدس میں حاضر تھا کہ چار غلامان وارثی ایک ساتھ حاضر اور قدمیں ہوتے وہ کچھ عرض نہیں کرتے پائے تھے کہ حضور انور نے اُن سے ارشاد فرمایا جو خدا پر بھروسہ کرتا ہو اُسکی مدد ضرور کرتا ہو اور تم آج رہو گے کل چلے جانا، صرت اسی قدر فرما کر اُن کو رخصت کر دیا مگر وہ لوگ نہایت شاد و مسرور تھے۔ شیدامیان فرماتے ہیں کہ اُنکی مسرت بے اندازہ دیکھ کر مجھکو خیال ہوا کہ ان کی خوشی کا باعث دریافت کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں شب کو اُن کی قیام گاہ پر گیا اور مستفسر حال ہوا تو معلوم ہوا کہ ایک صاحب کا بانی کورٹ میں مقدمہ ہو اُسکی کامیابی کے لئے ملتجی تھے دوسرے صاحب کو عقیدتاً کچھ غدشات تھے۔ تیسرے صاحب تہ بند پوش تھے اُن کی خواہش تھی کہ کوئی ذکر یا شغل مجھکو تعلیم فرمایا جائے اور چوتھے نکات توحید دریافت کرنا چاہتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ سب کو اس بات کی مسرت ہو فیضان وارثی نے ہماری خواہشات کو پورا کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ان حضرات سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ چنکا بانی کورٹ میں مقدمہ تھا اُنکو کامیابی ہو گئی دوسرے صاحب کا خدشہ رفع ہو گیا۔ شاہ صاحب کو دیکھا تو اللہ ہو کا ذکر جاری تھا اور جنگو توحید کا سمجھنا مد نظر تھا اُنکا وجودی مسلک ہمہ اوست کا دم بھرا تھا۔

حق یہ ہے کہ حضور انور کے الفاظ کے حقیقی معنی کو پہنچنا ایک امر و خواہی آپ کی زبان فیض ترجمان سے جو بات نکلتی تھی وہ حقیقت سے بھری ہوئی ہوتی تھی جس سے ظاہر ہو کہ خدا کے ہر ترے آپ کو دیگر صفات کی طرح جوامع الکلم ہونے کا کمال بھی عطا فرمایا تھا۔ مندرجہ بالا واقعات جو حضور انور کے اندازِ تکلم سے متعلق ہیں اور آپ کے الفاظ کی صراحت میں بطور نمونہ کے لکھے گئے ہیں اگر نظر غایر سے دیکھا جائے تو اکثر و بیشتر مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ باوجود ہر وقت کی محویت و استغراق کے آپ کرسقہ ہر جہتہ جواب دیتے تھے اور جواب ہی نہیں بلکہ جوابات مشاہدات سے متعلق ہوا اس کا مشاہدہ اور جو تعلیم سے متعلق ہوا اُسکی تعلیم غرض جس کام سے متعلق جو سوال ہوا اُسکا ویسا ہی جواب دیتے تھے جو قطعیت الدالات ہوتا تھا۔ بظاہر تو یہ حضور انور کی معمولی باتیں تھیں مگر حقیقتہً حضور کے کلمات طیبات پر کامل غور و فکر کی ضرورت ہے۔ جن بزرگانِ عصر نے حضور انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہو وہ بخوبی واقف ہیں کہ آپ کی گفتگو کس قدر حقیقت آمیز ہوتی تھی۔ اور ہر وقت کی کیا



کیفیت تھی۔ حضرت مولانا شاہ سید علی حس صاحب قبلہ شرفی الجیلانی مسند آرائے کچھوچھو شریف تحریر فرماتے ہیں کہ دو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ ہم سے کلام کرتے ہیں اور حضرت توحید الی اللہ میں ایسے محو تھے کہ کلام کرنا بوالا کلام کرتا تھا اُن کو خبر بھی نہ تھی، حضرت اقدس کی ہمت بالشان ذات محمود الصفات کی طرح تاثیر کلام بھی بے مثل تھی جو بظاہر مختصر الفاظ تھے مگر روز باطنی اور تاثیرات حقیقی سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ کے معمولی الفاظ اگرچہ روزمرہ میں اغل میں، مگر وہ نہایت اذوق میں چمکا سمجھنا بھی اہل باطن ہی کا کام ہو یا اُنکا جو خوش قسمتی سے اُن الفاظ کے مخاطب ہوں۔ ہر شخص کا کام نہیں جو اُن کی کتنی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔ معانی و لغت کے اعتبار سے الفاظ میں اہمیت نہیں ہوتی تھی بلکہ خدا واد جوامع الکلی اور انکشاف حقیقی سامعین کو متحیر کر دیتا تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان مبارک ہونٹوں سے الفاظ ہی نہیں ادا ہوتے بلکہ آئینہ حقیقت نفاذ کیا جاتا ہے۔ آپ کے ایک ایک لفظ میں روز باطنی مخفی ہوتے تھے کوئی لفظ بیکا نہیں ہوتا تھا آپ کے الفاظ درحقیقت صرف تفسیر طلب ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ مشاہدات قدرت خداوندی پر مبنی ہوتے تھے۔ حضور کے خوارق عادات و کرامات میں حقیقت آپ کے الفاظ ہی کی تشریح ہے جو اس کتاب میں دیگر مواقع پر مطالعہ سے گزریں گے خدا نے برترنے صورت کی طرح حُسن کلام بھی حضور انور کو لا جواب عطا فرمایا تھا جس کی تعریف الفاظ میں ناممکن ہے اور سچ تو یہ ہے

تیرے الفاظ نے کر کے ہیں و فتر پیدا | ورنہ کچھ بھی نہیں اللہ کی قدرت کے سوا

جسطرح آپ کا اندازِ تکلم ایک خاص شان رکھتا ہے اور اُس میں حُسن کلام کی وافر بیانیہ مشاہدات قدرت کی زیرنگیان مضمر ہوتی تھیں اُسی طرح آپ کا وہ مذاقِ تکلم جو بظاہر علوم ظاہر پر مبنی ہو حاصل انداز رکھتا تھا جس سے بڑے بڑے علماء متاثر ہو جاتے تھے چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور کے اندازِ تکلم کی وہ شان بھی دکھائی جائے جس سے علاوہ حضور پُر نور کی روحانی تاثیرات کے علوم ظاہر کی معلومات بھی متحقق ہو۔

**شانِ تکلم** حضور انور کے ابتدائی حالات کے مطالعہ کرنے سے یہ بات آفتابِ یغری کی طرح روشن و ہویدا ہو کہ اگرچہ آپ کے لئے تعلیم علوم ظاہری میں پورا اہتمام کیا گیا تھا مگر آپ نے کامل طور پر اس طرے توجہ نہیں فرمائی۔ یہ ضرور ہو کہ آپ کی خدا واد ذہانت کے کرشمے جو زمانہ تعلیم میں بطور پذیر ہوئے حیرت انگیز ہیں۔ لیکن آپ کو اُس طرف کوئی خاص رجحان نہ تھا۔ اور دل جو گزر گاہ جلیل اکبر ہے کچھ اور ہی تعلیم دیتا تھا جس سے متاثر ہو کر آپ نے تعلیم علوم ظاہری کو زمانہ طفولیت ہی میں خیر باد کہہ دیا تھا۔

عقل کو کچھ نہ بلا علم میں حیرت کے سوا | دل کو بھایا نہ کوئی رنگِ محبت کے سوا

مگر یہ عجیب بات ہے کہ حضور انور کو علوم ظاہری سے بھی خاص مذاق تھا اور آپ کا کلام فیض الیام اپنی مقدس تاثیرات روحانی کی طرح علوم ظاہر کا بھی کامل و مکمل نمونہ دکھاتا ہے۔ جس سے اربابِ علم و دانش کے قلوب اکثر متاثر ہوئے ہیں۔ اور یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گئی کہ آپ بہ اعتبارِ علم و فضل بھی فروروزِ گلہ ہیں۔ کسی علم میں حضور انور کو خاموش نہیں دیکھا گیا۔ اپنی زبان اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی حضور انور نے اہل زبان سے گفتگو فرمائی ہے۔ آپ کی خدمت عالی میں حافظہ قاری۔ عام سب آتے تھے اور آپ نصیب کے مذاق کے موافق اُن سے گفتگو فرماتے تھے۔

اگرچہ آپ کے مشاغل میں علاوہ تلاوتِ قرآن شریف مشنوی مولانا رحم اور ملک محمد جاسسی کی پداوت اور منس جواہر کا مطالعہ زیادہ تر دیکھا گیا ہو مگر اکثر و بیشتر اوقات کی گفتگو سے مرشح ہوتا تھا کہ حضور انور عامی علوم و فنون کے ماہر کامل ہیں۔

علم القرآن میں آپ کو خاص عبور تھا ساتون قرأتون سے آپ کلام مجید پڑھتے تھے جب کوئی قاری آتا تھا تو آپ مختلف قرأتون کے فرق بتاتے تھے اور ان قرأتون کے نکات سمجھاتے تھے تراجم کے فرق ارشاد فرماتے تھے مدنی اور مصری قرأتون کا خاص مذاق رکھتے تھے۔

آپ ارباب علم اور ماہرین فن سے بلکہ نہایت خوش ہوتے تھے آیات کلام پاک کی تفسیر فرماتے اور رموز و نکات سمجھاتے تھے۔ اگرچہ کلام مجید آپ کو اتنا اچھا یاد تھا کہ بڑے بڑے حافظوں کو آپ نے لقمہ دیا ہو مگر آپ ناظر و خوانی کے عادی تھے۔ ثنوی شریف اور پداوت کے اشعار کی تشریح فرماتے اور ان کے رموز و نکات بیان کرتے تھے۔ مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری (مترجم طبقات الکبریٰ وغیرہ) تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہو کہ زمانہ قیام بلچھی میں حضور انور صبح کے وقت ثنوی شریف طلب فرماتے اور حاضرین میں سے جسکے حسب حال جو شعر ہوتا اسی کی طرف مخاطب ہو کر اُسکے معنی بیان فرماتے تھے۔

یہ بھی حضور انور کی شانِ مکمل تھی کہ ثنوی شریف کے اشعار سے حسب حال تعلیم ہوتی تھی۔ تصوف میں آپ کو انھیں کتابوں سے زیادہ تر شوق تھا۔

حضور انور کو قرآن شریف سے خاص ربط تھا ابتداءً جب حضور پر نور کے جسم لطیف پر آثار صنعت پیری نمودار نہیں ہوئے تھے اور آپ محافل میلاد وغیرہ میں زیادہ شرکت فرماتے تھے تو آپ کو پنج آیت کا بہت شوق تھا بعد ختم میلاد پنج آیت پڑھنے کے لیے ارشاد فرماتے اور خود بھی پڑھتے تھے۔ ابتدا میں روزانہ پورا کلام مجید ختم فرماتے تھے حتیٰ کہ حالت سفر میں بھی ایک کوس میں تین بارہ کلام مجید کے پڑھتے اور دن کو س میں پورا قرآن شریف ختم فرمادیتے تھے۔

محافل وغیرہ میں پنج آیت سے حضور کو بڑی دلچسپی تھی۔ ختم قرآن میں جو دھوم دھام ہوتی ہو اس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ شکوہ آباد وغیرہ میں جہاں حضور انور کی زیادہ آمد و رفت رہتی وہاں کے حفاظ و علم اپنے اپنے شاگردوں کو لیکر خدمت عالی میں حاضر ہوتے تھے طلبہ کے استادوں اور والدین کی تمنا ہوتی تھی کہ ختم قرآن کی رسم حضور پر نور کے سامنے ادا ہو۔ لوگوں کا یہ عقیدہ راسخ تھا کہ حضور پر نور کے سامنے جسکے ختم قرآن کی رسم ادا ہوتی ہو اُسکے ذوق و شوق میں کمی نہیں ہوتی۔ اور وہ بھولتا نہیں۔

بزرگان شکوہ آباد کا بیان ہو کہ حضور پر نور جب شکوہ آباد میں تشریف لائے تو خود بھی حفاظ و معلمین سے دریافت فرماتے تھے کہ مدکتے لڑکے حافظ و ناظرہ خوان تیار ہوئے،

ختم قرآن کی رسم سے حضور انور کو ایسی دلچسپی تھی کہ اگر آپ کہیں تشریف لیجانے کو ہوتے اور اسکی وجہ سے روکنے کی درخواست کی جاتی تو آپ بخوشی منظور فرماتے تھے۔

عربی زبان میں آپ کو کامل مہارت تھی جس کا اندازہ اکثر واقعات سے ہوا ہے۔ مولانا لطافت حسین مرحوم وارثی متوطن شیخپورہ ضلع موگیہ نے نہایت بلیغ عربی میں حضور انور کے سلسلہ عالیہ کا فخر کا قادر یہ لکھ کر جب خدمت عالی میں پیش کیا جسکا مطلع یہ ہے

بُشْرًا لِمَنْ لَقِيَ طَلْحًا بِكَمَالِ الْإِنْبَاءِ      بِاللَّامِ وَالْعِيُونِ طَلْحُوتِ الْإِبْرَاءِ

تو حضور انور نے اس کو برجستہ پڑھا اور بلاغت کی تعریف فرمائی اور محاورات عرب جو نظم ہوئے ہیں ان کی داد دی اور نکات و مطالب بیان فرمائے۔

اسی طرح جب مولانا تحیر وارنی نے حضور انور کا نسب نامہ عربی زبان میں نظم کیا جو قصیدہ غوثیہ کا ہم بحر و ہم ردیف ہو جس میں مولانا تحیر نے اپنی پوری قابلیت اور جودت طبع دکھائی ہو تو آپ نے اس قصیدہ کو بے تکلف پڑھا اور قصیدہ بڑہ کے بعض اشعار سے اسکے اکثر محاورات کا تطابق فرمایا۔ زبان عربی میں آپ کی مہارت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہو کہ عموماً اہل عرب سے آپ انھیں کی زبان میں ہر جستہ کلام فرماتے تھے۔ اور یہ بھی حضور انور کا قاعدہ دیکھا گیا ہے کہ حاضرین سے مخاطب ہو کر لکھنویہ کوئی تذکرہ فرماتے تو دوران گفتگو میں آیت کلام الہی یا کسی حدیث کا حوالہ دیتے یا اہل عرب کا کوئی مقولہ جو اس نصیحت کا موید ہوتا تھا اکثر ارشاد فرماتے تھے۔

حضور انور کے علم القرآن کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ جو دوسری لطافت حسین صاحب رئیس رامدانہ ضلع سیٹاپور کے مکان پر حضور پر نور قیام پذیر تھے اور مولوی عبدالصمد صاحب جو مدرسہ دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے کسی ضرورت سے وہاں آگئے۔ مولوی صاحب موصوف ایک شخص سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثالی میں کلام کرنے لگے اور آیہ شریف لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ کا حوالہ دیا۔ جب یہ واقعہ حضور پر نور نے سنا تو مولوی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ اس آیہ پاک کی قرأت یہ بھی ہو لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ لَمَّا كُنْتُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ

پڑھئے تو اس آیت کے معنی خلاف مقصود آپ کے ہونگے اور یہی آیت آپ کے دعوے کے بطلان کے لئے کافی ہوگی۔ مولوی علی احمد خان صاحب دوکیل درمیں آگرہ جو ایک تشیع بزرگ ہیں (اور علوم عربی میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں۔ زیادہ تر تعلیم تفسیر و حدیث و فقہ کی حاصل کی ہے) تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۵ء میں ایک عزیز کی شادی کی تقریب میں میرا شکوہ آباد جانا ہوا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضور انور یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مجھ کو بھی اشتیاق زیارت ہوا اکثر اعزہ جو برات میں شامل تھے حضور کی قدمبوسی و زیارت کے لئے گئے۔ اور فیہ حصول مقصد واپس آئے اور یہ وجہ بیان کی کہ حضور پر نور زمانہ مکان میں تشریف رکھتے تھے وہاں مستورات کا ہجوم ہے جو آپ کے سامنے بیجا آتی ہیں۔ وجہ واپسی سننے کے بعد مجھ کو اشتیاق و انتظار قدمبوسی تھا وہ جاتا رہا اور ایک قسم کا اکراہ محسوس ہوا۔ ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۶ء تک کسی قسم کا کوئی خیال میرے دل میں نہیں آیا۔ اگست یا ستمبر ۱۸۹۵ء میں حکیم امجد علی خان صاحب رئیس فیروز آباد کا ایک تار مجھ کو عبدالب دیوانی میں بلجوس میں تحریر تھا کہ حضور انور بھوپال سے تشریف لانے والے ہیں جب آگرہ تشریف لائیں تو مجھے بھی اطلاع دینا میں کچھری میں موجود تھا کہ حکیم امجد علی خان صاحب فیروز آبادی خود تشریف لائے اور انھوں نے بیان کیا کہ حضرت صاحب شہر میں آگئے اسی وقت کی گاڑی سے اٹا وہ تشریف لے جائیں گے۔ معہ حکیم صاحب موصوف اسٹیشن پر گیا تو وہاں اندر باہر صدمہ آدھونکا ہجوم تھا گاڑی کے اندر پہنچا دشوار تھا۔ ہم نے اول درجہ کا ٹکٹ خرید کیا اور اسی درجہ تک رسائی پیدا کی جس میں حضور انور تشریف فرما تھے۔ گاڑی میں قدم رکھتے ہی جسم و قلب میں ایک حرکت پیدا ہوئی اور خوت طاری ہوا۔ اسی حالت میں خوت زدہ خاموشی کے ساتھ بیچ کے نیچے بیٹھ گئے چہرہ اقدس چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے اور حکیم امجد علی خان صاحب نے ڈرتے ڈرتے پائے مبارک پر ہاتھ رکھا اور آہستہ آہستہ داہنا شروع کیا۔ ہمارے پاؤں دبانے سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کون۔ خادم نے عرض کیا کہ حکیم امجد علی خان فیروز آبادی ہیں اور حکیم صاحب نے میرا نام بتایا۔ اور عرض کیا کہ قدمبوسی کے لئے آئے ہیں۔

حضور انور نے چہرہ مبارک سے چادر علیحدہ فرمائی مجھ کو پہلے حضور کی زیارت نہیں ہوئی تھی میں حضور انور کی طرف

کن انکھوں سے نظر ڈال لیتا تھا مگر باتوں دبانے میں مصروف تھا۔ اس قدر ہمت و جرأت نہیں ہوتی تھی کہ نظر بھر کے جمالِ عظیم المثال کو دیکھ لوں۔ اسی حالت میں مجھ کو شائع کا واقعہ بگمائی یاد آیا جس سے اور بھی دل ہی دل میں شرمندہ ہو گیا۔ حضور انور نے خود بخود مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ”ہر شخص پر پابند کے شریعت اور اتباعِ سنت لازمی ہے“ اس کے بعد کچھ آیاتِ کلامِ پاک تلاوت فرمائیں اور احادیث جو سید شریعت ہیں انکو بیان فرمایا اور تشریح و توضیح فرماتے رہے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اشعار بھی پڑھئے حضور انور کا مختصر بیان اس قدر جامعیت اور بلاغت سے بھرا ہوا تھا کہ میں حیرت زدہ سا ہو رہا تھا۔ اور غور کر رہا تھا کہ حضور فقیر تو ہیں ہی مگر فقیہ بھی اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ علومِ تفسیر و حدیث وغیرہ میں بھرپور ہے۔ فارسی زبان میں کمال رکھتے ہیں۔ عربی فصیح و بلیغ بھی انتہا درجہ کے ہیں۔ انھیں باتوں پر غور کرتے کرتے خیال ہوا کہ شائع میں جو بگمائی پیدا ہوئی تھی یہ اُسکا دفعیہ ہے۔ نصف گنٹہ میں تمامی خطراتِ عقیدت سے بدل گئے اور قدمِ مبارک چھوڑنا شاق ہو گیا بالآخر حضور اٹا وہ تشریف لے گئے اور میں آگرہ چلا آیا۔ آگرہ میں دو دن قیام دشوار ہو گیا۔ تیسرے دن بیتاب ہو کر اٹا وہ پہنچا اس کے بعد پھر آگرہ واپس آیا اور آگرہ سے شرفِ بیعت حاصل کرنے کے لئے دیوبند شریف روانہ ہوا۔ ۲۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء سے ۶۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک برابر روزانہ حاضر خدمت عالی ہوتا رہا حضور انور کی قدوسی کوئی آسان امر نہیں تھا جز رہا زائرین و مشتاقین امیر و غریب صادر و وارد کا ہجوم رہتا تھا۔ آدمی پر آدمی گرتا تھا ٹھوکرین اور دھکے کھا کر حضور کے قدموں تک سائی نصیب ہوتی تھی۔ ۶۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء مطابق ۱۶۔ ربیع الثانی ۱۳۷۷ء کو شرفِ غلامی نصیب ہوا۔ سبحان اللہ کیا ساعت سعید اور وقت ہایون تھا۔ خوشادقتے و خورزم روزگار سے اربابِ علم کے ساتھ حضور انور کے علمی واقعات اکثر گزرے ہیں جن سے آپ کی بدرجہ کمالِ تفہیم و علوم ظاہری کا بھی پتہ چلتا ہے۔

ہر چند خود حضور انور نے کبھی کسی علم کی نسبت زبانِ مبارک سے ارشاد نہیں فرمایا کہ ہم نے حاصل کیا ہے مگر حضور انور ہر شخص کو اُس کے مذاق کے موافق جواب دیتے تھے۔

مولانا عبد الرحیم صاحب جو دہریہ مشہور تھے اُن کا واقعہ ہو کہ حضور انور کے زمانہ قیام جوہنور میں وہ مع اپنے شاگرد مولوی ریاض الرحمن صاحب کے خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور بطور سوال عرض کیا کہ اگر ابلیس نے غیر خدا کے سجدہ سے انکار کیا تو کیا تصور کیا بجائے موجد کئے کے اُسکو شیطان اور ملعون کیونکہ کہتے ہیں حضور انور نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”مولوی صاحب موجدین تو شیطان و درجن میں فرق نہیں کرتے اور عشاقِ شیطان کو برا نہیں کہتے بلکہ واقعہ ابلیس خاص قسم کا ایک سبق ہو لیکن شریعت کے رو سے ابلیس نے یہ فعلی ضروری کام کو غیر گھما

خلقِ آدم علی صورتہ کا خیال نہ کیا،

مولوی صاحب یہ شکر کیفیت ہوئے اور طاعتِ داری کا اقرار کیا۔

اگرچہ حضور انور مناظرہ کو پسند نہیں فرماتے تھے مگر اکثر اسبابِ علم ظاہر اس غرض سے بھی حاضر خدمتِ عالی ہوتے ہیں۔ اور آپ نے ازراہِ خلقِ محمدی اُن کو منع نہیں فرمایا ہو بلکہ اُن کی تسلی فرمادی ہو جس سے وہ یا تو ساکت ہو کر داخل سلسلہ عالیہ ہو گئے اور اگر قسمت نے یاوری نہ کی تو اپنی مخالفت کے باعث پشیمان ہو گئے اور اُن کو بات کرنے تک کی جرأت نہ ہوئی۔



منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی (سابق نائب ریاست مہونا ضلع سلطان پور) رئیس پوروہ عبدالغنی خان ضلع رائے بریلی لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دیوہ شریعت میں حاضر تھا اور اکثر خدام حاضر باش موجود تھے کہ حضور انور کی خدمت بابرکت میں ۸ یا نو بجے صبح کے وقت ایک عالم آئے جو پنجاب کے رہنے والے تھے۔ اُن کے ساتھ پچیس تیس طالب علم بھی تھے جو اُنصین کے شاگرد تھے عالم صاحب نے آتے ہی بغیر کسی اخلاقی گفتگو کے اپنے علم کے زعم میں یہ سوال کیا کہ آپ نے علم ظاہری کچھ کیوں نہ حاصل کیا کہ مسائل شریعت سے آگاہی ہوتی آپ نے فرمایا کہ ”مولوی صاحب آپ کس علم کی بابت دریافت کرتے ہیں“، انھوں نے کہا کہ یہی علم عربی و فارسی وغیرہ جو رائج ہے آپ نے فرمایا ”مولوی صاحب اس علم کا یہی فائدہ ہو نا کہ شکم سیر ہو کر رزق مل جائے اور نفس کو سرور ہو بس خداوند تعالیٰ میں صفت رزاقی موجود ہے۔ اُس کا نام رزاق بھی ہے اس نام پر جسکو تصدیق ہو جائے اُسکو ان علوم کی کیا حاجت ہے۔ صرف اُس کے ایک نام سے سب کام نکل سکتے ہیں بس میں اُسکی صفت رزاقی پر ایمان رکھتا ہوں اسلئے سب کو بیکار و بیفائدہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور مولوی صاحب علم وہی حاصل کرنا چاہیے جو مرنے کے وقت کام آئے اور وقت موت کلمہ زبان سے نکلے اگر زبان سے کلمہ نہ ادا ہو سکا تو علم کس کام آیا“، اس ارشاد پر مولوی صاحب نے کہا میں علم عربی و فارسی فلسفہ و منطق حدیث و تفسیر و فقہ سب سے باخبر ہوں کیا میرے مرنے کے وقت کلمہ زبان سے نہ نکلے گا۔

حضور انور نے ارشاد فرمایا ”کچھ بعید نہ سمجھئے آپ نے اکثر سنا ہو گا کہ دو تین دن پہلے سے بعض مریضوں کا منہ بند ہو جاتا ہے زبان لوٹ جاتی ہو“،

مولوی صاحب نے کہا جس کا دہن بند ہو جائیگا وہ زبان کے اشارہ سے کیگا زبان بھی بند ہو جائیگی تو دل سے کیگا۔

آپ نے فرمایا کہ ”اکثر لوگوں کا دل پلٹ جاتا ہے دیوانوں کی طرح حرکتیں کرتے ہیں بعض پر ایسا سکوت طاری

ہوتا ہے کہ وہ بچس و حرکت ہو جاتے ہیں۔ ہیبت مرگ ان کے حواس خمسہ کو غارت کر دیتی ہو اور دل بغیر امداد

حواس مطلق جنبش نہیں کر سکتا۔ جب حواس متغیرین تو دل کی یکسوئی کمان ہے، یہ ارشاد حضور انور کا سنتے ہی

مولوی صاحب کی حالت میں ایک عجیب تغیر پیدا ہوا اور انھوں نے عمامہ سر سے اتار کر پھینک دیا۔ آپ کے

پائے مبارک پر سر رکھ دیا اور کہنے لگے کہ بخدا جو سنتا تھا اُس سے زیادہ پایا میں حضور کے سامنے محض اتنی ہوں۔

برائے خدا مجھے شرف غلامی سے سرفرازی بخشیں۔ اس وقت ظاہر ہی نہیں بلکہ میری باطنی حالت میں تغیر ہے

میرا دل گھبرا رہا ہے کہ مباد ایسی دم واپسین نہو۔ مولوی صاحب شرف بیعت سے مستفید ہوئے اور ساتھ ہی لباس

فقر کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ حضور انور نے احرام عطا فرمایا اور مولوی صاحب کو فقیہ سے فقیر بنایا مولوی صاحب کے

ہمراہ اُن کے تین شاگردوں نے بھی لباس فقر زیب تن کیا بقیہ شاگرد واپس چلے گئے۔ مولوی صاحب نے اپنے

شاگردوں سے کہ دیا کہ میرے اعزہ و احباب سے کہہ دینا کہ صبر کریں اب دل ہاتھ سے جاتا رہا میرے قلب کی حالت

پلٹ گئی مولوی صاحب نے اپنے تینوں شاگردوں کے حضور کے حکم سے نیپال کی طرف چلے گئے۔ حضور انور کے

روبر و مناظرہ و سباحہ کی طویل گفتگو کرنے کی نوبت نہیں آتی تھی آپ صرف دو ہی تین باتوں میں تمامی امور طے

فرما دیتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہو کہ کوئی صاحب مناظرہ کی غرض سے تشریف لائے مگر ہیبت حق سے کوئی بات ہی زبان سے ادا نہ کر سکے۔

مولوی بشیر الزمان صاحب رئیس سندلیہ ضلع ہر دوی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدنا شاہ فضل حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین حضرت شاہ منعم کنز العزت بیان فرماتے تھے کہ دو افغانی ہماری مسجد میں آئے جن کی وضع قطع مولویانہ تھی ایک سن رسیدہ اور دوسرے متوسط عمر کے تھے یعنی ایک بڑے مولوی اور دوسرے چھوٹے مولوی کہے جاسکتے تھے ان کی باتوں سے معلوم ہوا کہ حضور انور سے مباحثہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں انھوں نے مجھے بے تکلفانہ و بیباکانہ کہا کہ جناب حاجی صاحب تارک الصلوٰۃ ہیں اس لیے اس حدیث کے مصداق ہیں مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعِدًّا فَقَدْ كَفَرَ اور نہایت اشتداد کے ساتھ بار بار یہی الفاظ دہراتے رہے۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمان ہیں ہم آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتے حضرت صاحب ہمارے مرشد و پیشوا ہیں جو کچھ آپ کو کہنا ہو بالموافق ان سے کہیے گا۔

پس پشت کسی کو کچھ کہنا بیجا ہے اب آپ کھانا کھا لیجیے اور بعد نماز نظر آستانہ عالی پر چلیے اسوقت جو جی میں آوے کہیے گا۔ وہ بمشکل تمام خاموش ہوئے اور طعام و نماز سے فارغ ہو کر تاحضری کا قصد ہی کر رہے تھے کہ خود حضور پُر نور تشریف لائے اور حسب عادت سلام میں سبقت فرمائی لیکن وہ دونوں صاحب دیکھتے ہی حیرت زدہ ہوئے کہ ان کے آئے حواس غائب ہو گئے ٹکٹکی باندھ کر حضور پُر نور کی صورت دیکھنے لگے اور بدحواسی میں جواب سلام بھی دینا بھول گئے آپ جاکر ان کے قریب بیٹھ گئے اور ان دونوں صاحبوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو علما کی بڑی شان ہے۔ آپ کا مکان کہاں، جو کس کام سے تشریف لائے ہیں اسامے شریف کیا ہیں، لیکن دونوں مثل قصور بہوت و ساکت تھے اور حیرت سے آپ کے جلالِ عظیم المثال کو دیکھ رہے تھے۔

جب انھوں نے کسی بات کا جواب ہی نہ دیا تو حضور انور نے ارشاد فرمایا دو آپ صاحبان عالم ہیں ہماری زبان نہ سمجھتے ہونگے، چنانچہ آپ ان سے عربی میں گفتگو فرمانے لگے وہ اسپر بھی بدستور ساکت و دم بخود رہے تو آپ نے ان کی وضع و قطع کے اعتبار سے پشتو پنجابی گجراتی وغیرہ کئی زبانوں میں سلسلہ کلام شروع فرمایا مگر وہ دونوں بہوت ہی رہے بالآخر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ عجیب لوگ ہیں مباحثہ کرنے آئے ہیں اور کوئی بات زبان پر نہیں لاتے، ان دونوں مولوی صاحبان پر ایسا سکوت طاری ہوا کہ عصر کی اذان بھی ہو گئی اور وہ خاموش ہی بیٹھے رہے۔ حضرت شاہ فضل حسین صاحب وارثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم نے بمشکل ان کو نماز عصر کے لئے کھڑا کیا ورنہ وہ حیران و ششدر تھے۔ بعد نماز وہ ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے لیکن بدستور ساکت و صامت رہے یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی اور وہ بھی سب کے ساتھ شریک نماز ہوئے اور بعد نماز مغرب خاموش مسجد میں بیٹھے رہے حتیٰ کہ عشا کی بھی اذان ہو چکی تو میں نے ان کے قریب جا کر کھانے کے لئے کہا تب ان دونوں نے نہایت اہم آہستہ آواز میں جواب دیا کہ ہم کو بالکل اشتہا نہیں ہو آج شب کو کھانا نہ کھاؤں گے اس کے بعد وہ شریک نماز ہوئے اور بعد نماز وہ دونوں مسجد میں بیٹھے رہے ہم لوگ یہ سمجھے کہ اوراد و وظائف میں مشغول ہونگے مگر عجیب کیفیت ہوئی کہ قریب نصف شب کے مسجد سے شور و غل کی آواز آئی وہاں جا کر دیکھا تو دونوں صاحب ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں اور دونوں میں صلواتین ہو رہی ہیں سبڑی دشواری سے میں نے دونوں کو علیحدہ کیا۔

ایک نے دوسرے پر نہایت قہر آلود نگاہ ڈالی اور الگ الگ بیٹھ گئے آخر شب میں پھر جنگ ہونے لگی و مار پیٹ کی نوبت آئی۔ جب فجر کی اذان ہوئی تو ہم لوگ مسجد میں گئے وہاں جا کر دیکھا تو بڑے مولوی صاحب نہاد تھے اور چھوٹے مولوی صاحب نہایت خستہ و مجروح پڑے ہوئے تھے ان کو اٹھایا تو وہ وضو وغیرہ کر کے نماز فجر میں

شریک ہوئے اُن سے دریافت کیا کہ بڑے مولوی صاحب کہاں گئے تو انھوں نے کہا خدا جانے کہاں فرار ہو گئے اب مجھ کو حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں پہنچو چنانچہ وہ حضور پرنور کی خدمت عالی میں پہنچ کر قیام فرمایا اور بکمالِ ادب استدعا کی بیعت کی حضور انور نے نہایت شفقت سے اُن کی بیعت لی چند روز حضور کی خدمت میں رہ کر اپنے مکان کو راہی ہو گئے۔

بعد میں سنا گیا کہ بڑے مولوی صاحب یہاں سے فرار ہو کر فقیر بسوان میں ہو گئے اور وہاں مسجد میں قیام کیا شب کو ان سے اور امام و مؤذن سے جوتی پزار ہوئی اور وہاں سے خستہ و مجروح ہو کر کہیں بھاگ گئے خدا جانے کیا معاملہ تھا۔ اکثر علمائے ظاہر جو آپ سے مباحثہ کرتے آئے تو قبل اسکے کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ نے معمولی لکھے پڑے آدمیوں کو حکم دیدیا کہ تم جاؤ اور مولوی صاحب سے مناظرہ کرو وہ اس رشا کو سکر خود متحیر ہو گئے اور جب مولوی صاحب اُن سے ساکت ہو گئے۔ تو انھیں اور بھی زیادہ حیرت ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات معدن الصفات سے علوم ظاہری و باطنی کا چشمہ فیض جاری تھا۔ جس سے جو کام چاہتے تھے لیتے تھے جس سے مخاطب حیران ہو جاتا تھا مریدین ہی کو نہیں بلکہ دیگر سلاسل کے بزرگوں کو بھی حضور انور کے افاضہ قوت ظاہری و باطنی کا اچھی طرح علم ہے جو حضور انور کے تصرف سے اُن کی ذات میں ظاہر ہوا ہے چنانچہ مولوی ناظم علی صاحب فضلی (متوطن کرسی ضلع بارہ نکی) نائب ہتم مدرسہ عالیہ قرانیہ لکھنؤ اپنا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دیوبند شریف میں حاضر خدمت ہوا کچھ اور لوگ بھی خدمت عالی میں حاضر تھے آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ داتا گنج بخش کی مین کوئی عالم نہیں ہو تھیں ہو، یہ فرما کر ایک قصیدہ عربی (جسکی عبارت ایسی دقیق تھی کہ مجھ پر ایسے کم استعداد کو پڑھنا دشوار تھا۔ عنایت فرمایا کہ پڑھو بسم اللہ مکرچو پڑھنا شروع کیا تو آخر تک خوب صحیح اور نہایت سمجھ کر پڑھا لیکن اس وقت بھی مجھ میں ایسی استعداد نہیں ہو کہ اس قصیدہ کو پڑھ سکوں،

یہ حضور انور کا افاضہ قوت ظاہری تھا۔ حالانکہ آپ کی ذات اقدس کو علوم ظاہر سے قطعاً تعلق نہ تھا مگر پھر بھی اس قسم کے واقعات ظاہر ہوئے ہیں جسے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی قوت کاملہ جسکو ایک دولت خدا داد کہنا چاہیئے ایسی تھی جس سے منطق کا بھی ناطقہ بند تھا۔ بڑے بڑے فلسفی و منطقی آپ کے سامنے اس طرح ساکت دم بخود رہ جاتے تھے کہ گویا اُن کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے۔

حضور انور کے مختصر الفاظ فی الحقیقت نہایت جامع ہوتے تھے اور جس قسم کا جو مسئلہ ہوتا تھا اسی قسم کا سائل کے مذاق کے موافق جواب لے کر فرماتے تھے۔

سیدنا معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اللہ لکھنؤ میں آغا میر کی ڈیوڑھی کو شیدائیانِ ارشی کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے میں ہمراہ تھا لب سرک دوپادری تقریر کر رہے تھے اور صد ہا ہندو مسلمانوں کا مجمع تھا۔ تقریر میں کچھ سخت الفاظ ہو گئے جسکی وجہ سے ہندو مسلمانوں میں پامی صاحبان کے خلاف جوش پیدا ہو گیا اور طول کلامی سے بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت آئی کہ اُس مجمع کے اکثر لوگ مشتعل ہو گئے۔ پادری صاحبان نے جو حضور انور کو آتے ہوئے دیکھا تو زور سے آواز دی کہ حاجی صاحب ہماری مدد فرمائیے حضور انور نے سید معروف شاہ صاحب سے فرمایا کہ جلدی دیکھو کیا معاملہ ہے، چنانچہ سید معروف شاہ صاحب تیز رفتاری سے وہاں پہنچ گئے اور اہل مجمع کو سمجھانے لگے اتنے میں حضور انور بھی آ گئے آپ کے

دریافت فرمائے پھر ان لوگوں نے کہا کہ یہ دونوں پادری حضور سید عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں اور شرک کو توحید پر فوقیت دیتے ہیں۔ ایک پادری صاحب نے عرض کیا کہ ہم تو صرف اپنے مذہب کی حقانیت بیان کرتے ہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش قرآن شریف سے بغیر باپ کے ثابت ہو اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کے آپ بھی قائل ہیں۔ فطرت انسانی یہ ہو کہ بغیر باپ کے بچہ پیدا نہیں ہو سکتا اس سے صاف ظاہر ہو کہ جناب مسیح خدا کے فرزند ہیں کیونکہ ان کے باپ کا نام یاد کر کسی کتاب آسمانی میں مذکور نہیں ہو پس تمام نبیوں پر ان کی عظمت و بزرگی ثابت ہو۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ پادری صاحب اگر بغیر محال جناب عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان لیا جائے تو بھی ان کو دوسرے انبیاء پر ترجیح نہیں ہو۔ پدھر سلطان بود سے کچھ نہیں ہوتا جب تک یہ نہ طے ہو جائے کہ باپ کے بعد یہی جانشین ہو گا۔ پس خدا کو موت ہی نہیں ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو راج گدی نصیب ہوگی، آپ کے اس ارشاد پر پادری صاحبان مثل تصویر حیران رہ گئے اور اہل جمع کا بھی وہ جوش و خروش سرد پڑ گیا سب نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔

حضور انور کی وہ تقریر جو ظاہر پر مبنی ہے اُس میں بھی خاص شان ہو آپ کی زبان مبارک سے اس قدر معقول جواب ادا ہوتا تھا کہ مخاطب ساکت و دم بخود رہ جاتا تھا۔ جس سے ظاہر ہو کہ حضور انور حقائق پر غور فرماتے تھے فروعی باتوں کو نہیں دیکھتے تھے۔ آپ کے بعض علمی جوابات میں ار باپ علم کو بڑی بڑی پیچیدگیان ہو جاتی تھیں اور بالآخر بڑی تحقیق سے وہ بات کی تہ تک پہنچتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ شاہ ظہور اشرف صاحب دار ثقی کے پاس اُن کے ایک عزیز کا خط علاقہ گجرات سے آیا جس میں تحریر تھا کہ یہاں دو مولویوں میں یہ بحث درپیش ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کا کیا نام تھا شاہ ظہور اشرف صاحب نے مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا دار ثقی سے کہا کہ آپ حضور انور سے دریافت کیجئے۔ شیدا میاں نے ایک روز موقع پا کر حضور انور سے یوں سلسلہ کلام شروع کیا کہ اَوَّل دیکھا انبیاء علیہم السلام کی نسبت دریافت کیا پھر یہ پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا کیا نام تھا آپ نے فرمایا کہ ”نبوت اخی“ اس پر سب کو تعجب تھا کہ یہ تو عربی زبان کا لفظ ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام عبرانی زبان میں ہونا چاہیئے اس پر شیدا میاں کو بھی تعجب ہوا اور انھوں نے پھر حضور انور سے استفسار کیا کہ یہ نام کسی کتاب میں بھی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ”قرآن میں دیکھو“ اسلے ارشاد پر قرآن شریف میں جہاں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے دیکھا گیا بعض تفاسیر بھی دیکھی گئیں مگر نام نہیں ملا پھر عرض کیا گیا کہ قرآن شریف میں تو نہیں ہو آپ نے فرمایا کہ ”ہمارے قرآن میں دیکھو“ اس پر بعض صاحبو کو اور بھی تعجب ہوا کہ ہمارے اور آپ کے قرآن میں بھی کچھ فرق ہے۔ مگر پھر شیدا میاں کو خیال ہوا کہ حضور انور کی حلاوت میں جو قرآن شریف ہو اُس میں تفسیر حسینی بھی حاشیہ پر ہے غالباً یہ اُسی کی طرف اشارہ ہو چنانچہ تفسیر حسینی میں باب سومین پارہ میں خویلد نام لکلا اس پر اور بھی حیرت ہوئی حضور انور کے ارشادات مختصر ہوتے تھے اور صراحت سے پوچھنے کی کرسی کو جرات نہیں ہوتی تھی۔ اسلے شیدا میاں صاحب قبلہ کا بیان ہو کہ مولوی فخر الدین صاحب تعلقہ دار شریف کے کتب خانہ میں جا کر ہم لوگوں نے عبرانی زبان کا لغت تلاش کیا تو ایک تلمی کتاب جو بہت پرانی تھی عبرانی لغت کی دستیاب ہوئی اُس میں دیکھا تو خویلد کا عربی ترجمہ نبوت اخی لکھا ہوا تھا۔



جب سمجھ میں آیا کہ حضور انور نے ہم لوگوں کی معلومات کے لحاظ سے عربی کا لفظ ارشاد فرمایا تھا حضور انور کے مختصر جوابات نہایت اہم ہوتے تھے اور مخاطب کو تسلیم چھٹکا لینے کے سوا کچھ بن نہیں آتا تھا۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ و ارثی سابق نائب ریاست ہونار میں پورہ عبدالغنی خان ضلع راسے ہمدلی رقمطراز ہیں کہ مستقیم شاہ صاحبہ دارقیہ (ساکنہ فتحپور ضلع بارہ بنکی) جو ایک نہایت شریف خاندان کی خاتون تھیں اور طلب حق میں تہ بند باندھ لیا تھا بارگاہ و ارثی میں نہایت مقبولیت رکھتی تھیں۔

کالمین وقت سے گزری ہیں جب انھوں نے اس دارفانی سے پردہ فرمایا تو لوگوں نے عرس کرنا چاہا اس پر ایک بزرگ جو عالم بھی تھے نیک نیتی سے معترض ہوئے کہ مستورات کا عرس جائز نہیں ہے جب مولانا حضرت اقدس سے ملنے آئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ روح کو موت نہیں ہے جو عام مخلوق کی یہ حالت ہے تو اولیاء اللہ کے لایموتوں موجود ہیں جو کچھ اولیاء اللہ کے لئے ہوتا ہے سب زندہ نذر ہے اور ہمارے نزدیک تو عورت ہو یا مرد جو طالب مولیٰ ہے وہی مذکر ہے۔

مولوی صاحب آپ ہی بتائیے کہ مستقیم شاہ نے طلب مولیٰ میں سرکھولایا طلب عقیٰ میں یا طلب دنیا میں مولانا نے یہ ارشاد منکر تسلیم کیا کہ فی الواقع مستقیم شاہ صاحبہ کے عرس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ آپ کا مختصر جواب حقیقت کا لب لباب ہوتا تھا۔ مولانا چونکہ اہل معرفت اور صاحب نسبت بھی تھے اس لئے آپ نے ان کی اُنھیں کے مذاق کے موافق تشفی فرمائی جو شخص جس مذاق کا ہوتا تھا اس سے حضور ویسی ہی گفتگو فرماتے تھے۔

حسین بخش و محمد بخش صاحبان ساکنان جوگی پورہ (متصل ہاتھرس ضلع متھرا) جو خاندان نقشبندیہ میں ہیئت میں لکھتے ہیں کہ ہاتھرس میں حضور انور مولوی رکن عالم صاحب تحصیلدار کے مکان پر مقیم تھے ہم لوگ بھی زائرین کے جمع میں تھے ہم نے دیکھا کہ آپ کی خدمت عالی میں چار مشہور پنڈت حاضر ہوئے ایک صاحب کا نام لیلا دھر تھا اور دوسرے صاحب کو بلون جی کہتے تھے اور دو کے نام ہمیں یاد نہیں ہیں۔ یہ چاروں اپنے علوم میں کمال کہتے تھے یہ اس عرض سے آئے تھے کہ آپ کے سامنے ہماری قابلیت کا اظہار ہوگا اور کچھ مل جائے گا۔ چنانچہ آپ کی محفل میں ان چاروں پنڈتوں نے حضور کو اشلوک سنانا شروع کیے لیکن عجیب لطف تھا کہ وہ جتنے اشلوک پڑھتے تھے آپ ان سے دو چند مٹاتے تھے وہ آپ کی نافیت پر حیران و ششدر تھے حتیٰ کہ وہ چاروں پنڈت عاجز آ گئے اور شرمندگی سے چلنے لگے تو آپ نے ہنس سے ارشاد فرمایا کہ جسکے لئے آئے ہو وہ تو لیتے جاؤ۔ چنانچہ مولوی رکن عالم صاحب تحصیلدار نے چاروں پنڈتوں کو کچھ روپیہ دیا چاروں پنڈت حضور کے علم و فضل سے بے حد متاثر تھے اور عام مجمع کی عجیب کیفیت تھی۔

حضور انور کی وسعت نظر اور عبور حقائق اشیاء کا یہ حال تھا کہ تمامی علوم و فنون ظاہری و باطنی پر بدرجہ اتم حاوی معلوم ہوتے تھے جس بل کمال کو شرف حضور ہی حاصل ہوتا حضور پُر نور اس سے اسی کے مذاق کی باتیں کرتے تھے۔ چنانچہ حکیم محمود علی صاحب دارگی فتحپور میں بروایت حکیم یعقوب بیگ صاحب و ارثی خیر آبادی (حضور کے قدیم جان نثاروں میں اور عہد ان خاص میں انکا شمار ہے) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور کی خدمت عالی میں بنارس کا ایک بہت بڑا پنڈت آیا جو علاوہ اپنے علوم و دیگرہ کے جوش میں بھی بڑا کامل تھا وہ اپنے علوم میں

خاص شہرت رکھتا تھا جب وہ حضور پر نور کی دولت زیارت سے مشرف ہوا تو آپ نے اُسکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہ پنڈت جی آپ کو تو اپنے یہاں کے علوم پر بہت عبور ہو یہ تو بتائیے کہ پہلا دے جسوقت اپنے عالم فہم میں برم یعنی معبود حقیقی کا نام رٹنا شروع کیا اُسوقت اُسکا باپ جس کا نام ہرنکس تھا۔ نہایت طیش میں آگیا۔ اور اپنے لائق ہونا بیٹے سے (جسکے طرز عمل سے وہ پہلے سے واقف تھا) کہنے لگا کہ خبردار میرے سامنے رام کا نام نہ لینا ورنہ اس تلوار سے میرا سر اڑا دوں گا۔ پہلا دے جب باپ کی یہ بیجا مخالفت سہی تو اُسکو بھی جوش آگیا اور اُس نے حالت وجد میں اپنے باپ سے کہا کہ وہ مجھ میں رام مجھ میں رام کھڑک کھم سب میں رام یعنی مجھ میں مجھ میں تلوار اور ستون سب میں اُس خدا کے واحد کا جلوہ ظاہر ہو اُسکے کہتے ہی ستون پھٹ گیا اور برم کی صورت شیر کے چولے میں نمودار ہوئی۔ جس نے ہرنکس کو پارہ پارہ کر دیا تو سوال یہ ہو کہ پہلا دے مجھ مجھ میں کھڑک کھم چار چیزوں میں برم کے جلوے کا ذکر کیا مگر صورت برم کی کھم سے یعنی ستون سے ظاہر ہوئی اور باقی تینوں چیزوں میں سے کسی میں ظاہر نہیں ہوئی اس میں ستون کی کیا تخصیص تھی جب کہ وہ سب چیزوں میں موجود تھا؟

پنڈت صاحب اس معرفت کے سوال سے پریشان ہو گئے مٹھ پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں آپ کی طرف دیکھ کر رہ گئے آخر مجبور ہو کر عرض کیا کہ حضور میں اسکی حقیقت عرض نہیں کر سکتا آپ ہی فرمائیں میرا ناقص فہم ان مضامین عالی کے اور اک سے قاصر ہے۔

جب پنڈت صاحب نے اپنے عزیز کا اظہار کیا تو مولائے حق شناس نے ارشاد فرمایا کہ ”سنو سنو پنڈت جی پہلا دے مجھ میں مجھ میں کھڑک کھم چار چیزوں میں شاہد حقیقی کے جلوے کا اظہار کیا مگر کھم یعنی ستون پر اگر رنگ گیا جہاں رُکا خدا زمین سے ظاہر ہو گیا۔ انسان جس چیز مضبوط پکڑے اور اُسپر رُک جائے وہیں خدا ہو،“ پنڈت صاحب اس ارشاد پر بخود ہو گئے اور قدموں پر بے اختیار گر پڑے اور عرض کرنے لگے کہ واقعی میں جیسا سنتا تھا اُسے ہزار حصہ حضور کو زیادہ پایا حضور کی ایک نصیحت نے میری تمام عمر کی اکتساب علم کی حقیقت کھول دی۔ واقعی یہ علم علم ہے اور اس کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ بڑی دیر تک پنڈت صاحب اس ارشاد پر دھجکتے رہے۔ حقیقتہً حضور انور کو اس ارشاد سے پنڈت صاحب کی تعلیم بد نظر تھی۔

حضور پر نور کی محفل میں آئے دن اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ اچھے اچھے ماہرین فن اور ارباب علم و فضل حضور کے فیض محبت سے مستفید ہوئے ہیں۔ اکثر اوقات جب آپ اپنی موج میں ہوتے تھے تو ایسے نکات الفاظ میں بیان فرادیتے تھے جنکا جاننا اور سمجھنا باعتبار علوم ظاہر محض ناممکن ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا شاہ سید علی حسن صاحب شرفی اجمیلانی مسند آراسے کچھ چہر شریف کا واقعہ ہے کہ جب جناب مدوح مقام سید پنور میں مودا اپنے چند مریدین کے درمیان عصر و مغرب حضور انور سے ملنے آئے تو دو چار منٹ کے بعد آپ نے فرمایا کہ دو اچھا اب پھر ملاقات ہوگی، اور رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور معاف فرمایا اس کے بعد حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ وہ ذرا سب باہر جائیں، مولانا مدوح خود تحریر فرماتے ہیں کہ اُسوقت آپ چند باتیں اسرار تو حید سے زبان مبارک پر لائے اور فرمایا کہ وہ نفوس کو فالقہ موت ہو اور روح کو ذالقہ موت نہیں ہے۔

حق تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یٰمَنْ فَرَّطَ فَرَّطَ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

میں نے عرض کیا بجا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اسکے بعد کچھ ایسی باتیں ارشاد فرمائیں جن کا بیان نہیں ہو سکتا محض اسرار و روح کے متعلق تھیں مولانا چونکہ ایک عالم و فاضل اور کاملین وقت سے ہیں اسلئے ان سے حضور نے ان کے مذاق کے موافق کلام کیا۔ اسی طرح حضور پر نور کی خدمت عالی میں جن علوم کے ماہر آتے تھے آپ انکو ایک نہ ایک ایسی بات بتا دیتے تھے جو ان کے علوم و فنون کی جان ہوتی تھی فن موسیقی کے اچھے اچھے ماہرین کو آپ نے اس فن کے متعلق خاص گڑتائے ہیں علوم رمل و نجوم وغیرہ کے متعلق آپ نے ماہرین فن کو ایسے نکات سمجھائے جن سے وہ محو حیرت ہو گئے حضور انور کی علوم ظاہری کی واقفیت سے بھی تعجب ہوتا تھا کہ اکابرین آپ کے سامنے طفل کتب نظر آتے تھے۔ گو حضور انور انبیاء کے سوا تمام علوم و فنون کو محض بیکار سمجھتے تھے۔ آپ کا مسلک عشق و محبت پر مبنی تھا اسی کو علم حقیقی سے تعبیر فرماتے تھے اور یہی آپ کا زمانہ طفولیت سے مذاق تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ مردان خدا کا علم ظاہری تعلیم کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ ان کو اس طرف رجحان ہوتا ہے۔

از فلسفہ و منطق جز عشق نہ ہمید م این دفتر بے معنی غرق مئے ناب ادلی

مگر با این ہمہ اسکو خرق عادت کہا جائے یا کرامت کہ تمام علوم و فنون ظاہری پر بھی آپ کو کامل عبور تھا اور ان کے حقائق پر ایسی نظر غائر تھی جو مبالغہ کو ساکت و دم بخود کرتی تھی۔ آپ کے حسن کلام میں باطنی خوبیوں کے علاوہ علوم ظاہر کا بھی پورا مذاق تھا جس سے ظاہر ہو کہ حضور انور کی ذات سمیع الصفات پر تو ذات خداوندی تھی جس سے ہر علم و فن اپنے اپنے وقت پر بطور پذیر ہوتے تھے۔

## مذاق سخن

آئندہ تکلم و شان تکلم کے عنوان سے جواب لکھے گئے ہیں انکے دیکھنے سے علاوہ حضور انور کے حسن کلام و مذاق علوم و فنون و تصرفات فیض آیات سے مستفید ہونے کے اس سلسلہ پر خاص روشنی پڑتی ہے کہ خداوند عالم جسکو خوبی عطا فرماتا ہے اسکو ہر اعتبار سے گلدستہ قدرت بنا کر اہل عالم کے روبرو پیش کرتا ہے۔

حضور انور کے حسن کلام میں مذاق سخن کا بھی حصہ ہو آپ کو کلام منظوم و اشعار سے بھی خاص ربط تھا۔ آپ خوش الحان بھی تھے اور دریا کی طرح جب موج آتی تو آیات کلام پاک مختلف قرأتوں سے تلاوت فرماتے تھے۔ اور عاشقا نہ غزلین بھی پڑھتے تھے۔ آپ کی مقدس آواز میں وہ سوز و گداز تھا کہ چشم و دل میں اور دل کے قلوب میں بھی انتہا درجہ کا سوز و گداز پیدا ہو جاتا تھا۔

اگرچہ آپ کو غزلیات و قصائد سے بہت شوق تھا مگر خوبھی کوئی شعر موزون نہیں فرمایا اکثر لوگوں نے بنیال برکت و عظمت اپنے کلام کو حضور انور کے نام نامی سے منسوب کیا مگر جب اس قسم کا کلام خدمت عالی میں پیش ہوا تو آپ نے منع فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

فن شعر سے حضور انور کو ایسا مذاق تھا کہ عربی فارسی ہندی اردو قصائد و غزلیات کو اس رغبت سے سنتے اور ان کے ہر قسم کے نکات ارشاد فرماتے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ اول درجہ کے سخن فہم ہیں اور فن شاعری میں بھی کمال رکھتے ہیں۔

آپ کے پاس ایک بیاض رہتی تھی جس میں چیدہ چیدہ غزلین اور قصائد تحریر تھے جب حضور انور کی خدمت عالی میں اس مذاق اور طبیعت کے افراد حاضر ہوتے تو آپ اکثر خود اس بیاض میں سے پڑھ کر سناتے تھے۔

زبانی بھی آپ کو بہت کلام یاد تھا بہت بازی کے مشغلہ سے بہت خوش ہوتے تھے۔ بلکہ خود بھی اکثر شریک ہو جاتے تھے  
 دس دس شعر کے مقابلہ میں آپ تنہا بیٹھتے تھے اور ان کو ساکت کر دیتے تھے گوگون کو حضور انور کی ذہانت و حافظہ پر  
 سخت تعجب ہوتا تھا۔ آپ پچاس پچاس اور تلو تلو شعر ایک ہی حرف پر ختم فرماتے تھے۔ جس سے لوگ عاجز آ جاتے تھے۔  
 انھیں صحبتوں کی طرف سیدنا معروف شاہ صاحب قبلہ نے اپنے سلام میں اشارہ فرمایا ہے ۵

یاد باد آن مجلس شعر و سخن | یاد باد آن محفل ارباب فن

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بہت پسند تھا۔ اکثر انکی تعلیف کرتے اور ارشاد فرماتے تھے کہ مرید کو ایسا  
 ہونا چاہیے۔ پیر کے خوش کرنے کو امیر خسرو ایسی باتیں کیا کرتے تھے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بھی بہت مرغوب خاطر اقدس تھا اکثر خوش الحانی سے اس غزل کو پڑھتے تھے ۵

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا | بختیاری ہندو شش ہشت سمر قند و بجنار را

مولوی خدابخش صاحب شائق قدیم مداح بارگاہ دہلی کے فارسی دیوان کی اکثر غزلیں حضور انور کو زبانی یاد تھیں  
 مثنوی فارسی شائق تقریباً پوری از بر تھی جناب شائق کی فارسی غزلیں جو اکثر حضور انور کی زبان مبارک سے  
 نکل گئی ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں ۵

اگر آن ترک یغائی کشد تیغ ستم آرا | بنار و تاسپر داری کند اسکندر و دارا  
 در آید در مصاف او اگر بہرام از گردون | نیندا نم کہ بگذارد و لے بر جائے خود مارا  
 بہ لعل و گوہر و دریا ندارد ہیچ تشبیہ | گجا نسبت بہندانش بود عقد فریارا  
 و فرط بد گمانیا کہ میدارم بہ دل بہمان | نہ میخوام کہ بسند آئینہ آن روے زیبارا  
 و لم رازوق عشقے کو دے در چشم نابینا | چنان جو شہم کہ بدستی کند بد نام صبارا  
 حدیث مطرب و دینا چہ پرسی از من شیدا | نشد مکشوف این نمکتہ گدای مردانا را  
 گرفت اطراف عالم را محیط امروز سے شائق | مگر سبیل سرفک تو بجوش آورد در یارا

آہ دل در دلا و دارا | دروہ مرگ صد و عا دارا  
 وار سد در حرم گویہ دلدار | ہر کہ او طالع رسا دارا  
 کرد مسدود را و حور و ملک | دودا ہم سہ سما دارا  
 داد و لدار در دگر مارا | او ہمہ در در دوا دارا  
 او کہ صمد ہا مرا ہم آورہ | گر ہلاک آورد روا دارا  
 در حیرت چہ گویم اوصاف زلف یار | خوشتر بود ز تافتا تار تار تار  
 زاہد بہ زلف و خال و خط کرد تا نظر | کردہ است جیب و دامن و دستا تار تار  
 طوطے سبز بال بوقت تکلمش | قندے بروز لعل شکہ بار بار بار  
 تا بر رخ تو سبزہ نوخیز برد مید | افتادہ است در دل فرخا رخا رخا  
 شائق چکدہ جان بسلامت برد کہ او | دار و بجان او بیت پیکار کار کار

جو مثنوی شاعر حضور انور کی زبان مبارک سے نکلے گئے ہیں ان میں سے بعض یہ تیاب ہوئے ہیں جو حسب ذیل ہیں ۵



مدارم ذوقِ رندی نے خیالِ پاکدامانی	مراد یونہ خود گن بہر رنگیکہ میدانی
سپر دم بتو مایہ خویش را ہم خدا خواہی وہم دنیا سے دون نہ دیکھا جلوہ جانان صدافسوس اُس بُت کے عشق میں بھی کہاں سے کہاں گیا عشق میں تیرے کو غم سپر پیا جو ہو سو ہو اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا جو آہنگ رفتن کند جانِ پاک نکر وند پیرا ہن غم چاک	تو دانی حساب کم و بیش را این خیاست و محالست و جنون رہا دل ہی میں یہ ارمان صدافسوس کاشی گیا پر آگ گیا اور گیا گیا عیش و نشاط و ندگی جھوٹ دیا جو ہو سو ہو بنجال بہدوش بخشم سمرقند و بخارا را چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک کشیدند سرور گر بہانِ خاک

جنابِ نبی کو تم علیہ التحیۃ والتسلیم کے تذکرہ پر اکثر اس شعر کو فرماتے تھے ۛ

تن اور اخلاص نور گردند	پئے عالم بشر مشہور گردند
------------------------	--------------------------

مندرجہ بالا اشعار کے علاوہ اکثر و بیشتر اشعار حضور پر نور کو زبانی یاد تھے۔ حضور جب اپنی زبانِ مبارک سے اشعار سناتے تھے تو اہلِ بزم پر عجیب حالت طاری ہوتی تھی جس کا اندازہ انھیں قلوب کو ہی جن میں اُس مبارک آواز کی مقدس تاثیرات نے لحنِ داؤدی کا کام کیا ہو۔ حضور انور چونکہ عشق و محبت کی مجسم تصویر تھے اور عاشقانہ جذبات زیادہ تر اشعار میں پائے جاتے ہیں۔ اسلئے آپ کو اشعار سے خاص ربط تھا۔ یہ عجیب بات ہو کہ حضور انور کے حالات فیضِ آیات میں اربابِ علم نے جس قدر کتابیں لکھی ہیں اُن میں زیادہ حصہ منظوم ہے۔

صد ہا دیوان - غزلین - قصیدے - ثنویان - رباعیان - مخمس - مسدس - عربی و فارسی و اردو و ہندی  
حضور کے مع حالات میں لکھے گئے۔ جو ملک میں شائع ہو کر مقبول عام ہوئے۔

نثر میں جو کتابیں آپ کے حالات میں تالیف ہوئی ہیں وہ معدودے چند ہیں۔ اور جو منظوم تصنیفات کے مقابلہ میں عشر عشر بھی نہیں ہیں۔

اس سے بظاہر بجز اسکے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ حضور انور کا مسلک عشق و محبت پر مبنی تھا۔ اسلئے اہلِ اراوت و محبت اپنے کلامِ منظوم سے حضور انور کی توجہ عالی کو اپنی طرف متعطف کراتے تھے چنانچہ اسی امر کی طرف جنابِ فروغِ دارنی شاہچھاچوری (تلمیذ امیر مینائی لکھنوی) نے پگاہِ فروغ میں اشارہ کیا ہو ۛ

حاضر حضور میں شعرا کے دیار ہیں	مذرا ج حضرت شہِ عالی و قار ہیں
خشمے اگر میں سو تو قصیدے ہزار ہیں	ایک اُن میں عبداللہ شہِ نادر ہیں
ان میں دو شرف کہ حکیم و فقیہ رہیں یکتا ہیں وہ کہ آپ ہی اپنی نظیر ہیں	
ہر ایک اُن میں فرد ہی ہر ایک انتخاب	ہر ایک بے مثال ہے ہر ایک لاجواب
کستی ہے جسکو خلق مکانِ سخن کا باب	کرتے ہیں یہ خیال کو موزوں یہاں خواب

مضمون نظم کرتے ہیں وہ اپنے حال میں  
گذرے نہ انوری کے جو خواب و خیال میں

شہید کے ہر کلام کی وہ بیشا لسان  
میٹھی ہیں جنکی تندہ مگر سے گالیان  
وہ شاہ بے نظیر کی نازک خیالیان  
اور اس قریح خستہ کی یہ بیکالیان

کس فن کا کس ہنر کا یہاں آدمی نہیں  
دولت تو لٹ رہی ہو مگر کچھ کمی نہیں

آپ کی محفل میں غزل گوئی و قصیدہ خوانی کا زیادہ چرچا تھا۔ اسی پر اے بین عرض حال ہوتا تھا۔ اسوقت کا  
سمان عجیب دلاویز ہوتا تھا۔ مداحوں کا جھگڑا۔ اہل ذوق و محبت کی رقت محفل کا رنگ و وحدت۔ حضور انور  
کا بچی نظر کئے ہوئے سننا۔ یہ سب منظر مگر وہ عالم پیدا کرتے تھے جن سے عرصہ تک اہل محفل متاثر رہتے تھے۔  
عشق و محبت کی نہر میں جاری تھیں شفقت و رحمت کے دریا موجزن تھے۔ عاجمندان اور شائقون کی بھیڑ رہتی تھی۔  
آہ اب وہ پیارا سمان عالم خیال میں بھی نہیں ہے کیسی بڑی سرکار تھی کیسا بھرا دربار تھا

**منزل عشق** حضور انور اپنی منزل کو منزل عشق فرمایا کرتے تھے بروایات بزرگان متقدمین یہ بات متحقق ہو  
کہ حضور انور بچپن سے بادۂ عشق سے سرشار تھے کھیل بھی تھا تو محبت ہی کا تھا۔ اور عادات  
اطوار سے اسی منزل کا ظہور ہوتا تھا کہ وہ بیابان کی سیر مرغوب خاطر اقدس تھی۔ عاشقانہ غزلیں ہر وقت زبان  
مبارک پر رہتی تھیں صاحب تحفۃ اللصفیاء نے لکھا ہے کہ عالم طفولیت میں جب حضور انور کے روبرو مدینہ طیبہ کا  
کوئی شخص نام لیتا تھا تو آپ ایک نعرہ مار کر بہوش ہو جاتا کرتے تھے۔

آپ کی ظاہری حالتوں سے بھی کمال عشق کا پتہ چلتا تھا۔ بیشتر اوقات آپ کی آنکھیں ڈبڈبائی رہتی تھیں۔  
چہرہ انور کا رنگ متغیر ہوتا تھا۔ کلام نہایت مختصر فرماتے تھے کسی وقت حضور پر نور کو سوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔  
غذا کی جو حالت تھی وہ ظاہر ہے کہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ سامان عیش و نشاط سے قطعی منفر تھا۔ توکل و استغنا  
تسلیم و رضا میں انتہا درجہ کا انہماک تھا۔ ہمیشہ ایک عالم سکوت رہتا تھا۔ دشت نور دی ہادیہ پیمائی  
و برہنہ پائی سے سروکار تھا۔

حضور انور کے نعلین ترک فرما دینے کا بظاہر تو یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آپ کم عمری میں اجیمیر شریف تشریف لے گئے  
اور حضور خواجہ خواجگان سلطان اللہ غریب نواز کے مزار مبارک پر جانے لگے تو نعلین کو ایک رومال میں لپیٹ لیا  
یہ دیکھ کر ایک آزاد فقیر نے کہا کہ میان صاحبزادے کیا یہ چپا تیان ہیں۔ آپ نے پلٹے ہوئے نعلین اس کی طرف  
پھینک دیے اور فرمایا کہ اگر چپا تیان ہیں تو یہ لو کام آئیں گی،

اس روز سے کبھی آپ نے جوئے نہیں پہنے۔ واقعہ تو اسی قدر تھا جو ترک نعلین کا باعث ہوا مگر فی الحقیقت یہ  
برہنہ پائی منزل عشق کی جادہ پیمائی کے لیے تھی۔

بابرہنہ جو تراب ست روان ورپے اور غیر مجنون کہ گشت قدر تھے پائی را  
حضور انور کی ذات بابرکات عشق کا ایک کامل و مکمل نمونہ تھی۔ آپ کو دنیا کے کسی کام سے مطلق رغبت نہ تھی۔  
نہ کسی انتظام سے سروکار تھا۔ تمامی اسباب سے قطعی بے تعلقی تھی۔ ہر وقت عورت و مفراق میں رہتے تھے۔

جس کا اثر حاضرین پر بھی بدرجہ غایت پڑتا تھا۔ اور حضور انور کی خدمت عالی میں پہنچتے پہنچتے زائرین خواں خستہ و از خود رفتہ ہو جاتے تھے۔ اور کامل تصدیق ہوتی تھی۔

دل گواہ مست کہ در پردہ دل آراے ہست | ہستے قطرہ دلیل مست کہ دریاے ہست

حضور انور کی ذات محمودہ و الصفات میں جو تاثیر عشق تھی وہ قیامت کا اثر رکھتی تھی آپ کو دیکھتے ہی جذبات عشق قلب میں موجزن ہونے لگتے تھے۔ بے اختیار گریہ طاری اور دل قابو سے باہر ہو جاتا تھا۔ اور علی قدر مراتب عشق کی تاثیرات ہر شخص کے ساتھ اپنا کام کر کے رہتی تھیں۔ کوئی مجنون ہو جاتا تھا کوئی وارفتہ اور کوئی عقل سلیم کے ساتھ اثرات محبت قلب میں لیکے پلٹتا تھا۔ دولت محبت سے دامن دل کو کوئی خالی لیکے نہیں آتا تھا۔ چنانچہ آپ کے دیکھنے والے خاص طور پر اس نعمت سے بہرہ مند ہیں حضور انور کے عادات و اطوار حرکات و سکنات سب میں عشق کا ظہور تھا۔

آپ کی بات بات میں عشق و محبت کے نکات ادا ہوتے تھے عشق و محبت پر جو امر مبنی ہو وہ گویا عین طبع لطیف کے مطابق تھا۔ حضرت کو عشق میں اس درجہ انہماک تھا کہ خلاف محبت کوئی بات سننا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپ تمام امور پر محبت ہی کو ترجیح دیتے تھے اور یہی آپ کی تعلیم و ہدایت تھی۔

مولانا شائق وارثی رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاصفیاء میں لکھتے ہیں کہ سید عبدالعلی صاحب رضوی نگرانی نہایت تشیع تھے۔ اُن سے اور قاضی عبدالکریم صاحب بریلوی سے زیادہ مراسم تھے قاضی صاحب کے معتقدین کا دستور تھا کہ وہ بکمال ذوق و شوق مغل میلاد شریف ترتیب دیا کرتے تھے۔ اور قاضی صاحب داب و احترام کے ساتھ قیام کرتے تھے مگر سید عبدالعلی صاحب قیام کے خلاف تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ مشترکون کا طریقہ ہے۔

چنانچہ قاضی صاحب اور سید صاحب سے اس بارہ میں اکثر مباحثے رہا کرتے تھے۔ ربیع الاول ۱۳۳۷ء کا واقعہ یہ کہ قصبہ نگر میں جا بجا مغل میلاد شریف کا چرچا تھا اُسی زمانہ میں حضور انور بھی نگرام پہنچے۔ آپ کی نشریات آوری پر سید عبدالعلی صاحب قاضی عبدالکریم صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ حضور انور سے اس مسئلہ میں استفسار کرنا چاہیے۔ چنانچہ دونوں آپ کی خدمت عالی میں آئے آپ نے خود بخود سید عبدالعلی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ

دو میر صاحب عاشق جو کچھ معشوق کی نسبت کہے وہ بجا و درست ہے اور جو تعظیم کرے وہ زیبا ہے۔ میر صاحب یہ تو بتائیے کہ جو شخص دربار میں نہ داخل ہوا ہو وہ درباریوں کے آداب سے کیا واقف ہو سکتا ہے۔ علم اور چیز ہے عشق اور چیز ہے اگرچہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی بے انتہا فضیلت بیان فرمائی ہے مگر کتب عشق میں اسی کو حجاب کبر بھی فرمایا ہے۔ اکثر علما کے اقوال مجہول کے لئے شہد کی مثال ہوتے ہیں مگر

عاشقون کے لئے سیم قاتل ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا روم نے اس مثنوی کو جو موسیٰ علیہ السلام کو ہوئی تھی گلہ بان کی حکایت میں اس طرح لکھا ہے۔

موسیا اداپ دانان و گیرند	سوختہ جان دروانان دیگرند
تو برائے وصل کردن آمدی	نے برائے فصل کردن آمدی
در حق او مدح در حق تو ذم	در حق او شہد و در حق تو سم
در حق او نور در حق تو نار	در حق او ورد و در حق تو غار

حضور انور کے اس ارشاد فیض بنیاد سے سید عبد العلی صاحب کو کامل نسکین ہو گئی اور پھر کوئی سوال انھوں نے نہیں کیا چونکہ میلاد شریف کی محفل اہل محبت کے لئے عین ایمان ہو اور بعض علما کے نزدیک مسئلہ مختلف فیہ ہے اسلئے حضور انور نے حقیقت اصلی کا انکشاف فرمایا کیونکہ آپ کی نگاہ حقیقت آگاہ مین محبت کے برابر کسی چیز کی ہستی نہیں تھی۔ آپ کی بات بات مین عشق و محبت ہی کی تعلیم تھی۔ چنانچہ آپ کی ملفوظات بھی اسی تعلیم کا آئینہ ہیں مگر اس موقع پر صرف ان اشارات کا ذکر کیا جاتا ہو جو صاف و صریح طور پر عشق سے متعلق ہیں جن سے یہ بات کلی طور پر متحقق ہو گی کہ حضور انور کی نظر فیض اور مین عشق کی کیا منزلت تھی۔ اور آپ کے نزدیک کمال عشق کیا تھا۔ عشق اور حقیقت سے متعلق حضور انور کے ارشادات طیبات لکھنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ایک واقعہ درج کر دیا جائے جس سے واضح ہو کہ حضور انور کی اصطلاح مین عشق کیا ہو۔

مولانا شائق وارثی رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاصفیاء مین تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور لکھنؤ مین رونق افروز تھے ایک طالب ہدایت خدمت عالی مین حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میری تمام عمر آوارگی و سیہ کاری مین بسر ہوئی اب مین متمنی ہوں کہ جگہ کو کچھ نصیحت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عشق و محبت کا سبق پڑھو، اُس نے سادگی سے عرض کیا کہ عشق و محبت ہی مین اب تک بسر ہوئی ہے۔ مگر اس مین دنیا و عقبی دونوں کا ضرر معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ دردم عشق کی حقیقت سے بے خبر ہو، اُس نے عرض کیا کہ مین خود حیران ہوں آپ نے فرمایا کہ در عشق تین حرفوں سے مرکب ہو۔ ع۔ ش۔ ق۔ ع۔ عبادت الہی کی طرف اشارہ کرتا ہو۔ عش۔ شرع شریف کے نامی شرائط ادا کرنیکی تاکید کرتا ہو۔ ق۔ قربانی کی رغبت دلاتا ہو کہ اپنے نفس کو سچے ذوق و شوق سے قربان کر دو۔

عشق ایک بے نظیر معشوق ہو اور محبوب کی محبت کے اثرات اس مین کیمیا کی خاصیت رکھتے ہیں جسکو معشوق چاہتا ہو عشق کی زنجیر مین جکڑ دیتا ہو مولانا روم فرماتے ہیں ۵

ملت عشق از ہمہ ملت جداست	عشق مظهر لایب سرا خداست	من چه سازم عشق را شرح و بیان
کے شناسد عشق را جز عاشقان	عشق آن نہ بود کہ بر مردم بود	این فساد از خوردن گندم بود
عشقما کے کز پئے رنگے بود	عشق نہ بود عاقبت تنگے بود	عشق آن بگزین کہ جملہ اولیا
یافتند از فیض او کار و کیا	اگر چه تفسیر زبان روشن گریست	لیک عشق بے زبان روشن ترست
آفتاب آمد دلیل آفتاب	اگر دلیل باید از دے رو متاب	ان اشعار کو پڑھنے کے بعد حضور

انور نے ارشاد فرمایا کہ تم حضرت مخدوم بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی ملفوظات دیکھو اُنہیں لکھا ہو کہ ایک دن حضرت رابعہ بصریؒ کی محفل مین حضرت حسن بصریؒ مالک دینار اور شفیق طنجی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین رونق افروز تھے حضرت رابعہ بصریؒ نے استفسار فرمایا کہ کمال عشق کسکو کہتے ہیں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر معشوق عاشق کو بلا مین گرفتار کرے تو عاشق کو چاہیے کہ استقلال کے ساتھ جان دیدے۔

حضرت مالک دینار نے فرمایا کہ عاشق جفا کے معشوق کا اثر محسوس نہ کرے حضرت شفیق طنجی نے فرمایا کہ اگر معشوق عاشق کے ٹکڑے کر دے تو بھی حروف شکایت زبان پر نہ لائے۔ اور عشق سے متحہ نہ پھیرے حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا کہ عاشق وہ ہو جو اپنی ہستی سے گزر جائے مُردہ ہو جائے خود کو زندون مین شمار نہ کرے۔ عاشق کی ابتدا مین عین ہے اور شرع کے آخر مین عین ہے یہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ جو کوئی



شرح شریعت کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال عشق یہ ہو کہ عاشق سے معشوق ہو جائے عاشق وہی ہو جو ذات معشوق میں محو ہو جائے۔

حضور انور کی اس تقریر پر پُر تاخیر سے اُس طالب ہدایت کی اور تمام حاضرین کی عجیب کیفیت ہوئی آپ نے اُس طالب ہدایت سے ارشاد فرمایا کہ ”کچھ دنوں مردانِ خدا کی صحبت اختیار کرو“ عشق و محبت کی تعلیم سے بھی حضور انور کو خاص مذاق تھا اکثر یہ شعر زبانِ مبارک سے ارشاد فرماتے تھے ۷

ما قصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم از ماجز حکایت مر و وفا پھر س

## ارشادات متعلق عشق

حقیقت عشق کے متعلق جو حضور انور کے ارشادات ہیں اُن سے واضح ہوتا ہے کہ فی الواقع اس منزل میں ثابت قدم رہنا شخص کا کام نہیں ہو

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

دعا عشقی ایک ملامت ہو انسان دین و دنیا سے گزر جاتا ہے اور فراق میں مرجا جاتا ہے اسی فراق میں تو مزہ ہے ورنہ

پھر کچھ نہیں۔ معشوق کا ترسانا اور حجاب و عتاب کرنا ہی تو رحم و فضل ہے اسکے سوا کچھ نہیں۔ معرفت کسی چیز نہیں ہو محض وہی ہے جس کو خداوند کریم اپنی معرفت بخشے کسی کا آچارہ نہیں،

خود ہی اسکی توضیح فرماتے ہیں کہ عاشق کون ہو۔ ہونے کو تو ہزاروں عشق کا دم بھرتے ہیں مگر فی الواقع جو عاشق کہلائے جانے کا مستحق ہو اُس میں کیا صفات عاشقی ہونا ضروری ہیں چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

موجس نے جان کو قربان نہ کیا وہ عاشق نہیں۔ لیلیٰ کے ہزاروں اور یوسف کے لاکھوں چاہنے والے تھے مگر یہ

مجنون اور زلیخا ہی کا حصہ تھا پس جس کا حصہ ہوتا ہے وہی پاتا ہے، ایک ایسے موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ

”علم اور چیز ہے عشق اور چیز۔ جہاں عشق آجائے وہاں علم و عقل کا کام نہیں رہتا، عشق حقیقی میں انسان کو

کیا ملتا ہے اور اس میں کن دشواریوں سے سابقہ پڑتا ہے اس پر نہایت مختصر الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”عشق میں ترک ہی ترک ہو ترک دنیا ترک عقبی ترک مولا ترک ترک + اور اپنا آپ فراق ہو،“

حضور انور کے ایک ارشاد سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے کہ عاشق و معشوق میں کوئی تفاوت نہیں رہتا وہ حقیقتہً اپنا ہی

فراق ہوتا ہے جس سے عاشق کو کام پڑتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

”منزل عشق میں ذات صفات ہو جاتی ہو اور صفت ذات“

مشق ابتدائی کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

دو خیال میں صورت معشوق کی نقش کرنا چاہیے جو صورت نقش ہو گئی وہی بعد مرگ بھی قائم رہتی ہے

بلکہ اُسی کے ساتھ اسکا حشر ہوتا ہے،

حضور انور کا ایک دوسرا قول بھی اسی کے مطابق ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

دو عاشق جس خیال میں مٹا ہے وہی خیال اسکا حشر و نشر قیامت و دوزخ و بہشت ہو بلکہ کثرت جذب عشق

میں خود وہی ہو جاتا ہے جس کو عشق و محبت نہیں وہ اسکو نہیں سمجھ سکتا اور نہ اس راہ میں چل سکتا ہے،

عشق الہی کی خاص کیفیتیں ہیں۔ ہر شخص کا کام نہیں جو اُن کا متحمل ہو سکے۔ چنانچہ عشق کی رفتار کو حضور انور

مختصر طور پر ارشاد فرماتے ہیں۔

”عشق کی اُلٹی چال ہو جسکو پیار کرتا ہو اُسی کو جلاتا ہو جسکو پیار نہیں کرتا اُسکی باگ ڈوبیلی کر دیتا ہو“  
عشق علم اکتسابی نہیں ہو جو کتابوں سے حاصل ہو سکے بلکہ یہ ایک نعمتِ خدا داد ہو جسکو قسام ازل نے  
قلب مضطرب عطا فرمایا ہو اُسی کا حصہ ہو۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ”وہابی پڑھنا لکھنا اور ہر اور دل سے

محبت اور ہر زبان پر ہنسنے لکھنے سے کچھ نہیں ہوتا محبت عجیب چیز ہے“

عاشقانِ الہی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ کسی چیز کو نظرِ غیر سے نہیں دیکھتے اُنکو ہر ایک چیز میں جلوہ معشوق نظر آتا ہے۔  
چنانچہ حضور پُر نور کا ارشاد ہو کہ مذہبِ عشق میں کفرِ اسلام ہے“

اسی کے مطابق ایک دوسرا ارشاد بھی حضور انور کا ہے جو یہ ہو ”محبت میں کفرِ اسلام سے غرض نہیں اس میں  
شریعت کو کچھ دخل نہیں“ اہل تصوف کے بعض الفاظِ بادی النظر میں اہل طواہر کو گریہ معلوم ہوتے ہیں  
مگر حقیقتہً وہ ایسے نہیں ہوتے اُن کی اصطلاح میں جداگانہ ہوتی ہیں اربابِ ظاہر اُن الفاظ کے ظاہری معنی لیتے ہیں  
اور انہیں معنیوں پر لگا دیتے اور قائل کے منکر ہو جاتے اور اُس کو کافر و زندقہ قرار دیتے ہیں۔

یہ منزل بھی عشاق میں خلافتِ عشق نہیں سمجھی جاتی۔ بلکہ یہ منزلِ تسلیم و رضا پوری ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور انور  
ارشاد فرماتے ہیں۔ ”جو کچھ عاشق معشوق کی نسبت کہے وہ بجا و درست ہو اور جو کچھ تعظیم کرے وہ سزاوار ہے

جو معشوق عاشق کی نسبت کہے وہ مقامِ رضا و تسلیم ہے عاشق کو چارہ نہیں“

اسی مضمون کا ایک دوسرا قول بھی حضور انور کا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

”وہ عاشق اپنے معشوق کی جو تعریف کرے وہ سب درست ہو وہ گنہگار نہیں نہ اس پر عذاب و ثواب ہے۔

لیلِ راجحہٗ مجنون باید دید پس دوسرا وہ آنکھ نہیں پاسکتا۔ حضرت موسیٰ نے اُس چرواہے کو اپنی شریعت کی رو سے  
منع کیا تھا سونا پسندیدہ ہوا اور اُس کا وہی خلافِ شرع کرنا پسند ہوا اسکو دل سے قلع ہے“

حضور پُر نور عاشق کی حالت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

”وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ زبانی کہنا اور ضربِ لگانا اور بات ہے بے دیکھے کسی چیز کا خیال محال ہے دیکھ کے عاشق

ہونا ممکن ہو۔ اور جب کوئی کسی کا عاشق ہوتا ہو تو اُسکی کوئی سانس معشوق کی یاد سے خالی نہیں جاتی۔

عاشق کی سانس بلا کسب و ذکرِ عبادت ہو عاشق غافل نہیں سمجھا جاسکتا عاشق کی یہی نماز ہو اور یہی روزہ ہو“

عاشق اسی عالم میں جمالِ یار کو دیکھتا ہو اسی لئے ارشاد ہوتا ہو کہ بے دیکھے کسی چیز کا خیال محال ہے۔

دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے حضور انور کا ایک اور ارشاد بھی اسکا مؤید ہے فرماتے ہیں ”جس نے یہاں نہیں

دیکھا وہ اندھا ہے“ عشق میں امیدیں اور خواہشیں سب مٹ جاتی ہیں۔ کوئی بات کسی غرض پر مبنی

نہیں ہوتی چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ”وہ عاشق کا دین و دنیا دونوں خراب“

ارشاداتِ مندرجہ صدر کے علاوہ حضور کی زبانِ مبارک سے وقتاً فوقتاً عشق کے بارہ میں جو جملے سرزد ہوئے ہیں

تہرگا لکھے جاتے ہیں۔ جو عشاق کے لیے رہبرِ حقیقی اور طالبانِ خدا کے لئے سبق آموز عشق ہیں۔ اگرچہ بعض

ارشاداتِ مندرجہ بالا ارشادات سے بالکل مطابق ہیں مگر چونکہ وہ حضور انور کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے

اور حلاوتِ زبان سے بھرے ہوئے ہیں اسلئے اُنکو تقدیر مکر تصور کرنا چاہیے۔

دا (عشق وہی ہے جو کب سے حاصل نہیں ہوتا“

(۲) ”دعشق میں انتظام نہیں“

(۳) ”دعاشق کامریہ بے ایمان نہیں مرنے“

(۴) ”دعاشق وہ ہو جسکی ایک سانس بھی یا مطلوب سے خالی نہ جائے“

(۵) ”دعجبت میں ادب و بے ادبی کا فرق نہیں ہو“

(۶) ”دعاشق کو خدا معشوق کی صورت میں ملتا ہو“

(۷) ”دعجبت وہ چیز ہے جسکو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتا“

(۸) ”دعجبت ہو تو ہم ہزار کوس پر تھارے ساتھ ہیں“

(۹) ”دعجبت میں بے ادبی بھی عین ادب ہے“

(۱۰) ”دعجبت عین ایمان ہے“

(۱۱) ”دنفیر کم مشائخ زیادہ ہوتے ہیں چونکہ منزل عشق سخت دشوار گزار ہو اسلئے طالب اس راستہ کو کم پسند کرتے ہیں“

(۱۲) ”جو ہم سے محبت کرے ہمارا جو منزل عشق میں خلافت نہیں ہوتی“

(۱۳) ”جسکو سب شیطان کہتے ہیں اس راہ میں دوست بن جاتا ہے دشمنی نہیں کر سکتا“

(۱۴) ”دعجبت میں انتظام نہیں جہاں محبت نہیں وہاں انتظام ہو“

(۱۵) ”دعاشق کے مرید کا انجام خراب نہیں ہوتا“

(۱۶) ”دعاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام ہو“

(۱۷) ”اگر عاشق کی زبان سے کوئی بات غلط نکل جائے تو اسکو بھی خدا سچ کر دیتا ہے“

(۱۸) ”دعاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہو اسپر نہ سانپ کا زہر اثر کر سکتا ہو اور نہ شیر کھا سکتا ہے“

(۱۹) ”عجبت کرو کسب سے کچھ نہیں ہوتا۔“

(۲۰) ”دعجبت ہے تو سب کچھ ہو محبت نہیں تو کچھ نہیں“

(۲۱) ”جو کچھ بے لگاؤ ہے باقی جھگڑا دکھلائی کی چیز ہے اگر لگاؤ نہیں تو خاک نہیں دینا داری و دوکانداری ہے“

## توحید

حضور انور کی ذات محمودہ الصفات ایک آئینہ وحدت تھی۔ بظاہر جو شان توحید نظر آتی تھی وہ یہ تھی کہ آپ کی ہر ایک بات میں ہر وضع میں اخلاق میں عادات و اطوار میں سب میں

یک رنگی تھی۔ اور جو شخص خدمت عالی میں حاضر ہوتا وہ رنگ وحدت میں مستغرق ہو جاتا تھا حضور انور کے

ارشادات سے ثابت ہوتا ہو کہ کمال عشق بھی درجہ توحید ہے اور جو عشق میں کامل و اکمل ہوتا ہو وہی توحید میں بھی

فرد ہوتا ہے۔ حضور انور کے ارشاد اہل عشق سے یہ بات تو یقین طور پر نمایاں ہو گئی کہ منزل عشق میں ذات و

صفات ایک ہو جاتے ہیں۔ عاشق کا کمال عشق یہی ہے کہ وہ خود معشوق ہو جائے جب عاشق معشوق کی

ذات میں فنا ہو گیا تو عاشق عین معشوق ہو گیا۔ جو غمے ازان دوست ہو وہ اپنی ہو اور یہیں سے توحید کا ظہور ہے۔

حقیقۃ عشق توحید نام و لازم ہیں عاشق کامل ہی موجد کامل بھی ہو سکتا ہے جو ہر ایک ذہ میں معشوق کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔

حضور انور کی توحید میں یہاں تک استغراق تھا کہ زبان مبارک سے بجا الفاظ ادا ہوتے تھے یا جو حرکات و سکنات

اک سے سرزد ہوتے تھے ان سب سے اسرار توحید منکشف ہوتے تھے۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی (سابق نائب ریاست مہونا) رئیس پوروہ عبدالغنی خان ضلع راسہ بریلی  
تجربہ فرماتے ہیں کہ میرے مکان پر حضور انور تشریف لانے والے تھے۔ جو حقہ مکان حضور انور کے قیام کے لیے  
مخصوص کیا گیا تھا میں اُسکے آراستہ کرنے میں مصروف تھا۔ ایک خادمہ سے کچھ غلطی ہو گئی جس پر میں نے غصہ سے  
اُسکے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ اُسکی آنکھ پر ضرب آگئی اور وہ رونے لگی۔ میں دوسرے دن حضور انور کی خدمت عالی میں  
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور کو لینے کے لئے آیا ہوں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دہراری آنکھ میں چوٹ لگ گئی ہے  
ہم نہیں جاسکتے، منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی کا بیان ہے کہ میں نے ہر چند اصرار کیا مگر جب آپ نے فرمایا  
تو یہی فرمایا کہ دہراری آنکھ میں چوٹ لگ گئی ہے ہم نہیں جاسکتے، بالآخر میں مجبور ہو کر چلا آیا اور دوسرے سال  
حضور انور تشریف لائے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ استغراقِ توحید کس کا نام ہو۔ حضور انور کی ذاتِ فیض  
آیات سے نسبتِ عشق کی طرح نسبتِ توحید بھی کمال کے ساتھ جاری تھی۔ فنا فی الوجدت کا ہر وقت ظہور تھا جو  
بات زبان مبارک ہے ارشاد ہوتی تھی اُس میں بھی رنگ وحدت ہوتا تھا۔ یہ اکثر مریدین و معتقدین ہی سے  
نہیں بلکہ دیگر بزرگوں سے بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے، ہم اور تم ایک ہیں نا، اور حقیقتہً حضور انور کا اخلاق  
آپ کے عادات و صفات آپ کی توحید کے شاہدِ عادل ہیں۔ چٹکا ذکر اپنے اپنے موقع پر ہوگا۔ آپ کی فنا نسبت  
اور عینیت یہاں تک تھی کہ مدت العمر آپ نے زبان مبارک سے اپنا نام نہیں لیا۔ اور نہ کبھی قلم سے تحریر فرمایا۔  
جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ بخود دی و از خود رنگی میں کسی بات سے سروکار نہیں رہتا۔ اور یہی وہ  
حالت ہو جو معراجِ عشق اور کمالِ استغراقِ توحید ہو کہ انسان اپنی ہستی سے عملاً اور اصولاً گزر جائے۔

رفت از میان ہمین خدا ماند خدا | الْفَقْرُ إِذَا كَثَرَ هُوَ اللَّهُ ابْنُ سِت

آپ نے اپنے نفس سے اس درجہ قطع تعلق فرمالیا تھا کہ اپنے نام و نشان تک کو قائم نہیں رکھا تھا جس کتاب  
میں جس غزل یا قصیدہ میں جس خط میں اپنا نام ملاحظہ فرماتے اُسکو چھوڑ دیتے تھے آپ کی نگاہ حق آگاہ میں خدا کے  
سوا کوئی چیز نہیں تھی اور ہر یک چیز میں مشاہدہ پا رہا تھا آپ کے جو موصداۃ اقوال ہیں وہ بھی آپ کی وحدانیت کا  
ایک بین نمونہ پیش کرتے ہیں جن میں سے بعض جو حاصل ہوئے ہیں لکھے جاتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

دہارے یہاں محوسی عیسائی سب مذہب اے برابر ہیں کوئی بُرا نہیں۔ خدا آسمان پر نہیں ہو تم میں چھپ کر  
سب کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ بس ایک صورت پکڑ لے خدا مل جائیگا آسمان پر کیا ہے،

اسی ارشاد پر حاجی اوگٹ شاہ صاحب وارثی نے حضور انور کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ یہی صورت پکڑ لے  
فرمایا در نہیں کوئی صورت ہو جب سب ایک ہیں تو یہ اور وہ کیا سب میں خدا ہے کوئی صورت ہو،

حضور انور کے اس ارشاد سے فنا عن الخلق اور عینیت صاف طور پر نمایاں ہے علاوہ ازیں مسئلہ  
توحید کی حقیقت بھی فہم میں آتی ہے کمالِ توحید یہی ہو کہ ہر شے میں خدا ہی خدا نظر آئے جیسا کہ حدیث شریفہ ثابت ہے

وَالَّذِي نَفْسِي مَحْبُوبٌ لَّوْا لَكُمْ أَوْ لَيْتُمْ مَحْبُولٌ إِلَى الْأَرْضِ الشَّفْلَى لَحَبِطَ عَلَى اللَّهِ وَشَمَّ  
قَسَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

(ترجمہ)۔ قسم ہو اس ذات کی جسے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اگر تم ڈول کو رستی میں باندھ کر سب سے نیچے کی  
زمین پر ڈالو تو وہ اللہ ہی پر پڑیگا (آیت شریفہ) (وہی اول، وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے)



اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خدا آسمان ہی پر نہیں ہو بلکہ ہر جگہ ہے ۷

چشم بکشا کہ جلوہ دلدار  
منجلی ست از در و دیوار

یہ امر مسلم ہو کہ انسان کی ذات میں جیسا طور خداوندی ہو ایسا کسی شے میں نہیں ہو اسی وجہ سے یہ اشرف المخلوق ہے جیسا کہ حضرت سیدنا غوث الثقلین کے العلامات میں ہو کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے جیسا میرا طور انسان کی ذات میں ہو ویسا کسی میں نہیں ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کو جب اپنی صفات کا ظاہر کرنا منظور ہوا تو عالم کو عرصہ طور میں لایا۔ اور جب اپنا طور منظور ہوا تو آدم کی تخلیق فرمائی۔

اس سے ظاہر ہے کہ تمام عالم میں اگر اظہار صفات ہو تو انسان میں طور ذات ہو ۷

اے زاہد ظاہرین از قرب چہ می پرسی اور در من و من دروے چون بوبہ گلاب اندر صبح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ خداوند کریم قیامت کے دن اپنے بندوں سے مخاطب ہو کر سوال کریگا کہ اے بنی آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی وہ تعجب سے معذرت کرے گا کہ تیری کوئی کیا عیادت کر سکتا ہو تو ارشاد ہو گا کہ میرے فلان بندہ کی اگر تو عیادت کرتا تو وہ میری ہی عیادت ہوتی کیونکہ میں اُس کے پاس ہی تھا۔ اسی طرح اپنے بندوں کی بھوک پیاس و دیگر تکلیفات کو اپنی ذات سے منسوب کر کے سوال کرے گا۔

پس صاف ثابت ہو کہ خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور انسان کی ذات میں جو طور خداوندی ہو وہ کسی شے میں نہیں ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا آسمان پر نہیں ہو ہم تم میں چھپ کر سب کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ بس ایک صورت کو پکڑ لے خدا بل جائے گا، ۷

در دیدہ عیان تو بودی و من غافل  
از جملہ جهان نشان ترا می جستم  
در سپہ نشان تو بودی و من غافل  
خو جملہ جهان تو بودی و من غافل

(رباعی)

با من بودے منت نمیدانستم  
رفتہ زمین و منت دانستم  
با من بودے منت نمیدانستم  
تا من بودے منت نمیدانستم

(رباعی)

مستبوق عیان بودنے دانستم  
گفتم بطلب گر بجائے پرستم  
با ما بہ میان بودنے دانستم  
خود تفرقہ خوان بودنے دانستم

توحید کے مسائل بجائے خود نہایت ملاک و اہم ہیں۔ موحّد کی نگاہ میں ہر ایک اچھی بُری چیز ایک ہی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر عجیب بات ہو کہ جب فنا عن المخلوق میں خیر و شر دونوں شامل ہیں پھر خیر ہی کو انسان اپنی جانب منسوب کرتا ہو یا شر اور ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا تَاْتِيْكَ سُبْحَاتُ اللّٰهِ بَعْدَ غَدَاةٍ اَنْتَ فِيْهَا كَاَنْتَ الْيَوْمَ مِمَّنْ لَا يَذْكُرُ اَنْتَ الْيَوْمَ مِمَّنْ لَا يَذْكُرُ اَنْتَ الْيَوْمَ مِمَّنْ لَا يَذْكُرُ اَنْتَ الْيَوْمَ مِمَّنْ لَا يَذْكُرُ

کوئی نہیں بولتا یہ بات مشکل ہے،

حضور انور کے ارشاد کے بظاہر تو یہ توجیہ سمجھ میں آتی ہے کہ اسم ذات اللہ ہو اور اس کے سوا سب اسمائے صفات - ذات و صفات کو آفتاب اور اسکی شاعون کی مثال سے بیان کیا جاسکتا ہو۔ جس طرح آفتاب کو اس حالت میں جبکہ اسکی شعاعیں نمودار نہ ہوں دیکھ لینا آسان ہو۔ مگر جب اسکی کرنیں عالم پر پرتو لگن ہوں تو اسکی طرف نظر جاکر دیکھنا دشوار ہے۔ اسی طرح ذات الہی کو پردہ ذات میں دیکھ لینا آسان ہو مگر پردہ صفات میں اسکا نظارہ مشکل ہو۔ اس لئے کہ وہاں شانِ قہاری کی تجلی بھی نمایاں ہو اور جلال بھی ظاہر ہو۔ سالک راہ سلوک میں اگر حجابات صفات کو اٹھانا شروع کرتا ہے تو ذات تک رسائی حاصل کرنے کے لئے مدت دید درکار ہوتی ہے اور اس کے علاوہ راہ دشوار گزار بھی ہو۔ ہاں اگر اول ہی ذات کی طرف رجوع ہو تو مقامات کو طے کرنے کے بعد فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہو اور یہی مقام گفتنی انا الحق وانا اللہ ہے۔

حجابات صفات کو اٹھا کر ذات تک پہنچنے میں عارفانِ باللہ کے نزدیک بسا اوقات رسائی مشکل ہوتی ہو۔ اسی وجہ سے حضور پر نور کا ارشاد ہو کہ اسکے مقامات کو طے کرنا اور ملتہائے صفات میں جنگاں طور پر بد و شیطان میں بھی ہر اپنے آپ کو فنا کرنا اور کلمات انا الیزید وانا الشیطان بولنا امر دشوار ہے۔ کیونکہ صوفیائے کرام کے نزدیک اسمائے الہی دو اقسام پر منقسم ہیں جمالی و جلالی۔ پس ارشادِ عالی کا یہ مطلب فہم میں آتا ہے کہ صفاتِ جمالی میں فنا ہونا اور ان تجلیات کا نظارہ کرنا آسان ہو مگر صفاتِ جلالی کی برداشت امر دشوار ہو اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ انا الحق سب بکارتے ہیں اور فنا فی اللہ بھی ہونے کو موجود ہیں مگر انا الشیطان یا انا الیزید کوئی

نہیں بولتا یہ بات مشکل ہے،

حضور انور کے ارشادات نہایت اہم ہیں۔ آپ کی تمام ملفوظات میں عشق و توحید تصدیق و یقین ہی کی تعلیمات بھری ہوئی ہیں۔ جنکی تشریح کے لیے دفتر چاہیے۔ حضور انور کی نگاہ حق آگاہ بین خدا کے سوا کوئی چیز نہیں تھی۔ یہی آپ کی تعلیم تھی چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

دو مسجد مندر گر جا میں جہان جائے سوائے ایک شان کے اور کچھ نہ دیکھے، یہ جوہر حقیقت ہے کہ ذات والو جب اللہ کے سوا ہر ایک چیز کی نفی ہو جائے کیونکہ حقیقت وہی ایک صورت ہے جو کعبہ و دیر میں جلوہ لگن ہو وہی ایک شکل ہو جسکا آدم و عالم میں نمودار ہو۔ جیسا کہ مولوی سید غنی حیدر صاحب قلم دار فی (درکس گیا) فرماتے ہیں

غیر حق نیست در وجود اصلا	کلمہ لا الہ الا اللہ
ہست برہان ہنقی غیر اللہ	ایک الا ان هست او کما کان
گر تو خواہی رہی زاین و آن	بہر تقدیس و نیز تنزیہ شش
نفی تشبیہ کن و تمثیلش	حق ہے ہو کہ موحیدین کی نگاہ میں مسجد ہو یا مندر ہاگر ہا کوئی جگہ ہو

سب میں ایک ہی جلوہ عالم افروز ہے

در کون و مکان نیست عیان بجز یک نور	ظاہر شدہ آن نور بہ افواجِ ظہور
حق تو زو و متووع بطور شش عالم	توحید ہیں سب و دگر وہم و غرور

عشق و توحید کا جو منظر بارگاہِ عالی میں نظر آتا تھا وہ یادگار زمانہ ہے قاضی مذاہب کے اقوال میں ایک صورت ہے

فریفتہ و شیفہ نظر آتے تھے آپ کی بات بات میں نکات عشق و توحید ادا ہوتے تھے عجیب حالت تھی اور عجیب وحدت تھی حضور انور جو مخلوق باخلاق شدہ تھے آپ کی نظر میں سب ایک تھے کوئی تفریق نہ تھی ۔

عاشق و عشق و بہت و بکر و عیار یکی ست گرد آئے بہ چمن وحدت بکرنگی . بین	کعبہ و دیر و مساجد ہمہ جا یار یکے ست کہ دران عاشق و معشوق و گل و خار یکی ست
--	--

**تصدیق** عشق و توحید کی طرح تصدیق کی بھی حضور انور خاص تعلیم فرماتے تھے جس سے علم و عمل کی نسبت اشارہ ہو کہ جو بات زبان سے نکالی جائے وہ تصدیق سے بھری ہوئی ہو۔

قول و فعل ایک ہونا چاہیے حضور انور کی یہ شان تصدیق تھی کہ جو لوگ کسی خیال سے شک و وہم میں مبتلا ہوتے آپ انکو تصدیق کرا دیتے تھے اور انکھوں سے دکھا دیتے تھے۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہو کہ حضور انور تو ہمارے خدشات کا جواب نہیں دیتے تھے مشاہدہ کرا دیتے تھے۔ جیسا کہ اکثر واقعات سے ظاہر ہوگا حضور انور کے جوار شادات طہبات ہیں ان سے بھی اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہو کہ تصدیق ہر شخص کا حصہ نہیں ہے جسکو خداوند تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے اسکا فضل و کرم ہے۔ چنانچہ حضور انور نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ۔

(۱) مدینہ شریف کے راستہ میں ایک مولوی صاحب بار بار کہتے تھے کہ اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّادِقِینِ دو بہر کو جب ہوا گرم ہوئی تو مولوی صاحب گھبرائے پانی بھی اُن کے پاس ختم ہو چکا تھا اُسوقت ہم نے کہا کہ اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّادِقِینِ تو مولوی صاحب خفا ہو گئے بس زبان سے کہنا اور بات ہو اور دل سے تصدیق اور چیز ہے۔

(۲) ایک مرتبہ فرمایا کہ مدینہ منورہ میں ایک مولوی صاحب تھن آٹھو بَیْ اَلْیَوْمِ مِنْ حَبْلِ لَوْرِیْدٍ کا وعظ بہت کما کرتے تھے اُن کے پاس ایک معمولی سی فروغی اس میں سردی معلوم ہوئی ہمارے پاس دو کھل تھے وہ شب کو ایک کھل مانگنے کے لیے ہمارے پاس آئے ہم نے کہا تھن آٹھو بَیْ اَلْیَوْمِ مِنْ حَبْلِ لَوْرِیْدٍ سے نہیں مانگتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ”دُزبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دلی تصدیق نہ ہو“  
بعض دیگر ارشادات تصدیق سے متعلق جو حضور انور کی زبان فیض ترجمان سے نکلے گئے حسب ذیل ہیں۔

(۱) تصدیق ہزاروں میں ایک کو ہوتی ہے ہر شخص کا حصہ نہیں پھر اس کی بھی کئی صورتیں ہیں، دُزبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا،

(۲) ”اِنے میں جو سانس چلتی ہے وہی ذات ہو پس تصدیق مشکل ہے“

(۳) ”دُزبانی اَنفُسُکُمْ اَکْثَرُ مِنْ اَنفُسِکُمْ ذَنْ۔ جو اسکو سمجھ گیا تصدیق ہو گئی“

(۴) ”آری جب تک عشق میں کافر نہیں ہوتا مسلمان نہیں ہوتا صاحب توحید ہونا آسان کر صاحب تصدیق ہونا مشکل ہو“

(۵) ”جس کو یہاں تصدیق نہیں وہ کعبہ جا کر کیا کرے گا وہاں جا کر سوائے پتھر کے اور کیا دیکھے گا خدا تو ہر جگہ ہے کعبہ تو صرف جنت ہے“

(۶) صحبت سے کچھ حاصل نہیں جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔

(۷) ”غارِ زماور ہو تصدیق اور ہو اگرچہ تصدیق مانع صلوٰۃ نہیں مگر حالت ضرور قابلِ لحاظ ہے“

(۸) ”گناہین پڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہو تصدیق اور چیز ہو۔“

حضور انور کے ارشادات طہبات سے ظاہر ہے کہ تصدیق وہ چیز ہو جو غیر مرشد کامل حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہ وہ علم نہیں ہو جو کتابوں میں ہو اور درس و تدریس سے حاصل ہو سکے تصدیق کی مختلف صورتیں ہیں صاحب  
سیع سنابل فوائد السالکین سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں  
کہ میں شیخ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص بیعت کی غرض سے حاضر ہوا اور شیخ یوسف چشتی رح  
کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا آپ پر اسوقت کیفیت طاری تھی فرماتے لگے کہ اگر لا الہ الا اللہ چشتی رحمۃ اللہ کو تو  
مرید کر سکتا ہوں وہ شخص راسخ العقیدہ اور مرد صادق تھا اُسے فوراً یہ کلمہ پڑھا۔ حضرت شیخ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے  
مرید کر کے فرمایا کہ میں کیا ہوں اور کیا ہو سکتا ہوں ایک غلام غلامان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں  
یہ کلمہ امتحان تصدیق کے لئے کہلوا یا تھا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مادہ تصدیق کا پیدا ہونا بھی خدا کے فضل و کرم پر منحصر ہے۔ ہر شخص میں یہ اہلیت نہیں  
ہوتی اور نہ یہ علم کتاب میں ہی جو کتاب سے حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اعلیٰ علمائے کرام اور مجتہدین ذوالاحترام  
اس میں اہل باطن کے محتاج رہے ہیں۔ اور انھوں نے صداقت سے اعتراف کیا ہے کہ یہ حقہ خاص عارفان ہائے خدا ہے۔  
چنانچہ امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ آپ حضرت بشر حافی رحم کی صحبت میں زیادہ رہا کرتے تھے۔ آپ کے  
شاگردوں اور معتقدوں نے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں محدث ہیں مجتہد ہیں اس پر تعجب ہے کہ ایک مجنون اور از خود رفتہ  
درویش سے اس قدر ربط پیدا کر رکھا ہے جو ذیہ نہیں دیتا۔ حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن علوم کے تم نے  
نام لئے میں ان سے زیادہ جانتا ہوں مگر حضرت بشر حافی رح مجھے کہیں زیادہ خدا کو جانتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ حالت ذوق و شوق میں حضرت بشر حافی کے ساتھ ساتھ پھر کرتے تھے۔  
اور کہا کرتے تھے کہ مجھے میرے خدا کی باتیں مائیے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام عالم کا علم میرے  
علم کو نہیں پہنچتا اور میرا علم صوفیوں کے علم تک نہیں پہنچ سکا۔ اور صوفیوں کا علم اُن کے پیرو  
کی ایک بات تک نہیں پہنچ سکا۔

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ اور آیات  
واحادیث واقوال بزرگان دین بیان کرتا رہا ویر تک یہ صحبت قائم رہی۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ میرا بھی کس قدر مبارک  
رات ہے کہ اچھے اچھے ذکر و اذکار ہوتے رہے۔ یقیناً ایسا جلسہ تنہائی سے زیادہ بہتر ہے حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے  
فرمایا کہ تم اس خیال میں رہے کہ کہاں سے ایسی بات لاف جو میں خوش ہو جاؤں میں اس فکر میں رہا کہ کہاں سے  
ایسا جواب دوں جو ٹھکانہ آجائے۔ ایک دوسرے کے خیال میں خدا سے قافل رہا۔ بس میرے نزدیک  
طلوع میں مٹا ہے لو لگانا بہتر ہے۔

حضرت امام شافعی رح کا قول ہے کہ جسکو تاویلات کی طرف زیادہ رجوع دیکھو سمجھ لو کہ اُسے کچھ نہیں آتا میں ایسے  
شخص کا غلام نہیں ہوں جس نے مجھے ایک حرف ادب سے تعلیم کیا ہو۔

ان بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ علوم ظاہر و باہر حقیقت کی رہنمائی نہیں کر سکتے تصدیق وہ جو ہر خاص  
ہے جو علم سفینہ میں نہیں ہے۔

یہ انہیں کو حاصل ہوتا ہے جو منزل عشق کی رہنمائی کا شرف رکھتے ہیں۔

اور کثرت و ہدایا نہ توان یافت خدا را  
دل صفیر دل بین کہ بیاض با زین نیست



حق یہ ہو کہ تصدیق کتابوں سے حاصل نہیں ہوتی یہ راز علوم سینہ سے متعلق ہو اور عافان یا شہد ہلی سکے معلم حقیقی ہیں ۷

آن علم کہ در مدرسہ حاصل کر دے

کارے دگرست و عشق کاری دیگرست

**یقین**

حضور انور کی ذات منبع حسنات سے عشق و توجہ و تصدیق کی طرح یقین کی نسبت بھی کمال کے ساتھ جاری تھی جس کے باطنی اثرات کا احاطہ تحریر میں لانا تو امر محال ہے۔ مگر بظاہر جو ارشادات و ہدایات تھے اُن سے بھی یہ بات پورے طور پر معلوم ہوتی ہے کہ حضور انور کو مسئلہ یقین میں کس درجہ انہماک تھا اور کیسی اس کی تعلیم بد نظر تھی۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ دار ثنی (سابق نائب ریاست ہونام) رئیس پورہ وغنی خان ضلع راسہ بھولی خیر فرماتے ہیں کہ عالم شباب میں یہ تو آپ کا مشغلہ ہی تھا کہ چھری اور کٹار منگا کر اُسکا لوہا انگشت مبارک سے ملاحظہ فرماتے تھے ایک مرتبہ میں نے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ بھجالی کی قسم کی چھری منگائی۔ آپ نے اُسکی نہایت تیز و صاف کو بھی انگشت مبارک سے ملاحظہ فرمایا اور تعریف فرمائی مجھے تعجب تھا کہ آپ کس قدر بے تکلف ایسی تیز و صاف پر انگشت مبارک پھیرتے ہیں۔ اسکے بعد آپ ایک خاص انداز سے اُسٹے اور ایک دخت پر وار کیا اُسکی شاخ کٹ گئی۔ پھر بھجالی کو لٹے ہوئے میری طرف مخاطب ہوئے میں نے سیر تسلیم خم کر دیا اور عرض کیا کہ حاضر ہے۔ حضور انور نے زیر لب ہنس فرما کر ارشاد فرمایا کہ جو خود مرا ہو اُسکا کیا مارنا۔ میں نے پائے مبارک پر سر رکھ دیا اور عرض کیا الحمد للہ کہ درجہ فنا قبولیت میں ہے۔ آپ بستر پر رونق افروز ہوئے اُسوقت حضور انور نہایت شاد و مسرور تھے اور دریائے شفقت موج زن تھا ارشاد فرمایا کہ۔

و عاشق کا محبوب کی یاد میں دم نکلتا ہے اور بعد مرگ عاشق اپنے معشوق کی صورت میں ہوتا ہو عاشق کو کسی سے واسطہ نہیں ہوتا جس سے عشق ہے وہی اُس کے لئے سب کچھ ہو اکثر عشق کی راہ چلنے والوں نے کہا ہے جیسے ملک محمد جاسی کا قول ہے

ہا کے ہاتھ ہوئی اُس کی لی

سوراجہ اور تا کی ولی

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ۔

و معشوق کے لئے نہ ملنے سے دنیا میں واسطہ نہ رکھے جو دل میں سا گیا ہو اُس پر قائم رہے بے غرض و مطلب جو محبت ہے وہ ایک آتش مگر سوز ہے جسکو عشق کہتے ہیں یہ ایک بے اختیار چیز ہے اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے نہ کسب سے اسکو تعلق ہے یہ ایک آگ جسکے دل میں پیدا ہوئی بدن چھوڑنے کے وقت اُسکی صورت معشوق کی ہوگی سخن آفریب سمجھ چکے ہو کہ خدا سب میں ہو غور کرو اور یاد رکھو کہ اقرار و قبولیت کے دو کلمے جو مرد و عورت کے مابین ہوتے ہیں۔ اسل قرار کا عورت اتنا اعتماد کرتی ہے کہ مرد ہزار کوس پر بھی سمندر کے پار ہوتا ہو تو بھی اپنی بیوی کو نہیں بھولتا۔ اُسکی طرف دل لگا رہتا ہے جس صورت سے ممکن ہو اُسکی خبر لیتا ہو۔ صرف چند الفاظ اقرار و قبولیت پر وہ عورت تمھاری کمالاتی ہے اور تم اس کے شوہر کہلاتے ہو ایک ساعت کے لئے تم دونوں ایک دوسرے سے غافل نہیں ہوتے پھر بھلا غور کرو کہ جس خدا کے مختار کل نے بمصدق اَدَمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ قَدَہ اپنی صورت پر تمکو بنایا اور عذاب ازل انگشت پر تکیہ کا خود اقرار کیا اور تم نے بھی جواب میں ”بلی“، کہا اقرار کیا اب تم میں اس نسبت کے سوا جو حقیقی اور پوشیدہ ہی نہیں راز توحید اسل قرار پر اتنا تو بھروسہ ہونا چاہیے جتنا عورت اپنے شوہر اور گہنی ہے۔ اور حاضر و غائب اُسکو اپنا جانتی ہے یہ کس قدر وسیع اور بلند درجہ ہو کہ خدا نے اپنے قدرت میں اپنی صورت

تکو عطا فرمائی اور خود ہی رب ہونے کا اقرار کیا اور تم نے بھی بندگی کا اقرار کیا اپنا نام رزاق بھی رکھا پھر بھی تمکو شک ہو اور یقین کلی نہیں ہو اتنا بھروسہ بھی نہیں جتنا ایک عورت کو اپنے شوہر پر ہوتا ہے،  
 فشی عبدالغنی خان صاحب وارثی کا بیان ہے کہ حضور انور کی اس تقریر پر تاثیر سے تمام حاضرین کی عجیب حالت ہوئی سب کے بے اختیار اشک جاری اور سب پر عالم بخود ہی طاری تھا۔

حضور انور کے اس ارشاد فیض بنیاد سے ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ یقین میں کس قدر عمیق نظر رکھتے تھے۔ آپ کے مقدس الفاظ دلنشین ہونے کے علاوہ خاص تعلیمات سے مملو ہیں جیسے تصدیق و یقین توکل و استغنا اعتماد و محبت وغیرہ وغیرہ۔  
 اسی طرح یقین کے بارہ میں حضور انور کے جوار شادات ہیں وہ دستور العمل ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔  
 (۱) یقین اعتقاد کی روح ہے حسین یقین کی کمی ہے اوسین اعتقاد کی کمی ہے،

(۲) جنگی نظر دوست پر ہو انکا کوئی دشمن نہیں ہے۔

(۳) خدا پر بھروسہ کرو تو وہ خود تمہارا سامان کرتا ہے (اور اکثر اسی کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتا ہے)  
 اگر کوئی اپنی تدبیر کرتا ہے تو وہ علیحدہ کھڑے ہو کر سیر دیکھتے ہیں اور پھر کچھ نہیں ہوتا،

(۴) دو ہزار کوس سے خاوند اپنی جو رو کی فکر رکھتا ہے (دل کی جانب اشارہ فرما کر) اور جو تھلے اندر ہیں وہ نہیں فکر کریں گے،

(۵) ”جسکے دل میں پرہے کہ دیکھے یہ کام ہو کہ نہ وہ کام نہیں ہوتا کیونکہ وہ دہدھا میں پڑا ہو نہیں بلکہ ضرور ہوگا“  
 یہ کس قدر زبردست یقین کی تعلیم ہے خدا سے کسی حالت میں نا اُمید نہیں ہونا چاہئے چنانچہ کلام پاک میں ہے۔  
 وَمَنْ يَقْنَطْ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ (۱) (اور کون نا اُمید ہوتا ہے جو رحمت پروردگار سے سوائے گمراہ کے)۔

درودائے شک جو گمراہان سیر مکن  
 ایک قبلہ گزین و سجدہ بر غیر مکن

سرمد تو حدیث کعبہ و دیر مکن  
 روشنیوہ بندگی ز شیطان آموز

حضور انور کی عمیق نظر میں جو درجہ یقین ہو وہ اس قدر اہم ہے جس کی مثال شکل سے مل سکتی ہے چنانچہ ایک دو کمر پہلو سے ارشاد فرماتے ہیں۔  
 ”اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے چاہے مر جائے خدا سے بھی نہ کہے چاہے کیسی ہی تکلیف ہو کیا اللہ نہیں دیکھتا کسی عورت کا خوبہ اگر ہزار کوس پر بھی ہو تو وہ اپنی بوی کی خبر رکھتا ہے اور اللہ تو اپنے پاس ہے کیا وہ نہیں دیکھتا“  
 حضور انور کے ارشاد فیض بنیاد سے اکثر تعلیمات کی طرف اشارہ ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے توکل و استغنا تصدیق و یقین توحید و فقر وغیرہ وغیرہ کیونکہ تمامی امیدوں سے دست بردار ہونا اور خواہشات کا فنا کر دینا کمال فخر ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے کہ طالب نے تمامی افعال و اعمال سے بے ہمہ ہو تو خود ہا ہمہ ہو جا تا ہے۔  
 حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر رحم فرماتے ہیں۔

عاشقی کا ن نامرادی ہے

نامرادی کی بھی طلب نہ رہے

عشق و گمان نامرادی ہے

یہی پایاں نامرادی ہے

جیسے فرمان نامرادی ہے

اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد

یار کو غم بھر بھارے ساتھ

ہاتھ اٹھائیں کیون دعا سے ہم

عس و پیمان نامرادی ہے

وہ تو خواہاں نامرادی ہے

جس میں کچھ آن نامرادی ہے

فقر میں اسکی آن بان ہے ان

ہے عجب ان دنوں تراب کا مال

آرشاد عالی سے ثابت ہے کہ اپنی خواہشوں اور تمناؤں سے

دست و دامان نامرادی ہے

دست بردار ہونا چاہیے کیونکہ اللہ خود کفیل ہے اُسکی ذات پر یقین و اعتماد رکھنا ہی سب کچھ ہے جیسا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سال تک خدا کو تلاش کیا اور جب مل گیا تو معلوم ہوا کہ میں خود ہی مطلوب تھا وہ تو طالب تھا اگر خدا پر توکل و یقین ہو تو ہر ایک کام بہ آسانی ہو سکتا ہے کیونکہ اُسکا اقرار ہی اور اُس سے زیادہ کسی پر اعتماد کرنا امرِ مائل و بے سود ہے وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (اور توکل کرو اُس پر جو زندہ ہو اور غیر فانی ہے) اسی بنا پر ہدایت ہوتی ہو کہ اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے چاہے مر جائے، خدا پر اور اُسکی رحمت پر پورا یقین ہو حتیٰ کہ اُس سے عرض حاجت کی خواہش بھی پیدا نہ ہو اسی یقین کامل کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ خدا سے بھی نہ کہے چاہے کسی ہی تکلیف ہو، پھر خود ہی اُسکی توضیح فرماتے ہیں کہ کیا اللہ نہیں دیکھتا، خود ہی نظیر بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ مد کسی عورت کا شوہر اگر ہزار کوس پر ہو تو وہ اپنی بیوی کی خبر رکھتا ہے اور اللہ تو اپنے پاس ہے کیا وہ نہیں دیکھتا،

جسکا ماحصل یہ ہو کہ استقلال کے ساتھ خدا پر یقین رکھنا چاہیے جناب سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا پر پورا اعتماد رکھو تو وہ تم کو ہر طرح روزی پہنچائے جیسے پرندوں کو پہنچاتا ہے۔ یہ تصوف کا اعلیٰ درجہ ہے کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ اہل دنیا سے کوئی غرض وابستہ ہو۔ خداوندِ قدیر ہر اتنا یقین و اعتماد ہو کہ اُس سے بھی مانگنے کی احتیاج نہ رہے۔ جناب یحییٰ معاذ الرازی کا قول ہو کہ قیامت کے دن نہ تو گری کچھ وزن رکھتی ہو گی نہ درویشی وزن ہو گا تو صبر و شکر کا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ دنیا میں دہکس کا بڑھا ہوا سمجھنا چاہیے۔

فرمایا جس کا یقین بڑھا ہوا ہے جناب سرمد فرماتے ہیں ۷

اگر آبدنش رواست خودے آید  
نشین اگر او خداست خودے آید

سرمد اگرش وفاست خودے آید  
بیوہ چرادر پئے اوے گردی

محضورِ انور کے ارشادات میں کامل یقین و توکل کی تعلیم ہے ارشاد فرماتے ہیں جو شخص اپنی تدبیر و کوشش کرتا ہو اللہ میان اُس سے علیحدہ رہتے ہیں کیونکہ یہ تو خود ہی کرتا ہے اور جو اللہ کے بھروسہ پر بیٹھ جاتا ہے اُسکو بھروسہ اُسی کی ذات کا ہوتا ہے تو خداوندِ کیم اُسکا کام کرتا ہے،

سَجِّدٌ وَدَّعَىٰ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اُسکو بس کرتا ہے)۔

کنز العمال میں جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ میں سب سے زیادہ قوی ہو جاؤں اُس کو لازم ہے کہ خدا پر اعتماد کرے۔

یہی درجہ یقین ہے جو مدایح عالی کا پتہ دیتا ہے اور انتہائے مذہب و عبادت کے بعد حاصل ہوتا ہو وَاعْبُدْهُ تَعْلَافَ حَتَّىٰ يَكُونَ تِلْكَ أَلِيقِينَ (اور اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ تم کو یقین ہو جائے کہ یہی یقین ہی جو متوکل و مضبوط اہل معرفت کو تمام دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہو ان کے ہر ایک کام میں خدا کا ہاتھ ہوتا ہو۔ صاحبِ سبعِ سائل نے لکھا ہے کہ حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ بیت اللہ کو جاتے تھے۔ راہ میں ایک طفل نابالغ کو دیکھا کہ بالکل بے بیوسلانی کی حالت میں آیا ہے حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو اس نے جواب دیا کہ مکہ معظمہ سے حضرت فتح موصلی نے فرمایا ابھی تم بچہ ہو تم پر ایسی تکلیف فرض نہیں ہو اُس لڑکے نے جواب دیا کہ دندگے مستعار کا کیا احتیاج ہو میں نے اپنے سے چھوٹوں کو مرنے اور قبر میں دفن ہونے ہوئے دیکھا ہے حضرت فتح موصلی نے فرمایا

تھارے پاس کچھ زادراہ ہے اُس نے کہا میں جہان کبین بھی رہتا ہوں میرا تو مشہد یقین ہوتا ہو اور میری سواری میرے دونوں ہاتھ پاؤں اور دوسری سواری شوق و عشق انہیں سواروں سے سفر کرتا ہوں - حضرت فتح موصلی نے فرمایا میرا یہ مطلب نہیں ہو خور و نوش کے سامان کو دریافت کرتا ہوں اُس لڑکے نے کہا مجھے ایک بات کا پہلے جواب دیدجئے وہ یہ ہو کہ اگر آپ کے دوستوں میں سے کوئی شخص آپ کے مکان پر آئے تو کیا آپ کو گوارا ہو گا کہ وہ خور و نوش کا سامان اپنے گھر سے خود ساتھ لائے حضرت فتح موصلی نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اُس لڑکے نے جواب دیا مدائے ضعیف البقین خداوند من کہ چندین عاصیان و بیگانگان وغیرہا نان راروزی میدہد مرا بخانہ خویش طلبیدہ است چگونہ شراب و طعام ندہد،

یہ یقین ہے جو اہل معرفت کا حصہ ہے۔ حضور انور کے ارشادات سے ظاہر ہے کہ آپ کی ہر چیز کے کمال پر نظر تھی۔ اور آپ کا یہی طریق عمل تھا۔

**مختلف ارشادات فیض آیات** | حضور انور کے تمامی ارشادات حقائق و معارف سے مملو ہیں اس لیے جو کچھ بھی حاصل ہوئے ہیں وہ بنظر افادہ ناظرین کرام لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اپنی وضع پر قائم رہے۔

(۲) جو گھر بیٹھے مرید ہوتے ہیں اسکو بیعت الوجہ کہتے ہیں۔

(۳) اگر سات روز کا بھی فائدہ ہو تو زبان پر نہ لائے اور اللہ سے بھی نہ کہے کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔

(۴) اپنی بستی میں رہ کر لاہر و اور ہنما مشکل ہے۔

(۵) جب فائدے ہوں تو ضبط کرے۔

(۶) بات تو جب ہو کہ سانس خالی نہ جائے (عرض کیا گیا کہ کس سے سانس خالی دجائے تو فرمایا کہ) اللہ سے۔

(۷) ایک رنگ رہے۔

(۸) حاجی اوگٹ شاہ صاحب وارثی نے عرض کیا کہ حضور مشائخ توجہ دیتے ہیں یہ توجہ کیا ہو فرمایا گرمی ہے۔

محبت ہے۔ تو توجہ کام دیگی اور جس کے قلب میں محبت نہ ہو اس پر کیا اثر ہو گا،

(۹) بڑی فقیری یہ ہو کہ ہاتھ ہرگز نہ پھیلے بالکل لاطع ہو کر رہے اور تسلیم و رضا پر قائم رہے۔ اور گنڈہ تعمیر نہ

وفا بدوفا وغیرہ بالکل نہ کرے بس یہی فقیری ہے۔

(۱۰) حاجی اوگٹ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ سید کی شناخت لوگ یہ بتاتے ہیں کہ اگر انکے ہاتھ پر آگ رکھ دی جائے

تو ہاتھ نہ جلے ارشاد فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر جو امتحان لے گا کافر ہو گا،

(۱۱) یہ جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے۔

چون تو ذات پیر را کردے قبول | ہم خدا آمد و ہم ذات پر رسول

(۱۲) جس نے یہاں نہیں دیکھا وہ اندھا ہو۔ حکم من کان فی ہذہ آفۃ فہو فی الاخرۃ قاضی غصۃ

وہاں بھی نابینا رہے گا۔ ہر کہ اینجانہ بد محروم ست در قیامت زکد ست دیار

(۱۳) فقیر کو کسی سے ناراض نہ ہونا چاہیے اس سے مطلب نہیں کہ اُس سے کوئی خوش ہو یا ناخوش ہو۔

(۱۴) اس کائنات کا نام دنیا نہیں ہے غفلت کا نام دنیا ہو۔



- (۱۵) اسلام اور چیز ہے ایمان اور چیز ہے۔  
 (۱۶) فقیر وہ ہے جو کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔  
 (۱۷) فقیر کو بے لاگ رہنا چاہیے (شاید اس کا یہ مفہوم ہو کہ فقیر کو تمام موجوداتِ عالم سے بے سروکار رہنا چاہیے)۔  
 (۱۸) فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔  
 (۱۹) فقیر کو سوال حرام ہے۔  
 (۲۰) دُنیا فساد کا گھر ہے اور اہل دُنیا خدا سے دور رہتے ہیں۔  
 (۲۱) دُنیا کی محبت بُری چیز ہے۔  
 (۲۲) ایک صورت کو پکڑ لے وہی مرتے وقت وہی قبر میں وہی حشر میں کام آئیگی۔  
 (۲۳) حسدِ بڑی چیز ہے حتیٰ کہ شیطان پر بھی لاجول پڑھنے کی ضرورت نہیں شیطان خدا کا رقیب نہیں ہے إِنَّ اللَّهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔  
 (۲۴) طالب کے واسطے صرف تَحْقِیْقِ حَقِّ حَقِّ کا فی ہے اسلئے کہ خدا ہماری ملکیت میں ہے ہم خدا کی ملکیت میں ہیں کسی سے کچھ طلب کرنے کی حاجت نہیں ہے۔  
 (۲۵) جب انسان اپنے دم پر قادر ہو جاتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم اُسکے تحت میں آ جاتا ہے وحوش و طیور سب مطیع ہو جاتے ہیں۔  
 (۲۶) سید محمد ابراہیم شاہ صاحب رحمہ اللہ حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ قدس سرہ سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ ”تم نے کتنی بڑی چیزیں سیکھیں اور صرف و نحو و منطق“ انھوں نے عرض کیا حاجی ہاں فرمایا اگر طلب ہے تو دستار مولویت کو طاق پر رکھ دو۔

پست شو تا فیض حق فائز شود	ہر کجا پستبست آب آنجا رود
---------------------------	---------------------------

اور کفر و اسلام میں اس بات کا خیال کر لو کہ

بکفر وہ اسلام یکسان بنکر	کہ ہر یک ز دیوان او و فترت
--------------------------	----------------------------

پھر ارشاد فرمایا کہ ”دکافر بھی مثلِ مومن کے ہے اور اصل مقصودِ حقیقی اگر چہ راہ و صل میں اختلاف ہے مگر محبتِ اہلبیت شرط ہے“

(۲۷) سیدنا معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور شنوی شریف ملاحظہ فرما رہے تھے دورانِ ملاحظہ میں ارشاد فرمایا کہ ”ہر ایک انسان پر فعل ہے کہ اپنی طبیعت اور اپنے نفس کو قابو میں رکھے انجام کار کامیاب ہوگا اگر نفس کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جائیگی تو اس وجود کو سزا سے دار و بجا سے کی“

چون قلم در دست عذار سے بود	لا جرم منصور بر دار سے بود
----------------------------	----------------------------

یہ شعر پڑھ کر فرمایا کہ ”لفظِ عذار سے نفسِ تارہ مراد ہے“

(۲۸) انسان کو چاہیے کہ خدا پر بھروسہ رکھے جب خدا نے اُسکی ضروریات کا ذمہ لیا ہے تو برابر پہنچائے گا۔ مگر تصدیق چاہیے جب ذمہ دار ایسا اللہ ہے تو اندیشہ کیا ہے محض بیکار۔

(۲۹) فقیری یہ ہے کہ ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلائے اللہ سے بھی بے پروا رہے وہ خود فرماتے ہیں  
تَحَنُّنٌ أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ وہ تو سب راحت و تکلیف دیکھتے ہیں۔

(۳۰) بڑی وضعداری یہ ہے کہ جو کوسے وہ کئے جائے۔

(۳۱) ایک مرتبہ مولوی نادر حسین صاحب دارائی نگرامی سے فرمایا کہ بڑی فقیری یہ ہے کہ دل دیونگروں کی دیکر کھائے۔

(۳۲) پیراٹ بن مرید مشکل سے ملتا ہے۔

(۳۳) مرید ہونا چاہیے مرید ہو تو پیر کے سینہ پر سوار ہو کر حاصل کر سکتا ہے۔

(۳۴) پیروں کو بھی مرید بہت ملتے ہیں مگر مراد قسمت سے ہاتھ آتا ہے جیسے حضرت خواجہ ابوسعید کو غوث پاک۔

خواجہ عثمان ہارونی کو خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت بابا صاحب کو حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الہی۔

اور حضرت علاؤ الدین صاحب بر کو حضرت شمس اور حضرت محبوب الہی کو امیر خسروؒ حضرت مخدوم ہماری کو مولانا مظفر رح۔

(۳۵) ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ ”آدمی ہونا چاہیے آدمی ہونا بہت مشکل ہے، کسی قدر سکوت کے بعد ارشاد

فرمایا کہ ”آدمی اُسی وقت ہوتا ہے جب لطیفہ قلب ذکر ہوا اس لئے کہ لطیفہ قلب حضرت آدم کے زیر قدم ہے

اور محبت و اقربیت حاصل ہے وَ هُوَ مَعَكُمْ أَيُّكُمْ كُنْتُمْ۔ تَحَنُّنٌ أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔

جب محبت ہو گئی تو تقرب خاص ہو گیا یہی درجہ تکمیل ہے۔

(۳۶) مقام حیرت میں فقیر سون پڑے رہے ہیں۔

چہ شبہاں شستم درین دیر گم کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم

اس کے بعد منزل فیض و لا بہت و فیض نبوت کا ظہور ہوتا ہے۔

(۳۷) جب کچھ نہ رہا تو فقیر ہو گئے۔

(۳۸) فقیر غیر مکلف ہیں اور دنیا دار مکلف ہیں۔

(۳۹) ایک مرتبہ مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا دارائی سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

گر تو خواہی کہ بینیش بر دوز دیدہ بار از غیبر او چون باز  
یہ شعر پڑھ کر دو مرتبہ فرمایا کہ دو سمجھ گئے،

(۴۰) جس قدر مرید ہیں ہماری اولاد ہیں جس کو جس قدر ہمارے ساتھ محبت ہے اسی قدر اپنے بھائیوں

سے اتفاق۔ جو لڑکا اپنے باپ سے محبت کرے گا اس کو بھائی سے اتفاق ہوگا۔

(۴۱) جو جس کا حصہ ہوا اس کو ضرور دیا جاتا ہے خواہ زندگی میں خواہ مرتے وقت اور زمین تو اس کی قبر میں

بٹولنس دیا جاتا ہے۔ (اس جملہ آخری کا حضور انور خاص شان سے اظہار فرماتے تھے)

(۴۲) رام جی اچوہا والے ہندوؤں کے اوتا ایک پنڈت تھے۔ سری کرشن جی کنھیا پریمی تھے۔ اور

بابا نانک صاحب کچے موجد تھے،

(۴۳) ایک مرتبہ گیارہ سوین شریعت کے متعلق استفسار کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ ”مقام ہوا ایک عجیب مقام ہے

(حساب الجحد) ۵ کے پانچ اور ۶ کے ۶ ہوتے ہیں ۵ اور ۶ ملکر گیارہ ہوئے حضرت غوث پاکؒ کی یہی

منزل تھی انتہا گیارہ سوین والے میان مشہور ہو گئے،

حضور انور کے ارشادات سے مسائل تصوف کے علاوہ دیگر امور پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے آپ کی زبان مبارک سے جو الفاظ ادا ہوتے تھے وہ نہایت جامع اور معنی خیز ہوتے تھے۔ حاجی اوگٹ شاہ صاحب دار ثقی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور سے عرض کیا گیا کہ سنا ہے تشریف فرما فریقین میں سے بہتر ناری ہیں اور ایک ناجی ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو ناجی کہتا ہے تو وہ کونسا فرقہ ہے حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ”جو حد سے الگ ہو وہی ناجی ہے اور جو حد میں ہو وہ بہترین شامل ہے۔ چ۔ س۔ پ۔ د۔ کل ۷۲

(۴۴) جو نشیب و فراز میں رہیگا اُسکو خدا نہیں ملیگا جو نشیب و فراز سے نکل جائے اُسکی نجات دنیا ہی میں ہو جائے (۴۵) ہر وقت صورت سامنے رہے وہی صورت ہر جگہ نظر آنے لگے گی یہی فنا فی الشیخ ہے۔

(۴۶) حاجی اوگٹ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ اسم ذات کون سا ہے فرمایا کہ ”اللہ باقی سب صفات ہیں“

(۴۷) عرض کیا گیا کہ ”دکھو“ کیا ہے ارشاد فرمایا کہ ”ذات نہ صفات ایک میدان ہو“

(۴۸) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ”ہم کعبہ کے اندر یہ غزل پڑھنے لگے

عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا جو ہوسو ہو

محافظ کعبہ نے کہا اے بیت الہی ہم نے کہا وہ جگہ بتاؤ جہاں خدا نمودہ چپ ہو گئے اور کہا ان سے نہ بولو۔

(۴۹) حضرت سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضور پر نور دہلی تشریف لے گئے تو حضرت سرمد کے

مزار مبارک پر بھی گئے اور فرط محبت سے اُن کے مزار سے پٹ گئے اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ”سرمد رضا و تسلیم کے بندے

تھے سرمد پیدا اور فنا نہ کی نہ فتویٰ دینے والے رہے نہ سلطنت رہی مگر ایک سرمد کی جگہ ہزار سرمد پیدا ہو گئے“

(۵۰) ایک مرتبہ شیخ عبدالغنی خان صاحب دار ثقی رئیس پورہ غنی خان ضلع رائے بریلی سے فرمایا کہ ”غنی خان

جانتے ہو حج مقبول کس کا نام ہے“

انھوں نے عرض کیا کہ حضور کو بہتر علم ہو ارشاد فرمایا کہ ”عاشق اپنے معشوق سے مل جائے یہی حج مقبول ہے“

(۵۱) خاندان قادریہ کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں کہ ”چن لوگون کو اس خاندان سے نسبت ہے اچھر

جادو ٹوٹنے کا بالکل اثر نہیں ہوتا“

(۵۲) مولوی نادر حسین صاحب دار ثقی نگر امی تحفہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شیخ قادر بخش صاحب فضلی

نور اللہ مرقہ سے حضور انور نے فرمایا کہ ”بڑے میان جو سانس نکلتے وہ اسم اللہ کے ساتھ نکلے جو سانس بدون

اسم اللہ نکلتی ہے وہ مُردہ ہے اور بڑے میان ایک ذکر ایسا ہے جو نہ سانس سے تعلق رکھتا ہے نہ زبان سے“

انھوں نے عرض کیا کہ یہ حضور کا ذکر ہے فرمایا کہ ”بڑے میان ہو جاتا ہو“ مگر دو تین مرتبہ یہی فرمایا کہ

”دُستا سنا بڑے میان ہو جاتا ہے“

حضور انور کا ہر ایک ارشاد ایسا مکمل ہوتا تھا کہ جس کا جواب نہیں تعجب ہوتا تھا کہ باوجود استغراقِ انہماک

عشق و محبت حضور انور تمامی امور میں خاص خیال اور رائے کا اظہار فرماتے تھے اور بصیرتِ آپ کے عارفانہ

اقوال حقائق و معارف سے بھرے ہوئے ہیں اسی طرح مذہب و اتباعِ سنت کے متعلق جو ارشادات ہیں

اُن میں بھی وہی تصدیق و یقین و عشق کی تعلیمات ہیں۔

ارشادات متعلق بہ مذہب | مشہور ہو کہ عاشقانِ الہی کو غلبہٴ عشق و محبت میں کسی بات کا

احساس نہیں رہتا عشق ہی مذہب عشق ہی ملت عشق ہی مسلک عشق ہی خدا اور عشق ہی رسول ہوتا ہے۔ وہ عشق کے سوا کسی کے پیرو اور متبع نہیں ہوتے اور اسی وجہ سے شریعت بھی سکاربائی کو مستثنیٰ کرتی ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہو کہ حضور انور کی ذات معدن الصفات سے جس طرح معارف و حقائق الہی کی نسبتیں جاری تھیں اسی طرح سنت نبی کریم کی نسبت فیض موبہبت کا بھی بدرجہ اتم ظہور تھا۔

اگرچہ آپ کا مسلک حقیقی عشق تھا اور اسی میں محویت و استغراقِ کامل تھا مگر باوجود اس کے حضور انور کو خداوند عالم نے وہ ظرفِ عالی اور مقامِ خاص عطا فرمایا تھا کہ آپ کی ذات محمود الصفات سے اتباعِ سنت و شریعت کی کامل و مکمل نسبت جاری تھی۔

آپ پابندِ کئے ارکانِ مذہب سے نہایت شاد ہوتے تھے اور اکثر ہدایت فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں طالبِ بین جو حبیب و مکیئے یا جس قسم کا وہ کاروبار کرتا اسی کے متعلق اسکو ایک نہ ایک مذہبی ہدایت ضرور فرمادیتے تھے۔ اکثر مذہبی امور سے جو حضور انور کو خاص دلچسپی تھی ان کا بیان تو دو شانِ تکلم کے عنوان اسی باب میں ہو چکا ہے مگر اس بارہ میں جو خاص ارشادات فیضِ آیاتِ بین وہ بھی دستورِ العمل بنانے کے قابل ہیں۔ حاجی اوگٹ شاہ صاحب کلیات مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا سید نجم الدین صاحب مرحوم مغفور رئیس بانکپور چنگے زہد و اتقا کا اُس جواب میں شہرہ ہو ایک مرتبہ حضور انور سے عرض کرنے لگے کہ اب نماز خوفِ الہی سے نہیں ہوتی بلکہ مداومت کی وجہ سے اسکی عادت ہو گئی ہے۔ آنذا ملتی ہوں کہ ایسی نماز چھوٹ جائے تو اچھا ہو حضور انور نے مسکرا کر فرمایا کہ دو مولوی صاحب استقامت یہ ازکرامت و ضعداری اسی میں ہے کہ مرتے دم تک پڑھے جاؤ، اُس روز سے مولانا کو نماز میں ایک خاص لُطف آنے لگا حتیٰ کہ جب انھوں نے اس نفعیائے ناپایدار سے سفر کیا ہے تو نماز عصر کی دوسری رکعت میں سر بسجود تھے کہ واصل حق ہو گئے۔ اور گویا حضور انور کے ارشاد کے بموجب کہ در مرتے دم تک پڑھے جاؤ، انھوں نے مرتے دم تک ہی نماز پڑھی۔

حاجی اوگٹ شاہ صاحب قبلہ دارنی کا بیان ہے کہ منشی علی گوہر خان صاحب متوطن پہلی بھٹ کو بہراہ ایک صاحب حضور انور کی خدمتِ عالی میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے جب مُرد ہو چکے تو حضور پُر نور کے حکم سے شاہ فضل حسین صاحب دارنی سجادہ نشین شاہ ولایت کی خانقاہ شریف میں ٹھہرائے گئے۔ اسی خانقاہ میں مسجد بھی ہے انھوں نے نمازِ عصر و نظر قضا کر دی اور نہیں پڑھی جب مغرب کا وقت آیا تو شاہ فضل حسین صاحب وارثی نے ان سے تاکید نماز کے لئے کہا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کسی طرح نماز پڑھنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے شاہ فضل حسین صاحب قبلہ نے حاجی اوگٹ شاہ صاحب کو طلب فرمایا اور کہا کہ یہ نوادرِ ہمان صاحب نماز سے انکار کرتے ہیں۔ حاجی اوگٹ شاہ صاحب نے انکی طرف دیکھا تو انھوں نے نہایت سلوگی سے جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ جو شخص حضرت حاجی صاحب قبلہ کا مرید ہوتا ہے اُسپر نماز معاف ہو جاتی ہے اگر نماز ہی پر مریدی ہے تو بین کہیں اور بھی مرید ہو سکتا تھا یہ سکر شاہ فضل حسین صاحب وارثی کو بے اختیار ہنسی آگئی حاجی اوگٹ شاہ صاحب اُنکو حضور انور کی خدمتِ عالی لائے اور واقعہ عرض کیا۔ حضور انور نے ان کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ وہ اچھا اچھا تین برس نماز اور پڑھو پھر معاف ہو جائیگی، یہ سکر وہ شاد و مسرور واپس آئے اور نہایت پابند نماز ہو گئے دن گئے گئے اور برابر آستانہِ عالی پر حاضر ہوتے رہے ٹیکہ تین میں انکا انتقال ہو گیا۔ اور ایک حکم سے مدتِ العمر پابند نماز رہے۔



حضور انور کی ذاتِ عالی درجات میں بیشتر نسبتوں کا ظہور تھا اور سب سے زیادہ نسبتِ عشق کا غلبہ تھا۔ مگر اسی کے ساتھ نسبتِ سنت نبی کریم بھی اس قدر کمال و اشتداد کے ساتھ تھی کہ آپ موریہ ہی میں خاص تعلیمات و ہدایات فرماتے تھے۔

چنانچہ مولوی بشیر الزمان صاحب رئیس سند بلہ ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدنا شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین کنڑا المعروف علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ قصبہ انام میں نہیں معلوم کیا بات پیدا ہوئی کہ جمیع کثیر کے سامنے ہست اعلان و زور کے ساتھ حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ ہمارے حلقہٴ بیعت سے خارج ہے، اس واقعہ کو سید معروف شاہ صاحب قبلہ نے بھی بیان فرمایا ہے اور دیگر حضرات سے بھی سموع ہوا ہے۔

شاہ فضل حسین صاحب وارثی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں جو مسجد ہے اُس میں حضور انور کی جانب سے ایک مستقل پیشل مام رہتے تھے۔

باوجود روشِ قلندرانہ اور انہماکِ عشق و متفرقی توجید حضور انور کو مذہبِ دراتباعِ سنت سے خاص تعلق تھا۔ ایک مرتبہ حاجی اوگٹ شاہ صاحب وارثی نے عرض کیا کہ حضور بہت سے لوگ نماز نہیں پڑھتے تو حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ دو نماز ضرور پڑھنا چاہیے یہ نظامِ عالم ہے اگر یہ چھوڑ دیجائیگی تو عالم کے انتظام میں خرابی آجائیگی، یہ بھی فرمایا ہے دو نماز وہی ہے جو حضور قلب کے ساتھ ہو،

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرامی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے مکان پر قصبہ نگرام میں حضور انور قیام پذیر تھے جمعہ کا دن تھا آپ نے وضو فرمایا اور نماز سنت جائے قیام پر ادا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مدتِ مکان پڑھو گے چائست ہو، اور باوجود پیرانہ سالی پاپاؤ مسجد تک تشریف لیجانے کا قصد فرمایا مولوی نادر حسین صاحب نے عرض کیا کہ سوپ بہت سخت ہے زمین جلتی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ دو پیدل مسجد جانے سے ہر قدم پر ثواب ملتا ہو، جب لوگوں نے بہت بہت سمجھ کی اور اصرار کیا تو بدشوارسی تمام حضور انور بالکی پر سوار ہوئے۔

مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی ہماری مترجم طبقات الکبریٰ وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور کے زمانہ قیام بلچی میں جب جمعہ کا دن آیا تو آپ نے نماز جمعہ میں تشریف لیجانے سے قبل حاضرین کو جمعہ کے مسائل بتائے اور ارشاد فرمایا کہ ”جمعہ کی نماز کے بعد بہت سے لوگ چار رکعتیں ظہر کی پڑھ لیا کرتے ہیں۔ یہ شک کی بات ہے اور میرے یہاں شک نہیں ہو“

ان اشادات سے ظاہر ہو کہ حضور انور کو پابندئے مذہب کی طرف خاص رجحان تھا کہ اس قسم کی خاص باتیں بھی فرماتے تھے جیسے حضور پُر نور کے ارشادات کے مطابق ارکانِ اسلام کا شوق پیدا ہو۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور انور کو یقین میں جو انہماک تھا اُس کی کس قدر پابندی متو نظر تھی اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے شک و شبہ کی کوئی بات قطعاً آپ کو پسند نہیں تھی۔ آپ مذہبی پابندیوں کو نہایت عزیز رکھتے تھے۔ اور مذہبی مراسم کی مولق سے نہایت خوش ہوتے تھے۔

مولوی نادر حسین صاحب قبلہ وارثی نگرامی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور میرے مکان پر قیام پذیر تھے

اور میرے والد بزرگوار شیخ قادر بخش صاحب نور اللہ مرقدہ (حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب نقشبندی مجددی سے بیعت تھی) جو بڑے ذاکر و شاغل بزرگ تھے وہ خدمت عالی میں حاضر تھے میں بھی موجود تھا حضور انور نے سورہ فاحشہ کو سات مرتبہ سات قراتوں سے پڑھا عجیب لطف انگیز سامان تھا۔ اسکے بعد حضور انور نے میرے والد ماجد صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہ بڑے میان جو شخص چوراچھپا کے نماز پڑھتا ہو تو نماز ہو جاتی ہے، انھوں نے عرض کیا کہ جی ہاں نماز ضرور ہو جاتی ہے پھر فرمایا مدیہ حدیث صحیح ہے کہ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ

انھوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ مدیہ روایت بھی صحیح ہے کہ جناب رسالت آپ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مدیہ منورہ میں منادی کرو کہ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ چنانچہ حضرت بلال منادی کرنے کو جا رہے تھے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اٹھا، راہ میں مل گئے اور حضرت بلال کو واپس لائے اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بیشک جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہیگا وہ داخل جنت ہوگا مگر پھر ارکان اسلام ادا نہ ہوں گے، انھوں نے عرض کیا یہ روایت بھی صحیح ہے۔ اسکے بعد حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ کوئی حضرت عمر کی سنت پر بھی تو چلنے والا چاہیے،

مشکوٰۃ بالا واقعات و ارشادات سے ظاہر ہو کہ حضور پر نور کی نگاہ حق آگاہ میں تمامی امور حقہ کا کس قدر پاس و لحاظ تھا اور سب میں ایک خاص عنایت و محویت تھی۔ اسی طرح معاملات دنیا میں جو امور کہ مذہب و شریعت سے تعلق رکھتے ہیں حضور پر نور انکی خاص ہدایات فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو نماز روزہ اور چیز ہے ایمان اور ہے نماز تو رنگ اسلام ہے اگر لاکھ روپیہ کی چیز رکھی ہو تو اسکا خیال بھی دل میں نہ لائے پس یہی ایمان ہے، ارشاد عالی سے ظاہر ہے کہ کس قدر زبردست امانت و دیانت کی تعلیم ہے جو اصول مذہب و حدیث شریف ہے کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں دوسری حدیث ہو کہ مومن میں سب غصلیتیں پیدا ہو سکتی ہیں مگر جھوٹ اور خیانت پیدا نہیں ہو سکتی۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ہر ایک خطبہ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میں نہ ہو وہ مؤمن نہیں ہو سکتا اور جو شخص اپنے وعدہ کا پابند نہ ہو وہ لا مذہب ہو۔ ایمان کی جو توضیح حضور انور نے بیان فرمائی وہ گویا مذہب کی خاص تعلیم پر مبنی ہے۔

حق رسی کے بارہ میں حضور انور کا ارشاد ہے کہ کسی کا حق مارنا بہت بڑا ہوا اسکا انسان کو خیال رکھنا چاہیے،

یہ بھی فرمایا ہو کہ عبادت نماز ہی نہیں ہو اپنی خانہ داری میں ضروریات کی چیزیں لا دینا بیوی کی کفالت بچوں کی ولداری غلام دلو نڈی کی پرورش حوائج ضروری سے فارغ ہونا کھانا اور کھلانا یہ سب عبادت ہے، عقائد کے بارہ میں ارشاد ہے کہ دو چار دن صحابہ کو درجہ بدرجہ اپنے درجہ پرمانے،

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ مذہب اہل تسنن کے نزدیک جو مسلمہ اصول و عقائد ہیں آپ انھیں کی تعلیم فرماتے تھے۔ حالانکہ بعض اہل تصوف مسئلہ تفصیل کی طرف گئے ہیں۔

جو باتیں شرعاً منع اور ناجائز ہیں ان سے وقت بیعت تو بہتر کراتے ہی تھے مگر خاص طور پر بھی ان کا انسداد فرماتے تھے آپ کی مقدس دروہانی تاثرات جو اصلاح معائب کے لئے تریاق اکبر ثابت ہوئی ہیں انکا تو کمان تک ذکر ہو سکتا ہے قیامت تک جاری رہیں گے مگر بظاہر بھی ممنوعات شرعہ سے محتجب رہنے کی خاص ہدایات ہوتی تھیں۔

مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب دار ثنی بہاری مترجم طبقات الکبریٰ وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور کے زمانہ قیام بلجھی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک نوجوان سید (معہ اپنی واسطہ عورت کے جس کا نام مسماہ رجبی تھا اور) جو حضرت فضیلت شاہ صاحب رحمہ کا معتقد اور سسرالی رشتہ دار بھی تھا آیا اور اُس کے آنے کا یہ سبب ہوا کہ وہ ایک زمانہ سے فضیلت شاہ صاحب سے کہہ رہا تھا کہ مجھے مرید کر لو مگر وہ جواب دیتے تھے کہ مجھے مرید کر نیکی اجازت نہیں ہی البتہ میں نکو کبھی یہ بتا دوں گا کہ فلان بزرگ سے بیعت کر لو۔ حضور انور کے زمانہ قیام بلجھی میں انھوں نے اُسکو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور یہ کہلا بھیجا کہ تم حضرت سے آکر مرید ہو جاؤ وہ آیا مگر چونکہ اُس کے ساتھ اُسکی واسطہ مسماہ رجبی تھی اسلئے وہ بستی کے باہر مقیم ہوا مسماہ رجبی تو پہلے ہی دن مرید ہو گئی اور دوسرے روز سید صاحب بھی حضور انور کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔

مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ دار ثنی بہاری فرماتے ہیں کہ جسوقت وہ نوجوان سید شرف بیعت سے مستفید ہوا ہی اُسوقت ہم لوگ علوہ ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے اور یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ یہ دونوں مرید تو ہو گئے مگر نکاح نہیں ہوا۔ یہ دونوں پھر زمانہ کے مرکب ہونگے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک خادم دوڑا ہوا آیا اُس نے کہا کہ حضور پر نور ارشاد فرماتے ہیں دو عبدالغنی وغیرہ ان دونوں کا نکاح پڑھا دیں، خادم یہ کہہ چلا گیا اور ہم لوگ ابھی باتیں ہی کر رہے تھے اور تعمیل حکم کی کوئی عملی تدبیر بھی نہیں کوئے پائے تھے کہ دونوں ٹھانی لئے ہوئے آئے۔ اور مولوی سید رحیم الدین صاحب پریٹر ایجنسی بانکی پور اور فضیلت شاہ صاحب نے اور میں نے اُنکا نکاح پڑھا دیا۔ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب دار ثنی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص جو قوم کا ٹھاکر اور ملیج آباد کے قریب کارہنے والا تھا۔ حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں مرید ہونا چاہتا ہوں مگر تین شرطیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ جھوٹ نہ چھوڑوں گا دوسرے سو دو لونگا تیسرے ایک طوائف سے تعلق ہے اُسکو بھی ترک نہ کروں گا۔ حضور انور نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ در تین برس اور ٹھہرو پھر مرید کریں گے،

جب وہ چلا گیا تو حاجی اوگھٹ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ کام بہت کرتے ہیں اور یہ شخص سچا بھی تھا حضور پر نور نے ارشاد فرمایا کہ سہاں سب کرتے ہیں مگر یہ اختیار ہی ہو جاتا، حضور انور کے باطنی اثرات جو قلب کی جلا اور افعال شنیعہ کا اسناد کرتے تھے اُنکا ذکر تو احاطہ تحریر سے باہر ہو مگر ظاہر جو مدخل تھا وہ بھی ضرب المثل ہو۔ حضور انور کی بات بات میں مذہب و تصوف کے نکات ادا ہوتے تھے۔ آپ کے جو موحدانہ اقوال ہیں اُن سے ثابت ہو کہ حضور انور نے تمامی مذاہب کی تفریق کو مٹا دیا ہے اور سب کو نظر وحدت سے دیکھا ہوا اور ارشاد فرمایا ہو کہ وہ ہمارے ہاں سب ایک ہیں، یہ کمال توحید ہے کہ عنایت پیدا ہو جائے یہی انداز اور یہی رنگ اور یہی مذاق حضور انور کا پابندئے مذہب اور شریعت کے نقطہ خیال سے بھی تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ حضور انور کی کس قدر وسیع نظر تھی چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

در گل بنی آدم کا شمار امت محمدی میں ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا اور قرآن پاک پر صانع آسمانی کا خاتمہ ہو چکا اسلئے اب نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ کتاب نازل ہوگی۔ بس اگلی پچھلی سب امتوں کا شمار اسی امت میں ہو چکا اور ہے احکام سب پر یکساں ہی جو پر وہیں وہ راہ پر ہیں بقیہ منکر گمراہ۔ لیکن امت کی حیثیت سے سب ایک ہیں باہمی رعایا بھی اسی بادشاہ کی کہلائے گی جسکی کہ وہ ہے،

اس ارشاد کی اہمیت ظاہر ہے کہ کس قدر جامعیت اور وسیع النظری پر مبنی ہے اور آپ کی نگاہ حق آگاہ جس قدر مسائل عشق و توحید میں وسیع ہو ویسے ہی امور مذہب میں بھی خاص وسعت رکھتی ہے اور حضور انور کے اسی مسلک حقیقی عشق و توحید کا سب میں بدرجہ کمال ظہور ہو۔

یہی نہیں بلکہ مذہب و تصوف کا جو حقیقی لباس ادب و اخلاق ہے اُس میں بھی آپ فرد تھے اور چن غیر معمولی وقفات کا آپ سے ظہور ہوا ہو وہ اپنی نوعیت میں جواب نہیں رکھتے اور مذہب کا ادب و وقار جو آپ کی نگاہ حقیقت آگاہ میں تھا اور جس قدر ادب و احترام آپ سے ظاہر ہوا ہو اُسکے دیکھنے کے لئے بڑی ثروت نگاہی درکار ہے۔

چنانچہ مولوی حکیم محمود علی صاحب فنج پوری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کابلی مولوی صاحب جو عرصہ تک گریہ کی جامع مسجد میں پیش امام رہے ہیں (اگر یاد غلطی نہیں کرتی تو ان کا نام مولوی رمضان علی صاحب تھا) جس اتفاق سے فتیچور میں تشریف لائے اور مولانا نذیر علی صاحب رحمہ کی مسجد میں فوکش ہوئے ان کی خدمت میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی حاضر خدمت تھا اکثر بزرگان دین کے تذکرے ہو رہے تھے انہی گفتگو میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ عرصہ ہوا جب میں لکھنؤ میں پڑھتا تھا وہاں علامہ امین آباد میں حضرت آخوند صاحب سوات بنیر کے ایک خلیفہ جو نہایت بزرگ اور ایثار و لوگوں میں سے تھے رہتے تھے۔ میں اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ایک مرتبہ مجھے یہ ضرورت پیش آئی کہ کچھ روپیہ ملے تو اپنے اہل و عیال کے لئے خرچہ روانہ کروں یہ خیال تھا کہ کم سے کم دس روپیہ تو ہوں چنانچہ میں ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسب دستور بیٹھ گیا ایک شخص نے انکو دو روپے تذکرے وہ دونوں انھوں نے مجھے دیدئے۔ اس طرح ابچو دن کل انھوں نے یہ دفعات نو روپے مرحمت فرمائے۔ مجھے اپنے خیال کے موافق صرف ایک روپیہ کی کمی نظر آتی تھی۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ ایک روپیہ دریل جائے تو پورے دس روپے مکان کو بچھو دوں اُس روز حضرت اقدس حاجی صاحب قبلہ لکھنؤ میں رونق افروز تھے دن کے بارہ بجے ہونگے ترشح ہو رہا تھا ان بزرگ نے فرمایا کہ اب تم حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت عالی میں حاضر ہو۔ اور عرض قدوسی حاصل کرو میں نے عرض کیا کہ حضرت ٹھیک بارہ بجے ہیں اور ترشح بھی ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں مجھے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوں مگر ان بزرگ نے منظور نہ فرمایا اور مجھے بدامرا تمام خدمت فیض مہبت میں بھیجا اُس وقت خفیت سی بوندین پڑ رہی تھیں۔ اور میرے پاس فقہ کی ایک کتاب تھی میں نے چادر اوڑھ لی اور کتاب کو پوشیدہ کر کے اپنی بغل میں دھالیا اور چادر سے کتاب کو خوب محفوظ کر لیا تاکہ بھیگنے نہ پائے۔ بہر کیف کتاب اس طرح چھپی ہوئی تھی کہ مجھے دیکھنے والے کو یہ علم نہیں ہو سکتا تھا کہ میری بغل میں کتاب ہے حضور انور کے جائے قیام پر جس وقت پہونچا اور زینہ سے اُس جگہ کے صحن میں قدم رکھا جس میں حضور انور رونق افروز تھے تو میں نے دیکھا کہ حضور پُر نور برق کی طرح نہایت مصطفیٰ مانہ حالت سے جگہ کے باہر نکلائے مجھے نہایت استعجاب تھا میں نے عرض کیا کہ حضور میں خادم ہوں میری اتنی تعظیم مناسب نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ دو یہ تمہاری تعظیم نہیں ہے بلکہ یہ اس کتاب فقہ کی تعظیم ہے جو تمہاری بغل میں دبی ہوئی ہو۔

کابلی مولوی صاحب کا بیان ہو کہ بھر دار شاہ عالی میں اس واقعہ پر غور کرنے لگا کہ اللہ اکبر حضور پُر نور کس درجہ عالی نسبت میں چنکو ایک کتاب فقہ کے حفظ مراتب کا اس قدر خیال ہو تو ان کو ارباب سنت میں جو کچھ بھی نسبت ہوگی اُس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہو۔ اس کے بعد ایک شخص نے حضور انور کی خدمت میں ایک روپیہ تذکرہ کیا قصد کیا تو



آپ نے فرمایا کہ مدح کیا کریں گے ان مولوی صاحب کو دیدہ چنانچہ میرے پاس پورے دس روپے ہو گئے میں وہاں سے رخصت ہو کر خلیفہ صاحب حضرت آخوند جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کو بیان کیا۔ حضور انور کا یہ ادب و احترام جس قدر عظمت اور اہمیت رکھتا ہے وہ محتاج بیان نہیں رہا یہ ظاہر ہے تو اس قسم کا ادب ظاہر نہیں ہو سکتا مگر اہل تصوف میں بھی ایسی مثالیں کم ملتی ہیں کیونکہ غلبہ کیف و حال و جذباتِ محبت انگلی لگا ہوں میں کسی چیز کا احساس نہیں رہنے دیتے۔ حضور انور میں بھی وہ سب حالتیں نہایت کمال کے ساتھ موجود تھیں اور ان نسبتوں کا اکثر و بیشتر اوقات نہایت شد و مد سے ظہور ہوتا تھا مگر اسی کے ساتھ آدابِ شریعت و اتباعِ سنت میں بھی انتہا درجہ کا زہد و اتقا ظاہر ہوا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور کی ذات جمع الحسنات میں خدا کی ایک شان اور ایک ہی صفت کا ظہور نہیں تھا بلکہ مختلف شانیں جلوہ گر تھیں جس سے مختلف طبائع کے افراد مستفید ہوئے ہیں۔ کسی نے حضور انور کی ذات محمود الصفات سے اتباعِ سنت و شریعت کا سبق حاصل کیا تو کسی نے زہد و ریاضت کا کسی نے فقر و تصوف کا کسی نے ملازمت و رملہ زندگی کا کسی کو استفراقِ عشق ہوا تو کسی کو کیفیتِ اتحاد و توحید ہاتھ آئی۔ کوئی جذباتِ محبت سے بے خان ومان ہو گیا تو کسی کو بہ اتباعِ سنت انتظامِ خانہ داری میں دولت وین نصیب ہوئی۔ غرض کہ وابستگانِ دامنِ دولت میں سے خالی کوئی نہیں رہا۔ خداوند کائنات نے آپ کی ذاتِ بابرکات میں اپنی مختلف شانوں سے مختلف نسبتوں کا ظہور فرمایا اور علی قدر مراتب ان کے فیوض و برکات عالم میں جاری ہوئے حقیقتہً حضور انور کی ذاتِ عالی درجات خدا کی خاص نعمتوں اور خوبیوں کا ایک مجموعہ اور گلدستہ تھی جس میں رنگارنگ کے پھولوں نے عجیب و غریب دہار پیدا کر رکھی تھی کہ اگر دل و دماغ کو فرحت نصیب ہوتی تھی تو ایمان کو تازگی کون سی صفت تھی جو ذاتِ محمود الصفات میں نہ تھی۔ آپ تمامی صفات و درجاتِ عالیہ کے مظہر اتم تھے جیسا کہ منظرِ خیر آبادی نے صنعتِ توشیح میں حضور پر نور کی مح میں عرض کیا ہے ۵

(ح) حضور تے خدا و قرب پاک مصطفی داری	(ض) جنیا کے بزم عرفان دل چو آئینہ صفا داری
(ر) رضا جوئے خدا و مصطفی و الہیت او	(ت) تر و تازہ ریاض زہد و روح و اتقا داری
(ج) حقیقت را طریقت را طریقت نیز عرفان را	(ا) ایس و ہمد و غمخوار دیار و آشنا داری
(ج) جلالت را سیادت را سیاست را شجاعت را	(ی) یمین و ہم یسا و پیش و پس با صد صفا داری
(ح) حق آگاہ و خدا جو و خدا فکر خدا ذکر ت	(ا) امیر کفور عرفان و دل سوئے خدا داری
(ت) فقیہ روزگار و عاقل و علامہ و دران	(ظ) ظہور جلوہ حق را بروئے پُر صفا داری
(س) سر بر آراے اقلیم سخاوت مرجع عالم	(ی) یار پُر جود و خلق و شمس جدا با داری
(ا) دولت آئینہ عرفان تمت گنجینہ ایقان	(و) و حیدر روزگار و زہد بے ریب دریا داری
(ا) الو العزیز تو در ملک بہت شہرے دارد	(ر) رحیم الطبع عالی درجت و دست سخا داری
(س) ثنا و حمد و ثناء و ثنبت درو بہت ہر دم	(ع) عبدل تو گنج قوت و تاج فخر و اتقا داری
(ل) لب العجز غایت و انس اید عقد کلا علی	(ی) یم لطف و کرم جاری برائے ہر گدا جاری
(ش) شرافت ملک آبائی و بہت ملک سوروشی	(ا) اولی العزم جہان و رحم و خلق مصطفی داری

(۵) ہمہ خاک ورت رستمی گویند در عالم  
و لیتے عمرے و اندر ہر عامل و فاضل  
شب و روزت پشغل طاعت حق قطعے گردد  
و یار رفیق آبادت از بین قدم تو  
مرا دیول نہ چون یا بدگداسے آستان تو  
جمال شاہ وجود و سخائے خود نما مارا  
کرم نسما بحال زار و مضطر اسے کرم گستر

قسم انار و الجشہ چین جد و با داری  
ہمائے اوج عرفان و شرف بے انتہا داری  
ریاض بے خزان طاعت رب اللہ داری  
امیرانِ جهان را بردر خود چون گدا داری  
متاع پیرو ہے حضرت خیر الوری داری  
دل بے کینہ و شفاف چون ماہ و سہا داری  
متاع پیرو ہے حضرت خیر الوری داری

### مشاغلِ محبت

اہل اسلام میں جو مقدس زمین جاری ہیں جسے محبت خدا و رسول و اہلبیت  
کرام و اولیائے عظام کا سبق ملتا ہو ان سے حضور انور کو خاص دلچسپی تھی اور اس  
قسم کے ذکر و ذکر سے نہایت مسرت کا اظہار فرماتے تھے۔

### مولود شریف

میلادِ خیر العباد حضرت سید عالم فخر بنی آدم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا  
خاص شوق تھا اور حضور پر نور زمانہ شباب میں بہت زیادہ شرکت فرماتے تھے۔  
بعد ختم میلاد پہنچ آیت خود بھی پڑھتے اور محفل میں جو حافظ و قاری حاضر ہوتے ان سے پڑھواتے تھے۔  
معاقل میلاد میں فضائل و درود شریف، عجوڑات و حالات و ولادت با سعادت و ذکر معراج شریف وغیرہ جو محبت کے  
متعلق بیانات ہیں حضور اقدس کے رو بہ پڑھتے جاتے تھے۔

صحیح و مستند حالات سماعت فرماتے تھے اور قیام نہایت ادب و احترام سے کرتے تھے۔ اور اس تقریب سعید پر بہت اظہار  
مسرت فرماتے تھے حضور انور کی جانب سے بھی اکثر محفل میلاد شریف ہوتی تھی آخر زمانہ تک حضور انور کو محفل میلاد کا شوق رہا ہو۔  
چنانچہ مولانا مولوی سید شاہ ابو محمد علی حسن صاحب قبلہ اشرفی اجمیلانی مسند آرائے کچھوچھو شریف لکھتے ہیں کہ  
جب حضرت حاجی صاحب قبلہ نے ترک سفر فرمانے کے بعد دیوبند شریف میں اقامت فرمائی ہو تو آپ کی رحلت سے  
چند سال قبل محفل ملاقات میں نے دیوبند شریف کا قصد کیا میرے ہونچنے سے ایک روز قبل آپ نے شاہ  
فضل حسین صاحب دارفی رحمہ اللہ شہید حضرت شاہ ولایت رحمہ اللہ سے ارشاد فرمایا کہ شیرینی تیار کر اؤ کل میلاد شریف ہوگا  
چنانچہ دوسرے دن دس بجے دن کو میں پہنچا تو شاہ فضل حسین صاحب کے پاس مقیم ہوا شاہ فضل حسین صاحب نے  
مٹائے گنگو میں تذکرہ کیا کہ آپ نے حضرت صاحب قبلہ کو اپنے آنے کی اطلاع دی ہوگی۔ جو مولود شریف کے  
لئے مٹھائی تیار کر رکھی ہے میں نے کہا اولیاء اللہ کے دل روشن ہوتے ہیں۔ انکو اپنی رشقتیں میرے  
لئے کا مال معلوم تھا اس روز بھی محفل میلاد منعقد ہوئی اور شب کو پھر آپ نے شاہ فضل حسین صاحب رحمہ اللہ سے  
ارشاد فرمایا کہ کل پھر شاہ صاحب سے مولود شریف پڑھواؤ چنانچہ شیرینی طیار ہوئی اور دوسرے روز بھی محفل  
میلاد شریف منعقد ہوئی اور دوسرے ہی روز بعد ختم میلاد شریف میں آپ سے رخصت ہوا۔

### کیا رخصت شریف

اسی طرح حضور انور گیارہویں شریف کی تقریبوں سے بہت شاد ہوتے تھے۔  
اور خود بھی آپ کی طرف سے انتظام ہوتا تھا۔ مگر آخر زمانہ میں شرکت کم  
رہتی تھی اور ہوتی بھی تھی تو بہت تھوڑی میرے لئے۔

جب کوئی شخص فاتحہ کے لئے شیرینی وغیرہ لاتا تو حضور پُر نور خود بھی فاتحہ دیتے تھے۔ چنانچہ مولوی بشیر الزمان صاحب رئیس سندیلہ تحریر فرماتے ہیں کہ شعبان المعظم کی گیارہویں تاریخ ایک مرتبہ مجھ کو دیوبند شریف میں ہوئی میں نے حسب معمول حضرت غوث صہبائی محبوب سبحانی کی نذر کے لئے شیرینی منگائی اور عصر کے وقت وہ شیرینی حضور اقدس میں بغرض فاتحہ پیش کی۔ حضور انور اُسوقت استراحت میں تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور مجھے اشارہ نذر کرنے کا فرمایا۔ چونکہ مدت سے خیال ادب میں کھڑے ہو کر فاتحہ دینے کا عادی ہوں اس لیے میں نے جیسے ہی اٹھنے کا قصد کیا حضور انور نے فوراً ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں پرتعجب ارشاد عالی بیٹھ گیا اس عجلت نشست و برخواست میں پانوں کی رگ چڑھ گئی اور اس شدت و بھینسی کا درد شروع ہوا کہ تمام جسم میں پسینہ اگیلا۔ چہرہ کی رنگت تبدیل ہو گئی اسی تکلف میں میں نے حضور انور کی طرف دیکھا تو آپ دست مبارک کو اٹھائے ہوئے سورۃ فاتحہ پڑھ رہے تھے اور چشم نیمباز سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ اوتھم فرما رہے تھے میں درد کی شدت اور بھینسی سے بار بار حضور انور کی طرف دیکھتا تھا اُسوقت کا نظارہ عجیب و غریب تھا ہر بار یہی دیکھنے میں آتا تھا کہ حضور انور چشم نیمباز سے میری طرف نظر فرما رہے ہیں اور تبسم ہیں۔

واللہ ثم باللہ اُسوقت کی غلط انداز نظر اور خفیف مسکراہٹ عجیب و غریب سامان پیدا کر رہی تھی کہ باوجود شدت درد اور بھید تکلیف کے قلب پر ایسا نشاط انگیز اثر تھا اور ایسی لذت روحانی و کیفیت و جہدانی حاصل تھی جس کا ذائقہ اب تک خیال میں آتا ہے تو خاص لطف و اثر محسوس ہوتا ہے اُسوقت میں خیال کر رہا تھا کہ اس نزول رحمت نے کم سے کم اب تک کے گناہوں سے ضرور پاک و صاف کر دیا ہوگا۔ اگرچہ اس نذر میں بہت کم وقت صرف ہوا مگر جو لذت روحانی حاصل تھی وہ سالہا سال کے مجاہدات و ریاضات پر شرف رکھتی تھی۔

جیسے ہی فاتحہ ختم ہوئی حضور انور نے مجھ کو شیرینی رخصت کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ بعد فاتحہ ہذا جانے کتنی دیر تک یہ دور رہے۔ مگر عجیب لطف ہوا کہ فوراً ہی وہ درد بھی کا فور ہو گیا آخر زمانہ میں وقت فاتحہ حضور پُر نور کو نشست ہی میں دیکھا گیا ہے مگر ادب سے جو لگ کھڑے ہو جاتے تھے انکو منع نہیں فرماتے تھے۔

## محرم شریف

اسی طرح ماہ محرم میں حضور پُر نور تعزیر خانوں میں جاتے تھے اور اب آخر زمانہ میں بھی دیوبند شریف میں چھوٹی بی بی اور گھیسٹے میان کے تعزیرات میں جاتے تھے۔

کبھی ٹھوڑی دیر نشست فرماتے اور کبھی ساٹھ گھنٹے ہو کر چلے آتے تھے۔

صبح کو نکل بستی کے تعزیرات آپ کے دروازہ پر آتے حضور انور اُسوقت باہر تشریف رکھتے تھے اور کھڑے ہوئے دیکھتے رہتے تھے جب تعزیر دار تعزیرات کو لیکر چلے جاتے تھے اُسوقت حضور انور اندر تشریف لاتے تھے۔ تعزیرات کو دیکھتے وقت چہرہ انور کی عجیب حالت مشاہدہ میں آتی تھی اور دیر تک حضور انور عالم سکوت میں رہتے تھے۔ عشرہ محرم اور چہلم کے روز آستانہ عالی پر سبیل رکھی جاتی تھی۔

صاحب تحفۃ الاصفیاء لکھا ہے کہ حضور انور اجداد اکرم محرم سے تلاوت قرآن شریف زیادہ فرماتے تھے مگر اب آخر زمانہ میں تو بد جہالت سکوت دیکھا گیا ہے۔

غرہ محرم سے عشرہ تک آپ مزے بھی سنتے تھے مگر اہلبیت کرام کی شجاعت و بہادری کے تذکرے اور صحیح روایات جو مستند ہوتی تھیں ساعت فرماتے تھے۔ اگر بچوں وغیرہ کا کوئی بند پڑھا جاتا تو ارشاد فرماتے تھے

یہ غلط ہے وہ تو تسلیم و رضا پر قائم تھے ایسا نہیں ہوا یہ رونے رولانے کے لئے بنائے ہیں۔ حضور انور کو صحت و اوقات کا بہت خیال رہتا تھا۔ شیخ حسین علی صاحب وارفی متخلص ثواب سے ایک مربعہ بعد عشرہ محرم حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ تم نے کوئی نوحہ نہیں لکھا آنھوں نے اسی روز دونوں تصنیف کر کے پیش کئے آپ نے نہایت سکوت سے اُن کو سنا اور سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ خلاف روایت نہیں ہیں، آپ اُنھیں روایات کو پسند فرماتے تھے جو صحت پر مبنی ہونی تھیں۔ جو امور کہ مذہباً اور شرعاً منع ہیں اُن سے احتراز فرماتے تھے اور کوئی فعل ایسا کبھی حضور انور کی ذات مستجمع الصفات سے ظہور میں نہیں آیا جو خلاف تسلیم و رضا ہو۔ اس کی ہر حال میں پابندی تھی محرم میں عشرہ تک آپ سماع وغیرہ نہیں سنتے تھے ایک خاص حالت رہتی تھی۔

**ذوقِ سماع** | بزرگانِ متقدمین کی روایات سے معلوم ہوا ہے کہ ابتدائاً حضور انور کو کھلم کھلا سے بہت شوق تھا اور بکثرت مجالسِ سماع میں شرکت فرماتے تھے مگر بعد وصال میں حضور انور کو بہت کم دیکھا گیا ہے۔

حضور انور کے ایام طفولیت کی کچھ روایات مشہور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اجیر شریف اور شکوہ آباد میں کیفیت ہوئی۔ اور حضور پُر نور کی کیفیت سے تمام مجالس مست و مدہوش ہو گئی مگر زمانہ شباب کے بعد کی کوئی ایسی روایت سننے میں نہیں آئی جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ کو سماع میں ایسی کیفیت و حالت ہوئی ہو جسے ظاہر میں نگاہین وجد و حال سے تعبیر کریں۔ ضبط و اخفا حضور انور کا خاص شعار رہا ہے۔ اب آخر زمانہ میں حضور انور سال بھر میں صرف ایک مرتبہ اپنے والد بزرگوار حضرت سیدنا مولانا حافظ سید قربان علی شاہ صاحب کے عرس شریف میں سماع سنتے تھے آستانہ عالی کے باہر جو چوہترہ تھا ان پشست فرماتے اور ایک غزل شکر ارشاد فرمادیتے تھے کہ بس۔ البتہ بعد نماز نظر حاجی اوگٹ شاہ صاحب وارفی دو چار غزلیں خوش الحانی سے حضور انور کو سناتے تھے تو آپ بہت شوق سے سنتے تھے اور عاشقانہ کلام نہایت مرغوب خاطر اقدس تھا مگر آخر زمانہ میں مجالس میں بہت کم شرکت فرماتے تھے۔ جو بالکل نہ ہونے کے برابر تھی صرف دستور سا ہو گیا تھا کہ آپ اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے عرس میں چند منٹ کی نشست فرماتے تھے ورنہ کہیں شریک نہیں ہوتے تھے البتہ گانے والوں کی دلداری کے خیال سے اجازت دیدیتے تھے مگر وہ بھی صرف چند منٹ کے لئے۔

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارفی مدظلہ العالی (آنریبل جسٹس ہائے کورٹ) تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور جب بالکی پور میں تشریف لائے تو ایک انبوه خلایق تھا اور دو نامی طوائف حیدر اور چھٹن بھی موجود تھیں۔

حیدر کو گانے کی اجازت ملی مگر اُس کمرہ میں گانے کی اجازت نہیں ملی جس میں حضور انور تشریف رکھتے تھے بلکہ دوسرے کمرہ میں گانے کے لئے ارشاد ہوا اور دو چار منٹ کے بعد ہی حضور انور نے حکم دیا کہ اب گانا بند کرو۔

آخر زمانہ میں حضور شرکت نہیں فرماتے تھے عین الیقین میں لکھا ہے کہ جب حضور پُر نور خلیفہ آباد تشریف لیگے تو آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ (جسٹس ہائے کورٹ) نے حضور انور کی تشریف آوری کی تقریب میں سماع کا نہایت اعلیٰ پیمانہ پر اہتمام کیا تھا۔ جب محفل میں جمع ہو گیا تو جناب مولوی مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب



شیدا وارثی حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور پر نور محفل میں تشریف لیجلیں آپ نے فرمایا کہ میں یہاں سے بھی ویسا ہی دیکھتا ہوں حضور انور کے اس ارشاد سے شیدامیان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی انھوں نے بچشم خود دیکھا کہ دیواروں کے حجاب سامنے سے بالکل اٹھ گئے اور جلسہ کا منظر پیش نظر ہے۔

یہ واقعہ دیکھ کر مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارثی خاموش چلے آئے اور پھر اصرار نہیں کیا۔

حق یہ ہے کہ حضور پر نور کے سامنے سب کچھ روشن تھا۔ حضور انور شرکت نہیں فرماتے تھے اور محفلیں ہوا کرتی تھیں فیوض و برکات کا نزول ہوتا تھا۔

**محویت و استغراق** آخر زمانہ میں حضور انور کی عدم شرکت مجالس سماع وغیرہ کا سبب بھی قیاس میں آتا ہے کہ ہر وقت محویت و استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔

اگرچہ حضور انور ہر وقت بیدار رہتے تھے مگر آنکھیں بند رہتی تھیں اور کئی کئی وقت خورد و نوش کی نوبت نہیں آتی تھی۔ خدام بمشکل تمام حضور انور کو مخاطب کر سکتے تھے اور خورد و نوش کی توجہ دلاتے تھے ناشکی کیفیت ہوتی تھی کہ جب نماز پڑھتے تو ایک شخص پاس بیٹھ جاتا تھا اور بعد ختم نماز حضور انور اس شخص سے استفسار فرماتے کہ نماز ٹھیک ہو گئی؟ وہ اگر عرض کرتا کہ ہو گئی تو غیر در نہ دھرتے تھے گویا نماز اس شخص کی رائے پر تھی اسے اگر کہہ دیا کہ ہو گئی تو ہو گئی۔

ہر ایک رکن نماز بہت دیر میں ادا فرماتے تھے اور بعد نماز مغرب تکلیفوں پر کچھ کچھ پڑھنے کا بھی معمول تھا غلبہ محویت و استغراق اس قدر تھا کہ ایک مرتبہ حضور انور شکوہ آباد سے جب ملاؤنی ضلع میں پوری کو جانے لگے تو بالکی کا ہٹ بندہ کرنے میں حضور انور کے دست اطہر کا انگوٹھا دب گیا۔ ملاؤنی جب ہٹ کھولا گیا تو وہ انگوٹھا نکلا جس پر دست ورم آ گیا تھا اور اس کے سینے سے معلوم ہوتا تھا کہ نہایت سخت تکلیف ہے مگر آپ نے زبان مبارک سے اُن نہ کی کچھ فرمایا یہ غلبہ محویت تھا۔

بعض اوقات غلبہ استغراق میں لوگوں کو نہیں پہچانتے تھے اور دائرین کی نسبت بار بار دریافت فرماتے تھے کہ کون ہے۔ حضور انور کی ان حالتوں سے بعض لوگوں کو قسم قسم کے خدشات بھی پیدا ہوئے چنکا پر جستہ جواب دلا۔ چودھری خدا بخش صاحب وارثی جو ایک معمر بزرگ ہیں اور ہار گاہ وارثی میں شرف قدس رکھتے ہیں بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور کو دیکھ کر ایک شخص کو خیال پیدا ہوا کہ جب آپ ایسے پیچھے ہیں کہ خاص خدام کو کئی کئی مرتبہ صدا پاتے ہیں تو عام مریدوں کو کیا پہچانیں گے اُس کے دل میں یہ دوسوہ پیدا ہوتے ہی حضور انور نے چشم مبارک کھول دی اور قدام سے ارشاد فرمایا کہ اُن کو ایک تہ بند دیدو۔ جب وہ تہ بند لیکر واپس آیا اور احرام شریف کو کھول کر دیکھا تو اُس کے ہار دین گوشوں پر اُس شخص کا نام لکھا ہوا تھا وہ یہ دیکھ کر ششدر ہو گیا اور اپنے خدشہ پر سخت نادم ہو کر لوگوں سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔

اسی طرح کا واقعہ مولوی قسیم الدین صاحب پشاور سلسلہ انسپکٹر مدارس سے بھی پیش آیا ہے کہ انھوں نے حضور انور کی حالت کیفیت و استغراق مشاہدہ کر کے خیال کیا کہ حضور انور کو اس حالت محویت میں اپنے مریدوں کی کیا خبر ہوگی وہ اسی خیال میں تھے کہ کئی مرتبہ اُن کے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ حضور انور نے سیر اقدس کو ایک کیفیت پیش کی۔ مولوی قسیم الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ حضور انور کی پیشانی مبارک کے عادی ایک ننھی، جو اس میں تمام مریدین مثل تصویر گر پکڑے ہیں۔ اس قسم کے اکثر واقعات پیش آئے ہیں جن سے حضور انور کی

بیجری مین اسقدر باخبری کا پتہ ملا ہے تو تعجب خیز وحیرت انگیز ہے۔

حالانکہ غلبہ محویت و استغراق مین حضور انور کو تن بدن کا بھی ہوش نہیں رہتا تھا۔ اور نہ سردی گرمی کا احساس تھا۔ مگر اُس حالت مین بھی جو واقعات ظہور مین آتے تھے محویت کر دیتے تھے۔

یہ اور بھی نطف ہے کہ حضور انور کی حالت کھٹ واستغراق کو دیکھ کر لوگوں پر بھی یہی حالت طاری ہو جاتی تھی مگر آپ کی ذات بابرکات سے عجیب باخبر امویکا ظہور ہوتا تھا عقدا ناملی ہر وقت ہماری رہتا تھا کبھی ترک نہیں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور انور کی خدمت بابرکت مین بطور ہتفسار عرض کیا گیا کہ لوگوں کو مجلس سماع مین حال آتا ہے یہ حال آنا کیسا ہے فرمایا خدا کی رحمت ہے بہت اچھا ہے بہت اچھا ہے تھوڑی دیر مین ایک شخص نے سوال کیا کہ اکثر لوگ سماع مین حال لاتے ہیں یہ حال لانا کیسا ہے آپ نے فرمایا حرام ہے اور حال لانے والا مرد دوسے، خدام کو تعجب ہوا کہ ایک ہی قسم کے سوال کے جواب مین حضور انور نے دو متضاد باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس لیے خدمت عالی مین پھر

استفسار کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ پہلا سوال حال آنے کی نسبت تھا اور دوسرا سوال حال لانے کی بابت تھا پس خود بخود حال لانا کیونکر درست ہو سکتا ہے، حضور انور کی کیفیات محویت و استغراق کو دیکھتے ہوئے ایسی باتوں سے نہایت تعجب ہوتا تھا کہ سوال کرنے والوں کے الفاظ پر کس درجہ کا ظاہر ہے کہ جیسا سوال ہوتا ہے ویسا ہی جواب ملتا ہے۔ ان واقعات و حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ بات کا بل طور پر تحقیق ہوتی ہے کہ آپ ابو الوقت تھے اور آپ کی ذات مجمع الصفات جو خداوند پر قدرت کی خاص قدر تون کا سرچشمہ تھی ہر ایک حالت پر غالب رہتی تھی حالانکہ حضور انور کی جو حالت تھی وہ نہایت بخودی و از خود رفتگی کی تھی۔ جیسا کہ مولانا شاہ سید علی حسن صاحب شرفی اجمیلانی مسند آراءے کچھوچھو شریف کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ”لوگ یہ سمجھے تھے کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ ہم سے کلام کرتے ہیں اور حضرت توجہ الی اللہ مین ایسے محو تھے کہ کلام کرنے والا کلام کرتا تھا انکو خبر بھی نہ تھی، مولانا ممدوح یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ”ابھی ہکو وضو کرنے کی ترکیب یاد ہے، اللہ رے محویت۔“

**استماع قصص و حکایات** | اسی عالم محویت و استغراق مین حضور انور کے بعض ایسے مشغلے بھی تھے جو بظاہر نہایت تعجب سے دیکھے جاتے تھے۔

زمانہ طفولیت سے حضور انور کو قصص و حکایات سننے کا شوق تھا۔ چنانچہ آخر زمانہ تک یہ مشغلہ جاری رہا۔

بوقت استراحت حضور انور عاشقانہ قصص و حکایات سنا کرتے تھے کم سے کم بارہ بجے شب تک یہ مشغل رہتا تھا۔

قاضی بخش علی صاحب زمیندار گدیہ اور شیخ تراب علی صاحب کشر و استان گوئی کی خدمت انجام دیتے تھے۔

ہر روز نئی کہانی کی فرمائش ہوتی تھی۔ قاضی بخش علی صاحب کا بیان ہے کہ جب مین حضور سے علحدہ ہوتا تو کہانیاں بجا

سوچتا رہتا تھا۔ جب حضور پر نور استفسار فرماتے تھے کہ اتنی دیر تک کہانیاں کہہ کر تھکا کر کہانیاں بکھیر رہا تھا۔

واستان گوئی کی حالت مین جب ہم دیکھتے کہ آپ بالکل ساکت ہیں تو ہم بھی خاموش ہو جاتے تھے مگر ہماری خاموشی پر آپ

معا استفسار فرماتے کہ ان پھر کیا ہوا۔ جب ہم پریندہ کا زیادہ غلبہ ہوتا اور بھول جاتے کہ اب کہان سے کیا کہیں تو آپ

پورا پتہ دیتے تھے اور قصہ کے کچھ فقرات دوبار کرتے تھے کہ تم نے یہاں تک کہا ہے۔ حضور انور ہر ایک قصہ کا ایسا نتیجہ

ارشاد فرماتے تھے جو خاص تعلیمات پر مبنی ہوتا تھا۔

جب قاضی بخش علی صاحب اور شیخ تراب علی صاحب موجود نہیں ہوتے تھے تو حاضرین مین سے کوئی نکل کر کہانی سناتا تھا۔

یہ قاعدہ تھا کہ داستان گو جیسے ہی خاموش ہوا آپ نے فوراً ٹوک دیا۔

حضور انور ہر وقت بیدار رہتے تھے آپ کو سوتا ہوا تو کبھی کسی نے پایا ہی نہیں مگر یہ اور لطیف تھا کہ داستان سننے وقت حضور انور دونوں کانوں میں خوب اچھی طرح روئی بھر لیا کرتے تھے۔

دیگر اوقات میں بھی دونوں کانوں میں روئی رہتی رہتی اور وہ ہمیشہ بدلی جایا کرتی تھی حضور انور کے عادات میں جو بات داخل تھی وہ اپنی نوعیت میں فرد تھی نہ داستان گوئی جو ہوتی تھی اس میں بھی وہی مضامین عشق و محبت ہوتے تھے اور ان کے نتائج سے خاص تعلیمات ہوا کرتی تھیں کبھی کبھی دل میں بھی یہ مشغلہ رہتا تھا۔ حضور انور کی محفل میں خلوت و راجس کا منظر ہر وقت رہتا تھا۔

**عادات و خصائل** حضور انور اپنے عادات و خصائل میں بھی ممتاز تھے صداقت شعاری کو بہت پسند فرماتے تھے مگر یہ حسن خلق تھا یا خاکساری و انکسار کہ کبھی سخت لہجہ میں کسی کو تہدید و تنبیہ نہیں فرماتے تھے۔

مزاج عالی میں کسی قدر ظرافت بھی تھی جو لازماً مذہانت و جدت ہو۔ بسا اوقات خدام و مریدین سے خوش طبعی فرماتے تھے۔ مگر وہ بھی صداقت و تعلیم سے خالی نہ ہوتی تھی۔

مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی ناقل ہیں کہ آخر مرتبہ جب حضور انور (آثریہل حبشس) مولوی سید شرف الدین صاحب بالقابہ کے دولت خانہ پر تشریف لائے تو خوب ساند و سامان ہوئے حضور انور کی رہائش کا کمرہ نہایت بیش بہا اور پُر تکلف چیزوں سے سجایا گیا تھا جب آپ رخصت ہونے لگے تو مولوی سید شرف الدین صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بالشر۔ اب ہم جاتے ہیں تم اپنی سب چیزیں دیکھ لو، انھوں نے عرض کیا کہ بہت اچھا اور ادھر ادھر دیکھ کر کہا کہ سب چیزیں موجود ہیں مگر دل نہیں ملتا۔ مولوی سید شرف الدین صاحب جو حضور پر پُر نور کی نگاہ میں نہایت محبوب تھے ان کی اس خدا داد ذہانت اور حاضر جوابی پر حضور انور نے تبسم فرمایا اور ان کو گلے سے لگا لیا۔

جو اہل کمال خدمت عالی میں حاضر ہوتا آپ اس کو اس کے منشا کے موافق انعام و اکرام مرحمت فرماتے مگر کبھی کسی بات پر ایسے الفاظ ارشاد نہیں فرماتے تھے جس سے یہ پایا جائے کہ آپ کو فلاں فن یا ہنر کی طرف خاص رغبت و رجحان ہے۔ آپ اس قدر رحم دل واقع ہوئے تھے کہ جب کوئی غرض مند حضور انور کو اپنی طرف متوجہ نہ دیکھتا تو وہ طرح طرح سے آپ کو متوجہ کرتا تھا کوئی چاقو تیکر سامنے آتا اور کوئی چھری لیکر اور آپ کو ڈراتا کہ میں ابھی خودکشی کر لیتا ہوں اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہوں آپ ان افعال سے سمجھ جاتے تھے اور امید افزا کلمات ارشاد فرماتے تھے اس وقت وہ لوگ حضور کا دامن چھوڑتے تھے۔

خدام بھی بعض اوقات لوگوں کو ایسی تدبیریں بتایا کرتے تھے ان حرکتوں سے بعض اوقات حضور انور کے چہرہ مبارک پر ہنس و ہلچل بھی نمایاں ہوتے تھے اور آپ ابھرجاتے تھے مگر وہ ابھرنے ہی کو یا سائل کے عقد ملا نیمل کا سلجھنا تھا عجیب انداز تھا باوجود ہر ایک بات کا علم رکھنے کے آپ ان کے نقرون میں آ جاتے تھے۔

حضور انور جب پیادہ پا طے مسافت فرماتے تو ایسی تیز مال سے چلتے تھے کہ اچھے اچھے چلنے والے دوڑ کے بھی آپ کے ہمراہ نہیں چل سکتے تھے۔

ہر روز چشمان مبارک پر انگشت شہادت سے بار بار لعابِ دہن شریف پھرتے رہتے تھے۔ نماز جمعہ ہمیشہ مسجد میں ادا کرتی عادت تھی قیام دیوہ خریف کے زمانہ میں حضور انور شاہ فضل حسین صاحب دارفی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا فرماتے تھے اور ماہ رمضان المبارک میں دو قرآن شریف اسی مسجد میں ختم کراتے تھے۔

حافظ عبدالقیوم صاحب کرنالی حضور پرنور کے ایما سے اس مسجد کے مستقل پیش امام تھے کبھی کبھی شاہ فضل حسین صاحب دارفی رحمہ بھی نماز فریضہ کے امام ہو جاتے تھے۔

رمضان المبارک میں بعد ختم تراویح حضور انور طعام تناول فرماتے تھے۔ دیوہ شریف میں اور بجا لب سفر جس شہر میں آپ مقیم ہوتے اس شہر میں جمعہ اور عیدین کے مواقع پر حضور انور پیشتر سے وہاں کے خطیبوں اور پیش اماموں کو مختصر خطبہ پڑھنے کے لئے ہدایت فرما دیا کرتے تھے۔

ہر سال حضور پرنور بین پچیس جلدین قرآن شریف کی منگا کر غریب و مساکین کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ جب کھانا سامنے آتا تو پیشتر دریافت فرماتے کہ ممانو کچھ پوچھ گیا جب عرض کر دیا جاتا تھا کہ پوچھ گیا تب طعام تناول فرماتے تھے۔ بستر مبارک سے مینکے وغیرہ چُن چُن کر پھینکے کی عادت تھی۔ اور دست مبارک سے اکثر بستر کو جھاڑتے رہتے تھے۔ آپ کی میاؤں ضرب المثل ہے جسم اطہر کا ہر ایک حصہ احرام شریف سے چھپا رہتا تھا آنکھیں نیچی رہتی تھیں۔ حالت سفر میں جب رفع حاجت یا استنجا کی ضرورت ہوتی تو اس قدر دور چلے جاتے تھے کہ ہمارے بیویں کی منگا ہوں سے بالکل پردہ ہو جائے جو خدام حضور پرنور کو غسل کراتے تھے وہ مخصوص تھے اُن میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا تھا۔

گھڑیہ مار کر آپ کبھی نہیں سننے تھے آپ کی ہنسی کی آواز کبھی ذرا بھی محسوس نہیں ہوتی زیر لب بسم فرماتے تھے اور اس پر بھی لبہائے مبارک پر دست اطہر رکھ لیتے تھے۔

حضور انور اکثر فقیر بناتے اور تہ بند محبت فرماتے وقت اپنے فقر کا نیا نام بھی رکھ دیتے تھے۔

شہر مہ کنگھا دونوں وقت ہوتا تھا صبح کو اور تیسرے پہر کو سیر اقدس میں تیل ڈالا جاتا تھا حضور پرنور کے بالوں کو کبھی خشک نہیں دیکھا گیا۔

آخر عمر تک آپ نے باریک و خشک خطوط بغیر مینک کے پڑے ہیں آپ ہر قسم کا خطبے تکلف پڑھ لیتے تھے۔ مگر مدت العمر آپ نے دست مبارک سے کوئی خط تحریر نہیں فرمایا حتیٰ کہ کبھی دستخط بھی نہیں فرمائے۔ تمام عمر میں صرف دو ایک الفاظ لوگوں کے بجا اشتیاق اور اصرار سے تحریر فرمائے ہیں جو جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا دارفی اور قاضی بخش علی صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔

مترجمین و متوسلین کے باہمی اتحاد سے حضور پرنور بہت شاد ہوتے تھے۔ اکثر آپس میں بھائی چارہ کر دیتے تھے اور دو شخصوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے کہ تم اور فلاں شخص بھائی ہو۔ جیسے جناب مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ دارفی رانزیل جٹس ٹنپہ بانی کورٹ سے مولوی صفدر حسین صاحب بیج و رئیس گورکھپور کی نسبت ارشاد فرمایا کہ دو تم اور صفدر حسین بھائی ہو، بعض سے خود ارشاد فرماتے اور بعض کے ساتھ حضور انور کی مقدس روحانیت امداد کرتی اور طریق عمل سے بھائی چارہ ہو جاتا تھا۔

حضور انور کی ذات بابرکات میں دیگر صفات حسنہ کی طرح حسن خلق بھی مایہ الایاز تھا۔ حسین انک لعلی خلقی عظیم کی پوری جھلک تھی جو شخص حاضر آستانہ عالی ہوتا

**حسن اخلاق**



اکثر مریدین کے حاضر ہونے پر آپ اندر شفقت و محبت کھڑے ہو جاتے اور معائنہ فرماتے تھے۔ اور نام بنام گھر کے سب لوگوں کی خیریت پوچھتے تھے۔ اگر حالت سفر میں بھی کسی شہر یا قریہ کا کوئی شخص حضور کو ملتا تو آپ اُس سے وہاں کے لوگوں کی خیریت دریافت فرماتے تھے۔

مُریدِین یا خدامِ ہین سے اگر کسی سے کوئی خطا سرود ہو جاتی تو آپ اس سے چشم پوشی فرماتے تھے۔

کوئی شخص کسی کی اسکی غیبت میں شکایت کرتا تھا تو آپ اُس وقت شکایت کرنے والے کی تشفی فرما دیتے اور اپنا جلال ظاہر فرماتے تھے مگر جب وہ شخص جسکی شکایت ہوئی تھی حضور انور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا تو اُس سے کچھ نہ کہتے اور ایسے الفاظ ارشاد فرماتے تھے جن سے آئندہ کے لئے وہ تائب ہو جاتا تھا۔ اور اس ندامت و شرمندگی کے بعد اسکو خاص طور پر مورد عنایات کرتے اور انعام و اکرام سے اُسکی ایسی دلجوئی فرماتے تھے کہ شکایت کرنے والوں کو تعجب ہوتا تھا۔ خواہ کسی شخص سے حضور انور کا مزاج عالی کیسیسا ہی بھگ کر دیا جائے۔ مگر خطا وار کو سامنے جانے کی دیر تھی کہ سَبِّحْتُ رَحْمَتَیْ عَلَی غَضَبِیْ کا سامان آنکھوں کے سامنے آ جاتا تھا ۵

کرم کے جو کرم کا ظہور ہوتا ہے	خطا سے پہلے ہی عضو قصور ہوتا ہے
-------------------------------	---------------------------------

اگر کسی شخص کی کسی بات پر اظہارِ ناراضی فرماتے تو وہ شخص سوقت سامنے سے چلا جاتا تھا اور جب تھوڑی دیر میں وہ پھر حاضر ہوتا تو اسکو گویا اپنی ناراضی پر اظہارِ شرمندگی فرماتے تھے۔ اور اسکو کچھ نہ کچھ مرحمت بھی فرماتے تھے۔ یہ حضور پر نور کا اخلاق تھا کہ باوجود ہر شخص کی مالت آئینہ ہونے کے آپ کسی کو جھٹلاتے نہ تھے۔ اور ہر شخص کی بات کو صحیح باور کر لیتے تھے کبھی کسی شخص کو حضور انور کے اخلاق نے اس بات پر نادم نہیں ہونے دیا اور نہ کبھی کسی کو یہ شکایت پیدا ہوئی کہ آپ نے اسکی بات کو صحیح نہ سمجھا۔

بعض خدام پر ایسی فحش بھی ہوتی کہ لوگوں کو کسی طرح یقین نہیں ہوتا تھا کہ اب اس کا قصور مٹا ہوگا۔ مگر جب وہ کسی اوقات میں وہ حاضر ہوا تو گویا کوئی بات ہی نہیں تھی۔ وہی شفقت وہی محبت وہی انداز کو مٹا دے۔

حضورِ انور کو جلال ضرور آتا تھا مگر وہ جلال بھی جمال کی شان رکھتا تھا کہ جس پر جلال یا وہ موردِ لطف و کرم ہو گیا ہے

جفا کاری کے پردہ میں وفا ہے	ادا والوں کی یہ بھی ایک ادا ہے
-----------------------------	--------------------------------

حقیقت یہ ہے کہ آپ سرِ پارِ رحم و کرم تھے اور یہ حضورِ انور کا اخلاق تھا کہ کبھی کسی خطا و قصور پر بھی سزا نہیں دیتے تھے۔ اور بڑے سے بڑے قصور کا خیال فوراً ہی زائل ہو جاتا تھا۔

غصہ سے کبھی کسی کو مارنے کے لئے دستِ مبارک نہیں اٹھتا، شفقت و رحمت کا ہر وقت جوش رہتا تھا۔

جسکے سامنے خطا اور تصور سب کا عدم تھے نہ حضور انور کی زبان سے کسی کو نقصان پہنچا نہ دست مبارک ہے ہمیشہ محبت و مروت کا پرتاؤ رہا (شیدائیانِ عوارث)

مرے پیرانہ راز دار رسولؐ  
خدا نے دئے ہیں صفات اس قدر  
یہی رونق باغ ایجاب دہین

کہ حاجی بھی عالم بھی آلِ قبول  
نہ ہو ختم لکھون اگر عمر بھر  
گلستانِ خوبی کے شمشادہیں

خوشی اہل عالم کی منظور ہے  
عدو پر بھی چنکونہ آئے غضب  
غنی تک ہیں خود چنگے در کے گدا  
ولی سیکڑوں ان کے خادم ہیں اب  
وہ مشہور ہیں شاہ وارث علی

زمانہ میں خلق ان کا مشہور ہے  
رحیم و کریم ایسے ہوتے ہیں کب  
کمان ایسے ہوتے ہیں اہل سخا  
یہی اہل باطن کے عالم ہیں اب  
خبردارِ سیرِ خفی و جلی

حضور انور فطرثا نہایت رحیم و کریم تھے ہر شخص کے دل پر آپ کے حسن اخلاق کا خاص اثر تھا۔  
ہمیشہ سلام میں سبقت فرماتے اور ہر شخص سے بہ خندہ پیشانی ملتے تھے مصیبت زدوں پر خاص توجہ فرماتے  
آپ کی محفل میں امراء و غرائب کا مجمع رہتا تھا مگر برتاؤ اس قدر خرمیوں سے بھرا ہوا تھا کہ ہر شخص جداگانہ حیثیت  
سے آپ کی شفقت و محبت پر ناز کرتا تھا۔

اٹاؤہ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک مکان میں تشریف لائے جاتے تھے زائرین کا حسب معمول بندہ کثیر تھا۔ شانہ سے  
شانہ چھلتا تھا ایک شخص بیتا بانہ حضور انور کی جانب چلا خدام نے اسکو روکا اور پیچھے ہٹا دیا اُس نے غصہ میں آکر اپنا  
سر دیوار سے دھرا اور حضور پرنور نے منہ پھر کے دیکھا اور خود اس کے پاس جا کھڑے ہوئے وہ عقیدہ مند

قد مبوس ہوا گریہ و زاری کرنے لگا حضور پرنور نے دیر بعد آپ نے خود اس سے اجازت طلب کی کہ اگر تم اجازت دو تو ہم  
چلے جائیں جب اس نے حضور کو رخصت کیا تو تشریف لے گئے۔ حاجی محمد شاہ صاحب دار فنی بیان کرتے ہیں کہ  
ایک بزرگ مجھ کو سفر میں ملے جو حضور پرنور سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی بیعت کا یہ واقعہ بیان کیا  
کہ میں نے حضور کے اخلاق کی تعریف سنی تھی مجھے خیال ہوا کہ تجربہ کرنا چاہیے میں دیوہ شریف میں حاضر ہوا اور  
ساتھ ستر مرتبہ حضور انور کے سلام علیک کرتا ہوا دوسرے اُدھر گزر گیا۔ اور کوئی بات نہیں کی آپ متبسم  
ہیٹھے رہے اور سلام میں دست مبارک جلدی جلدی برابر اٹھتا رہا۔ مجھے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ تم کون ہو  
کیون آئے ہو اور کس وجہ سے ایسی حرکت کر رہے ہو۔

بالآخر میں خود ہی عاجز آ گیا اور قدموں پر گر پڑا اور حضور انور کے دست حق پرست پر بیعت ہوا۔  
حضور انور کا یہ خلق عظیم تھا کہ ہر شخص کی دلداری اور خوشی ملحوظ خاطر مبارک رہا کرتی تھی مولوی قسیم الدین صاحب  
دار فنی سابق سب انسپکٹر مدارس لکھتے ہیں کہ ہر ایک مرتبہ حضور انور کے لئے آئینل حبشس مولوی سید خورشید الدین صاحب  
قبلہ بالقاء اہرام شریف لائے آپ نے اسکو ذیہ جسم فرمایا اسوقت میں پیشانی سے منہ دیکھ کر رہ گیا۔  
معا حضور انور نے میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ داسمین (یعنی کپڑے میں) دھرا کیا ہے، حضور کے اس ارشاد  
سے تسکین تو ضرور ہو گئی مگر خیال رہا۔

حضور انور اپنے ادنیٰ و اعلیٰ سب مریدین کی تفتی و دلداری فرماتے ہیں بے نظیر تھے کسی کی دشمنی گوارا نہ فرماتے  
اور اس کا خاص اثر محسوس کرتے تھے۔ آپ اگر کسی کے مکان پر تشریف لیا جاتے اور راستہ میں کوئی شخص روک  
لیتا تھا تو بخوشی مرگ جاتے اور اس کے مکان پر چلے جاتے تھے۔

جب راستہ چلے یا اب پیرانہ سالی میں ریل میں سوار ہوتے تھے تو دست مبارک برابر سلام کو اٹھتا رہتا تھا۔  
اور زائرین مدنگاہ تک یہی منظر مشاہدہ کرتے تھے کہ ریل کی کھڑکی سے سر مبارک باہر ہوا اور نہایت

تیزی سے سلام کے لئے ہاتھ اٹھ رہا ہے۔

آپ کا اخلاق فیوض ظاہری و باطنی سے بھرا ہوا تھا حاضر و غائب سے حضور انور کا ایسا اخلاق تھا جس سے ہر شخص کے قلب پر نہایت گہرا اثر ہوتا تھا۔ مُردن کے ساتھ جو لطف و کرم تھا اس کا بیان یہ الفاظ ظاہر نامکمل ہیں۔ اس قدر شفقت فرماتے تھے جو حد بیان سے باہر ہے جب کوئی مرید کسی دور دراز مقام کا نام لیتا تھا کہ میں بصیغہ ملازمت وہاں جا رہا ہوں۔ تو حضور انور کے چہرہ مبارک پر ایسے آثار نمایاں ہوتے تھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ فراق مرید کا اثر ہے چشمان مبارک بھی اکثر پُر نم ہو جاتی تھیں۔

حضور انور کو بحالت استراحت اکثر بیچین دیکھا گیا ہے کہ کبھی اٹھ کر بیٹھ گئے کبھی پھر آرام فرمانے لگے تمام رات اس طرح بسر کر دی۔ کبھی دن بھر عالم سکوت طاری رہا۔ حضور انور کی ان بیچین حالتوں سے خدام سمجھ جایا کرتے تھے کہ کوئی مرید بیچین ہے۔ جسکی وجہ سے یہ اضطراب ہے۔ بدین واقعات کا پتہ چلتا تھا اور حضور انور کی غائبانہ وارد کی خبر ملتی تھی۔ چنانچہ اکثر ایسے واقعات حضور انور کے خوارق عادات کے تذکرہ میں آئیں گے۔

آپ اپنے متوسلین کی بیچینی کا اُن سے زیادہ اثر محسوس کرتے تھے بدخلقی سے سخت احتراز فرماتے حضور انور کے اخلاق میں خالص توحید کی جھلک تھی۔ اور آپ کے اخلاق سے بین طور پر ثابت ہوتا ہے کہ محبت و عشق و تعارف توحید ماؤشاپ کے خیال کو مٹا دیتا ہے وہ ہر شخص کو اپنا ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضور انور کا حُسن اخلاق صرف مریدین و متوسلین ہی کے ساتھ ایسا نہیں تھا بلکہ جن لوگوں کو بھی حضور انور کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہو وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ آپ ہر شخص سے کس قدر شفقت و محبت سے ملتے تھے۔ اور آپ کا اخلاق کس درجہ بڑھا ہوا تھا۔

حضور انور کا اخلاق اس درجہ وسیع تھا کہ آج دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہو جسکو یہ افسوس ہو کہ حضور انور مجھ سے ناراض رہے اس کا باعث یہ ہو کہ اگر کسی وقت حضور پر نور کسی پر ناراض بھی ہوتے تو دوسرے اوقات خود بخود اُس کی رضامندی کی سعی فرماتے اُسکو انعام و اکرام سے اور اپنے فیوض و برکات خوش کرتے تھے۔

ہندوستان کے اکثر مشائخ عظام اور علمائے کرام جنکو شرف باریابی حاصل ہوا ہو حضور انور کے حُسن اخلاق کے طبع و ناطقین ہیں آپ باہر کے آنے والوں سے نہایت محبت و شفقت سے ملتے تھے ان کے ٹھہرنے اور آرام و آسائش کا خیال خاص طور پر مد نظر رکھتے تھے۔

کھڑے ہو کر معاف فرماتے تھے۔ جب کسی شہر یا قریہ میں تشریف لیجاتے تو وہاں کے علمائے کرام و مشائخ عظام حضور انور سے ملنے کے لئے آتے آپ نہایت اخلاص و محبت سے اُن کے ساتھ پیش آتے اور انکی قدر و منزلت فرماتے تھے کسی درجہ اور رتبہ کے شخص کو آپ کے اخلاق کی شکایت نہیں ہوتی۔ اگر کسی مقام پر حضور انور کو کسی بزرگ کی نسبت یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ معتکف ہیں اسلئے جائے قیام سے ہٹ نہیں سکتے۔ تو آپ اُن سے ملنے کو خود تشریف لیجاتے تھے۔

حضور انور کے حُسن خلق کی یہ کیفیت تھی کہ کسی غیر نہیں سمجھتے تھے اپنے پرانے کے الفاظ ہی متروک تھے۔

حضور پر نور علمائے کرام و مشائخ عظام اور حافظانِ قرآن اور قاریوں اور عربوں کی خاص قدر و منزلت فرماتے تھے۔ انکو سفر خرچ دیتے اور احرام شریف و شیرینی اور دیگر اشیاء جو موجود ہوتی تھیں ضرور مرحمت کرتے تھے۔

اور اس قسم کے الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرمانے کی عادت تھی دوہم اور تم ایک، میں نا؟

کسی سے فرماتے: ہمارا تمھارا خون ہلا ہوا ہے، غرض کہ سب سے ایک ہو کے۔ ملتے تھے اکثر دوسروں سے بھی ارشاد فرماتے: ”ہم اور یہ ایک ہیں“۔

بزرگانِ عصر کے مریدین جو حاضر خدمت عالی ہوتے اُنہیں بھی اپنے مریدوں کی طرح شفقت فرماتے تھے اُن سے اُن کے پیرومرشد کی تعریف فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ہم اور وہ ایک ہیں تم تو اپنے ہی ہو۔ ایک ہی واسطہ ہے کسی سے فرماتے برادری کا واسطہ ہے۔

غرض اتحاد و یگانگی کے الفاظ زبانِ مبارک سے ارشاد فرماتے تھے۔ اور کوئی نہ کوئی چیز ضرور چلتے وقت مثل تبرک مرحمت فرماتے تھے۔ آپ خلوص و محبت کی قدر کرتے تھے اگر کوئی صاحبِ کسی اور خیال سے ملنے آتے تو آپ اُن کے طلسمِ کبر و نخوت کو توڑ کر ملتے تھے۔

چنانچہ ایک صاحب کا واقعہ ہے (جبکا نام و پتہ ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے) جو اپنے ایک خلیفہ اور دس بارہ مریدین کے ہمراہ دیوہ شریف میں آئے تھے کہ جس وقت وہ حضور پرنور کی خدمت عالی میں پیش کئے گئے آپ فوراً جلال میں آگئے اور کوئی بات نہیں کی۔ خدام واقف تھے کہ آپ کا جلال دیر پا نہیں ہوتا اس لئے اُنھوں نے اُن بزرگ کو معہ اُن کے خلیفہ صاحب کے بالاخانہ پر ٹھہرا دیا دیگر مریدین کو نیچے کے حصہ میں ٹھہرایا اور اُن کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

مگر جب وہ حاضر خدمت ہوتے آپ فوراً جلال میں آجاتے تھے اور کوئی راز نہیں کھلتا تھا کہ کیا معاملہ ہے وہ بجد پریشان تھے تمام رات بالاخانہ پر بیداری میں بسر کی اور اپنے ذکر و اشغال میں مصروف رہے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت حاجی اوگھٹ شاہ صاحب نے صرف شاہ صاحب کو اور اُن کے خلیفہ صاحب کو پیش کیا اور عرض کیا کہ حضور یہ ..... کے رہنے والے ہیں سید ہیں اور پیری مریدی بھی کرتے ہیں (یہی الفاظ پہلے بھی عرض کئے گئے تھے) آپ نے بیٹھنے کی اجازت دی اُن شاہ صاحب نے کہا مجھے کچھ عرض کرنا ہے اور وہ ہے کہ میرے مرید بہت ہیں مجھے اس کا غم نہیں کہ وہ مجھے پھر جائیں گے وہ پھر جائیں مگر حضور اپنی زبان مبارک سے یہ ارشاد فرمادیں کہ میرا انجام بخیر ہوگا۔

حضور انور نے فرمایا کہ ”محبت ہے تو ہو جائے گا“ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ”اور مرید کیوں پھر میں گے ہمارا اور تمھارا خون ایک ہو“ پھر تو نہایت لطف و کرم سے پیش آئے جب وہ رخصت ہونے لگے تو وقت رخصت ایک تہ بند مرحمت فرمایا ایک زنانہ جوڑا بھی عنایت کیا اور ارشاد فرمایا کہ ”دیر ہماری طرف سے سیدانی کو دینا“ پھر حاجی فیض شاہ صاحب سے ارشاد فرمایا کہ ان کو مٹھائی دو اور سفر خرچ بھی عنایت کیا۔ اور نہایت لطف و کرم فرمایا اور وہ بزرگ نہایت مسرت و شادمانی سے رخصت ہوئے۔

حضور انور کے اخلاق کا حُسن و لغزیب خلوص و محبت تھا۔ اگر کوئی صاحبِ کسی اور خیال سے ملنے آتے تو آپ اُن کے اخلاق کو درست کر کے ملتے تھے۔

یہ طرفہ ماجرا تھا کہ بہت جلد ایسے افراد کی اصلاح ہو جاتی تھی اور کوئی آستانہ عالی سے رنجیدہ و محزون نہیں جانے پاتا تھا۔ فی الحقیقت حضور انور کی بظاہر خُلق جو ہوتی تھی وہ غصہ پر معمول نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اخلاقِ حسنہ کی تعلیم تھی تاکہ عاداتِ قبیحہ ترک ہو جائیں کیونکہ جب تک معائب و ورہوں اخلاق درست نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ علی گڑھ میں پیش آیا۔ منشی الہ یار خان صاحب متوطن علی گڑھ کا بیان ہے کہ حضور انور مولوی صاحب



امین دیدانی کے ہاں مقیم تھے۔ علی گڑھ کے تحصیلدار سید سلیمان شاہ صاحب نے یہ سنا تھا کہ حضور انور کی خدمت عالی میں جو شخص جس غرض سے آتا ہو آپ خود بخود اسکا جواب ارشاد فرما دیتے ہیں عرض حاجت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُن کو خیال پیدا ہوا کہ امتحان لینا چاہیے چنانچہ وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے اُن کے آنے سے پیشتر حافظ حسن صاحب وارثی سے ارشاد فرمایا کہ یہاں کے تحصیلدار آتے ہیں انکو واپس کر دو ہم اُن سے ملنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ تمیل ارشاد کی گئی دوسرے دن پھر یہی واقعہ پیش آیا اسکے بعد سید سلیمان شاہ صاحب کا خیال امتحان حسن عقیدت سے بدل گیا اور اُن کا اہنہ اگر یہ وزاری سے مبدل ہو گیا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ وہ نہایت ادب و احترام سے شیرینی و احرام لیکر پایادہ حاضر خدمت عالی ہوئے عجیب سوز و گداز کی حالت تھی کہ اُن کی گریہ وزاری کا دوسروں پر اثر پڑتا تھا۔ وہ آتے ہی قدمبوس ہوئے اور فوراً بیعت ہو گئے پھر تودہ ایسے جان نثار ثابت ہوئے کہ حضور انور کے خاص محبتوں میں اُنکا شمار ہو مگر جب تک وہ خلوص و محبت سے نہیں آئے اسوقت تک آپ اُن سے نہیں ملے۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جس طرح خود بہ نفس نفیس خلوص و محبت کے عادی تھے اُسی طرح دوسروں کا اخلاق بھی درست فرما کر ملتے تھے۔ اور یہ حضور انور کے اخلاق کی تعریف تھی کہ کوئی شخص اپنی بد خلقی وغیرہ غلطی پر قائم نہیں رہتا تھا۔

آنانا حضور پر نور کی مقدس روحانیت و صفائے قلب پیدا کر دیتی تھی جس سے خصائل رزیلہ مٹ جاتے تھے۔ حضور انور علیہ السلام اخلاق سے بہانہ کر کے کسی بڑی بات کا قولاً یا فعلاً خود آپ کی ذات مبارک سے ظاہر ہونا تو کجا دوسروں کی بد خلقی کی عادت کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے اور اُس کا تذکرہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک عرب صاحب حضور انور کے آستانہ پر مقیم تھے اُنھوں نے نہایت درشت لہجہ میں کسی شخص سے فرمایا کہ ”ہندی بظال“ یہ آواز حضور انور کے گوش مبارک میں پہونچ گئی آپ نے انکو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ ”عرب صاحب ہندی کیوں بظال کہتا ہے اُنھوں نے فائدہ رسول کو بیچارہ کیا ہے یا عمرت رسول کی بھرتی کی ہے یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت میں فرق ڈالنے کی سعی کی ہے آخر معلوم تو ہو کہ کس قصور میں یہ اس خطاب کے مستحق ہیں“ عرب صاحب نے ندامت سے توبہ کی پھر حضور انور نے اُن کی بہت خاطر و مدارات فرمائی اور سب متوہ ان کو عطیات سے سرفراز فرمایا۔

اخلاقاً آپ تمام بڑائیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور جس طرح آپ خود حسن ظن کے عادی تھے ویسا ہی دوسروں کو بھی بنا دیتے تھے۔

حضور پر نور کا اخلاق حاضر و غائب کی یکساں خبر گیری کرتا تھا اور آستانہ فیض نشانہ سے کوئی شخص بچیدہ ہو کے نہیں جاتا تھا۔ مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور موضع محمد پور میں قیام فرماتے تھے اُن دنوں میری طبیعت اندر وہ تھی اور ضرورت تھی کہ کسی اہل حق سے ملاقات ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خبر تشریف آوری سنکر ملنے کو گیا تو معلوم ہوا کہ آپ بالا خانہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ اسوقت پر وہ نشین عورات حاضر ہیں میں واپس آیا تھوڑی دیر کے بعد پھر گیا تو معلوم ہوا کہ پردہ ہے۔

ستہ بارہ گیا تو بھی یہی معلوم ہوا میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ ملنا ہو تو ملے ورنہ اب ہم دلائین گے بس یہ خیال دل میں آتا تھا کہ دھتکے کوٹھے پر سے آواز آئی کہ پردہ برداشت جس کا چہ چاہے آئے

میں خدمت عالی میں حاضر ہوا تو بحاف کے اندر ہی سے ”کون ہے کون ہے“ فرماتے ہوئے اُٹھ بیٹھے اور (شفقت سے) میرے دو کئے رسید کئے اور سر مبارک کھولکر مراقب ہو گئے اسکے بعد ارشاد فرمایا ”بس“، میں سلام کر کے رخصت ہو گیا ایک مرتبہ اسی مکان میں وہاں کے رئیسوں سے مولوی ناظم علی صاحب فضل کی نسبت ارشاد فرمایا تھا کہ ”یہ بہانے حاکم ہیں حاکم،“ حضور انور اپنے اخلاق میں فرد تھے حسن ظن اعلیٰ درجہ کا تھا مولانا سید علی نقی شاہ صاحب جو خاندان نقشبندیہ کے مستند بزرگ ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پُر نور موضع محمد پوریشن پور میں رونق افروز تھے اُس زمانہ میں اِس موضع میں ایک درویش رہتے تھے جو میان قل ہوا شاہ صاحب سے شرف ارادت رکھتے تھے یہ حضور انور سے ملتے نہیں آئے کسی شخص نے تذکرہ عرض کیا کہ یہاں ایک درویش ہیں جو حضور پُر نور کی خدمت میں نہیں آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ فقیر کے پاس ہل غرض زیادہ آئے ہیں اُس درویش کو خدا کی طلب تھی پہلے بتا دیا یہاں آ کے کیا کرتا، حضور انور کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ اس قدر حسن ظن اور خلق عظیم تھا کہ دوسروں کو بھی بدگمانی سے محترز رہنے کی تعلیم دیتے تھے حضور انور سرایا اخلاق حسنہ سے متصف تھے ہر ایک جبری بات اور خراب عادت کو عملاً اور اصولاً بُرا سمجھتے تھے جس پر زیادہ ہریان ہوتے اُسکی پشت پر آہستہ آہستہ مارنے لگتے تھے گویا یہ بات پیار میں داخل تھی۔ آپ ہر ایک مذہب و ملت کے افراد سے نہایت نپاک سے ملتے اور وہ آپ کے اخلاق گرویدہ ہو جاتے تھے۔ ہر کس و ناکس کی نسبت آپ کا خیال اچھا رہتا تھا کبھی کسی کی بُرائی یا الفاظ طعن و تشنیع زبان مبارک سے ارشاد نہیں ہوئے۔ اور نہ کسی کی بُرائی نے قلب نور میں جگہ پائی اسی کے آپ عادی تھے اور یہی خاص ہدایت تھی۔

حضور انور کبھی کسی کو آزدہ خاطر نہ فرماتے نہ ایسا دیکھ سکتے تھے حسن خلق میں بھی آپ کی ذات بابرکات اپنی دیگر صفات کی طرح بے نظیر تھی۔ مولوی محمد ناظم علی صاحب فضل تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ کو اتفاق سے ایک غیر مقلد عالم سے کچھ پڑھنے کا شغل ہو گیا اور انکی صحبت کا اثر بوجہ خامی کے سراپت کر گیا۔ غیر مقلدیت غالب ہو گئی بالعموم طرز و انداز صوفیہ سے بہ اعتبار لا ابا کی انداز کے نفرت ہو گئی جس کے ضمن میں حضرت حاجی صاحب بھی خیال خراب ہو گیا چندے یہ حالت رہی ایک روز اتفاقاً یہ تائید غیبی یہ خیال غالب ہوا کہ اپنی حالت کی درستی کے بعد دوسروں کی طرف رخ کرنا چاہیے یہ خیال اس قدر غالب آیا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں جا کر میں نے عرض کیا کہ میرے جو خیالات ہیں اُن سے توبہ کرتا ہوں آپ نے مسکرا کر ہاتھ میں ہاتھ لیا اور تین بار استغفار کر کے رخصت فرما دیا۔ مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پتیتھے پوری تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی حکیم فیاض علی صاحب فضل توطن ملیح آباد نے یہ واقعہ اپنا چشم دید مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حکیم معصوم علی صاحب مرحوم فتح پوری مدد اپنے چند بھتیجاں لوگوں کے چل قدمی کر رہے تھے۔ سلسلہ کلام میں حضور انور کی ذات بابرکات طعن و تشنیع کر رہے تھے اسی دوران گفتگو میں حضور پُر نور اُسی راستہ سے گذرے اور حکیم صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”دوستنا حکیم صاحب آپ نے پڑھا ہوگا بلکہ آپ جانتے ہو گئے مَن عَمَلٍ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا“ (جس نے اچھا کام کیا تو اپنے لئے اور جس نے بُرا کام کیا تو اپنے ہی لئے) آپ اپنے زبان و دل کو کسی دوسرے کے واسطے کیوں خراب کرتے ہیں، اسکے بعد پھر مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ”دوستنا حکیم صاحب ایسا ہی نا،“

یہ فرماتے ہوئے چلے گئے اور سب اُسی مقام پر متعجب رہ گئے۔ یہ حضور انور کا خلق تھا کہ اپنی ذات اقدس سے متعلق بھی اگر کوئی بات سنتے تو اسکا کوئی جواب نہیں دیتے تھے بلکہ حسن ظن اور اخلاق حسنہ کی تعلیم فرماتے تھے

حضور انور کا یہ ارشاد کس قدر جامع ہے کہ آپ اپنے زبان اور دل کو کسی دوسرے کے واسطے کیوں خراب کرتے ہیں، حضور انور کا اخلاق جس طرح ظاہر ہیں وسیع تھا اسی طرح باطن میں بھی خاص غلط رکھتا تھا۔ جسکی مثال کے لئے صرف ایک ہی واقعہ کافی ہے جو سید المحمّدین امام المحققین مولانا مولوی قیام الدین عبدالبہاری صاحب قبلہ مدظلہ العالی مسند ارسے فرنگی محل واقع لکھنؤ پر گزرا ہے۔ مولانا مدوح حضور انور کے زمانہ وصال میں مع چند دیگر اصحاب کے عیادت کے لئے دیوہ شریف میں آئے تو حضور انور مولانا سے زیادہ مخاطب نہیں ہوئے مگر ہمراہیوں سے بہت اخلاق سے پیش آئے۔ مولانا خود مختبر فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ واپس آئے تو درمیان میں مجھے میرے عزیز عنایت فرما شیخ الطاف الرحمن صاحب رئیس بڑا گانڈون نے کہا کہ حاجی صاحب کی یہ بے رُشی کچھ مناسب نہیں معلوم ہوئی۔ میں نے کہا کہ مجھے فرض تھا سلیکے کہ وہ آخر وقت میں میرے دادا (مولانا شاہ عبدالرزاق صاحب رضی اللہ عنہ) کی ملاقات کو آئے تھے۔ میں اسکو ادا کرنے کے لئے آیا تھا مجھے جو کچھ کرنا تھا وہ میں نے کیا اور ان کو بھی جو مناسب معلوم ہوا وہ انھوں نے کیا حالت مرض میں ان کا برتاؤ قابلِ گرفت نہیں ہے۔ میں دیوہ شریف سے بانسہ شریف حاضر ہوا اور راستہ میں بڑا گانڈون میں ٹھہر گیا اور وہاں سو گیا حضرت حاجی صاحب کو میں نے دیکھا کہ وہ اور میرے بھائی مرحوم تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم کو کوئی شکایت ہو یا تم کچھ ناخوش ہوئے ہیں میں نے کہا آپ جانتے ہیں کہ میں ناخوش نہیں ہوا نہ میرے دل میں کسی قسم کا خیال گزرا نہ کوئی ایسی بات ہوئی اسکے بعد دُسر کر فرمایا کہ مجھے تمھاری ہی خوشی سے مطلب ہو تم اگر ناخوش نہیں ہوئے تو پھر جس کا جو جی چاہے کہے مجھے اسکی پروا نہیں ہے۔ میری آنکھ کھل گئی۔

عزیزی شیخ الطاف الرحمن صاحب کو میں نے دیکھا کہ میرے پاس بیٹھے ہیں میں نے ان سے اپنا خواب بھی بیان نہیں کیا تھا کہ انھوں نے خود ہی مجھے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ حاجی صاحب نہایت غصّہ میں میری طرف چلے آ رہے ہیں میں بھاگ گیا پھر میں نے اپنا خواب بیان کیا اور ان سے کہا کہ تم انکی فاتحہ دلا دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اس واقعہ سے ظاہر ہو کہ حضور پر نور کے ظاہری و باطنی اخلاق کس قدر خوبون سے آراستہ تھے کہ اپنی ذات سے ناخوشی اور رنجیدگی پسند نہیں فرماتے تھے۔

آپ کے اخلاق میں یہ خاص خوبی تھی کہ جو شخص حضور انور سے ملا خواہ وہ مرید ہو یا تنو آپ ہمیشہ کے لیے اس کے معاون و شریک غم ہو گئے۔ محبت و مروت جو دو سخا احسان و کرم آپ کے خمیر میں داخل تھے۔ آپ کے مومن خلق کی پھولوں کی طرح خوشبو پھیلی ہوئی ہے جس سے ایک عالم کا مشام جان معطر ہے۔

اکل افشان ہے خوشبوئے خلقِ عظیم | دماغِ محبت اثر چا بیٹے

## عجز و انکسار

آپ کی خاکساری و منکسر المزاجی بھی آپ کے دوسرے خصائل و شمائل کی طرح بے نظیر تھی آپ عملاً اپنے آپ کو کمترینِ مخلوق سمجھتے تھے اور یہی تعلیم تھی کہ اپنی ہستی سے گذر جاؤ اور اسی پر خود بھی عمل تھا چنانچہ نصیبہ نیورا (بہار) کا واقعہ ہے جسکو حضرت قبلہ امین صاحب وارفی دجو حضور انور کے خاص فقرائین ہیں بیان فرماتے ہیں کہ حضور پر نور رونق افروز تھے کہ آپ کی محفل میں آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب بالقاء ممبر ایگزیکٹو کونسل بہار حاضر ہوئے اسوقت اُنکے ہاتھ میں ایک شیشہ تھا دیہہ قمر میٹر کی طرح تھا، اُسپر لکھا تھا۔ غصّہ۔ ذہانت۔ حافظہ۔ رنجش۔

خوشی وغیرہ کے انداز میں رہنے سے پارہ پڑھتا تھا اور انسان کے مزاج کی حالت معلوم ہوتی تھی۔ وہ شیشہ حضور انورؐ نے اپنے دست مبارک میں لیا تو جو تیزاب پارہ اُس میں تھا وہ حسب معمول اوپر کو پڑھا اسکے بعد آپ نے رکھ دیا۔ دیگر حاضرین محفل نے اپنے اپنے ہاتھ میں لیکر شخیص کرنی شروع کی۔ اُس وقت کا عجیب و غریب منظر تھا جو شخص اُس کو مٹھی میں دبا تا تھا اُسکی نسبت حضور انورؐ سے عرض کیا جاتا تھا کہ حضور انورؐ میں اس درجہ کی ذہانت ہے۔ اس درجہ کا غصہ ہے اور حضور انورؐ تبسم فرماتے تھے یکایک مولوی سید شرف الدین صاحب بالقایہ کو خیال پیدا ہوا کہ جلدی میں حضور انورؐ کے مزاج مبارک کی حالت کچھ نہ معلوم ہو سکی۔ چنانچہ انھوں نے مکرر وہ شیشہ حضور کی خدمت عالی میں پیش کیا تو حضور انورؐ نے اُسکو سابق کی طرح مٹھی میں دبا لیا۔ مگر عجیب بات ہوئی کہ اُس میں جو پارہ یا تیزاب تھا وہ بالکل ساکن ہو گیا۔ اور اُس نے اپنی جگہ سے زرا جنبش نہ کی یہ ماجرا دیکھ کر آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب نے خیال کیا کہ شاید دست مبارک کی پوری گرمی نہیں پہونچی چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھ میں حضور انورؐ کی مٹھی کو لیکر خود اچھی طرح دبا دیا۔ مگر وہی حالت رہی اور کچھ نہ معلوم ہو سکا اب کو حیرت تھی کہ ابھی تو حضور انورؐ کے دست مبارک میں لینے سے چڑھا تھا اور ابھی اُس کا فعل سا قہر ہو گیا۔ یہ کیا بات ہے سب اسی خیال میں تھے کہ حضور انورؐ نے ایک خاص انداز سے دست مبارک کو جھٹک کر وہ شیشہ رکھ دیا اور زبان مبارک سے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ وہ ہم کچھ نہیں ہیں، اس ارشاد پر تمام محفل میں ایک عجیب محویت کا عالم طاری ہو گیا کہ ہر شخص رُخ خود رفتہ تھا حضور انورؐ کسی بات میں نمایاں نہیں ہوتے تھے گو یا علماً اور اصولاً اپنی ہستی کو نیست سمجھتے تھے۔ اور یہی وابستگانِ داماں دولت کو تعلیم فرماتے تھے۔ مولوی احمد حسین صاحب متوطن رہبر امنو ضلع بارہ بنکی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انورؐ قصبہ کھیو کی کو تشریف لے گئے جو دیوبند شریف سے جانب غرب یک موضع ۱۱ میل کے فاصلہ پر ہے۔ میرے بھائی میان ظہور شریف صاحب دار فنی امیٹھوی حضور انورؐ کے ہمراہ تھے ایک تنگ گلی کی جانب سے آپ کا گذر ہوا تو سامنے سے ایک گنا آ رہا تھا اور قریب تھا کہ حضور پر نورؐ کے لمبوس مبارک سے اُس کا جسم مس ہو جائے کہ آپ نے دامن سمیٹ لیا میان ظہور شریف صاحب نے بھی اپنا لباس بچایا آپ نے تبسم ہو کر دریافت فرمایا کہ ظہور شریف تم نے کیوں اپنے کپڑے کو بچایا تو انھوں نے عرض کیا کہ جس طرح حضور نے گتے کی نجاست کے باعث اپنے احرام شریف کو علیحدہ فرمایا۔ یہ شکر حضور انورؐ کی پیشانی مبارک میں کشیدگی کے آثار نمایاں ہوئے اور آپ نے اپنے دانوئے مبارک پر دست اظہر کر دیا کہ میں نے اس خیال سے تہ بند کو سمیٹ لیا کہ مبادا گنا

میرے پیر میں سے ناپاک ہو جائے ۵۔ بین تفاوت رہ اندکجا ست تاہر کجا

حضور کی اعلیٰ درجہ کی خاکساری تھی کہ اپنے آپ کو ہر ایک چیز سے کمتر سمجھتے تھے آپ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے اس طرح ملتے تھے جیسے کوئی بہت ہی ادنیٰ درجہ کا شخص ملتا ہے۔ آپ کی بات بات سے حد درجہ کی خاکساری و منکسر المزاجی متفرج ہوتی تھی۔ آپ جس بستر پر استراحت فرماتے تھے اُسی پر بیٹھے رہتے تھے نشست میں کوئی اہتمام نہیں ہوتا تھا نہ کبھی قالین یا مسند پر نشست فرمائی حضور انورؐ کی بارگاہ عالی میں آپ کی اور آئیوا لون کی نشست ایک سی رہتی تھی۔ شاہ دگدا میں کچھ فرق نہیں تھا آپ اپنے بستر پر تشریف رکھتے تھے اور ویسی ہی بلکہ اُس سے برتر نشست آئیوا لون کے لئے رہتی تھی۔ یکساں فرش یا چاندنی سب جگہ بھی رہتی تھی۔

خداوند مریدین تک سے ملنے میں حضور انورؐ کا پیر و مرید کا سا برتاؤ نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ بہت بے تکلف ملتے تھے ضعیف العمر بوڑھوں کا بہت پاس و لحاظ فرماتے خواہ وہ کبھی ہی ذلیل حالت میں ہوں آپ اکثر اوقات ان کی



تعلیم کے لئے سر و قد کھڑے ہو جاتے تھے۔ اُن سے بغلیں ہو کر پلٹے تھے اُن کی ریش سپید کا بہت ادب ملحوظ خاطر عالی رہتا تھا۔ خواہ وہ آپ سے عمر میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں مگر آپ نہایت مہربان سے پیش آتے اور اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ تم ہمارے بجائے باپ کے ہو۔ اُنکو بے تکلف بٹھانے کی سعی فرماتے اور نہایت عجز و انکسار کی گفتگو فرماتے تھے۔ مگر ہیبت جن سب لوگوں پر طاری رہتی تھی گو آپ بالکل مساوات سے پیش آتے اور سب کی خاطر خواہ دل داری فرماتے تھے۔ حضور انور کی طرز نشست۔ حرکات و سکنات غرض کہ ہر ایک انداز میں انتہا درجہ کا عجز و انکسار تھا۔

ہر شخص سے تبسم آمیز لہجہ میں خطاب فرماتے اور نام بھی وقار کے ساتھ لیتے تھے۔ خدام سے بھی برابر کا برتاؤ تھا کبھی کسی کام کے لئے خدام سے ارشاد نہیں فرماتے وہ خود وقت کے لحاظ سے کاموں کو انجام دیتے تھے۔ جب کوئی قصیدہ یا غزل حضور انور کی شان مبارک میں پڑھی جاتی تو آپ نہایت شرمندہ ہو جاتے تھے۔ نیچی لگاہیں کئے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ ختم ہونے پر سر اقدس اٹھاتے تھے۔ وہ بھی نہایت شرم و حیا سے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنی ملح و ستائش پر حجاب ہو۔ اکثر لوگوں کو قصائد وغیرہ پڑھنے کی نوبت بھی نہیں آنے دیتے تھے۔ اُنکے ہاتھ سے قصیدہ یا غزل لیکر ٹھٹھا ملاحظہ فرماتے۔ اور اُن کو شاد کر دیتے تھے۔

کبھی خود سامعین کو پڑھ کر سناٹے اور جہان کسی کتاب یا غزل یا قصیدہ یا مثنوی وغیرہ میں حضور انور کا نام نامی آتا تو وہ ان بجائے اپنے سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے۔ اپنا نام کبھی حضور انور نے اپنی زبان مبارک سے نہیں لیا اگر کبھی کوئی خط بھی ملاحظہ فرماتے تو اُس میں بھی اپنا اسم گرامی چھوڑ دیتے تھے۔ آپ نے اپنا اسم گرامی نہ کبھی زبان مبارک سے لیا نہ قلم سے تحریر فرمایا۔

مزاج ہمایون میں ایسا انکسار تھا کہ خدام تک حضور پر نور سے بے تکلف باتیں کرتے تھے مگر جب کسی مصیبت زدہ کے وہ سفارشی ہو جاتے تو نہایت بے باکانہ انداز سے حضور انور کی توجہ عالی مبذول کراتے تھے۔ اور خاص ناز و انداز سے وہ آپ پر زور دیتے تھے خدام تک کو فخر تھا کہ حضور اُن سے بالکل بھائی چارہ رکھتے ہیں۔ سلام میں بھی حسبِ سنور سبقت فرماتے تھے۔ خود نامی وغیرہ سے قطعی تنفر تھا آپ کی گفتگو میں دُلع و اطوار میں عادات و خصائل میں نہایت عجز و انکسار تھا۔ آپ اکثر زبان مبارک سے ارشاد فرماتے کہ ”ہم تو مسافر ہیں“

مزاج عالی میں انتہا درجہ کا علم اور خاکساری تھی۔ کبھی زبان مبارک سے کوئی لفظ محکمہ انداز سے ادا نہیں ہوا۔ نہ خود ستائی کا کوئی لفظ زبان مبارک سے ارشاد ہوا مصیبت زدوں سے بھی اشارات فرماتے تھے۔ اور زبان مبارک سے کبھی کوئی لفظ ایسا نہیں نکلتا تھا جس سے ظاہر ہو کہ حضور انور کی توجہ عالی سے یہ کام ہو جائے گا۔ خدا سے امید رکھنے کی تعلیم دیتے تھے۔ حضور انور کبھی کوئی ایسی بات ارشاد نہیں فرماتے تھے جس سے آپ کی کوئی کرامت یا خرقِ عادت ظاہر ہو۔ خود نامی سے سخت محترز تھے۔ اگر کبھی کسی واقعہ کا استفسار کیا جاتا یا برسبیل تذکرہ کوئی واقعہ زبان مبارک سے ارشاد ہوتا تو اس کو اس انداز سے بیان فرماتے کہ وہ واقعہ آپ کی ذاتِ مہمودہ صفا سے منسوب نہ ہو سکے ایک واقعہ حضور کے عنوانِ شباب میں بزبانہ شامی لکھنؤ میں گذرا ہے جو نہایت مشہور ہو مگر حضور نے برسبیل تذکرہ حضور اس واقعہ کو بیان فرمایا تو اس انداز سے فرمایا کہ جس سے حضور انور کی نسبت خیال نہ ہو سکے

حالانکہ وہ واقعہ مشہور و معروف ہے۔ مگر چونکہ خود ستائی سے اجتناب تھا اس لیے کبھی کسی کرامت یا خرق عادت وغیرہ کو اپنی طرف نسبت نہیں فرماتے تھے۔

خوشتر آن باشد کہ سب دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران

چنانچہ حضور پرنور نے ارشاد فرمایا کہ دو لکھنؤ میں نواب نے قوالی بند کر دی اور گھدیہ کہ اگر قوالی ہو تو کسی کو حال نہ آئے یہ کہہ رہے (نواب کا نام یاد نہیں ہے شاید سعادت علی خان تھا) اس حکم سے لکھنؤ میں قوالی قطعاً بند ہو گئی اور کبھی قوالی ہوتی بھی تھی تو کوئی فقیر ڈر کے مارے نہیں جاتا تھا۔ اُس زمانہ میں ایک فقیر لکھنؤ میں آیا اُسکی ایک مرید نے دعوت کی اُس نے کہا کہ جب تک قوالی نہ ہوگی ٹھیک نہیں ہے۔

سب نے کہا کہ بادشاہ کا حکم نہیں ہے فقیر نے کہا کہ حال کا حکم نہیں ہے چنانچہ قوال بلائے گئے بادشاہ کو بھی خبر ہوئی۔ وہ بادشاہ ایک کرتہ پہن کر قوالی میں آ بیٹھا قوالی ہو رہی تھی اُس فقیر نے قوالوں سے کہا اب یہ شروع کر دو۔

زہے عسکر و جلال بو تراب فخر انسانی علی مرتضیٰ مشکلا شائے شیر بزدانی

جیسے ہی قوالوں نے یہ شعر شروع کیا نواب نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بار بار کہنے لگا۔ علی مرتضیٰ مشکلا شائے شیر بزدانی۔ بس وہ فقیر خفا ہو کر محفل سے چلے گئے کہ مگر قوالی بھی نہیں مٹنے دیتے ہر چند لوگوں نے اُسکو پکڑا مگر اُسکا حال کم نہ ہوا جب فقیر صاحب کی بہت خوشامد کی تو اُنھوں نے پانی دیا جو اُس کے منہ میں ڈال گیا اور اُسے ہوش آیا پھر نواب نے کہا کہ آج سے ممانعت نہیں ہے یہ حال مگر نہیں ہے۔

شاذ و نادر اگر کبھی کسی بات کے اظہار کی سبیل مذکرہ ضرورت ہوتی تو اُسکو اس انداز سے ادا فرماتے تھے جس سے کوئی کمال حضور پرنور کی جانب منسوب نہ ہو جائے حضور پرنور کا انکسار و خاکساری ضرب المثل ہے۔ عجز و انکسار کی جو تعریف ہے وہ حضور انور کی منکسر المزاجی سے سمجھ میں آتی تھی کہ بحسبہ ایک خاص نمونہ تھا جو نظروں کے سامنے روشن تھا۔ اور آپ کی ذات بابرکات میں جو بات تھی وہ کمال کے ساتھ تھی۔ نہ کوئی بات برائے گفتن تھی نہ دانستن بلکہ جو بات تھی وہ حقیقتہ تھی۔

کیفیت اتحادی | حضور انور کے اخلاق و عادات سے ثابت ہے کہ آپ کی نگاہ حقیقت آگاہ ہیں کوئی غیر نہ تھا۔ سب سے یگانگی کا برتاؤ فرماتے تھے۔ سب سے ایک ہو کے ملتے تھے۔

ہر مذاق اور ہر مذہب و ملت کے افراد حضور انور کے معتقد تھے۔ اکثر انگریز حضور پرنور سے ملتے تو آپ اُن سے معاف بھی کرتے اور اُن کی تواضع فرماتے تھے۔ سید علی اصغر صاحب دار ثنی ساکن شاہ پور ضلع فتحپور ہمسوہ تحسیر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے سامنے حضور انور کی خدمت میں ایک یورپین حاضر ہوئے حضور انور نے اُن سے معاف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہم تم ایک ہیں نا؟ پھر فرمایا کہ صاحب کو چائے پلاؤ اُن صاحب کی حضور پرنور کی محبت میں عجیب پر کیفیت حالت تھی جو بیان سے باہر ہے۔

اسی طرح حضور انور سب سے یگانگی کا برتاؤ فرماتے۔ سید معروف شاہ صاحب دار ثنی ناقل ہیں کہ جب ملکہ مظہر قیسرہ ہند کا انتقال ہوا تو شب کو دیوہ خریفین میں خبر آئی۔ حضور اسوقت طعام تناول فرما رہے تھے کسی شخص نے حضور سے عرض کیا آگے مٹا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ بڑا بابرکت عہد تھا بہت اچھی بادشاہی کی نہایت امن و امان رہا؟

اچھا ہمارے بازو پر سیاہ کپڑا باندھ دو، چنانچہ اُسی وقت تعمیل ارشاد کی گئی۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور انور ایسے مراسم کی بھی پابندی فرماتے اور ایک خاص کیفیت اتحاد رکھتے تھے۔ اور آپ کی نگاہ میں کوئی غیر نہ تھا۔

جب بسنت کا دن آتا تو ہندو حضور پر نور کا بسنت مناتے اور سنتی لباس خدمت عالی میں پیش کرتے جسے حضور انور زیب جسم فرماتے تھے۔

ہولی کے ایام میں ٹٹھا کر پنچ سنگھ صاحب رئیس ملاؤنی اور دیگر معززین ہندو حضور انور کی دعوتوں کا نہایت اعلیٰ پیمانہ پراہتمام کرنے اور حضور پر خندہ پیشانی قبول فرماتے تھے۔

اور جب دریا کی طرح موج آتی تو آپ پر عجیب حالت طاری ہو جاتی تھی آپ کے عادات و اطوار اخلاق و صفات سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ بنفس نفیس پانی کی طرح رنگ و جدت میں ملکر ایک ذات ہو گئے ہیں۔ نہ آپ کی نگاہ حق آگاہ ہیں ماؤشما کی تفریق ہے۔ نہ خیال غیریت ہے۔ ہر رنگ میں آپ ہیں اور ہر رنگ آپ کا ہے

چنانچہ ہولی کے دنوں کا ایک واقعہ (آنریبل جسٹس) مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ دار ثی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور جب سیوان تشریف لے گئے تو میرے ایک موکل محمد عبدالرحمن صاحب تاجر کے مکان پر

قیام فرمایا۔ حکیم مبارک حسین صاحب خان بہادر مولوی فضل مام صاحب مرحوم مولوی یوسف امام صاحب۔ احد شاہ صاحب وغیرہ بھی ہمراہ تھے نو بجے شب کا وقت تھا سب اپنے بستر پر آرام کر رہے تھے میں اٹھا اور حکیم

مبارک حسین صاحب کو لیکر حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اُس وقت حضور خلیہ میں تھے۔ جب ہم دونوں پہنچے تو حضور انور اُٹھ بیٹھے یہ زمانہ ہندوؤں کی ہولی کا تھا۔ حضور انور نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ

”ہولی گائین سلو گے“ میں نے عرض کیا ضرور سنوں گا آپ ہولی گانے لگے اور اداؤں کے ساتھ اشارات سے مجھے قمقمے پھینکے پچکاریاں ماریں اُسکے بعد فرمایا کہ ”ہولی بازم“ پھر فارسی میں ہولی گانے لگے اور اُنھیں

اداؤں کے ساتھ اشارات فرمانے لگے یہاں پر غور کرنے کا مقام ہے کہ اُس وقت میری کیا حالت ہوئی ہوگی ایسے موقع پر ہی حضرت حافظ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ۷

رو بسوئے خانہ خمار دار و پیر ما	چیت یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما
---------------------------------	-----------------------------------

حضور انور اُس وقت عالم شہر و خوشی میں تھے مجھے فرمایا کہ ”گلے لگ جاؤ“ اس ارشاد سے میری دلی مراد برآئی پھر ارشاد فرمایا کہ ”لَحْمًا لِحَکْمِي وَ دَمًا لِحَکْمِي“ یہ فرما کر مجھے الگ کیا اور حکیم مبارک حسین صاحب کو گلے سے لگا لیا حکیم صاحب میں وہ آگ لگی کہ تارک الدنیا ہو گئے ۷

او بصر ارفست و مادر کوچہ دار سوا شدیم

اس عرصہ میں بچے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو احد شاہ صاحب وغیرہ اوپر آئے اُس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں تھی کہ بچے جاسکوں احد شاہ صاحب کی استعانت سے میں بچے پہنچا اُنھوں نے مجھے اپنے بستر پر جگہ دی میں نے

احد شاہ صاحب کی نئی حالت دیکھی اُن کی ٹانگی میری آنکھوں کی طرف لگی ہوئی تھی۔ میں نے اُن سے وجہ دریافت کی تو اُنھوں نے ایک آئینہ میرے ہاتھ میں دیدیا۔ میں نے آئینہ میں دیکھا تو میری دونوں آنکھیں

کرجی کی طرح سُجھ تھیں۔ چہرہ کارنگ تانبے کا سا تھا پیشانی پر پسینے کے قطرات تھے اور جسم کے اندر ہی بخاری سی

کیفیت محسوس ہو رہی تھی۔ جس دن یہ واقعہ گذرا اُس روز سے قریب قریب انٹیس روڈ تک غذا بالکل بند رہ گئی اور وہ وحشت تھی کہ الامان جب پلٹہ آیا تو یہ کیفیت ہوئی کہ اکثر بخیر و ن کی مجھے اطلاع ہو جاتی کہ کون کب بیمار پڑ گیا اور اُسکا کیا نتیجہ ہوگا۔ اور مجھے القا ہو جاتا تھا کہ کون کب مرے گا۔ حکیموں نے بہت مفرح دوا میں استعمال کرائیں مگر طبیعت درست نہ ہوئی۔ بالآخر میں دیوبہ شریف حاضر ہوا تو بارگاہ عالی میں زبان کھولنے کی حاجت نہ تھی خود بخود اصلاح مزاج ہو گئی اور الحمد للہ اب تک میری حالت اچھی ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور انور کا مذاق طبیعت کیا تھا۔ ہر رنگ میں آپ کے تصرفات و فیوض جاری رہتے تھے۔ اور کسی رنگ سے مغایرت نہیں تھی۔ اسی طرح اسلام کے چلنے فرتنے میں کسی فرقہ کی نسبت اور کسی خیال کے مسلمانوں کی نسبت حضور پر نور نے کبھی کوئی خلاف لفظ زبان مبارک سے نہیں نکالا۔ ہر خیال و ہر مذاق کے افراد کی حضور انور قدر و منزلت فرماتے تھے۔ اور ہر کس و ناکس کی نسبت ظن نیک رکھتے تھے چنانچہ سرسید احمد خان صاحب مرحوم و مغفور بائیں مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی نسبت فی زمانہ طرز قدیم کے مسلمانوں میں جو خیالات تھے وہ ظاہر ہیں مگر حضور انور کا خیال انکی نسبت بہت اچھا تھا۔ مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ و ارثی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے اُن صاحبوں نے بیان کیا جو حضور انور کے ہمراہ تھے کہ ایک مرتبہ حضور پر نور علی گڑھ میں قیام پذیر تھے سید صاحب کی جانب سے حضور پر نور کی خدمت عالی میں یہ پیام عرض کیا گیا کہ وہ حضور سے تخلیہ میں ملنا چاہتے ہیں۔ حضور انور نے منظور فرمایا اور کچھ رات گزرنے پر جو وقت حضور انور کا بعد طعام استراحت فرمانے کا تھا اسوقت سید صاحب آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے خادم نے آواز دی کہ کون۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ ”دشیدطان“ فوراً دروازہ کھول دیا گیا اور سید صاحب اندر آئے حضور انور نہایت شفقت و مہربانی سے ملے۔ سرسید مرحوم کی حاضری کا واقعہ جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے بھی اخبار وکیل میں لکھا تھا کہ سرسید نے کہا لوگ مجھ کو کافر کہتے ہیں فرمایا دو غلط کہتے ہیں سید کافر نہیں ہوا کرتا،

سید معروف شاہ صاحب قبلہ و ارثی فرماتے ہیں کہ حضور انور نے سید صاحب کو عرصہ تک شرف مکالمت بخشا اور تفسیر وغیرہ کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ سرسید مرحوم پر اسوقت اس قدر رقت طاری تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ اور حضور انور اُن کی تسکین فرماتے تھے۔

حضور انور نے سید صاحب سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”مجھ کو انگریزی تعلیم سے اختلاف نہیں ہے مگر محبت اخلاص اور طلب روحانیت ضروری ہے۔“

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ و ارثی (آنریبل جسٹس پلٹہ ہائے کورٹ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور انور سے دریافت کیا کہ سرسید کی نسبت حضور کا کیا خیال ہے تو حضور پر نور نے ارشاد فرمایا کہ ”میں مجھے کیوں پوچھتا ہوں میں نے عرض کیا کہ اکثر علما نے اُنہیں تکفیر کا فتویٰ دیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ سید صاحب کو بُرا نہ کہو اور نہ بُرا نہ سمجھو وہ اول درجہ کے مسلمان ہیں۔“

حق یہ ہے کہ حضور انور کو خداوند کریم نے وہ قلب منور اور ضمیر روشن عطا فرمایا تھا کہ آپ دلوں کو اور نیتوں کو دیکھتے تھے ظاہری حالات پر نظر نہیں فرماتے تھے حضور انور جنس انفس کے خریدار تھے اور غلوں و محبت کی قدر فرماتے تھے اور خود بھی اسی کی ایک روشن مثال تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایک سے بگائگی و اتحاد کا برتاؤ فرماتے اور باؤشاکي تفوق سے



بالکل بے تعلق تھے اور حقیقت یہ ہو کہ یہی رنگ وحدت ہے اور یہی آئین تصوف ہے بقول بلیل شیراز رحمہ  
حافظا کروصل خواہی صلح کن با خاص و عام

بالمسلمان اللہ اللہ بابرہمن رام رام  
**رجوع خلاق و طریق بیعت**  
حضور پر نور کی ذات ستودہ صفات جن خوبیوں سے آراستہ تھی  
اُن کا تمام وکمال بیان نہیں ہو سکتا۔ جو بات تھی وہ لاجواب تھی  
کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی حضور پر نور کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا جس طرح آپ بزرگی و صفات کمالیہ میں  
ضرب المثل تھے اُسی طرح مرجع خلاق بھی تھے۔ یہ بھی ایک دولت خدا داد ہے کہ خداوند کریم جن مقدس نفوس کی ذات سے  
اپنی قدرت کا ملہ کا کرشمہ حیرت انگیز دکھاتا ہے اُن کی رفعت ومنزلت کا مخلوق کے دلوں میں سکہ بٹھا دیتا ہے۔  
حضور پر نور خلاق کی نگاہ میں نہایت درجہ عزیز و محبوب تھے آپ کے محاسن و صفات خوارق عادات و  
کرامات فیوض و برکات کی مشک و عنبر کی طرح خوشبو پھیلی ہوتی تھی کہ لوگ مست و بیخود ہو کر  
حضور پر نور پر گر گئے تھے

بوا لفت گیسو کی جو پھوٹی تو عجب کیا  
تم جانتے ہو مشک خطا ہو نہیں سکتا  
حضور پر نور کی جانب جو خلاق کی رجوعات تھی وہ بے مثل تھی جس شہر و قصبہ و قریہ میں آپ پہنچتے تھے وہاں کے  
باشندے بلا تفریق مذہب و ملت مسلمان و ہندو نصاریٰ و یہود کے سب آپ کی طرف کھینچ آتے تھے اور ایسا معلوم  
ہوتا تھا کہ کوئی چھپی ہوئی زبردست قوت ہے جو سب کو کشان کشان لئے چلی آتی ہے۔

اور آستانہ عالی پر ہزاروں جان نثاروں کا مجمع رہتا تھا۔ ہر مذہب و ملت کے افراد پر آپ کی ولایت تامہ کا  
ایسا اثر تھا جس سے خدا کی شان نظر آتی تھی۔ در اقدس پر زائریں کی بھیڑ لگی رہتی تھی شانہ سے شانہ چھلتا تھا  
اور حق تو یہ ہو کہ یہ نامحدود درجہ عات خلق آپ کی عظمت و جلالت کی پین دلیل تھی۔ بقول مولانا روم رحمہ

خود نباشد آفتابے را دلیل  
این جلالت در ولایت صادق است  
جز کہ نور آفتاب مستطیل  
جلہ ادراکات پست او سابق است

آپ کی چو کھٹ پر ہر وقت ایک میلہ لگا رہتا تھا۔ سالک مجذوب۔ رند پارسا۔ عالم جاہل فلسفی منطقی۔ نیچری  
شیعہ۔ سُنی۔ یہودی پارسی انگریز وغیرہ وغیرہ ہر مشرب و ملت کے افراد کا جہم غفر رہتا تھا۔ خدا کی رحمت  
کی طرح آپ کا دروازہ کسی نیک و بد پر بند نہیں تھا۔ آستانہ عالی پر عجیب سان رہتا تھا کوئی ٹرپ رہا ہو کوئی گریو بکامین  
مبتلا ہے کوئی سر جھکائے ہوئے مراقب ہے کوئی سر بسجود ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے۔ جناب بلیل مینائی

دیتی ہے مزانامیہ سای ترے در پر  
ایما ہے کہ لوٹا ہی کرین خاک پر عشاق  
اک سجدہ جو کرتا ہوں تو کہتی ہے جبین اور  
غشا ہے کہ ہوار ہو کو چہ کی زمین اور

اللہ اکبر کسی عظمت و شان تھی کہ بڑے بڑے فلاسفہ جو کرامات و معجزات پر استعزاز کرتے تھے آپ کے قائل ہو کر جاتے  
تھے۔ بڑے بڑے دہریوں نے (جو پیر و پیغمبر تو کیا خدا تک کے قائل نہ تھے) حضور پر نور کے دست حق پرست پر  
توبہ کی ہے۔ خدا جانے کیشی شش تھی کہ کسی خیال سے کوئی شخص سامنے آجائے پھر ممکن نہیں کہ دل سلامت لیکر جاسکے۔  
در اقدس پر چاروں طرف مجمع خلاق رہتا تھا اکثر اوقات راہ چلنا دشوار ہوتا تھا

مرا بہ کوئے تور فتن چہ مشکل افتاد است  
بہر گنا کہ نظر میکنم دل افتاد است

حضور انور کا گزرجس راستہ سے ہوتا تھا اُسین چلنا دشوار ہو جاتا تھا چہرہ پر لوگ قدمبوسی کے لئے کھڑے رہتے تھے اور قدم قدم پر آنکھیں بچھائی جاتی تھیں۔ حضور انور کی جانب جو رجوع خلافت تھی اُسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے وہ سمان دیکھا ہے وہ اُسکو قیامت تک بھول نہیں سکتے۔

چنانچہ سیدی مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی (آنریبل ممبر ایگزیکٹو کونسل ہمارے) نے اپنی بیعت کا واقعہ خود ارسال فرمایا ہے جو نہایت دلچسپ ہے جس سے ظاہر ہو گا کہ حضور انور کی جانب کیسی رجوعات تھی کہ عام طور پر لوگوں پر از خود رفتگی کا عالم چھا جاتا تھا جو لوگ بیعت نہیں جوتے تھے وہ بھی حضور انور کے قائل ہو جاتے اور پروانہ کی طرح اس شمع احدی کی طرف بے اختیار کھینچ جاتے تھے جناب ممدوح الشان جو اپنی بیعت کا واقعہ ارسال فرماتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

آن دل کدم نمودے از خود و جو اتان | دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

تیل و طن موضع نورابین ہے جو پٹنہ سے قریب در پھلواری سے دیا دہ متصل ہے۔ پھلواری میں ایک خانقاہ ہے جو جان عرصہ دراز سے صاحب سجادہ رہتے ہیں جنکے بیان پیری و مریدی کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ میری یاد میں کل دو شخصوں کو ہمارے موضع میں وہاں بیعت نصیب ہوئی ہے جو بھانگر نری دانی اور تعلیم موجودہ صاحبان نورہ کو مطلق بیعت کی طرف توجہ نہ تھی بعد اقصا تم تعلیم میں انگلستان سے شائع کے آخرین واپس آیا اور کچھ دنوں ٹھہر کر کلکتہ گیا اور کلکتہ ہائی کورٹ میں اندراج نام کے بعد وکالت شروع کی۔ میرے ایک دوست سنی لطافت حسین تعلیم عربی کے زمانہ میں میرے ہم کتب و ہم سبق تھے۔ اور مولانا عبدالکریم صاحب متوطن شیخپورہ ہمارے استاد تھے۔

مولانا موصوفہ نہایت متقی و پرہیزگار عابد و زاہد صابر و شاکر و ذرا و شافل بزرگ تھے ان کے اوصاف حسنہ سے ہم لوگوں کا یہ خیال یقین کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ اگر بیعت کوئی چیز ہے تو مولانا عبدالکریم صاحب پیر بنانے کے لائق ہیں۔ جب میں کلکتہ میں تھا تو مولوی لطافت حسین صاحب بھی وہیں موجود تھے ان کے آخر موسم سرما میں وہ پٹنہ آئے اور وہاں کئی واپسی پر مجھ سے بیان کیا کہ مولانا عبدالکریم صاحب پیچم کے ایک بزرگ سے فرید ہو گئے اور صرف وہی نہیں بلکہ ہماری برادری کے کل مرد و ن اور عورتوں نے اُنھیں بزرگ سے بیعت کی ہے۔ مجھے سخت تعجب ہوا کہ کہاں وہ نیچر پلین وہ انگریزی دانی وہ آزادی اور کمان یہ بیعت۔ میں نے اس خبر کو سکر مولوی لطافت حسین صاحب سے کہا کہ میں تعطیل میں وطن جاؤں گا اور اپنی برادری والوں کے لئے ایک پاگل خانہ بنواؤں گا۔ ابھی تک مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ بزرگ کون تھے کمان کے رہنے والے تھے اور ان کا نام کیا تھا۔ چند ماہ کے بعد جب تعطیل کا زمانہ آیا تو میں پٹنہ پہنچا اور جناب مولانا عبدالکریم صاحب سے قدمبوس ہوا۔ اگرچہ وہ میرے استاد تھے مگر میں ان سے بہت شوخ تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ حضور نے مجھے فقہ و فرائض سب فنون پڑھائے مگر یہ نہ بتایا کہ بیعت کیا ہے اور ضروری ہے کہ نہیں مولانا نے فرمایا کہ یہ شے دیگر ہے معمولی شے بزرگی چیز نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ کہاں کے رہنے والے تھے اور کون تھے اُنھوں نے پتہ و نشان بتایا۔ پھر میں نے دریافت کہ آپ کے پیر صاحب میں کچھ کمالات و خوارق عادات وغیرہ ہیں کہ نہیں اُنھوں نے فرمایا کہ میں نے ظاہر اور کوئی بات نہیں دیکھی الا یہ کہ طبع و حرص بالکل نہیں ہے۔

میرا یہ خیال ہمیشہ سے تھا کہ پیر بتا ایک پیشہ ہے جسکے ذریعہ سے لوگ شکم پروری کرتے ہیں میرے دل میں اس صوبہ ہمارے باشندے لکھنؤ بارہ بجی وغیرہ کو پیچم ہی کہتے ہیں۔

مولانا کے پیر صاحب کی اتنی قدر ضرور ہوئی کہ وہ دنیا دار نہیں بنیں اس کے بعد کچھ عرصہ تک میں اس قصہ کو بالکل بھول گیا۔  
 سترہ سالہ کے آخر فروری یا اوائل مارچ میں جناب پیر صاحب پٹنہ تشریف لائے میں اپنے وطن موضع نیورہ میں تھا۔  
 اُس زمانہ میں نیورہ اسٹیشن نہ تھا لوگ دانا پور آکر ریل میں سوار ہوا کرتے تھے۔ میں پٹنہ جانے کے لئے دانا پور کی  
 اسٹیشن پر پہنچا اور جس ٹرین سے میں جانے والا تھا اُسی ٹرین میں حضرت اقدس تشریف لائے گئے تھے۔ یہ اوّل  
 دیدار اُس جناب کا ہوا جسکی غلامی پر اب مجھے فخر ہے میرے برادرِ علم زاد خان بہادر مولوی فضل امام صاحب مرحوم منفور  
 جناب پیر و مرشد قبلہ و کعبہ کے ہمراہ دیوہ شریف سے تشریف لائے تھے۔ اسٹیشن دانا پور پر ایک جماعت کثیرِ مریدین  
 کی موجود تھی میں ان سب سے الگ تھا چند منٹ میں ریل آپہنچی اور نیرود فرسٹ کلاس میں ایک نور نظر آیا۔  
 حُسن لا جواب۔ آنکھیں مستانہ اور رسیلی۔ گھونگر والے سیاہ و سفید کچھرے ہوئے ہال۔ چہرہ پر بالکل معصومیت۔  
 ریل کھڑی ہی ہوئی تھی کہ میرے اُسوقت کے خیال سے جاہلون نے قدمبوسی شریع کی اُسوقت میں انگریزی لباس  
 میں تھا میرے لبوں کے درمیان ایک لمبا چُرٹ تھا مُردوں کے زمرہ سے میں اس خیال سے کہ کہیں جہالت کا  
 دعبہ مجھ پر نہ آجائے بالکل لگ کھڑا تھا۔ خان بہادر مولوی فضل امام صاحب مجھے اسٹیشن پر دیکھ کر بہت خوش  
 ہوئے اور کہنے لگے مجھے بڑی حیرت ہے کیونکہ دیوہ شریف سے یہاں تک جناب اقدس نے بارہا تم کو پوچھا ہے کہ  
 نصیر الدین کا بھائی بالستر اسٹیشن پر ہو گا کہ نہیں اور مجھے ملے گا کہ نہیں۔

خان بہادر مولوی نصیر الدین صاحب وارثی سی ایس آئی و سرائر المہام ریاست بھوپال جنکا وصال بھوپال میں ہوا ہے  
 میرے حقیقی سنبھال بھائی تھے۔ بھائی صاحب مرحوم منفور سترہ سالہ میں انجمول دیگر صاحبان نیورہ مرید ہو چکے تھے (   
 اُسوقت اسٹیشن پر وجود تھے۔ بعد حصول قدمبوسی میرے پاس تشریف لائے اور مجھے دریافت فرمایا کہ تم کو جناب  
 قبلہ سے ملنے میں کچھ عذر تو نہیں ہے میں نے عرض کیا مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے غرض کہ اُسی انگریزی لباس میں ہاتھ میں چُرٹ لئے  
 ہوئے میں اُس درجہ میں داخل ہوا جس میں حضورِ رونق افروز تھے۔ حضرت اقدس نے مجھے اپنے بستر پر بیٹھنے  
 کی اجازت دی میں اُسوقت بطحاظ ادب چُرٹ پیتا تو نہ تھا لیکن روشن چُرٹ و حوان نکلتا ہوا ہاتھ کی انگلیوں  
 کے درمیان دبا ہوا ضرور تھا۔ گاڑی بانکی پور روانہ ہوئی دانا پور سے بانکی پور کی راہ چودہ پندرہ منٹ کی ہے  
 اتنے قلیل وقت میں زیادہ گفتگو کا موقع نہ ملا۔ جناب اقدس نے مجھے فرمایا کہ تم انگریزی جانتے ہو میں نے عرض کیا  
 کہ جی ہاں فرمایا کہ تمہاری انگریزی دانی تمہارے لئے ثواب ہے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کو کوشش نہ کرتے تو مولوی عبدالحی صاحب کو  
 ضرور سزا ہو جاتی اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا ابراہیم صاحب ساکنانِ فرنگی محل لکھنؤ پر  
 در بھنگہ سے ایک وارنٹ گرفتاری جاری ہوا تھا مقدمہ یہ تھا کہ ایک نابالغ لڑکے کو مدعا علیہم بھگالے گئے ہیں اور  
 اُسکو مسلمان کر دیا ہے دونوں صاحبوں کو میں نے در بھنگہ کی کچھری میں حاضر کیا اور بعد کوشش مبلغِ دونوں کی  
 بیجھری ثابت ہوئی اور رہائی ہوئی۔ اس مقدمہ میں میں نے کچھ عمتانہ بھی نہیں لیا تھا اس مقدمہ کے نتیجہ کی  
 شہرت اطرافِ لکھنؤ میں بہت تھی اور حضرت صاحب قبلہ کو بھی اُس کی اطلاع ہوئی اُس کا ذکر حضرت نے فرمایا۔  
 جب گاڑی بانکی پور پہنچی تو زائرین کا ازدحام تھا میں اپنے کو ان لوگوں سے بچا کر اسٹیشن کے باہر آیا اور معہ اپنے  
 برادرِ علم زاد مولوی ظہیر الدین صاحب کے (جو بیشتر حضور سے بیعت ہو چکے تھے) میں اپنی کوٹھی پر گیا وہاں میرے  
 آنے کی پہلے سے اطلاع تھی۔ مولوی سید ظہیر الدین صاحب نے مجھے فرمایا کہ موقع اچھا ہے حضرت حاجی صاحب قبلہ

تشریف لائے ہیں تم بھی مُرید ہو جاؤ میں نے کہا کہ میرے نزدیک بیعت کوئی چیز نہیں ہے محدود ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل کو نہ پکڑے مذہباً بیعت کوئی چیز نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو

بیعت مجھے خدا سے ہے بواسطہ نصیب دستِ خدا ہے نام مرے دستگیر کا

کوٹھی سے ناشتہ وغیرہ کر کے بن خان بہادر مولوی فضل امام صاحب کے مکان پر پہنچا جہاں حضرت صاحب قبلہ تشریف رکھتے تھے وہاں ایک عجیب منظر تھا دائرین کی بڑی کثرت تھی عالم اور جاہل دنی اور اعلیٰ شریف اور ردیل عورت اور مرد گانے والے اور گانے والیان غرض کہ ہر طبقہ کے افراد کا وہاں مجمع کثیر تھا میں یہ واقعہ دیکھ کر سخت متوحش ہوا اس گروہ کے افسر یا خادم ہمارے استاد مولانا عبدالکریم صاحب تھے اور ان کی عجیب لذت بخش کیفیت بھی کم بین زردرو مال باز سے ہوئے۔ عامہ کچھ کھلا اور کچھ بندھا ہوا آنکھیں مست و سرخ سین نے مولانا سے عرض کیا کہ مجھے بھی حضوری کی اجازت ہو اُسی وقت اطلاع ہوئی اور بلا لیا گیا کمرہ کے اندر دوسرا نقشہ تھا حضور پُر نور بستہ بر استراحت فرما رہے تھے لوگ حیم طہر دہا رہے تھے میرے بڑے بھائی خان بہادر مولوی نصیر الدین صاحب ارٹھی سی ایس آئی حضور انور کے پیچھے بیٹھے ہوئے پشتِ مبارک دہا رہے تھے مجھے دیکھ کر جناب قبلہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ایک طرف تم اور ایک طرف تمہارے بھائی۔

اول سوال یہ ہوا کہ دو پاسٹر تم کسی کے مُرید ہوئے ہو کہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ حضور اب تک تو اتفاق نہیں ہوا ارشاد فرمایا کہ دوسرے ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل کو نہ پکڑے، مجھے تعجب ہوا کہ وہی کلمات جو میرے منہ سے نکلے تھے حضرت نے ارشاد فرمائے میں تقریباً آدھ گھنٹہ تک حضوری میں رہا چونکہ میں کتے پورپ کی سیاحت بہت کی ہے حضور نے زیادہ تر احوال جرمنی کا دریافت فرمایا حضرت کے سوالات سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ حضور جرمنی تشریف لے گئے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضور جرمنی تشریف لے گئے ہیں فرمایا ہاں بہت دانہ ہوا میں گروہ سے باہر نکلا تو دیکھا کہ مجمع کچھ اور زیادہ ہو گیا ہے میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر میں اپنی کوٹھی پر نہ جاؤں گا تو یہاں نہ میں پر سوتا ہو گا پسند نہ آنے کی وجہ سے کہیں بڑھتی نہ ہو جائے۔ میں اس خیال سے چلے یا کہ اپنی کوٹھی پر جا کر سو رہوں اور صبح کو حاضر ہوں کسی شخص نے کہا کہ حضور سے رخصت ہو آؤ میں نے جواب دیا کہ میں یہیں سے رخصت ہوتا ہوں اگر حضرت صاحب قبلہ بزرگ ہیں تو انہیں خبر ہو جائیگی میں کوٹھے سے اترنے ہی کو تھا کہ رحیم شاہ صاحب نے کہا کہ

بلا تے ہیں۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا دُشرف الدین بھین یہاں سونے میں تکلیف ہو گی تم گھر پر جاؤ رخصت ہونے کے لئے بلایا ہے، اس قسم کے واقعات مجھ پر متواتر گزرتے تھے لوگوں نے حضور کو مخاطب دیکھ کر مجھے کہا کہ مُرید ہو جاؤ میں نے سب کو یہی جواب دیا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے خود فرمایا ہے کہ ہاتھ پکڑنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل کو نہ پکڑے۔ میں دن کے قیام کے بعد حضرت صاحب قبلہ درجہ تشریف لے گئے اور تین چار روز میں واپس تشریف لائے مجھے یہ خبر ملی کہ میرے وطن موضع نیورہ کو بھی تشریف لے جائیں گے۔ میرے بڑے بھائی مولوی نصیر الدین صاحب مدارالہمام بھوپال بوجہ ملازمت جس روز حضور وہاں تشریف لائے حاضر نہ ہو سکے۔ مجھے بندہ خط اطلاع دی کہ میں نیورہ جاؤں اور استقبال کروں چنانچہ میں نے تعمیل کی حضور انور تین دن نیورہ میں جلوہ افروز رہے میری طلبی بار بار ہوا کرتی تھی اور باتیں بھی ہوا کرتی تھیں مگر وہ باتیں کسّا تعین عشق و محبت کے افسانے تھے۔



مسٹر جسٹس حسن امام مد عمرہ اسوقت بہت صغیر السن تھے جو آخری دن حضور کے قیام کا تھا اُس روز عصر کے قریب جسٹس حسن امام مد عمرہ میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ حاجی صاحب قبلہ نے یاد فرمایا ہے کہ میں اسوقت کتاب دیکھ رہا تھا میں نے کہا تم چلو میں آتا ہوں دو چار ورق اور پڑھنے کے بعد میں حاضر خدمت عالی ہوا اسوقت تک میری مطلق خواہش مرید ہونے کی نہ تھی میں اُس کمرہ میں پہنچا جہاں حضور تشریف رکھتے تھے۔ وہاں کچھ بزرگیم شاہ صاحب کے اور کوئی نہ تھا میں جا کر بیٹھا تو حضور پُر نور نے نظر مبارک اٹھا کر مجھے دیکھا میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ نگاہ تھی یا جادو جس سے مجھ پر ایک عالم بھودی طاری ہو گیا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میں نے حضرت صاحب قبلہ کا دست مبارک پکڑ لیا یہ خبر نہیں کہ میں کس سلسلہ میں مرید ہوا اور مجھے کیا کیا پڑھوایا گیا اتنا ضرور یاد ہے کہ میں مرید ہوا اور مرید ہونے کے بعد حضور پُر نور نے شفقت سے ایک گھونسا میرے داہنے شانہ پر دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ دو تو بھاگا پھرتا تھا جانتا نہیں کہ تو میرا معشوق ہے۔ یہ خلاصہ میرے مرید ہونے کے واقعات کا ہے۔

حضور انور پر ہر مذاق کے افراد جان دیتے تھے اور جب تک نزدیک پیری مریدی کوئی چیز نہیں تھی وہ بھی حضور کو دیکھ کر قائل ہوتے تھے۔

مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری مترجم طبقات الکبریٰ و الکلم الروحانیہ وغیرہ دفتر سٹیشن اکوئنٹنٹ جنرل حیدر آباد دکن اپنی ہیئت کا واقعہ اور رجوع خلائق کا تذکرہ تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

د میری چچی صاحبہ نے مجھے کہا تھا کہ میں مرید ہونا چاہتی ہوں اور میں نے اُن کو جواب دیا تھا کہ بہار میں اور اُس کے مصافحات میں تو مجھے کوئی معلوم نہیں ہوتا جس سے میں کہوں اُس سے مرید ہو جائیے گا۔

چنانچہ جب حضور پُر نور بھی تشریف لائے تو میں حاضر ہوا کہ اگر دل نے قبول کیا تو چچی صاحبہ کو بیعت کرادو لگا۔

میں حضور پُر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہونے کے بعد مکان پر آیا اور چچی صاحبہ سے یہ کلمہ واپس چلا آیا کہ ٹلھی میں ایک بہت بڑے بزرگ تشریف لائے ہیں آپ اگر اُن سے مرید ہو جائیے میری داپسی کے بعد میری چچی صاحبہ اور

میری دونوں بہنیں اور میری علاقائی والدہ اور میری بیوی سب سوار یون بن آئیں اور حضور پُر نور کے دست مبارک پر بیعت ہو گئیں۔ اور میں بھی مرید ہو گیا سلسلہ ع کی مردم شماری کا آخر دن اُسی زمانہ میں واقع ہوا تھا

جب حضور پُر نور ٹلھی میں رونق افروز تھے۔ اس سبب سے معلوم ہوا کہ مردم شماری کی شب کو ٹلھی میں پانچ سو بیسیاں باہر کی موجود تھیں جو حضور سے مرید ہونے کو اُس چھوٹے سے گاؤں میں حاضر ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں وہ مشورات جو اُس پاس کے مواضع سے برابر آتی اور چلی جاتی تھیں اُن کی تعداد ہزاروں سے تجاوز

تھی اُس زمانہ میں ٹلھی کے قرب وجوار میں کماروں کی مانگ اسقدر بڑھ گئی تھی کہ جس گاؤں سے دو آنہ

جو کڑی کہا روں کی مزدوری مقرر تھی وہاں روپیہ اور دو روپے کہا مزدوری ہو گئی تھی۔ اور ہر سمت سے خلقت اُٹھتی چلی آتی تھی خود میری بستی کے لوگوں میں سے جو بیعت کم مرید ہوتے ہیں میرے ساتھ چالیس زن و مرد مرید ہوئے۔

منشی عبدالغنی صاحب وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع راسہ بریلی لکھتے ہیں کہ جب حضور پہلی مرتبہ درجہ تشریف لے گئے ہیں تو وہاں اُس زمانہ میں ایک جھاڑو شاہ نامی ایک مجذوب درویش آبادی کے باہر رہا کرتے تھے جنکے

تمام لوگ معتقد تھے حضور انور کے درجہ تشریف لیجانے سے تین روز قبل جھاڑو شاہ خلاف عادت فہر میں آئے اور جاجا اوپے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ یہاں تاشہ بیگاہاں ارگن باجہ بیگاہاں دشن چوکی بیگی

جا بجا ہی کتے پھرتے تھے جب نواب صادق علی خان صاحب اور نواب نور علی خان صاحب کی کوٹھی تک پہنچے تو ان کی کوٹھی کے عالی شان دروازہ کی طرف دیکھ کر بولے۔ یہ بھانک آدمی ڈھکیل دین گے میان کے ساتھ ایک دنیا ہوگی۔ کبھی مستانہ انداز سے یہ صدا لگاتے تھے دو کلور وا آوت ہے جواب شراب نہ پیہے وہ کہہ ہوؤن نہ پیہے وہ کا کہہون نہ ملے،

جھاڑو شاہ تمام شہر کے گلی کوچوں میں نہایت جوش کے ساتھ صدا لگاتے پھرتے تھے۔ جب حضور انور وہاں تشریف لائے تو اس مسرت میں وہاں کے روئے بڑا اہتمام و انتظام کیا۔ ہر گلی کوچہ میں بجلی کی روشنی کرائی گئی اور مختلف اقسام کے باجے جلوس میں بچتے جاتے تھے حضور جس وقت شہر میں داخل ہوئے تو بہت قرب و جوار ہی سے نہیں بلکہ اکثر دور دراز مقامات سے لوگ آگئے تھے اور ایک لاکھ نفوس سے زیادہ کے مجمع نے حضور کا استقبال کیا تھا اور بالکی کے ساتھ اسقدر زائرین کی کثرت تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ حضور انور نے نواب صادق علی خان صاحب کے مکان کے بالا خانہ پر قیام فرمایا۔ ہر چند لوگوں نے کوشش کی کہ حضور انور تھوڑی دیر آرام فرمائیں مگر زائرین کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ ان کی شکش سے مکان کا دروازہ گر پڑا اور مجمع کثیر وارث کرتا ہوا بالا خانہ پر پہنچ گیا۔ حضور انور کی زیارت و تہنیتی کے بعد جب یہ لوگ رخصت ہوئے تو انہوہ کثیر کو دیکھ کر نواب صاحب کو خیال ہوا کہ یہ جمعیت بے اندازہ اور کشدش روحانی ایسی نہیں ہے جسکو کوئی طاقت روک سکے اس لئے حضور پرنور کے راحت و آرام کا انتظام انھوں نے زمانہ مکان میں کیا۔ در بھنگہ میں تقریباً ایک لاکھ آدمی حضور انور کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے حضور انور کی رونق افروزی کے زمانہ میں جھاڑو شاہ مجذوب یہ صدا لگاتے تھے۔  
دو شہر کا قلب الٹ جائے گا آب نہ اٹا تو پھر کب اٹے گا،

اس کے بعد حضور پاڑہ کی جانب تشریف لے گئے وقت رخصت بہت زیادہ جمع حضور کی بالکی کے ہمراہ تھا مگر جا بجا حضور انور لوگوں کو رخصت کرتے جاتے تھے۔ تقریباً دس کوس کی مسافت طے ہو چکی تھی کہ دس ہزار آدمیوں کا مجمع ہمراہ تھا جو رخصت ہی نہیں ہوتا تھا جناب مرزا منعم بیگ صاحب دار فی اور حضور کے خادم نور محمد شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور پر مجمع کثیر مرید ہونے کے لیے ہمراہ ہے جب تک حضور انور کو تسکین دیکر رخصت نہ فرمائیں گے رخصت نہ ہونگے حضور پرنور نے فرمایا اچھا ہماری بالکی کسی ٹیلہ پر رکھ دو اور پکار کر کہ دو کہ جسکو مرید ہونا ہو وہ ہماری بالکی کو چھو لے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا سب لوگ نہایت ادب و تعظیم سے اس بالکی کو چھوتے تھے اور چومتے تھے اور آنکھوں سے لگاتے تھے اور آپس میں عید کی طرح گلے ملتے تھے۔ ان لوگوں میں جو جرمشائسا اور تصدیق قلبی کے آثار نظر آتے تھے وہ حیرت انگیز تھے حضور کے اس ارشاد سے عجیب شادمانی و مسرت کا عالم تھا۔

نفسی عبدالغنی خان صاحب دار فی تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضور انور حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں شریک ہونے کے لئے ہر اچھے تشریف لے گئے تو تمام مجمع اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہا تھا کہ ہم لوگ جو ہمراہ تھے سخت پریشان ہو گئے حضور کو مزار شریف تک پہنچنا سخت دشوار ہو گیا پولیس والو بچ بہت تدبیریں کیں کہ حضور کو بآسانی مزار تک پہنچا دیں مگر کامیابی نہ ہوئی بالآخر مزار شریف سے پچھم جانب جو مسجد ہے اسکی فصیل پر حضور نے نشست فرمائی۔ اور معتقدین کی اس دعا پر ان کی بیعت لینا شروع کیا۔ ایک ہادر لٹکا دی گئی تھی جسکو بیک وقت بکثرت افراد پکڑ لیتے تھے اور مرید ہو جاتے تھے۔ دو گھنٹہ تک طالبان حق مستفید بیعت ہوتے رہے

اسکے بعد حضور انور نے قصد واپسی فرمایا ہر چند کہ شش کی گئی کہ حضور کو آرام سے لیچلین مگر دائرین میں جمع جو ش و اضطراب تھا کہ سیکڑوں آدمی بچے سے جھک کر بیرون میں ہوتے ہوئے حضور تک پہنچتے تھے۔ اسی حالت میں حضور انور فرد گاہ تک تشریف لائے اُس روز حضور پُر نور کی شام کی دعوت تھا کہ فتح محمد خان صاحب تعلقہ دار کے یہاں تھی۔ اُن کا مکان حضور کی فرد گاہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر تھا اس لئے وہ نہایت اہتمام سے اپنے ہمراہ کھانا لیکر آئے۔ راستہ میں آتشبازی چھوٹی اور بسین بسین قدم پر توالی ہوتی جاتی تھی۔ تین دن حضور پُر نور کا بہار بچ میں قیام رہا بیشمار مخلوق انہی سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئی واپسی میں حضور نے بہرام گھاٹ کے مقام پر پہونچ کر جیسے ارشاد فرمایا کہ دعنی خان جو جس کو بلنا تھا بل گیا کسب سے کچھ نہیں بلتا البتہ کسب کا اس قدر اثر ہے کہ مزدور کی مزدوری ضائع نہیں ہوتی یہ بات کہ من تو شدم تو من شدی مشکل سے محنت اور ریاض سے دو قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں جو علم و عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔ من تو شدم تو من شدی یہ کام عشق کا اور عشق پر کسی کا زور نہیں بلکہ عشق کا سب پر زور ہو تمام عالم میں عشق کی نمود ہے۔ اسکے بعد حضور نے یہ شعر پڑھا

بلیکل دگل را ہوا کے دیگر ست	من نمیدانم کد اے دلبر ست
-----------------------------	--------------------------

مولوی حاجی نصیر الدین صاحب فقہوری جو حضرت مولانا شاہ عبدالصمد صاحب ہسوانی رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور خاص مریدین میں ہیں بیان فرماتے ہیں کہ میرا ایک موضع چند رام پور گنہ موسیٰ قبلہ را تحصیل سنی گھاٹ ضلع بارہ نکی میں جانا ہوا وہاں میں مسجد میں نماز کے لئے گیا تھا تو مسجد کے باہر پردہ کی دیوار میں ایک بڑا سوراخ دیکھا جو ہاتھ دو ہاتھ کا ہو گا میں نے لوگوں سے اُس سوراخ کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا حاجی صاحب قبلہ یہاں تشریف لائے تھے قرب و جوار کی بیشمار مخلوق یہی مجمع تھی اسی قیام کے زمانہ میں جمعہ کا دن بھی آیا۔ اندوہام خلافت کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی بڑے میدان میں نماز ہونی چاہئے تاکہ دائرین حضور پُر نور کی زیارت سے اچھی طرح مشرت ہو سکیں حضور پُر نور نے لوگوں کی تشویش دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ مسجد کی پردہ کی دیوار میں سوراخ کرو دیا ہر آدمی کھڑے ہو جائینگے۔ اور اُس روز ن سے دیکھتے رہیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا یہ سوراخ اب تک حضور کی یادگار موضع چند رام پور میں موجود ہے حضور انور جہاں ہوتے زائرین کا ایسا مجمع کثیر ہوتا کہ ایک بڑا میلہ لگ جاتا تھا جس قدر حضور انور کی جانب خلافت کی کشش اور میلان تھا زبان قلم اُس کے بیان سے عاجز ہے عجیب کیفیت تھی عجیب ذوق و شوق کا عالم تھا کہ ہر کہہ و مہ پر اظہار میں اٹھتے تھے چند واقعات کا لکھا جانا ضروری ہوا تاکہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ جب خدا کی بیشمار مخلوق حضور پر شیفہ و فریفتہ تھی تو ایسی حالت میں حضور انور فردا فردا کس طرح بیعت لے سکتے تھے آپ کے بیعت لینے کا طریقہ یہ تھا کہ اگر بعض اوقات کم آدمی ہوتے تو حضور انور دست مبارک پر بیعت لیتے تھے اور جمع ہوتا تھا تو اسکی دو صورتیں ہوتی تھیں یا تو حضور انور سب کو ایک نظر دیکھ کر فرادیتے کہ تم سب مرید ہو گئے یا حضور انور کے لباس طہر کا کوئی ٹکڑا مالابان حق پر لیا کرتے تھے اور خدا ام بیعت لے لیتے تھے۔ بعض مواقع پر یہ صورتیں بھی پیش آتی ہیں جیسا کہ درجہ نگہ کی واپسی پر کہ حضور انور کی ہانکی کو چھو کر ہزاروں رشتہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ یہ حضور پُر نور کی قوت روحانی کا کمال تھا کہ لاکھوں آدمی اس طرح مرید ہوئے۔ اور آپ کی ذات متجمع الصفات سے سب کی دستگیری ہوئی حضور کے مقلد بگوشوں میں ہر مذہب و ملت کے افراد ہیں آپ کے مریدین کا حقیقتہ کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔

حکیم مولوی محمود علی صاحب دارنی فچوری تحریر فرماتے ہیں کہ شاہزادہ غلام محمد صاحب کا قول ہے جو اکثر فرماتے تھے کہ گروہ دارنی ایک ایسا نیستان غیر متناہی ہے جس کا پتہ لگنا بہت دشوار ہے اس جنگل میں لاکھوں کروڑوں انعام کے ذخیرے ہیں جنکو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور یہ عجیب بات ہے کہ جو جس ننگ میں ہے کامل ہے اور اسی ننگ میں منزل مقصود تک پہنچ گیا ہے محبت اور ورور سے کوئی خالی نہیں ہے بلکہ غلامان دارنی کی یہی شناخت ہے جسکو دیکھنے اور محبت میں مبتلا ہے اور اس بیابان نامتناہی کی نگرانی اور حوادث سے بچانکی تدبیر اسی ذات مستغنی عن الصفات کی قوت کاملہ کا کام ہے جسکو بارگاہ ایزدی سے یہ شرف و وقار ملا ہے جو بڑے بڑے خرد مندوں کے لئے قابل حیرت ہے۔

اس طریقہ کی بیعت کو کہ کوئی ملبوس مبارک چھو کر مرید ہو گیا کوئی سامنے آتے ہی مرید ہو گیا کوئی بالکی چھو کر مرید ہو گیا چونکہ یہ بیعت حضور انور کے ارشاد فیض بنیاد سے ہوتی تھی اس لئے آپ بالکل کافی بیعت سمجھتے تھے۔ اور حضور انور کی پاک اور مقدس روحانیت سے طالبان حق کو پوری تسکین ہو جاتی تھی۔ اور حضور اس بیعت کو اس قدر کافی سمجھتے تھے کہ جب کوئی شخص ذکر و شغل کی تعلیم کے لئے حاضر ہوتا تو آپ بغیر تجدید بیعت تعلیم فرمادیتے تھے۔ جیسا کہ مسند آراے رشد و ہدایت حضرت مولانا مولوی قیام الدین صاحب قبلہ فرنگی محلی لکھنوی حضور انور کے حالات معلوم لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں وہ مگر جب کوئی مرید ان کا تعلیم و انکار کی خواہش کرتا تھا تو بغیر تجدید بیعت تعلیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیعت کافی تصور کرتے تھے،

حضور انور نے جو ایک ساتھ جمع کی بیعت اس طرح لی ہے یہ آپ کی روحانی قوت کی دلیل روشن تھی کہ ایک نگاہ میں ہزاروں کو بیعت فرماتے تھے۔ آپ کے بیشمار مرید ہیں اور سب حضور انور کے فیوض و برکات سے مستفید ہیں۔ اکثر حضور انور طالب بیعت سے صرف اسی قدر ارشاد فرمادیتے تھے کہ دم ازل میں ہمارے مرید ہو چکے ہو، اور باقاعدہ بیعت نہیں لیتے تھے۔ اس قسم کی بیعت جو ہجوم میں لی گئی ہے بحد و بیشمار ہے۔ اس زمانے کے دیگر مستند مشائخ عظام اور علمائے کرام نے بھی حضور پرنور کے اس طریق بیعت کو جائز تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ مولانا سید علی نقی شاہ صاحب نقشبندی مجددی تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت حاجی صاحب قبلہ سے ایک شخص ہجوم میں مرید ہوا انجیل باطنی سے حضرت مولانا شاہ فضل رحمن رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر طالب بیعت ہوا تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ ”پیری مریدی گھانس پھونس ہے جو جا بجا مرید ہونے کو پھرتے ہو جاؤ کافی ہے“

حضور انور کی طرف بیشمار مخلوق کی گرویدگی تھی کہان تک باقاعدہ بیعت کا انتظام ہو سکتا تھا مگر حضور انور کی قوت کاملہ سب کو ولی تسکین سے مشرف کرتی تھی۔

قاضی عبدالرزاق صاحب مارہروی حضرت مولانا صوفی محمد حسین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں خاص میں بین بیان فرماتے ہیں کہ مجھے ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب قبلہ سے دریافت کیا کہ بیشمار مخلوق اتنی کو آپ بیعت فرماتے ہیں اسکا کیا سبب ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

قیامت کے دن میں سب کو خدا کے روبرو پیش کر دوں گا کہ تیرے اتنے بندوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے میں شہادت کے لئے تیار ہوں وہ رحیم و کرم ہے یقین ہے کہ مزدور رحم و کرم فرمائے گا۔



فی زمانہ حضور انور کے جو فیوض و برکات ہیں اُن کی کوئی مثال نہیں ملتی بکثرت مُردین کی جیسی دستگیری حضور نے فرمائی ہے وہ روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔ ایسی جمع کی بیعت کو بعض بزرگانِ عصر نے نہایت غور و تعمق سے دیکھا ہے۔

مولانا حاجی شاہ سید ابوبکر علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی مسد آرائے کچھ چہ شریف تحریر فرماتے ہیں کہ دہلی میں ایک درویش سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا اثنائے گفتگو میں حضرت حاجی صاحب قبلہ کا ذکر آیا تو انھوں نے فرمایا مد اس قوت باطنی کا درویش زمانہ میں کوئی نہ ہوگا حضرت دہلی کے اسٹیشن پر ریل میں سوار ہونے کے لئے رونق افروز تھے کہ صد ہا مرد و عورت بغرض بیعت حاضر خدمت ہوئے سب سے ارشاد فرمایا کہ دو جاؤ ہم نے سب کو اپنی بیعت میں قبول کر لیا،

اُن کی آن میں سب مرید ہو گئے یہ کمال قوتِ روحی کا تقاضا تھا۔ حاجی صاحب ولایت کے ایک روشن آفتاب تھے اُن کے محاذِ نہ تھوڑے ہیں نہ محتاجِ بیان ہیں۔  
ان روشن ضمیر درویش نے جو کچھ فرمایا وہ چشمِ باطن سے تعلق رکھتا ہے۔

اُس کے جلوے کا تو کیا کہنا مگر	دیکھنے والوں کو دیکھا جا ہے
--------------------------------	-----------------------------

حقیقت یہ ہے کہ حضور انور کی ادنیٰ توجہِ عالمی وہ بات پیدا کرتی تھی جو قابلِ حیرت تھی آپ ہزاروں کو ایک آن میں شرفِ بیعت سے مستفید فرماتے تھے اور اس زمانہ کے اکثر بزرگوں نے حضور پر نور کی روحانی قوت کو نظرِ غائر سے دیکھا ہے۔

حضور انور عموماً سلسلہ قادریہ رزاقیہ اور چشتیہ نظامیہ میں بیعت لیتے تھے مگر اکثر لوگوں کو سلسلہ صابریہ وغیرہ میں بھی مستفیدِ بیعت فرمایا ہے۔ آپ جب فرداً فرداً بیعت لیتے تھے تو وقتِ بیعت میں بارِ استغفار پڑھواتے تھے اور الفاظِ ذیل کہلواتے تھے۔

”ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا ہاتھ پکڑتا ہوں خداؤ رسول کا ہاتھ پکڑتا ہوں پنجتنِ پاک کا، اس کے بعد اکثر اوقات کوئی خاص ہدایت فرماتے تھے۔ جب مجمعِ کثیر سے ایک ساتھ بیعت لیتے تھے تو بھی خدام اسی قاعدہ سے آواز بلند اقرار لیا کرتے تھے۔ حضور انور کے ان الفاظِ بیعت میں جدت ہو کیونکہ دیگر بزرگوں میں یہ طریقہ اس طرح مروج نہیں ہے حضور کے الفاظِ بیعت سے متعلق جو ان الفاظ کی صراحت میں کافی ہے مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پتھری پوری ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور پتھری پوری میں رونق افروز تھے۔ آپ کے خدام و مُردین و فقراء خرقہ پوش ایک مقام پر بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ اور آپ کے مجاہد و محاربین اخلاق و صفات پر باہدِ گرا ظہارِ خیالات کر رہے تھے۔ یہ بات معرِضِ بحث میں آگئی کہ آپ بالکل جدید طریق سے بیعت لیتے ہیں اور یہ الفاظ کہلواتے ہیں کہ ”ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا خداؤ رسول کا پنجتنِ پاک کا،“ اس میں کیا راز ہے اور کونسی رمزِ فقر ہے دیگر پیرانِ طریقت اس قسم کے الفاظ اس ترتیب سے نہیں کہلواتے۔ چنانچہ ان الفاظ کی تشریح میں تاویلات بیان ہو رہی تھیں اور سب اپنی اپنی سمجھ کے موافق شرح کر رہے تھے۔ شاہ مقصود علی صاحب وارثی نور اللہ مرقدہ جو ایک مست و مدہوش بزرگ تھے ایک گوشہ میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے جب بحث کو طول ہوا تو ان لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کیوں خاموش ہیں آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کیجئے

تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ دو لفظ خدا سے اقرار وحدانیت اور لفظ رسول سے تصدیق رسالت اور بختن پاک سے اعتقاد بالتطہیر ہے اور اُس مین حضرت سیدۃ النساء خاتونِ جنت کا واسطہ شفاعت متضمن ہے جس شیخ کو فیض روحانی حضرت خاتونِ جنت سے ہوتا ہے وہی عورات کی ہدایت کا مجاز ہے۔ اور اُسی کا اثر ہدایت عرفان عورتوں کے قلوب پر پڑتا ہے۔ اس تقریر پر گفتگو کا خاتمہ ہو گیا جب بارگاہِ عالی میں سب حاضر ہوئے تو حضور انور نے بحالت کفایت نہایت سرور کے اہوج میں فرمایا کہ دو ہم بختنی ہیں ہم بختنی ہیں مقصود بیچ کتنا ہے، مستورات کو بیعت فرماتے وقت آپ دست مبارک نہیں دیتے تھے احرام شریف کا دامن مرحمت فرماتے تھے۔ اور حضرت سیدۃ النساء کا اسم مبارک بھی زبانِ فیض ترجمان سے لیتے تھے یہ خاص بات تھی کہ مستورات کو بیعت فرماتے وقت خصوصیت سے منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ ہندؤن کو بیعت فرماتے وقت پچ بخت فرماتے تھے۔

دو ہم بختی ہوتا ہے جو جھکا نہ کھاؤ،

جب کسی انگریز یا یہودی کو بیعت فرماتے تو ارشاد فرماتے تھے۔

دو دیکھو موسیٰ کلیم اللہ عیسیٰ روح اللہ محمد رسول اللہ کسی کو برا نہ کہنا اور حرام نہ کھانا،

یہ نصائح علاوہ استغفار اور ان الفاظ بیعت کے ارشاد فرماتے تھے جو حضور انور کا طریقہ مذکور ہو چکا ہے۔

بیعت لیتے وقت اکثر بیٹے کے اعتبار سے کوئی خاص ہدایت فرمادیا کرتے تھے کسی سے فرمایا کہ وہ ہاتھ کے سچے رہنا، کسی سے فرمایا کہ وہ ظلم نہ کرنا، کسی درزی کو مرید کیا تو فرمایا کہ دو کپڑا نہ چورانا، کوئی دوکاندار ہے تو اس سے فرمادیتے کہ دوپٹہ اتولنا، چنانچہ جناب مولوی شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی رئیس گدیہ (سیر سٹراٹ لائٹ) پھر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بارگاہِ دارائی میں حاضر تھا ایک تیلن بیعت کے لئے حاضر ہوئی یہ معلوم نہیں کہ وہ ہندو تھی یا مسلمان حسب معمول آپ نے مرید کیا اور یہ فرمایا دو ڈنڈی نہ مارنا، مجھے اس وقت تو یہ ہدایت تعجب خیز معلوم ہوئی مگر بعد کو میں نے اسے قرآن کریم سے بالکل مطابق پایا خداوند کریم نے خود اوزان کا خیال رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اسی طرح حضور پُر نور نصائح بھی نہایت مختصر طور پر فرمادیا کرتے تھے ہر مذہب و ملت اور ہر فرقے اور پیشے کے افراد آپ سے بیعت ہوتے تھے ہر وقت آستانہ عالی پر مشتاقوں کی بھیڑ رہتی تھی عجیب سامان تھا اور عجیب جذبات مثبت نظر آتے تھے جو ایک عظیم المثال منظر آنکھوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔

وہ کہتے ہیں کہ دروازہ تک آنا اب تو مشکل ہے | قدم کوئی کہاں رکھے بعد میں دیکھو اُدھر دل ہے

بعض واقعات بیعت | حضور پُر نور کے طریق بیعت اور رجوع خلافت کے ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ بعض واقعات بیعت کا ذکر کیا جائے۔ جو اگرچہ اس مناسبت کے لحاظ سے

بہت کم ہیں جو رجوع خلافت حضور انور کی جانب تھی کیونکہ ایسے ہزاروں اہم واقعات ہونگے جن کا ہم کو علم بھی نہیں ہے

مگر جو حاصل ہوئے ہیں وہ اس خیال سے درج کئے جاتے ہیں کہ ان سے اکثر و بیشتر مسائل پر روشنی پڑتی ہے

اور خدا کی شان نظر آتی ہے کہ جو مقدس صورتیں بارگاہِ ایزدی میں محبوب ہوتی ہیں خلافت کی لگا ہوں میں

ان کی کس درجہ وقعت و عظمت ہوتی ہے اور کس کس طرح انکی مقبولیت اور شرف اختصاص کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضور پُر نور کے عادات و صفات میں ایک یہ بات بھی مشہور ہے کہ جو شخص کسی بزرگ سے مرید ہوتا تھا اُس کو

طالب نہیں فرماتے تھے۔ اور اس کو ایک امر محبوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ حکیم محمود علی صاحب دارائی فقہوری

تحریر فرماتے ہیں کہ جناب حافظ عبدالقادر صاحب نقجوری جو ایک معمر بزرگ ہیں اور حضور کے داماد شباب کے دیکھنے والے ہیں بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور کی خدمت فیض رجت میں دو شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر کسی کا مرشد پردہ کر جائے اور مرید کچھ حاصل کرنا چاہے تو دوسرے پیر کی طرف رجوع کر سکتا ہے یا کس طریقہ سے وہ حاصل کرے۔ حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”مرید کو اپنا یقین کامل کرنا چاہیے مرید ہونا چاہیے مرید ہو تو خاک کے ڈھیر سے حاصل کر سکتا ہے“

حضور انور کے اس ارشاد سے ان کی پوری تعلیم و ہدایت ہو گئی اور وہ دولت تصدیق سے دامن بھر کے رخصت ہوئے۔ چودھری خدابخش صاحب وارفی جو ایک معمر بزرگ ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں بارگاہ عالی میں حاضر تھا حضرت مولانا شاہ فضل رحمن رضی اللہ عنہ کا ایک مرید حاضر ہوا جس نے یہ درخواست کی کہ مجھے حضور انور بیعت فرمائیں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ طلب صادق ہونی چاہیے پھر فرمایا کہ ”ہر جگہ ایک ہی شان دیکھے جگہ جگہ بیعت ہونا مردوں کا طریقہ نہیں ہے ہر جانی عورتوں کا شیوہ ہے“ ہر چند اس نے کوشش کی مگر آپ نے بیعت نہیں فرمایا اکثر ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو ہدایت فرماتے تھے طالب نہیں کرتے تھے البتہ بعض لوگوں کو خاص حالتوں میں تعلیم و فرقہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ مگر اس کی خاص صورتیں یقیناً جنکی مثال کے لئے مولانا حکیم مبارک حسین صاحب اور فشی ظہور علی صاحب کے واقعات کافی ہیں جو وہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

**حکیم مبارک حسین صاحب کی بیعت کا واقعہ** حکیم مبارک حسین صاحب عربی و فارسی کے مشہور ادیب تھے شاعر بھی تھے تصوف میں چند کتابیں نظم و نشر میں آپ کی تصنیفات سے مقبول خاص و عام ہیں۔ آپ اپنی فرقہ پوشی کا واقعہ خود یقیناً بیان تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۴۱۰ شوال مسئلہ یہ کہ میری عمر غالباً تیس برس کی ہو گئی مجھے تہ بند عطا ہوا مجھے بیعت مولانا سید فخر الدین احمد المعروف حکیم بادشاہ نقشبندی علیہ الرحمۃ سے تھی۔ میں جب بنظر تحصیل و تکمیل فن طبابت الہ آباد گیا تھا انھیں دنوں میں میری نقشبندیہ طریقہ سے تعلیم ہوئی تھی میں نے کتب طب بھی مولانا علیہ الرحمۃ سے پڑھی تھیں جب تک مولانا زندہ رہے میں برابر خدمت عالی میں حاضر رہا۔ جب مولانا نے وصال فرمایا تو اجرائے مطب کے خیال سے پلنہ رہنے کا اتفاق ہوا خلافت مذاق آدمیوں کی صحبت نے بیکار کر دیا چندے اپنے معمولات سے الگ ہو گیا۔ اسی زمانہ میں حضور پر نور عظیم آباد نشر لائے اور خان بہادر سپہ فضل امام صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ میں بھی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو حکیم یعقوب صاحب خیر آبادی نے عرض کیا کہ یہ بڑے سیاح ہیں بغداد وغیرہ کی تمام سیر کر آئے ہیں۔ یہ سکر حضور نے مجھے کبلی کی کیفیت پوچھی بغداد شریف۔ کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کا حال دریافت فرمایا جہاں تک میرا علم قاصر تھا عرض کیا۔ اسکے بعد عین سال تک بدستور مطب وغیرہ میں مصروف رہا۔ اسی درمیان میں مجھے کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا۔ میرے اکثر اعزاء وہاں تھے ایک عزیز نے کہا کہ یہاں ایک درویش رہتے ہیں ان سے ضرور ملو میں ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتے ہی انھوں نے فرمایا

اب تو گل را کے ملک کردے سجد

مگر خود سے ذات حق اندر وجود

پھر ان بزرگ سے مذاق آمیز گفتگو ہوتی رہی وقت رخصت شاہ صاحب نے فرمایا تم نے بہت دیر کی پھر ملے جانا میں اپنے جائے قیام پر آکر کھانے وغیرہ سے فارغ ہوا اور سو رہا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہی شاہ صاحب جگ رہے ہیں۔ چونک کر بھی دیکھا تو ان کو موجود پایا اس کے بعد میں پھر سو گیا تو تھوڑی دیر کے بعد شاہ صاحب کو بیدار کرتے ہوئے پایا۔ تین بار یہی کیفیت ہوئی صبح کو ایک دوست کے ہمراہ شاہ صاحب کی خدمت میں گیا دیکھتے ہی فرمایا کہ رات تو خوب سوئے میں نے کہا مہمان نوازی خوب کی پھر شاہ صاحب نے یہ کہہ کر رخصت کر دیا دو تلاش کرو، میں رخصت ہو کر عظیم آباد آیا یہاں وحشت دل اور بڑھ گئی اکثر شب کو دریا کی طرف چلا جاتا کبھی احباب میں جا بیٹھتا ایک دن کچھ بزرگان دین کا ذکر آیا تو میرا قصد ہوا کہ میں اس زمانہ کے بزرگوں سے ملوں چنانچہ اسی دن میں روانہ ہوا اور پہلے دیوہ شریف حاضر ہوا وہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ حضرت امام الاولیاء سہالی تشریف لیگے ہیں اسی وقت سہالی گیا یہ بستی دیوہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے میں جس وقت قدمبوس ہوا حضور انور نے متنبہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ دعا گئے اچھا جاؤ مزے کرو، میں نے کچھ مطلب اس ارشاد کا نہ سمجھا جہاں اور لوگ بیٹھے تھے وہیں میں بھی جا کر بیٹھ گیا۔ یہاں حضور پُر نور کے بعض اہل ریاضت فقر کے حالات سنکر اور بھی وحشت ہوئی پھر جب میری طلبی ہوئی تو میں حاضر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا جاؤ جاؤ یہاں دوئی کا گذر نہیں ہے تم تو مرید ہو چکے ہو جاؤ اسی کو کرو، اس ارشاد کو سنکر میں نے اپنے دل میں کہا خیر یہ اپنی قسمت یہاں نہ سہی کہیں اور سہی مگر جو سوال مکنتوں کا طریقہ ہے اسکا جب تک جواب نہ ملیگا میں نہ جاؤنگا پھر آپ نے طلب فرمایا اور دو تین باتوں کا جواب دیکر ارشاد فرمایا کہ اچھا جاؤ ہفتہ عشرہ میں عظیم آباد آؤن گا تو تم سے ملوں گا۔

میں حضور سے رخصت ہو کر الہ آباد پہونچا۔ سو گت یہاں چند فقرا کا ملین وقت سے تھے جو مختلف صنائع میں تھے ان سے ملاقات ہوئی بالاتفاق سب نے یہی مشورہ دیا کہ استقلال سے نہ گذرنا اور نہ گھبرانا اسکے بعد میں حضرت مولانا شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ (جنکے ہاتھ پر میں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوا تھا) کے مکان پر آیا اور جناب مولوی مسیح الدین صاحب جو مولانا کے صاحبزادہ اور جانشین ہیں ان سے ملاقات کی جناب موصوف کو مجھ سے ولی رابطہ ہے۔ نہایت عنایت فرماتے ہیں مولوی صاحب سے عرض کیا کہ جب سے مولانا علیہ الرحمۃ نے وصال فرمایا ہے۔ میرے دل کی عجیب حالت ہے اب آپ میری دستگیری فرمائیے۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ کہیں تم پر جناب امام الاولیاء ماجی سید وارث علی شاہ صاحب کی نظر تو نہیں پڑی میں نے عرض کیا وہیں سے ہوتا ہوا آیا ہوں مولوی صاحب نے فرمایا اب زمانہ میں کون ان کے برابر ہے۔ بہت مناسب ہے جہاں تمہارا حصہ ہو کو شش کر دو، ایک روز بکر سید صاحب عظیم آباد چلا آیا ایک ہفتہ کے بعد حضور پُر نور عظیم آباد تشریف لائے میں حاضر خدمت عالی ہوا تو فرمایا کہ دعا جاؤ، اب جب میں حاضر ہوتا تو یہی فرماتے کہ دعا جاؤ، میں نے ایک ساقی نامہ لکھ کر پیش کیا تو آپ نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا کہ دعا تو ازلی شاعر ہے، اسکے بعد ایک ہولی کی فرمائش ہوئی میں نے ہولی لکھ کر پیش کی دو تین دن کے بعد حضور پُر نور سیوان تشریف لے گئے میں بھی ساتھ ہوا جس وقت اسٹیشن سیوان پر آیا بول کی اور ہی حالت ہوئی اس وقت کی عنایت و رحمت بیان سے باہر ہے دیکھا جو دیکھا اور سنا جو سنا۔ گور کپور تک حضور کے ہمراہ گیا اسکے بعد حضور سے رخصت ہوا۔ دو تین مہینے کے بعد پھر حاضر خدمت عالی ہوا تو حضور میں شرف قدمبوس



نصیب ہوا ایک مثنوی لکھکر پیش کی جس پر حضور پُر نور بیت خوش ہوئے پھر ایک شجرہ عربی میں یہ تعمیل ارشاد عالی لکھکر پیش کیا۔

دیوہ شریف تک حضور کے ساتھ گیا اسکے بعد رخصت ہوا۔ میں عظیم آباد واپس آیا تو دل کو کمال انتشار رہنے لگا اسی حالت میں ایک مثنوی فارسی زبان میں مثنوی مولنا روم علیہ الرحمۃ کے طرز پر لکھنے کا اتفاق ہوا۔ اسمین جو کچھ لکھا ہے اپنا واقعہ ہے ایک شب کا ذکر ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے لوگ زرد رنگ کا کفن پہناتے ہیں میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا مجھ پر زندہ کیوں کفن پہناتے ہیں۔ اس شنایا میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمی جنازہ لئے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کس کا جنازہ ہے یہاں پر مجھے یاد نہیں کہ لوگوں نے کیا جواب دیا مگر اتنا کہ سکتا ہوں کہ آواز آئی پانی لاؤ میں جلدی سے پانی لیکر گیا تو دیکھا کہ اپنا ہی جنازہ ہے یہ خواب دیکھکر سخت تشویش ہوئی۔

جب مثنوی فارسی ختم ہو چکی تو پھر حاضر خدمت عالی ہوا اب کی دیوہ شریف میں شرف ملازمت نصیب ہوا۔ حضور انور مثنوی ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے اتفاقاً اس شجرہ عربی کو جسے میں نے لکھا تھا آپ خود میرے سامنے پڑھنے لگے اُس وقت دل قابو سے جاتا رہا اور گریہ بے اختیار شروع ہو گیا حضور انور نے گلے سے لگالیا میں نے فوراً تہ بند کی تیاری کی اور جناب سید معروف شاہ صاحب مینظیر شاہ صاحب مولوی بشارت حسین صاحب کے ہمراہ تہ بند لیکر حاضر ہوا حضور نے اپنا احرام شریف مجھ کو رحمت فرما کر ارشاد فرمایا ”کوئی کفن ہے اس کو پہن لو، اُس وقت اس خواب کی تصدیق ہوئی میں نے تہ بند باندھا اور ترک لباس کیا۔ آپ نے سید عبداللہ شاہ میرا نام رکھا جل شانہ بزرگوں کی بات کوئی کیا سمجھ سکتا ہے یہ سب ازلی معاملات ہیں ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ نعمت یہ سب آپ کی بندہ نوازی ہے سچ ہے ۵

بے عنایات حق و خاصان حق اگر ملک باشد سیاہ ہستش و زرق

سید عبداللہ شاہ صاحب کی بیعت کا واقعہ حضور انور کے طرزِ عمل کو صراحت سے بتاتا ہے کہ آپ دوسرے بزرگوں کے مُردیوں کو بیعت فرمانے سے کس قدر احتراز فرماتے تھے۔ باوجود اُن کی اضطراری حالت اور خُدا طلبی کے ذوق و شوق کے آپ نے یہی جواب دیا کہ جاؤ جاؤ یہاں دُئی کا گذر نہیں ہے تم مُرد ہو چکے ہو جاؤ اسی کو کرو۔“

جب اُنھوں نے اپنے پیر کے جانشین اور صاحبزادہ مولوی سیح الدین صاحب سے دریافت کر لیا تو حضور نے فرقتِ رحمت فرمایا۔ مولنا سید عبداللہ شاہ صاحب حضور پُر نور کے ممتاز خرقہ پوشوں میں گذرے ہیں بڑے صاحبِ قدرت و رویش تھے۔ آپ کا فارسی کلام نہایت مقبول ہے تجر تخلص تھا اس موقع پر دو مین غزلین تہنر گاہ بر سبیل تذکرہ درج ذیل کی جاتی ہیں جو حقیقتہً اُن کے قلبی جذبات کا آئینہ ہیں ۵

بادہ مست و جامت و طرب استاد مست  
سبزو مست و سروست و قری و شاد مست  
کوہ مست و کادہ مست و واسق و قناد مست  
آب مست و خاک مست و آتش ہر باد مست

ساقیا بنگر ہمہ این عالم ایجا و مست  
مستی روز ازل رنگ و گر پیدا نمود  
جوش مستی چون علم و دیور و بر سینہ ہا  
مستی مستان و حدت مست کردہ در نظر

سست مست بادہ روزستان را بین این چہ سنیہاست پیدایار بلند این جهان سُخ سوئے صرا بکن و خیلستان کن نظر بوالعجب بنام بولے جوش مستی بوالعجب ذوق مستی ملاوت تازہ برنگ در جہان	حسن مست عشق مست و عاشق ناشاد مست تبع مست و طلق مست و مفتی و جلا مست نعرہ مست و آہ مست و نالہ و فریاد مست درد مست و رنج مست و خودستم ایجا مست ہجر مست و میل مست و بہشت و یاد مست
عالمے راست کردہ این شراب وارفی لیلی و مجنون مست و شاہ عبد اللہ مست	
من مست شراب عشق ذاتم ناسا غریب خودی کشیدم نالذات درد ہا چشمیدم تامترہ رسید از جنابے	بیرون ز حدود این صفاتم بیخوف ز بیم بُرد ماتم سیراب ز چشمہ حیاتم مفتون عطاے آن براتم
عالم ہمہ گشت این تجتہ زین مذہب و ملت صلواتم	
ہر زمان شکل و گر پیداکنی گاہ گوئی کن ترانی از زبان گاہ گوئی خودانا الحق از خودی در لباس و کسوت مخلوقہا	جان عالم بیشتر شیداکنی گاہ تجلی بر سر طوبی کنی گاہ خود را پیش حق رسوا کنی گاہ بہ پوشی گاہ دادیلا کنی
اے تجتہ نوش جام وارفی تاکج فکروہ انشا کنی	
دل فارغ ز بند کا کل آفاک بگویم فاشس ستر عالم تمثال و ہم معنی گناہ نیست غیر از عشق حسن و لذت دیگر راہ کن تا بہر دم سرخوش از جوش و لائے او	وگر نہ مرگ پیش از وقت را ناچار میخواستیم و لے بہر شنودن محرم اسرار میخواستیم من انصاف از جہد و شبلی و عطار میخواستیم نہ من این جبتہ و سجادہ و دستار میخواستیم
بہ شکوہ تر زبان دیدیم یاران طریقت را تختیر زین سبب ترک وطن ناچار میخواستیم	
مولانا تحیر رحمۃ اللہ علیہ کا جو کلام بفرض استفادہ ناظرین درج کیا گیا ہے اُس سے آپ کے عاشقانہ مذاق کا پتہ چلتا ہے آپ بڑے صاحب نسبت درویش گذرے ہیں آپ کے وصال کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز ہے حاجی اوگٹ شاہ صاحب وارفی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ بیمار ہوئے تو دیوہ شریف ہی میں تھے۔ نواب عبدالشکور خان صاحب وارفی رئیس اعظم و معمر پور ضلع بلند شہر نے حضور پر نور کی خدمت عالی میں درخواست کی کہ اگر حکم ہو تو ان کو میں اپنے مکان پر لیجاؤں اور علاج کراؤں حضور انور نے	

جواب دیا کہ درتھارے بھائی بن تھین اختیار سے ، نواب صاحب موصوف سید عبدالآدشاہ صاحب کو دصرم پور لے گئے اور متعدد طبیبوں کو دکھایا مگر سب نے منفقہ طور پر زیست سے ناامیدی کا اظہار کیا کیونکہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔ حکیم عبدالآدشاہ صاحب جس مکان میں ٹہرائے گئے تھے ایک مولوی صاحب بھی اسی مکان میں رہتے تھے جنکو سید عبدالآدشاہ صاحب سے بہت اختلاف تھا اور ان کے طریق درویشی کو نہایت مخالفت نظر سے دیکھتے تھے۔ اس وجہ سے مولوی صاحب نے ان کے قریب و عیادت سے بھی احتراز کیا۔ اور سید عبدالآدشاہ صاحب کے جائے قیام سے کسی قدر فاصلہ پر ایک مکان میں اقامت فرمائی دوسرے دن قریب تین بجے کے سید عبدالآدشاہ صاحب کا وصال ہو گیا طبیبوں نے نبض وغیرہ دیکھ کر کہہ دیا کہ اب ان میں کچھ نہیں ہے۔ نواب عبدالشکور خان صاحب وارثی اپنے باغ واقع شکور گنج میں مزار مبارک کے لئے جگہ تجویز کرنے کو شریف لے گئے یہ باغ نواب صاحب کی کوٹھی سے تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ یکا یک سید عبدالآدشاہ صاحب کے قلب سے اک آواز پیدا ہوئی۔ جو رفتہ رفتہ اسقدر بلند ہوئی کہ جس کمرہ میں مولوی صاحب موجود تھے وہاں تک پہنچی۔ یہ اللہ اللہ کی آواز تھی اسوقت بہت جمع ہو گیا تھا نواب عبدالشکور خان صاحب نے یہ ماجرا دیکھ کر ایک جوابی تار دیوہ شریف کو حضور پرنور کی خدمت عالی میں ارسال کیا۔ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی نے اس تار کا مضمون حضور انور کی خدمت عالی میں عرض کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جواب دیدو۔

### سپر دم ہوا یہ خویش را

جس وقت یہ جواب دصرم پور پہنچا نواب صاحب نے سید عبدالآدشاہ صاحب کی لاش کے قریب یہ ارشاد سنایا تو وہ آواز بند ہو گئی۔ یہ ۲۳۔ ذی الحجہ ۱۳۲۱ ہجری کا واقعہ ہے ۳ بجے دن سے سات بجے رات تک چار گھنٹہ یہ آواز جاری رہی بعد ازاں نواب صاحب کے باغ میں دفن کیے گئے۔ اور مزار مبارک نہایت عمدہ اور خوبصورت بنایا گیا ان کا عرس بھی ہر سال ریاست کی جانب سے ہوتا ہے آخر کار مولوی صاحب بھی حکیم سید عبدالآدشاہ صاحب حجر کے کمال فقر و درویشی کے قائل ہوئے سچ ہے (از مولانا نجمی سردار ثانی)

جسٹم خاکی مظہر انوار شد	تیرہ خاک از فیض او گلزار شد
ہیچ نایز کار این گفت و شنید	تا نہ بسند بہر حق از چشم دید

منشی ظہور علی صاحب کی بیعت کا واقعہ | آپ کی بیعت کا واقعہ بھی سید عبدالآدشاہ صاحب کے واقعہ بیعت سے ملتا جلتا ہوا ہے۔

منشی ظہور علی صاحب بازید پور صوبہ بہار کے ایک مقتدر خاندان کے بزرگ تھے اور سلسلہ عالیہ وارثیہ کے ممتاز فقرا میں گذرے ہیں۔ پیشتر حضرت سید محمد علی صاحب عرف شاہ مسافر قادری قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ سلسلہ عالیہ وارثیہ میں داخل ہونے کا واقعہ خود تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

دو مین سر جن میں تحصیلدار تھا۔ البتہ بربع الثانی شوال ۱۲۸۱ ہجری کی شب کا واقعہ ہے اس وقت میری عمر

چالیس سال سے چند ماہ متجاوز تھی کہ میں نے صبح صادق کے وقت ایک خواب دیکھا جو یہ ہے کہ میرے والد ماجد کے پیرو۔ مرشد اور خود میرے پیرو مرشد حضرت شاہ صاحب علی صاحب عت شاہ مسافر تاجا درمی قلندر قدس سرہ قشرب لائے اور مجھے فرمایا کہ تم کو مردان خدا کے دیکھنے کی آرزو ہے حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب حسنی الحسینی دیوہ شریف سے باڑہ جاتے ہیں۔ میرے ساتھ چلو کہ میں تم کو ان کی خدمت میں پہنچا دوں۔ میں نے تعمیل ارشاد کی اور حضرت پیرو مرشد کے ہمراہ بارگاہ وارثی میں حاضر ہوا تو حضور پرنور نے اپنے آغوش مبارک میں لے لیا اور فرمایا کہ دیوہ محبوب ہے اور مجھے ہے،

اس کے بعد آنکھ کھل گئی میں نے گیارہویں شریف کا کھانا وغیرہ تقسیم کیا اور سرہن سے چل دیارات کو قصبہ باڑہ میں پہنچا حضور جس مکان میں رونق افروز تھے اُس کا دروازہ بند تھا۔ رحیم شاہ صاحب خادم قدیم بارگاہ وارثی نے جا کر عرض کیا کہ وہ تھیلہ اور جورات کو اپنے پیرو مرشد کے ہمراہ آئے تھے حاضر ہوئے ہیں اُسی وقت دروازہ کھلا جسوقت میں حاضر ہوا تو حضور پرنور اپنے واسطے ہاتھ کی تھیلی میرے ہاتھ سے ملے رہے۔ جب تک حضور کا قیام رہا میں باڑہ ہی میں مقیم رہا اس واقعہ سے ایک عرصہ کے بعد ہم ارشد العظم سلف کو حضور نے بمقام آ رہے جب خان بہادر مولوی نصیر الدین صاحب وارثی سی آئی ای دارالہمام ریاست بھوپال کی کوٹھی میں مقیم تھے مجھ کو خرقہ عالی سے سرفراز فرمایا۔ اور معافہ کی عزت بخشی اور نصیحت شاہ نام رکھا۔

حضرت نصیحت شاہ صاحب قلندر وارثی جیسے صاحب نسبت اور ممتاز درویش گذرے ہیں ایک زمانہ واقف ہے آپ نہایت ذی علم اور شاعر بھی تھے مشہور ہے کہ آپ کا فارسی کلام بہت ہے مگر مختلف طور پر چھپا ہے ایک غزل بطور نمونہ ہدیہ ناظرین ہے

اے زکرت بر رخ وحدت نقاب انداختے

طالبان رازین حجاب اندر عذاب انداختے

چون مرا دیدے بروئے خود نقاب انداختے

چہ حجابست این کہ خود را در حجاب انداختے

گرچہ من مست و خرابم طاعتم را روکن

چون درین کارم بہ امید ثواب انداختے

از نگہ وز دیدہ و ز دیدی متاع جان و دل

دزد و زلف عنبرین دریچ و تاب انداختے

کیست در عالم کہ در دل طالب پیدا رہیست

تخم عشق اندر دل ہر شیخ و شاہ انداختے

زان تجلائے صفات تو کہ شد بر کو و طور

موسے عمران را در اضطراب انداختے

عاشق بیباک را باشد چہ خوف از یوم حشر

دفتر اعمال بار چون در آب انداختے



ابرویم رنختے در نزم خود کردے نخل

این بطے پر تگالی را بہ آب انداختے

شہ فیضت چون گداے کوئے تو در عشق تو

این گدا را از حینہ رو در اضطراب انداختے

حکیم سید عبدالاکبر شاہ صاحب اور فیضت شاہ صاحب کے واقعات بیعت سے ظاہر ہے کہ حضور انور کے عادات و صفات میں یہ بات داخل تھی کہ کسی بزرگ کے مرید کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔ اگر اس قسم کے بعض واقعات پیش آئے ہیں تو ان کی خاص صورتیں ہیں جیسی کہ ان دونوں بزرگوں کی مذکور ہوئی ہیں کہ خود ان کے پیرانہ طریقت کی خواہش سے حضور انور نے ان کو فرقہ عالی سے سرفراز فرمایا ایسے اکثر واقعات ہیں کہ اس زمانہ کے بزرگوں نے اپنے صاحبزادوں کو اور مریدین خاص کو حضور انور سے بیعت ہونے کے لیے بھیجا ہے۔

شاہ بدرالدین صاحب کی بیعت کا واقعہ  
آپ حضرت سیدنا شاہ شمس الدین صاحب قادری چشتی  
صابری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید ہیں۔

حضرت شاہ شمس الدین صاحب اس زمانہ کے مشہور و معروف بزرگوں میں گذرے ہیں۔ پیشتر حضرت حاجی غلام رسول صاحب خلیفہ حضرت آخون جی سوات نمیری رح سے بیعت تھے اپنے پیر و مرشد کے حکم سے بارہ بزرگ سیاحی میں رہے۔ اور اسی زمانہ سیاحت میں حج بیت اللہ بھی کیا۔ ہند و فقر میں بھی عہدہ کے بعد سیاحت جب اپنے مرشد برحق کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ پیرانہ کلیہ شریف میں حاضر ہو اور ۴۴ ربیع الاول کو ۱۲ بجے شب کے جو بزرگ مزار اقدس برطین ان سے بیعت ہو جاؤ۔

چنانچہ حضرت شاہ شمس الدین علیہ الرحمۃ نے ایسا ہی کیا مگر ان بزرگ نے بمشکل تمام بیعت فرمایا اور حضرت سیدنا محمود صابر صاحب رضی اللہ عنہ کے مزار پر انوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے سپرد ہو۔ اس کے بعد جو کیفیت گذری اُس کا اظہار حضرت شاہ شمس الدین صاحب نے نہیں فرمایا ایک غزل اُسی رات میں تصنیف فرمائی تھی جس کا مطلع یہ ہے

تقدیق اپنے مرشد کے کہ جس نے ہلک و کھلایا | جمال عارض زیا علاؤ الدین صاحب رح کا

حضرت مولانا شاہ شمس الدین صاحب کا طریق درویشی سراپا عشق و محبت پر مبنی تھا بڑے صاحب کمال درویش گذرے ہیں سہارنپور اور پنجاب کی طرف آپ کے بکثرت مرید ہیں۔ چار بزرگوں کو خلافت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا ہے۔

۱۱۔ ذیقعد ۱۳۵۷ھ کا واقعہ ہے کہ جب آپ کی طبیعت ناساز ہوئی تو آپ کے صاحبزادہ بدرالدین صاحب نے درخواست بیعت کی شاہ شمس الدین صاحب نے ان کی تسکین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جو تمہارا حصہ ہے وہ تم کو مل جائے گا مگر میں بیعت نہیں لون گا۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم حضرت امام الاولیا حاجی سید وارث علی شاہ صاحب قبلہ سے بیعت ہو جانا اور شادی نہ کرنا۔ اگر تم حضرت حاجی صاحب قبلہ سے بیعت نہو گے تو میں قیامت میں دامگیر ہوں گا۔ یہ بھی فرمایا کہ اس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب قبلہ کے سوا کوئی نقیض نہیں ہے

ہاں بزرگ اور بھی ہیں۔ اس وصیت کے دوسرے دن رحلت فرمائی آپ کے صاحبزادہ بدرالدین صاحب خود تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ کو کچھ دنوں اس ارشاد کی یاد تازہ رہی پھر رفتہ رفتہ یہ خیال دل سے اُتر گیا۔

جمادی الاول ۸۷۱ھ میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ تمہارے والد بڑھاتے ہیں اور اس قصبہ سے پورب کی طرف ایک باغ میں مقیم ہیں اُن کی جانب میں چلا تو دیکھا کہ راستہ میں ایک سانپ زمین کے دونوں جانب گھسا ہوا ہو میں اُسکو نکالنے لگا تو وہ نہیں نکلا ایک شخص نے چا تو دیا کہ اس سے کاٹ دو تب نکلے گا میں نے اُسکو بیچ سے کاٹ دیا تو وہ باہر آگیا پھر آگے بڑھا تو ایک دریا اُس باغ سے اُدھر کو دیکھا وہاں کوئی گشتی نہ تھی۔ میں نے گھبرا کر آواز دی کہ میں کس طرف سے آؤں۔ والد صاحب قبلہ کو میں نے دیکھا کہ اُس باغ میں ذکر کر رہے ہیں۔ میری آواز کو سُکر میری جانب متوجہ ہو گئے اور فرمایا کہ پورب کے راستہ تک آؤ گے تو مجھ تک پہنچو گے۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی صبح کو دل ہی دل میں میں نے اُس خواب کی تعبیر خیال کی کہ بیعت ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میں دیوبند شریف میں حاضر ہوا بیعت ہونے کے بعد حضرت شاہ فضل حسین صاحب دار ثقی سجادہ نشین شاہ ولایت کی خانقاہ میں مقیم ہوا جس وقت میں اپنے بستر پر آرام کرنے لگا میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ بیعت کرنا نہیں جانتے۔ سب کے سامنے مجھ کو بیعت فرمایا حالانکہ بیعت تنہائی میں ہوتی ہے کیونکہ میں نے اپنے والد صاحب کے اور دیگر بزرگوں کے طریقے دیکھے تھے۔ غرض کہ اسی قسم کے خیالات اور خدشات قلب پر گزرتے رہے۔ صحن مکان میں ایک چبوترے پر شاہ فضل حسین صاحب دار ثقی رونق افروز تھے اُنھوں نے مجھ کو خود بخود طلب کیا اور فرمایا کہ تم نے فقیر کہاں دیکھے ہیں تمہارے والد البتہ فقیر تھے جو تم کو ایسا حکم دے گئے۔ کیا وہ خواب تم کو یاد نہیں ہے۔ وہ سانپ بھی خیال ہے اور چا تو ہماری باتیں ہیں۔

شاہ فضل حسین صاحب دار ثقی کے ارشاد سے مجھے اپنا خواب یاد آیا۔ میں نے اپنے والد بزرگوار کی وصیت اور اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کے اس ارشاد سے میرے تمام خیالات فاسد دور ہو گئے اور اس خیال نے دل میں گھر کر لیا کہ جب مُرید اس قدر روشن ضمیر ہے تو پیر کی کیا حالت ہوگی۔ میں اسی خوف سے تمام دن بارگاہ دار ثقی میں حاضر نہیں ہوا۔ حضرت شاہ فضل حسین صاحب نے شام کے وقت فرمایا کہ تم آج بارگاہ عالی میں کیوں حاضر نہیں ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ خوف سے اُنھوں نے کہا کہ وہ کچھ نہیں فرمائیں گے تم جاؤ یہ تو ہمیں لوگ اوچھے ہیں جبکہ دیتے ہیں وہ بحرِ غار ہیں۔ میں اُن کے ارشاد سے بارگاہ عالی میں حاضر ہوا تو حضور انور نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ دعاؤں پھر ایون میں ہمارے بہت عزیز ہیں حالانکہ اُس وقت دو مرید ایک قادر شاہ صاحب اور دوسرے حافظ عبد المجید صاحب تھے مگر اس ارشاد کا ظہور بعد میں ہوا کہ اس وقت تقریباً دو شخص حضور کی غلامی کا شرف رکھتے ہیں۔ پھر حضور نے مجھے تہ بند عطا کیا اور ارشاد فرمایا کہ کسی سے سوال نہ کرنا چاہیے دم نکل جائے اور اپنے والد کے مزار پر رہنا اگر تم یہاں نہ آتے

تو وہ قیامت میں تمہیں پکڑے پکڑے پھرتے، پھر حاضرین سے ارشاد فرمایا ”یہ خاندانی فقیر ہوں میں“،

اور اوگھٹ شاہ خطاب مرحمت ہوا۔ حاجی اوگھٹ شاد صاحب کا ایک شعر ہے

گھٹ گھٹائی گھٹائی گھٹ جائے نا جانے کو نوراہ	کر یا بھی گورو وارث کی جو ہو گئے اوگھٹ شاہ
---	--

حاجی اوگٹ شاہ صاحب وارثی کو آخر زمانہ میں مکتوب نویسی کی خدمت سپرد تھی حضور انور کے ارشاد عالی سے چند سال سیاحی بھی کی ہے اور اس زمانہ کے اکثر بزرگوں سے ملے ہیں۔ پچھراہون ضلع مراد آباد میں اپنے والد بزرگوار کے مزار پر حضور انور کے ارشاد فیض بنیاد کے بموجب قیام رکھتے ہیں۔

**مدنی شاہ صاحب کی بیعت کا واقعہ** | مدنی شاہ صاحب مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے۔ نہایت حسین و خوبصورت شخص تھے۔

حضرت مولانا شاہ حاجی املا داد اللہ صاحب مہاجر کی حجتہ القدر علیہ کے ارشاد سے حضور انور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور خرقہ عالی حاصل کیا کچھ عرصہ تک حضور پر نور کے حکم سے غلہ وغیرہ ترک کر دیا تھا اور سیاحی کرتے تھے۔ اسی زمانہ سیاحی میں مولوی محمد سمیع اللہ خان صاحب حج مرحوم اور مولوی محمد شفیع خان صاحب حج میرٹھ کے ہمراہ بیت اللہ شریف اور مدینہ طیبہ بھی گئے تھے۔ اگرچہ یہ عربی تھے مگر لباس فقہ میں آئے تو بارگاہ وارثی سے ان کو وہ آنکھ محنت ہوئی کہ مسجد مندر گرجا میں جہاں جاتے ایک ہی شان دیکھتے۔

کفر و اسلام کی تفریق ان کے قلب سے زائل ہو گئی تھی۔ مولوی علی احمد خان صاحب وکیل آگرہ تحریر فرماتے ہیں کہ آخر میں ایک دو سال آگرہ میں مقیم رہے تمام دن ایک گوشائین کے ساتھ شہر میں گشت کرتے۔ مندرون میں گوشائین کے ساتھ جاتے اہل ہنود عیسٰی تعظیم گوشائین کی کرتے ویسی ہی مدنی شاہ صاحب کی کرتے اہل ہنود ان کی بہت تعظیم کرتے تھے ان مندرون میں جانے سے بہت خوش ہوتے تھے۔ شب کو دریاے جمن آگرہ کے کنارے ایک بسات کی بڑیوں پر مدنی شاہ اور گوشائین بسر کرتے تھے۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء میں دریاے جمن کے کنارہ ہی پر مدنی شاہ صاحب نے انتقال فرمایا ان کی قبر قبرستان پیرگیلانی میں تجویز ہوئی۔ ان کا مزار خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب نے پختہ بنوایا اور سنگ لوح نصب کرائے تاریخ وفات حسب ذیل ہے

(از ہاشمی صفی پوری)

مدنی شاہ عرب سے جو عجم میں آئے	شاہ وارث نے کیا وارث علم عرفان
مدنی شاہ گئے شاہ مدینہ کے حضور	آگرہ سے مدنی شاہ ہوئے غلہ مکان
خاص مرشد کے یہ عاشق تھے مدینہ والے	چاند پہلے چھپا پھر مہر ہوا ہائے نہان

ہاشمی مصرع تاریخ ہے سال ہجری  
مدنی شاہ گئے غلہ بن سیاح جہاں

ایسے اکثر واقعات ہیں کہ اس زمانہ کے محترم بزرگوں نے لوگوں کو حضور انور کی خدمت عالی میں ہتفا و دعا روحانی کی غرض سے بھیجا ہے اور بعض کو خود حضور سید عالم خرقہ نبی آدم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اشارہ روحانیت ہوا ہے جیسا کہ واقعات ذیل سے ظاہر ہوگا۔

**دارا خان صاحب کی بیعت کا واقعہ** | صاحب تحفۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ شہر لکھنؤ میں ایک نہایت دولت مند شخص دارا خان نامی تھے کو ابی شان تھی بر وقت مصائب کا جمع رہتا تھا۔ ایک روز وہ اپنی حالت پر افسوس کرنے لگے کہ عرصہ سے مجھے اس بات کا

خیال ہے کہ کاش کوئی ایسا ولی کارل ملتا جو میری رہبری کر کے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرادیتا۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ دارا خان نے خواب میں حضور سرور عالم کی زیارت کی اور دو بزرگوں کو ہمراہ دیکھا جن میں سے ایک صاحب نے قد مبسوسی کا اشارہ کیا اُنھوں نے چاہا کہ اپنی آنکھیں پائے مبارک سے ملین کہ اتنے میں آنکھ کھل گئی دارا خان کو بہت افسوس ہوا اسی حالت میں نماز فجر کے لئے مسجد میں آئے اور نماز سے فارغ ہو کر اسی خواب کے تصور میں بیٹھ گئے۔ یہ بیٹھ ہی تھے کہ حضور انور کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا دارا خان آپ کو دیکھ کر نہایت منظر بانہ حالت سے قد مبسوس ہوئے اور بار بار کہتے تھے کہ میں حضور کو خوب پہچانتا ہوں آپ حضرت سرور کائنات کے ہمراہ تھے اور آپ ہی نے مجھ کو قد مبسوسی کا اشارہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مدد جو ش میں نہ آؤ، وہ خوش نصیب اور بیدار بخت حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۲۷۳ھ میں اُنھوں نے اس مسرت میں اپنے احباب کو ایک پر تکلف دعوت دی اور دوسرے سال حضور انور کے حکم سے لازم بیت اٹھ ہوئے۔

مولوی کبیر الدین صاحب کی بیعت کا واقعہ

مترجم طبقات الکبریٰ (مترجم طبقات الکبریٰ وغیرہ) مولانا مولوی سید کبیر الدین صاحب یہاں حیدر آباد وکن میں سکول سڑتھے۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عالم رویا میں ارشاد فرمایا ہے کہ حاجی دارش علی شاہ سے بیعت ہو جاؤ اس لئے میں حضرت حاجی صاحب قبلہ کی بیعت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے اُن کو جواب دیا کہ میں دو تین ماہ کے بعد وطن جاؤں گا اور آپ کے ساتھ لیجا کر مُرید کروں گا مگر اُن کو ایسا ذوق و شوق تھا کہ اُنھوں نے کہا میں اتنے عرصہ تک انتظار نہیں کر سکتا۔ میں اسی تعطیل میں جا کر مُرید ہو جاؤں گا۔

چنانچہ وہ تیار ہو گئے اور جس مہاجن سے وہ قرض لیا کرتے تھے اُس سے مانگا تو اُس نے اپنی عادتِ مستمرہ کے خلاف اس مرتبہ فوراً قرض دیدیا۔ حالانکہ وہ شخص بیرونِ مرتبہ دوڑائے ہوئے کبھی قرض نہیں دیتا تھا۔ جب یہ جانے والے تھے تو اُن کی تعطیل کے کل آٹھ یا سات دن رہ گئے تھے۔ چلتے وقت اُنھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آستانہ عالی پر باہر سے آنے والوں کے لئے کیا انتظام ہے تو میں نے جواب دیا کہ وہاں نواب عبدالشکور خان صاحب اور ٹھاکر پنجم سنگھ صاحب کی طرف سے پورا انتظام ہے۔ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مولوی کبیر الدین صاحب بیان کرتے تھے کہ جب میں لکھنؤ سے بارہ بنکی جانے لگا تو مولانا فضل رحمن صاحب کے ایک مُرید کاریل میں ساتھ ہو گیا اُن کے استفسار پر میں نے بیان کیا کہ میں مُرید ہونے کے لئے دیوبند شریف جا رہا ہوں اُن بزرگ نے کہا کہ حاجی صاحب قبلہ کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتے اگر تم چاہتے ہو کہ وہاں ایک شب قیام رکھو تو آخر وقت میں جانا۔

مولوی کبیر الدین صاحب باوجود اسکے کہ دس بجے رات کے وقت بارہ بنکی پہنچ گئے تھے مگر پورا دن اور رات میں گذار دیا اور شب کے وقت دیوبند شریف میں پہنچے۔ اطلاع ہوئے پر فوراً بلا لئے گئے جسے ہم قد مبسوسی سے مسرت ہوئے حضور انور نے ارشاد فرمایا۔



ٹھہرنے کو کہتا ہوں نہ جانے کوجس کا دل جتنے دنوں تک ٹھہرنے کا ہو ٹھہرے، مولوی کبیر الدین صاحب کہتے تھے کہ مجھے سخت ندامت ہوئی کہ کیوں میں نے سارا دن بارہ بنکی میں ضائع کیا۔ دوسرے دن مرید ہو کر رخصت ہوئے اور حیدر آباد آتے ہی پچاس روپیہ سے ڈیڑھ سو روپیہ کے ملازم ہو گئے دوسرے سال جب حاضر خدمت ہوئے تو حضور نے میان ظہور اشرف صاحب یا کسی اور خادم سے متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ یہ تو اپنے گاؤں کے امیر اور رئیس آدمی ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی کبیر الدین صاحب کی شادی اپنے گاؤں میں ایک رئیس کی اکلوتی لڑکی سے ہوئی جس کی دو تین ہزار روپیہ منافع کی جائداد ہے۔

**نادر شاہ کا بلی کی بیعت کا واقعہ** حاجی ادھکٹ شاہ صاحب وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر خدام و مریدین و زائرین بارگاہ عالی میں موجود تھے کہ

کہ نادر شاہ کا بلی آستانہ عالی پر حاضر ہوئے اور حضور پر نور کو دیکھتے ہی چوڑی محبت سے نہایت بے تکلفانہ انداز سے لپٹ گئے ہم لوگوں کو اُن کی اس حرکت پر تعجب تھا مگر حضور انور کے خلقِ عظیم سے واقف تھے اسلئے ساکت و دم بخود رہے۔ نادر شاہ نے حضور انور سے اپنی زبان میں کچھ عرض کیا جس کا جواب حضور پر نور نے انھیں کی زبان میں ارشاد فرمایا اسکے بعد وہ باہر چلے آئے جب اُن کے ساتھ ہم لوگوں کی نشست ہوئی تو اُن سے گفتگو کا موقع ملا انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میرا مکان علی مسجد سرحد کابل میں ہے نادر شاہ نام ہے ہم سات بھائی ہیں مجکو عبادت سے شوق ہے۔ عرصہ سے مجھے یہ خیال تھا کہ کاش کسی کابل کی زیارت ہو۔ میں دعائیں مانگتا تھا اور ہم تن آرزو تھا کہ مجھے کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت بھی کوئی جناب علی مرتضیٰ شیر خدا کا ہانشین ہے یا نہیں۔ اس خیال نے بڑھتے بڑھتے ہمانیک ترقی کی کہ میں اس میں بالکل منہمک ہو گیا اور عیش و راحت جاتی رہی۔ بس یا علی وظیفہ تھا ایک شب کو میں نے دیکھا کہ دو بزرگ مسجد میں تشریف لائے جن میں سے ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا کہ یہ اس وقت میرے ہانشین ہیں اور ان کا نام وارث علی ہے۔ ہندوستان میں قیام ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں دیوانوں کی طرح سب سے دریافت کرتا تھا لوگ میری وحشت پر مضحکہ کرتے تھے۔ اور مجکو پتہ نہیں چلتا تھا کہ کس شہر میں قیام ہے۔ آخر میں نے خدا پر بھروسہ کر کے ہندوستان کا رخ کیا اور راولپنڈی لاہور دیکھتا ہوا دہلی آیا جامع مسجد دہلی میں جمعہ کی نماز کے لئے گیا۔ جن بزرگ کی طرف جناب علی مرتضیٰ کا اشارہ ہوا تھا میں اُن کا لباس پہچانتا تھا۔ جامع مسجد دہلی میں نماز جمعہ کے بعد میں دروازہ پر کھڑا ہو گیا مجکو اُسی لباس کے ایک درویش نظر آئے نہایت اضطراب و شوق سے میں اُن کے پاس گیا اور نام پوچھا تو انھوں نے معصوم شاہ نام بتایا میں نے اُن سے دریافت کیا کہ تمکو یہ لباس کہاں سے ملا انھوں نے دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی کا پتہ بتایا۔ مجھے نہایت مسرت ہوئی اور میں دہلی سے یہاں حاضر ہوا۔

حضور کو دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی مبارک صورت ہے جو جناب علی مرتضیٰ نے دکھائی تھی۔ اسکے بعد نادر شاہ کا بلی بیعت ہوئے اور انھوں نے عربی و فارسی اُردو کے مختلف شجرے طلب کئے اور فرط انبساط سے کہنے لگے کہ لوگ میرے خیال پر مضحکہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس وقت زمانہ میں کوئی ایسا نہیں ہے میں اُن لوگوں سے کہو لگا اور یہ شجرے دکھاؤں گا کہ میں اپنی تمنا میں کامیاب ہوا۔ مرید ہونے کے بعد

اُمّون نے لباس فقر کی درخواست کی مگر حضور پُر نور نے اُس وقت منظور نہیں فرمایا اور یہ حکم دیا کہ مدنی احوال تم اپنے مکان پر جاؤ تین سال کے بعد فقیر بنائے جاؤ گے۔ پھر کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا، جب تین سال کے بعد نادر شاہ کابلی حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے تو وہ حضور انور کی ناساز سئے مزاج مبارک کا زمانہ تھا اُمّون نے تہ بند کی خواہش ظاہر کی چنانچہ حضور پُر نور کے وصال سے ایک روز قبل وہ خلعت فقر سے ممتاز کئے گئے اور فقیر شاہ اُن کا نام رکھا گیا اور یہ ارشاد ہوا کہ دیہان سے ابھی چلے جاؤ، اُسی شب کے آخر حصہ میں حضور انور نے وصال فرمایا بسوقت یہ خبر فقیر شاہ نے سنی فوراً ایک چیخ ماری اور جان کو جان آفرین کے سپرد کر دیا۔

**گلن شاہ صاحب کی بیعت کا واقعہ**

ماریض اپنے مریض کے پاس جا پہنچا حاجی اوگٹ شاہ صاحب مکتوب نویس بارگاہ دارنی ضیافت اجاب میں گلن شاہ صاحب کا ایک عریضہ

نقل کرتے ہیں جو حضور انور کی خدمت عالی میں پیش ہوا تھا اور جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

دراست کترین کو گھر سے نکلے ہوئے بین سال کا عرصہ ہوا اب سے آزاد ہو کر حضرت جلال الدین شاہ صاحب کنجوری سے بیعت کی اُمّون نے جو کچھ تعلیم کیا میں کرتا رہا۔ پھر نو سال تک حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر کے در کی خدمت کی اور وہاں سے امیر شریف جانیکا حکم ہوا تین ماہ تک وہاں حاضر رہا پھر وہاں سے کرناٹ کا حکم ہوا۔ پھر حضرت قلندر صاحب کا حکم ہوا کہ تم میران صاحب کی خدمت کرو اب خاکسار میران صاحب کے در پر حاضر ہو اور چراغ بتی کی خدمت کرتا ہوں۔ اب میران صاحب کا حکم ہوا کہ تم حاجی دارش علی شاہ صاحب سے بیعت کرو۔

ہم کو حاجی صاحب کی بیعت منظور ہو۔ اب خدا کے واسطے کترین کو اپنی بیعت میں داخل کیجئے اور میرے حال پر رحم فرمائیے۔۔۔۔۔

حضور انور کی خدمت عالی میں جب گلن شاہ صاحب کا عریضہ پیش ہوا تو آپ نے اُنکی التجا کو قبول فرمایا اور تسلی بخش جواب دیا۔ اسکے بعد گلن شاہ صاحب کی حالتیں جو تغیر ہوئیں اور وہ جس نسبت عالی سے سرفراز ہوئے اُس سے اہل کرناٹ بخوبی واقف ہیں۔

**عبدالرحمن صاحب جیا کی بیعت کا واقعہ**

حاجی اوگٹ شاہ صاحب دارنی عبدالرحمن صاحب کا عریضہ جو بیعت سے متعلق ہے ضیافت اجاب میں نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

دو عرصہ دراز سے میری یہ تمنا تھی کہ میں کسی ایسے بزرگ سے بیعت ہو لگا جو مجھے اپنا سا کر لے اور جلوہ جاناں پہنچا دے۔ حضور والا۔ مجھ کو عام رسم و رواج کے موافق بیعت ہونا نہ تھا اس وجہ سے مُرید ہونا بہت مشکل جانتا تھا کیونکہ میں سن چکا تھا کہ پیر ہونا آسان ہے مگر مرید ہونا دشوار۔

چنانچہ ایک ہفتہ ہوا کتاب کرشمہ وارث میرے مطالعہ میں تھی۔ بیدم شاہ صاحب کے اشعار پُر عرفان سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ

اسے شیخ توحید سے دیگری

لہذا آج شب جمعہ کو علی الصبح میں نے یہ خواب دیکھا کہ جناب محبوب خدا شافع روز جزا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسجد میں رونق افروز ہیں اُس مجلس مبارک میں بہت سے اولیاء اللہ شریک ہیں اور دونوں شاہزادے حضرات حسنین علیہم السلام بھی تشریف فرما ہیں۔

جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے عبدالرحمن مرجا ہم تجھے بہت پیارا سمجھتے ہیں۔ مگر بغیر واسطہ کے ہم تک آنا درست نہیں۔ اس ارشاد کو سنتے ہی حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند نے حضرت محبوب الہی نظام الدین قدس سرہ سے کچھ میری بابت فرمایا۔

حضور محبوب الہی نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیکر حضور کے دستِ مطہر میں دیدیا۔

اور حضور نے بڑی خوشی سے اُسی مجلس اقدس میں مجھے سلسلہ ہشتیہ نظامیہ میں بیعت فرمایا۔

اور حضور نے مجھے ”محبوب شاہ“ خطاب دیا اسکے بعد آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ اول وقت نماز کا ہے میں نے اس نعمت کو نعمتِ غیر مرقبہ سمجھا۔ اور اس خواب کو اسرارِ جانا سوائے حضور کے یہ خواب کسی سے نہیں کہا ہے۔“

مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہے کہ اکثر لوگ جناب محبوب خدا سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء اور جناب شہرِ خدا شاہِ لافتی علی مرتضیٰ کے اشارات روحانیت سے حضور کے دست بیع ہوئے ہیں۔

بعض واقعات دیگر اقسام کے بھی سماعت میں آئے جو اپنی نوعیت میں بے نظیر ہیں اور اُن سے اکثر نتائج مرتب ہوتے ہیں جو حضور پر نور کی کمال روحانیت پر دل ہیں۔

**محمد علی ساکن اجمیر شریف کی بیعت کا واقعہ** فکشی عبدالغنی خان صاحب رئیس پورہ غنی خان ضلع رائے بریلی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور کی

خدمتِ عالی میں حاضر تھا ایک صاحب حضور پر نور کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی مرید ہو گئے اور قیام پذیر ہوئے جب اُن سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا تو ہر قسم کی باتیں ہونے لگیں اُن کا نام محمد علی تھا ایک روز برسیل تذکرہ اُنھوں نے اپنے آنے کا اور بیعت کا واقعہ بیان کیا جو حسب ذیل ہے۔

دو میری سکونت اجمیر شریف محلہ مدار دروازہ کی ہے میں پنجاب میں سواروں میں ملازم تھا میرا سالہ چھاؤنی کوہاٹ کی طرف گیا تھا میں اتفاق سے اُس سالہ سے بچہ گیا دو روز تک پہاڑیوں میں سر مارتا پھر اتیسرے دن ایک پہاڑی پر مجھ کو ایک بزرگ ملے اُنھوں نے کھانے کے لئے دریافت فرمایا میں نے خواہش ظاہر کی تو اُنھوں نے درخت کی جانب اشارہ فرمایا وہاں کھانا موجود تھا میں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور پانی پیا اس کے بعد میں نے التجا کی کہ مجھ کو میرے لشکر میں پہنچا دیجئے اُنھوں نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر لو میں آنکھیں بند کر کے بیٹل قدم چلا تھا کہ آنکھیں جو کھولتا ہوں تو رسالہ میں سواروں کے ساتھ ہوں مجھ سے کسی نے یہ دریافت نہیں کیا کہ تم دو تین دن کہاں رہے۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ مجھ کو کوئی غیر حاضر نہیں سمجھتا یہ کیا بات ہے جب میں نے لوگ ان سے کہا کہ تین دن میری جگہ کون کام کرتا رہا اُنھوں نے کہا یہ عجیب سوال ہے تم کیا کہیں گئے تھے۔ روز تو ہمارے ساتھ رہے۔ مجھ کو حیرت تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے بکا یک ملازمت سے دل اُچاٹ ہو گیا اور میں نے استعفا دیدیا۔

کوہاٹ سے رخصت ہو کر ڈیرہ غازیخان میں آیا وہاں سے تیس کوس کے فاصلہ پر حضرت شاہ سلیمان صاحب کا مزار مبارک ہے میں نے قصد کیا کہ وہاں کے صاحبِ سجادہ سے بیعت ہو جاؤں۔

میں شام کو پہنچا اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر سو گیا اُسی شب کو خواب میں دیکھا کہ

مزار مبارک سے وہی بزرگ برآمد ہوئے جنھوں نے پہاڑ پر رہنا ٹی کی تھی انھوں نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھر جاؤ یہاں بیعت ہونی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے صبح کو اٹھ کر اجیر شریف کا قصد کیا یہاں آکر حضور خواجہ غریب نواز کے روضہ مبارک پر تین دن مراقب رہا۔ تیسرے دن بشارت ہوئی کہ اودھ کی طرف جاؤ وہاں تم کو پیر ملین گے مجھے اس ارشاد سے یہ پریشانی ہوئی کہ اودھ کی طرف جانیکا حکم ہوا ہے یہ معلوم نہیں کہ کس شہر یا قصبہ میں جاؤں۔

ڈھائی دن کے بھونپڑے میں ایک درویش حضرت شاہ صادق علی صاحب رہتے ہیں میں نے اُن سے جا کر اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو انھوں نے مجھ کو ایک اسم تعلیم فرمایا کہ اسکو پڑھ کر سو رہو میں نے تعمیل ارشاد کی اسی وقت خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ شریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے پیر کا نام حاجی وارث علی شاہ ہے اور دیوہ میں قیام ہے پیادہ پا چلے جاؤ لکھنؤ سے قریب دیوہ ہے وہاں ملین گے اب جو یہاں آکر آپ کی صورت دیکھتا ہوں تو اور بھی حیرت میں ہوں یہی مبارک صورت تھی جو پہاڑ میں خضر راہ ہوئی اور یہی بزرگ شکل ہے جو حضرت شاہ سلیمان صاحب کے مزار پر انوار سے برآمد ہوئی تھی۔

یہی ہیں جنھوں نے اجیر شریف میں اودھ کی بشارت دی تھی اور شاہ صادق علی صاحب کے اسم بتانے پر جن بزرگ نے خواب میں پتہ اور نام بتایا وہ بھی یہی ہیں حق یہ ہے کہ آپ نے ہر جگہ سیری و سنگیری فرمائی اور خدا کا شکر ہے کہ میں تصدیق و یقین کے ساتھ بیعت ہوا اور لا الہ الا اللہ کے حقیقی معنی سمجھ گیا۔ چار دن تک محمد علی سوار دیوہ شریف میں مقیم رہے پھر رخصت ہو گئے۔

**مسکین شاہ صاحب کی بیعت کا واقعہ**  
مسکین شاہ صاحب بھی حضور انور کے ممتاز فقرا میں گذرے ہیں آلہ آباد وغیرہ کی جانب آپ کے بکثرت مرید ہیں کوٹ ضلع فچپور ان کا وطن تھا حضور پر نور سے بیعت ہونے کے بعد راجہ پور ضلع باندہ میں دریا کے کنارے سکونت اختیار کر لی تھی۔

سید علی اصغر صاحب وارثی متوطن شاہ پور ضلع فچپور ہسودہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت مسکین شاہ صاحب سے اُن کے اختیار درویشی کا واقعہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ میرے دل میں یکایک خیال پیدا ہو گیا تھا کہ فقیری و خدا طلبی ہی مایہ زندگی ہے۔

چنانچہ اس خیال نے رفتہ رفتہ یہاں تک استحکام حاصل کیا کہ ایک خاص منگ پیدا ہو گئی اور میں صحراؤں میں پہاڑوں میں عرصہ تک سرگردان پھرتا رہا اتفاق وقت سے ایک درہ کوہ میں مجھ کو ایک نہایت ضعیف العمر درویش ملے جنکے سر پر بہت بڑے بڑے بال تھے اور ایک جگہ بیٹھے رہنے کے باعث اُن کے بالوں میں دیمک سی لگ گئی تھی۔ میں اُن کے قدموں پر گر پڑا پہلے تو وہ غیظ و غضب سے مجھے دیکھنے لگے مگر جب میں نے اسکی کچھ پروانہ کی اور عرض کیا کہ اب آپ کے قدموں کو چھو کر نہ جاؤں گا تو بڑی دیر کے بعد انھوں نے فرمایا کہ تم اپنا حق حضرت سیدنا حاجی وارث علی شاہ صاحب قبلہ کے دربار سے پاؤ گے میں نے اُن سے پتہ اور نشان دریافت کیا اور دیوہ شریف حاضر ہوا تو حضور نے مجھے دیکھتے ہی قسم آمیز لہجہ سے ارشاد فرمایا کہ ”اپنا حق لینے کو آگئے“ میں نے سر جھکا لیا۔ تھوڑے دنوں بعد حضور انور نے



خلعت فقر سے سرفراز فرمایا۔ اور سکین شاہ نام رکھا اور ارشاد فرمایا کہ ”ہم نے مسکین نہیں بنایا بلکہ امیر بنایا ہے“ سکین شاہ صاحب رحمہ کے واقعات زندگی نہایت حیرت انگیز ہیں بڑے متوکل اور مستغنی المزاج اور بے پروا درویش تھے۔ ہزاروں نے آپ سے روحانی استفادہ کیا۔ یہ حضور انور کا بسنت نہایت دھوم دھام سے کرتے تھے اب بھی اُن کے مُردین عقیدت گزین اُسی ترک و احتشام سے تقلید شیخ میں حضور انور کے تبرکات وغیرہ کی زیارت اور نذر و نیاز کا اہتمام بلیغ کرتے ہیں۔

حضور انور کے بیعت ہونے والوں کے واقعات بھی اکثر و بیشتر نہایت اہم ہیں یہ بات مشہور ہو کہ جو لوگ حضور انور کے مخالف ہوتے تھے وہ سانسے آتے بیعت ہو جاتے تھے۔ بعض کو بغیر آئے ہوئے غائبانہ ہدایت ہوتی تھی جیسا کہ سید علی حامد شاہ صاحب سجادہ نشین سائوہی ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ آباد ضلع ہردوئی کے ایک مقتدر رئیس (جو حکیم ضامن علی صاحب مرحوم کے عزیز تھے) نہایت دیندار اور متشرع بزرگ تھے۔ حضرت سیدنا حاجی صاحب قبلہ کے سخت مخالف تھے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کی تشریف آوری کی خبر گرم ہوئی تو اُنھوں نے بہت ہی مخالفانہ اور درشت لہجہ میں الفاظ نادیبا استعمال کئے۔ ناز عشا سے فارغ ہو کر مکان پر گئے شب کو خدا جانے اُن پر کیا واقعہ گذر کہ صبح ہوتے ہوئے بارگاہِ دہارنی میں حاضر ہوئے اور نہایت گرجوشی سے قدمبوس ہو کر بیعت ہو گئے۔ بیعت ہوتے ہی ان پر عجیب از خود رفتگی کا عالم پیدا ہوا اسوقت اُجاب اُنکو چھڑتے تھے کہ وہ زہد و اتقا کیا ہوا تو وہ شرمندہ ہو جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ کچھ نہ پوچھو۔ اُنھوں نے حضرت کی شان میں ایک دیوان بھی لکھا تھا جو نصف ہو گیا تھا کہ مکان میں آتش زدگی کے سبب سے ضائع ہو گیا مخالفت رکھنے والوں کو بھی مختلف طریقوں سے ہدایت ہوئی ہے۔

**ڈاکٹر آئی بخش صاحب کی بیعت کا واقعہ** | جناب مولوی حسام الدین احمد صاحب قبلہ فضلی (پنشنر ڈپٹی کلکٹر) مولف افوار العیون و لباس المحبوب وغیرہ رئیس سرائہ ضلع میرٹھ تحریر فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر آئی بخش صاحب سائنس دان ہیں فقہ و ضلع بارہ بنکی میں ڈاکٹر تھے اُنھوں نے خود اپنی بیعت کا واقعہ مجھے بیان کیا تھا جو یہ ہے کہ ڈاکٹر آئی بخش صاحب حضرت حاجی صاحب کو ایک خلاف شرع درویش سمجھتے تھے اور بدعقیدہ تھے ڈاکٹر صاحب کے ایک بھائی مکان سے اُن کے پاس آئے اور حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے خیال کے بموجب اُن کو منع کیا لیکن وہ داپسی کے وقت مرید ہوتے ہوئے اپنے مکان کو گئے اور وہاں سے ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دی کہ میں مرید ہو گیا۔

اور حضرت صاحب قبلہ نے وقت رخصت ایک کاغذ مرحمت فرمایا جس پر ایک آیت لکھی ہوئی تھی۔

اور اُس آیت میں موت کا مضمون تھا ڈاکٹر صاحب کو یہ بات ناگوار گذری کہ اُن کے بھائی نے اُن کے منشا کے خلاف کیا ڈاکٹر آئی بخش صاحب کا بیان ہے کہ کچھ دنوں کے بعد جب میرے بھائی کا انتقال ہو گیا تو مجھے خود اس بنا پر عقیدت پیدا ہو گئی کہ آپ کا وہ پرچہ عطا فرمانا جس میں موت کے مضمون کی آیت لکھی تھی خلافِ عادت تھا۔

**مولوی فضل علی صاحب ڈپٹی کلکٹر کی بیعت کا واقعہ** | قاضی محمد الیاس صاحب غازی پوری قلعہ میں

کہ مولوی فضل علی صاحب ڈپٹی کلکٹر جو فتح پور ہسودہ کے رئیس تھے نہایت پُر مذاق تھے۔ انگریزی تعلیم یافتہ اور نیز نوجوان ہونے کے باعث وہ بیعت ہونے والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ مرزا قاسم جان صاحب دار فنی مرزا پوری سے ان کو خاص ربط و اتحاد تھا جب وہ پیری مریدی کی باتیں سنتے استہزا کرتے۔

اور اکثر ہم لوگوں سے کہتے تھے کہ تم کس خط بین مبتلا ہو یہ سب مکمل تماشا ہے مرزا قاسم جان صاحب ان سے کہتے تھے کہ جب تک تم سرکار عالم پناہ کے روبرو نہیں جاتے جب تک یہ خیال ہے سامنے چلے جاؤ اور مُرید نہ تو ہم جانیں وہ اس قسم کی باتوں پر اور بھی ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ ہم قائل ہی نہیں ہیں۔ ایک مرتبہ دیوہ شریف سے حضور انور بارہ بنکی تشریف لائے تو مولوی عزیز الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر کے ہمراہ مولوی فضل علی صاحب بھی حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے قاضی محمد الیاس صاحب غازی پوری نے حضور انور سے اطلاع کی حضور انور نے ان دونوں صاحبوں سے مناقہ فرمایا اور شفقت سے دونوں کے ایک ایک گھونسا مارا اور مولوی فضل علی صاحب سے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ دو تم بھی آگئے، دیر تک باتیں ہوتی رہیں اسکے بعد حضور سے رخصت ہو کر مولوی عزیز الدین صاحب تو اپنے بنگلہ کو روانہ ہوئے اور مولوی فضل علی صاحب کی کچھ عجیب حالت ہوئی کہ بار بار ہم لوگوں سے اضطراب کے ساتھ کہتے تھے کہ ہم کو مُرید کرادو اور ہمارے سب گھر والوں کو بیعت کرادو صبح ہی کو حضور انور لکھنؤ تشریف لیجائے والے تھے اُنھوں نے یہاں تک اصرار کیا اور اتنا مجبور کیا کہ ہم لوگوں نے حضور انور کی خدمت بابرکت میں التماس کیا کہ مولوی فضل علی صاحب بیعت ہونا چاہتے ہیں اور حضور کی دعوت کی بھی آرزو رکھتے ہیں۔ کل حضور پُر نور قیام فرما بین تو مناسب ہو حضور نے دونوں باتیں منظور فرمائیں مگر ایک دن کا قیام اور منظور نہیں فرمایا اور دوسرے دن بارہ بنکے دن کی گاڑی سے لکھنؤ جانے کا قصد تھا اور یہ طے ہوا کہ حضور انور صبح کو جائے قیام سے رخصت ہو کر مولوی فضل علی صاحب کے یہاں خاصہ تناول فرماتے ہوئے اسٹیشن پر تشریف لیجائیں۔

چنانچہ دوسرے روز ۹ بجے دن کو حضور انور مرزا قاسم جان صاحب دار فنی کے مکان سے مولوی فضل علی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے مولوی فضل علی صاحب نے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر حضور پر نور کی دعوت کا اہتمام کیا تھا اور اپنے بنگلہ پر عید کے چاند کی طرح حضور کا انتظار کر رہے تھے۔ اور بار بار بیقرار ہو کر کہتے تھے کہ ابھی حضور تشریف نہیں لائے آخر کو خود مع دیگر صاحبوں کے اس قصد سے اُٹھے کہ راستہ سے حضور کی پالکی کو خود اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لائیں۔

سو قدم کے قریب وہ گئے ہونگے کہ حضور کی پالکی مل گئی ڈپٹی صاحب نے مراسم آداب تسلیم ادا کرنے کے بعد خود پالکی لے چلنے کے لئے وقت سماجت کی مگر حضور نے منع فرمایا۔

جب حضور ان کے بنگلہ پر پہنچے تو عجیب جوش مسرت کا عالم تھا اول ڈپٹی صاحب کے زمانہ مکان میں خواتین بیعت سے مشرف ہوئیں اور بعد میں خود ڈپٹی صاحب شرف بیعت سے مستفید ہوئے شیرینی تقسیم ہوئی اور خاصہ وغیرہ تناول فرما کر حضور انور معہ خدام و ہمراہان کے رخصت ہوئے حضور انور کے سامنے جاتے جاتے مخالفت و ور ہو جاتی تھی اور قلوب محبت کے انوار سے مہمور ہو جاتا

کرتے تھے اور اس قسم کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے تھے۔

**مولوی نور کریم صاحب قدوائی کی خرقہ پوشی کا واقعہ** | مولوی نور کریم صاحب قدوائی کا واقعہ اگرچہ بیعت سے متعلق نہیں ہے مگر خرقہ پوشی

سے ضرور علاقہ رکھتا ہے اور اس واقعہ سے حضور پر نور کی شان غیوری منطبق ہوتی ہے اور اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور انور سے بیعت ہونے کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بدعتی سے حضور سے منکر ہو کر کسی اور توسل سے مددِ روحانی حاصل کرنا چاہتا تھا تو نتیجہ بالکل برعکس پیدا ہوتا تھا اور اُس وقت تک وہ نہیں سنبھلتا تھا جب تک کہ خود حضور ہی اُس کی دستگیری نہیں فرماتے تھے۔

چنانچہ مشی عبدالغنی خان صاحب وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع رائے بریلی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی قاضی نور کریم صاحب قدوائی ساکن بڑا گاؤں ضلع بارہ بنکی نواب گنج میں طلبہ کو درس دیتے تھے۔ نہایت پابندِ صوم و صلوٰۃ اور ذاکر و شاعر شخص تھے طلبہ حق کا شوق اُن کے قلب میں موجزن تھا مگر زہد و عبادت اور چیز ہے تصدیق اور چیز ہے ایک مرتبہ ان کے سامنے ذکر ہوا کہ مانک پور ضلع پر تاب گدھ میں شاہ خدا بخش صاحب جو صاحب سہاواہ ہیں وہ بڑے بافیض درویش ہیں ان کے یہاں اکثر لوگ فیض پاتے ہیں مولوی نور کریم صاحب قدوائی کی زبان سے نکلا کہ ہم کو تو حضرت حاجی صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے دس بارہ برس گزر گئے لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا اُن لوگوں نے مشورہ دیا کہ تم مانک پور چلے جاؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف و ہان گئے اور طالب ہو کر ذکر و شغل کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔

اس واقعہ کو دواہ گڈرے ہو گئے کہ حضور پر نور بڑے گاؤں میں تشریف لے گئے۔ یہاں حضور انور نے مولوی صاحب کو دریافت فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ حضور کی جانب سے بدعتیہ ہو گئے مانک پور میں ذکر و شغل سیکھ رہے ہیں۔

یہ سنتے ہی غیرتِ دارنی کو حرکت پیدا ہوئی اور حضور نے بیساختہ ارشاد فرمایا کہ وہ سڑی سودائی ہے اسکو تمیز ہی کیا ہے،

حضور انور کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ مولوی صاحب سڑی سودائی ہو گئے اور برہنہ مادر زاد ہو کر مانک پور میں گلی گلی پھرنے لگے چند روز میں یہ خبر مولوی نور کریم صاحب کے مکان پر پہنچی سب نے سمجھ لیا کہ حضور کی پھٹکار کا سبب ہے دو تین ماہ کے بعد پھر حضور انور بڑے گاؤں میں تشریف لائے اسوقت اتفاق سے مولوی نور کریم صاحب بڑے گاؤں میں موجود تھے۔

حضور کی تشریف آوری پر مولوی صاحب کے اعزاء و اقربا سب کے سب حاضر ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑے اور منت و زاری سے عرض حال کیا۔

حضور کا رحم و کرم تو مشہور ہے فوراً اُن کو بھانسنے کا حکم دیا یہ سنتے ہی لوگ اُن کو لینے کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ ایک جوتیوں کا ہار گئے میں ڈالے ہوئے ایک گدھے پر سوار ہیں اور بستی کا چکر لگا رہے ہیں بالکل مادر زاد برہنہ تھے اسی میشت سے وہ حضور کی خدمتِ عالی میں لائے گئے اُن کے اعزاء و اقربا نے جب اُنکو اس شکل سے دیکھا تو بے اختیار شعور نالہ و فریاد بلند کیا اور حضور کی خدمتِ عالی میں عرض کی کہ یا تو یہ اپنی اصلی حالت پر

آجائیں ورنہ ہم لوگ بھی زیست سے تنگ ہیں اور موت کے لئے تیار ہیں حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ دو مولوی صاب کو غسل کراؤ، اور اپنا لباس مبارک عطا فرمایا کہ اس کو پہناؤ۔

جیسے ہی غسل کے بعد وہ لباسِ طہران کو پہنا گیا وہ اپنے ہوش میں آگئے اور حضور کے قریب پہنچ کر نہایت ادب و تعظیم سے قدمبوس ہوئے اور گریہ و زاری سے اظہارِ ندامت کیا اُس روز سے مولوی نور کو ہم صاحبِ قدوائی نے حضور کا ساتھ نہیں چھوڑا اور اپنی سابقہ بدعقیدتی پر بیشتر اوقات آبدیدہ رہتے تھے پھر توفیقاً فیضانِ وارثی نے اُن میں حُسنِ عمل کے ایسے چار چاند لگائے کہ وہ نور علی نور ہو گئے۔ جن بزرگوں نے اُن کو دیکھا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کی حالت میں یک بیک ایسا تغیر ہو گیا تھا۔ جس کی سان و گمان بھی نہیں تھا۔ ظاہری طور پر بھی اُن کو حضور کی ذات میں ایسی فنا کے کامل ہو گئی تھی کہ خط و خال آواز و صورت نشست و برخاست غرض کہ ہر ایک بات میں اُن کو حضور پر نور سے مشابہت تامہ حاصل تھی۔

مَدّتِ العمر حضور کے ساتھ رہے مرضِ الموت میں حضور انور کے حکم سے اپنے مکان پر قیام کیا اور بعد وصال اپنے باغیچہ میں دفن ہوئے۔

یہ بات بھی شانِ وارثی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ حضور کے دیکھنے والے کی خواہ کیسی ہی حالت کیون نہ ہو جائے اور وہ کیسا ہی پلٹا کیون نہ کھائے مگر انجام کار حضور ضرور دستگیری فرماتے ہیں اور وہ فیضانِ وارثی سے محروم نہیں رہتا۔

حافظ احمد شاہ صاحب کبر آبادی کی بیعت کا واقعہ۔

حافظ احمد شاہ صاحب کی سات یا آٹھ سال کی عمر ہوگی جب ان کے والدین نے حضور انور کی غلامی میں پیش کر دیا ان کو اس بیعت کا ہوش نہ تھا۔ ان کی تعلیم ظاہری بھی اعلیٰ درجہ کی ہوئی اور زمانہ طفولیت سے شباب تک اُن کو علمی مشاغل ہی سے سروکار رہا۔ ظاہری شریعت میں بڑے استوار تھے اور صحبتیں بھی ایسی رہیں جنکی وجہ سے یہ درویشی اور طریقی درویشی کے سخت خلاف ہو گئے۔

قصور و برزخ کو علانیہ ترک کتے تھے اور اپنے مرید ہونے کے بارہ میں اکثر کہا کرتے تھے کہ میں تو نا سمجھی اور بے شعوری کے زمانہ میں بیعت ہوا تھا یہ بیعت قابلِ وثوق نہیں ہے۔

عرصہ تک اسی خیال میں رہے یکایک انکی حالت میں خود بخود تغیر ہوا اور ان کے دل میں خدا طلبی کے جذبات پیدا ہوئے مگر اس پر بھی وہ حضور انور کی جانب سے خوش اعتقاد نہیں ہوئے۔

اجیر شریف پیرانِ کلیر شریف اور دیگر مقدس مزارات پر جا کر انھوں نے ریاض کیا اور مراقب رہے مگر ہر ایک مقام پر اُنکو بھی اشارہ ہوا کہ جو کچھ حاصل ہو گا اُنہیں سے ہو گا جنھوں نے پہلے تمھارا ہاتھ تھام لیا ہے۔

ان کی جو مالتین گزری ہیں اُن کے متعلق ایک مفصل خط انھوں نے چودھری خدا بخش صاحب وارثی کو لکھا تھا اور اپنی ایک مختصر سوانح عمری اپنے ہی قلم سے تحریر کی تھی جو فارسی زبان



مین ہے اور قلمی ہے راقم الحروف نے اُسکو چودھری خدابخش صاحب کے پاس دیکھا ہے اُن حالات کو دیکھنے سے غماز ہوتا ہے کہ حافظ احمد شاہ صاحب نے جو حضور انور سے بے پروا ہو کر دیگر ذرائع سے طلب حق کی کوشش کی اُسین زردہ برابر کامیاب نہیں ہوئے۔

اور ہر جگہ سے مایوس ہو کر بارگاہ وارثی میں حاضر ہوئے اور اپنی خطاؤں کا اعتراف کر کے معافی کے لئے استدعا کی اُسکے بعد جو حالت اُن کی ہوئی اُس سے ایک عالم آگاہ ہے۔ آزاد فقیر وہ مشہور تھے۔

حضور پر نور کے خاص جان نثاروں میں اُن کا شمار تھا۔ فرقہ بھی مرحمت ہوا تھا وصال کے بعد حضور پر نور کے آستانہ عالی سے متصل ان کا مزار تھا جس کو نواب عبدالشکور خان صاحب وارثی رئیس دھرم پور نے نہایت خوبصورت اور نچتہ بنوا دیا ہے۔ لوح مزار پر شاہ شاکر صاحب وارثی کا یہ مصرع تاریخ وفات کندہ ہے۔

عاشق جانبازا احمد وارثی آزاد بود

سید محی الدین صاحب بیرسٹر کی حقنور انور کی تاثیرات محبت سے کوئی خالی نہیں رہتا تھا اور نہ آپ اُسکو کبھی چھوڑتے تھے جو آپ کی خدمت عالی میں پیش ہو جاتا تھا۔

بیعت کا واقعہ۔

معصوم بچوں کے قلب میں بھی تاثیرات محبت اپنا کام کر کے رہتی تھیں۔

سید محی الدین صاحب بیرسٹر ایل لاک بیعت کا واقعی بھی اسی نوعیت سے علاوہ رکھتا ہے۔

سید صاحب موصوف مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری (مترجم طبقات الکبر والکلم المدحانیہ وغیرہ) کے فرزند رشید ہیں اُن کی بیعت کا واقعہ جناب مولانا مدوح خود تحریر فرماتے ہیں کہ اُن کی عمر ۶ سال کی تھی جب اپنی والدہ اور دادی صاحبہ کے ہمراہ حضور پر نور کی خدمت عالی میں پیش ہوئے۔

حضور انور نے شفقت سے اُن کی پشت پر دست مبارک پھیر دیا جس کا یہ اثر ہوا کہ جب وہ جوان ہوئے تو خود بخود اُن کو حضور سے بیعت ہونے کی خواہش پیدا ہوئی حالانکہ کوئی ترغیب و تحریک نہیں تھی۔ چنانچہ جب وہ علی گڑھ کالج کے میٹرک کلاس میں تعلیم پاتے تھے تو علی گڑھ سے اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ دیوبند شریف میں آئے اور خاص عید الفطر کو وقت صبح بیعت سے مشرف ہوئے۔

جب میٹرک کا امتحان دیکر علی گڑھ سے وطن جانے لگے تو پھر بعد اشتیاق حاضر بارگاہ عالی ہوئے۔ حضور انور نے حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی سے فرمایا کہ کون ہیں، انھوں نے عرض کیا کہ سید محی الدین سید عبدالغنی صاحب کے فرزند ہیں ارشاد فرمایا کہ ندیوں آتے ہیں، عرض کیا گیا کہ میٹرک کا امتحان دیکر آئے ہیں یہ سکر فرمایا کہ وہ یہ پاس ہو گئے، حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ ابھی تو امتحان دیکر آئے ہیں حضور انور نے فرمایا کہ تم کو کیا معلوم یہ پاس ہو گئے، چنانچہ وہ بفضلہ پاس ہوئے۔ جب پھر حاضر ہوئے تو حضور پر نور نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تو یہ اور پڑھیں گے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے بغیر کسی رکاوٹ کے علی گڑھ کالج سے ایف اے اور بی اے میں کامیابی حاصل کی اور اسکے بعد ولایت گئے اور بیرسٹری میں کامیاب ہو کر واپس آئے۔

باوجود اعلیٰ مغربی تعلیم کے حضور پر نور کی محبت کے انوار اُن کے قلب میں بدرجہ غایت موجود ہیں۔

جمالِ دار فنی کا یہ ادنیٰ کرشمہ تھا کہ جسکی آپ پر نظر پڑے باقی تھی وہ آپ ہی کا ہو جاتا تھا۔

اندیشہ عشق تو خالی نہ بود یک دل | اسے جانِ جہان پہان چون جانِ تو بہ نامی

شیخ حسین علی صاحب وارثی کی بیعت کا واقعہ۔

بعض واقعات بیعت ایسے بھی سماعت میں آئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تبلی بیعت ہی وہ دولت تصدیق سے مالا مال ہو گئے۔ جیسا کہ شیخ حسین علی صاحب تخلص نواب وارثی کا

واقعہ ہے جسکو وہ خود تحریر فرمائے ہیں۔

دو ایک مرتبہ میں اپنا مکان بنوار ہا تھا اور مکان تیاری کے قریب تھا کہ نہایت زور شور سے پانی برسا اور اُس کا کچھ حصہ گر پڑا میں نے دعا مانگی اور عرض کیا کہ یا حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رہا آپ دعا کریں کہ میرا مکان بن جائے۔ یہ کہتے کہتے میں سو گیا دن میں میرا لڑکا سخت علیل ہو گیا تھا جسکی بائیس سال کی عمر تھی پچھلی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ دو حسین علی جاؤ پھلواری میں کھیرا لگا ہے اُسکو لوٹ لاؤ، میں گیا اور دیکھا تو کھیرا ٹوٹا پڑا تھا واپس آکر میں نے عرض کیا کہ کھیرا ٹوٹا پڑا ہے اور کھانے کے قابل نہیں ہے حضور نے فرمایا کہ بد جانے دو خدا نعم البدل دیکھا اور کھیرا اُسکی دوا ہوگا، صبح کو وہ لڑکا مر گیا مجھے بالکل رنج نہیں ہوا سال بھر کے بعد لڑکا پیدا ہوا جو بفضلہ اب موجود ہے اور حبس کا نام واجد علی سلمہ ہے۔

واجد علی کو بھی چار برس کے بعد وہی عارضہ ہوا اور دست اور قے متواتر ہونے لگے بارہ ہفتی فیض آباد روناہی سب جگہ میں واجد علی کو لیکر علاج کے لئے گیا مگر کوئی صورت صحت کی پیدا نہ ہوئی بالآخر جب میں روناہی سے واپس ہو کر گدہ میں آیا جہان واجد علی کی نہال ہے تو ایک عورت کھیرے بھجتی ہوئی آئی اُس سے مستورات نے کھیرے خریدے اتفاق سے کچھ بیچ اور کھیرے پلنگ پر پڑے رہ گئے اُس مریض بچہ نے وہ بیچ اٹھا کر منہ میں رکھ لئے میں نے دیکھا مگر شرم و لحاظ سے کچھ نہیں کہا اُسوقت سے قے اور دست بند ہو گئے اور اُس نے دودھ بھی پیا آثار صحت نمودار ہونے لگے جب دو گھنٹہ گزر گئے تو میری خوشداشت صاحبہ نے کہا کہ تم لحاظ و ادب بر طرف کرو اور یہ بتاؤ کہ لڑکے کے دو گھنٹہ سے قے اور دست کیوں بند ہیں۔

میں نے کہا کہ آپ باتوں میں مصروف تھیں یہ کھیرے کے بیچ کھا گیا تب یکا یک اُن کو خیال پیدا ہوا اور اُنھوں نے کہا کہ تم کو اپنا خواب یاد نہیں ہے حضرت حاجی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ لڑکا ہوگا اور کھیرا اُس کی دوا ہوگی اُسوقت مجھے خیال آیا دو کھیرے رکھے ہوئے تھے وہ مسلسل طور پر تراش کر کھلائے گئے واجد علی کو بفضلہ صحت ملی ہو گئی ایک مرتبہ پھر واجد علی کو سخت علالت سے سابقہ پڑا تو بڑی دشواری سے کھپڑ تلاش کیا گیا جب صحت ہوئی غرضکہ اُس کے علاج کے لئے کھیرا ہی اکیس ہے۔

شیخ حسین علی صاحب کو اپنی تمثیل کے موافق قبل بیعت یہ امتحان ہوا۔ ان کی بیعت کا واقعہ بھی امتحان ہی پر مبنی ہے جس کو وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شکوہ آباد میں حضور پر نور کا

مزاج مبارک ناسا ہو گیا اور میں نے سنا کہ دیوہ شریف بن شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین شاہ ولایت حضور کو لانے کے لئے شکوہ آباد گئے۔ جس دن وہ روانہ ہوئے ہیں اُسکے دوسرے دن میں اپنے موضع سے نواب گنج جاربہا تھا راستہ میں ایک جگہ کھڑے ہو کر میں نے پان کھایا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر آج حاجی صاحب قبلہ نواب گنج میں بل جائیں تو واللہ بغیر مرید ہوئے کھانا نہ کھاؤں۔

آگے چل کر میں خود بخود اپنے دل کو ملامت کرنے لگا کہ تو ایسے جلیل القدر بزرگ کی آزمائش کرتا ہے۔ پہلی آزمائش ہی میں کیا کم تجربہ ہوا ہے۔ غرض کہ میں نواب گنج پہنچا اور کچھ کپڑا وغیرہ ایک دوکان پر خرید رہا تھا کہ دیکھا حضور انور پالکی پر سوار تشریف لائے جاتے ہیں۔ میں دوڑ کر سامنے حاضر ہوا اور آداب بجالایا حضور انور نے پالکی رکوا دی اور فرمایا کہ ”کیون دل سے ایک ہیں“ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو مرید کر لیجئے پھر حضور نے کمر ارشاد فرمایا کہ دو دل سے ایک ہیں، میں سخت نادم و شرمندہ کھڑا ہوا تھا کہ حضور پُر نور نے فرمایا ”تمھاری کچھ سزا ہوئی چاہیے اچھا جاؤ گدیہ سے شیخ منصب علی کو اپنے ساتھ لیکر ستر کہ میں آؤ جب مرید کرینگے“ میں نے عرض کیا کہ میں قسم کھا چکا ہوں بغیر مرید ہوئے کھانا نہ کھاؤں لگا حضور نے فرمایا کہ ”ستر کہ میں کھانا، میں تمہیں ارشاد عالی گدیہ سے شیخ منصب علی کو اپنے ساتھ لیکر ستر کہ میں ۴ بجے دن کے حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھتے ہی میرے لئے کھانا لگا دیا جب کھانا آگیا تو فرمایا اب کھانا سامنے ہے تسکین رہے گی آؤ مرید ہو جاؤ“ مرید ہونے کے لئے میں قریب حاضر ہوا تو پھر ارشاد فرمایا کہ

دو دل سے ایک ہیں، میں نے عرض کیا خواستگار معافی ہوں حضور نے ارشاد فرمایا وہ ہم تم سے بہت خوش ہیں وہ مرید کیا جو پیر کو جانچ کر مرید نہ ہو اور وہ پیر کیا جو دقت پر کام نہ آئے وہ پیر مثل اُس دروہے جو جو تکلیف دہ ہوتا ہے، مرید کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ دو اب ہمارے سامنے کھانا کھاؤ، یہ حضور انور کی قوت و معافی تھی کہ حاضر و غائب کی خبر گیری فرماتے تھے۔

شیخ عبد العظیم صاحب بیس فتحپور  
کی بیعت کا واقعہ

تحریر فرماتے ہیں جو یہ ہے کہ ان کے والد ماجد کسی اور بزرگ سے بیعت تھے اور اسی سلسلہ میں ان کو بیعت کرانا چاہتے تھے۔ انھوں دنوں کا ذکر ہے جسکو خود شیخ عبد العظیم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضور انور فتحپور میں تشریف رکھتے تھے میں ایک ضرورت سے اپنے موضع میں گیا اور واپسی کے وقت اپنے دل میں خود بخود یہ تہیہ کیا کہ اگر حضرت حاجی صاحب قبلہ سچے پیر ہیں تو اس وقت مجھے میرے ہی مکان پر فتح پور میں موجد و ملین فوراً مرید ہو جاؤں لگا میں جسوقت اپنے مکان کے قریب پہنچا تو مجھے سماع کی آواز معلوم ہوئی جب احاطہ مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضور انور میرے مکان میں رونق افروز ہیں۔

میں جسوقت حضور کے سامنے حاضر ہوا تو میرے والد صاحب قبلہ سے خود بخود حضور نے فرمایا ”د مظهر علی مظهر علی اس لڑکے کو ہمیں دیدو“ انھوں نے عرض کیا حضور مالک ہیں۔ چنانچہ میں فوراً حضور کے دست مبارک پر بیعت ہوا یہ حضور انور کی نامتناہی قوت و درکہ تھی جسکا اشراقی اثر حضور پُر نور کے قلب انور کو

فوراً طالبانِ صادق کی طرف متوجہ کر دیتا تھا اور وہ آپ کی اس بدیہی خرق عادت سے حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔

## مستقیم شاہ صاحبہ اور اُن کے خاندان کی بیعت کا واقعہ

حکیم محمود علی صاحب دار ثقیل فقیہ و می تحریر فرماتے ہیں  
مستقیم شاہ صاحبہ کے بزرگ کابل سے لکھنؤ میں آئے  
اور شاہ اودھ کے یہاں ملازمت کی اور فتح پور ضلع بارہ بنگلی

اُن کا مستقر ہوا یہ لوگ جب یہاں آئے تو بالکل تازہ ولایت تھے کہ صاف طور پر اردو زبان نہیں بول سکتے تھے ان صاحبوں میں سلیمان خیل اور یوسف زئی دو گروہ تھے۔ حضور انور جب فتح پور تشریف لائے تھے تو اپنی وندھاری کے مطابق ایک سقہ کے یہاں قیام فرماتے تھے اگرچہ اس وقت مستقیم شاہ صاحبہ کے اعزائین سے کوئی حضور انور کا مُردہ نہ تھا مگر حضور پُر نور کے سامنے حاضر و غائب سب یکساں تھا۔ کوئی بات مخفی نہ تھی یہ خاندان ازل سے حضور کی جان نثاری اور محبت میں نام زد ہو چکا تھا اور مستقیم شاہ صاحبہ اپنی ازلی سعادت سے حضور کے دام محبت میں اسیر پیدا ہوئی تھیں۔ آپ کے سامنے حالات آئینہ تھے اسلئے حضور انور بغیر کسی شخص سے ظاہری تعارف کے جس مکان میں مستقیم شاہ صاحبہ رہتی تھیں تشریف لے گئے حضور انور سقہ مکان پر مستقیم شاہ صاحبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مستقیم شاہ صاحبہ کے والد ماجد معزز اللہ خان صاحب قندھاری مکان میں آئے اور انھوں نے نہایت تعجب سے سنا کہ ایک نوجوان فقیر اُن کی دختر نیک اختر کے پاس بالا خانہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اس موقع پر خیال کرنا چاہیے کہ ایک شریف آدمی کو کس قدر تعجب و تاب ہوگا اور شریف بھی کیسا قندھار کا تازہ ولایت شعلہ خوافغان۔

غرض کہ معزز اللہ خان صاحب نے یہ بات سنتے ہی تلوار اٹھالی قصد کیا کہ کوٹھے پر پہونچ کر دو تون کا کام تمام کر دیا جائے پھر زینہ پر پہونچ کر خود بخود رک گئے اور خیال کیا کہ جب نیچے اتریں اسوقت حملہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ معزز اللہ خان حضور کے تشریف لے جانے کے منتظر تھے اور شمشیر بکٹ کھڑے ہوئے تھے کہ حضور پُر نور کوٹھے سے اتر کر اطمینان کے ساتھ چلے گئے اور معزز اللہ خان پر ایسی ہیبت حق طاری ہوئی کہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکے تلوار اٹھانا تو درکنار رہا۔ اُن کی زبان سے کوئی بات بھی نہ نکلی حضور کے تشریف لے جانے کے بعد پھر خان صاحب کے وہی خیالات تازہ ہو گئے حضور اذرنے کچھ پروا نہیں کی۔ سچ ہے اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یخزنون۔

آپ اکثر اسی طرح جاتے اور آتے رہے۔ جب چند مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا تو معزز اللہ خان صاحب کے خیالات نے خود بخود پلٹا کھایا اور اس بات پر غور کیا کہ جب سامنا ہوتا ہے تو میں ساکت و دم بخود رہ جاتا ہوں اور جب وہ صورت آنکھوں سے اوجھل ہوتی ہے تو پھر وہی خیالات عود کرتے ہیں ضرور اس میں کوئی راز ہے۔

غرض کہ تائید فیہی خان صاحب کے شامل حال ہوئی جس نے صراط مستقیم کی راہ دکھائی اور وہی چار روز میں سب گھر والے حضور کی غلامی کا دم بھرنے لگے اور حضور کی جس محبت و جان نثاری میں اس خاندان نے ثابت قدمی کا اظہار کیا وہ مشہور و معروف ہے



حضور انور کے خاص محبوب میں اس خاندان کا شمار ہے۔ خصوصاً مستقیم شاہ صاحب جس پایہ کی درویش گزری ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔ تجرید و تفرید میں وہ ضرب المثل یقین اور بڑی صاحب نسبت اور کامل گزری ہیں۔ بارگاہِ دار ثانی میں نہایت مقبول تہذیب حضور انور کے دست مبارک پر اس قسم کی بھی بیعتیں ہوئی ہیں کہ کسی پیوہ نشین کے دل میں حضور انور کی بیعت کی تمنا ہو تو حضور انور خود بخود تشریف لیگئے اور بیعت فرمالیا۔

حق یہ ہے کہ حضور انور کی ارفع و اعلیٰ شان عدیم المثال تھی جسکی ماہیت و حقیقت سے خبردار ہونا نہایت مشکل کام ہے۔

**عالم رو یا میں استفادہ بیعت**

بشارت و اشارات اکثر خواب میں ہوتے ہیں اور روایہ صادقہ کی حدیث شریف میں بہت تعریف ہے کہ سچے خواب جزو نبوت ہوتے ہیں مگر شریعت نے خواب کی بات پر عمل کرنے کو منع کیا ہے۔ کیونکہ اکثر خواب ایسے ہوتے ہیں جو خواہ کتنے ہی سچے اور اچھے کیوں نہ ہوں ان کی حقیقت خورسی طور پر سمجھ میں نہیں آتی اور بعض اوقات نتیجہ عکس پیدا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب میں وہ واقعات خواب نہیں درج کئے گئے جنکی حضور پر نور نے خود تصدیق نہیں فرمائی یا جنکو اصلیت پر مبنی ہونے میں احتمال شک ہے اسی وجہ سے بعض نہایت اہم واقعات خواب چھوڑ دئے گئے۔

چونکہ سلام آفتاب ہمہ آفتاب گویم | نہ شبنم نہ شب پرستم نہ حدیث خواب گویم

حضور انور جن لوگوں کو خواب میں بیعت فرماتے اُنکو سامنے آتے ہی پہچان لیتے اور خواب میں بیعت ہونے کی تصدیق فرماتے تھے۔ راقم الحروف نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ حضور انور کا خواب میں اسطر بیعت فرمانا اور تعلیم وغیرہ کرنا نسبت اویسیہ کے کمال پر مبنی ہے حضور انور سے خواب میں بیعت ہونے کے بعض مختلف واقعات حاصل ہوئے ہیں جو مثلاً لکھے جاتے ہیں شیخ نہال الدین صاحب دار ثانی متوطن کرسی ضلع بارہ نکی روایت کرتے ہیں کہ سترہ صد کا واقعہ ہے کہ سیٹھ عبدالرحمن صاحب جو بمبئی کے ایک نامور اور مشہور تاجر ہیں انھوں نے خواب میں حضور پر نور کی بیعت کا شرف حاصل کیا سیٹھ عبدالرحمن صاحب نے حضور پر نور کو کبھی نہیں دیکھا تھا جب وہ مسجد میں نماز فجر کے لئے آئے تو بعد نماز انھوں نے اکثر لوگوں سے اس خواب کا تذکرہ کر کے یہ بیان کیا کہ اس خواب کا اثر تو قلب پر لیا ہے جسکو بالکل اصل کہنا چاہئے مگر معلوم نہیں وہ کون بزرگ تھے اور ان کا کیا نام تھا اور کہاں کے رہنے والے تھے۔ مولوی شیخ عبدالعزیز صاحب متوطن کرسی ضلع بارہ نکی اُس مسجد میں پیش امام تھے۔ انھوں نے جب مفصل واقعہ خواب کا سنا اور ان بزرگ کا سراپا سنا تو کیا تو سیٹھ صاحب سے فرمایا کہ اس شکل و شمائل کے بزرگ تو حضرت سیدنا حاجی صاحب قبلہ ہیں جو ہمارے جوار میں رہتے ہیں سیٹھ صاحب کو حضور کا پتہ و نشان معلوم ہوا تو وہ بارگاہِ عالی کی حاضری کیلئے بچپن ہو گئے اور مولوی عبدالعزیز صاحب پیش امام کو اپنے ہمراہ لیکر عازم ہوئے جسوقت آستانہ عالی پر حاضر ہوئے حضور انور نے سیٹھ عبدالرحمن صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم تو میرے چلے ہو اس قدر دور دراز سفر کی کیا ضرورت تھی؟

مولوی رونق علی صاحب دارالتراتیق تحریر فرماتے ہیں کہ میری نانی صاحبہ اہلیہ حکیم رحمت علی صاحب کی بیعت کا یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور انور اُن کے سامنے رونق افروز ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم ہم سے کیوں مغرب ہوتی ہو ہم تمہارے ہیں تم ہماری ہو مرید ہو جاؤ، یہ ارشاد سنتے ہی اُن کی آنکھیں کھل گئی یہ خواب انھوں نے قریب صبح دیکھا تھا اسکے بعد پھر اُن کو نیند نہیں آئی صبح کو انھوں نے ایک صاحب کو بلوایا جو اُس قصبہ میں نہایت بزرگ سمجھے جاتے تھے اور میانخی دارشالی صاحب اُن کا نام تھا جب وہ تشریف لائے تو ڈیوڑھی میں بٹھمائے گئے۔ پردہ سے اہلیہ حکیم رحمت علی صاحب نے اپنا پورا خواب بیان کیا میانخی دارشالی صاحب نے فرمایا کہ یہ حلیہ تو میرے پیرو مشہد کا ہے مگر وہ عصہ دراز سے ماہر مٹا کیٹ گئے ہوئے ہیں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی میانخی صاحب کی ٹوٹی ہوئی دڑھی آئی اور کہنے لگی کہ میان آپ کو ایک شاہ صاحب دریافت فرماتے ہیں میانخی صاحب نے ڈیوڑھی سے قدم باہر ہی رکھا تھا کہ خود حضور انور سامنے سے آتے ہوئے نظر آئے وہ دوڑ کر قدموں پر گر پڑے آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا مکان ہے۔ میانخی صاحب نے عرض کیا کہ حکیم رحمت علی صاحب کا مکان ہے یہ شکر حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ”وہ ہمارے مکتبی بھائی ہیں“ اور دریافت فرمایا کہ ”کہاں ہیں“ میانخی نے عرض کیا ابھی حضور ہی کا ذکر خیر تھا اُن کی بیوی نے حضور کو آج ہی خواب میں دیکھا ہے حضور اند تشریف لے گئے اور اُن کو بیعت فرمائیں حضور نے فرمایا ”بس بس وہ تو مرید ہیں“ اور تشریف لے گئے۔

منشی الہ یار خان صاحب متوطن علی گڑھ نائل ہیں کہ حضور پر نور باندہ تشریف لگئے وہاں میرے والد صاحب ڈاکٹر تھے ایک شخص نے بڑی تمنا سے خواہش کی تھی کہ جب حضور باندہ میں تشریف لائیں تو مجھے ضرور اطلاع دنیا میں مرید ہونا چاہتا ہوں مگر وہاں حضور جب تشریف لائے تو وہ شخص ایک دور دراز مقام پر تھا اسکو فوراً اطلاع دی گئی اور اُسکے اشتیاق کی وجہ سے اکثر لوگوں نے حضور انور سے ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا اور عرض کیا کہ ایک شخص غالب بیعت ہے آپ نے فرمایا اب ہم نہیں ٹھہر سکتے اور وہ مرید ہو گیا چنانچہ جب وہ شخص پریس سے واپس آیا تو اُس نے ٹھیک وہی تاریخ اور دن بتایا جب حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ مرید ہو گیا اور بیان کیا کہ مجھ کو خواب میں حضور انور کی بیعت نصیب ہوئی ہے۔ مولوی سید علی حامد شاہ صاحب قادری حشمتی سجادہ نشین سائڈی ضلع ہر دوئی تحریر فرماتے ہیں کہ منشی صادق علی صاحب متوطن گویا مولوی ضلع ہر دوئی حضور انور کے سخت مخالف تھے جس سے وہ خود اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتے تھے جو یہ ہے کہ جب حضور پر نور گویا مولوی تشریف لائے تو مولوی محمد فاضل صاحب تعلقہ دارنے مجھ سے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ آئے میں تکو بھی ملنا چاہئے میں نے جواب دیا میں ایسے فقروں سے نہیں ملتا اور بھی چند سخت الفاظ زبان سے نکل گئے۔ جیسے ہی میں اپنے مکان پر آیا نہایت شدت سے شکم میں درد شروع ہو گیا۔ اسی وقت ایک طبیب کو بلایا گیا انھوں نے ہر چند دفعہ کی تدبیریں کیں مگر کچھ سودمند نہ ہوئیں۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب موت آگئی اسی ہیچینی اور بقیارری کی حالت میں کچھ غفلت سی ہوئی تو میں نے دیکھا ایک عالی شان مسجد ہے جہیں بزرگان دین کا مجمع ہے اور سب نماز سنت ادا کر نیچے بکری انتظار میں خاموش بیٹھے ہیں۔ اتنے میں باہر سے کچھ آواز معلوم ہوئی تو وہ سب اٹھ کر استقبال کے لئے

باہر گئے اور اُن بزرگ کو اپنے بھرٹ میں لیا اور لائے اُن بزرگ نے اندر تشریف لا کر نماز سنت ادا کی اور پھر فرض پڑھا کئے میں نے دیکھا تو یہ بزرگ حضرت حاجی صاحب قبلہ تھے میں قدموں میں ہوا اور بوجھت بیعت کی تو آپ نے بیعت فرمایا اسکے بعد وہ غفلت جاتی رہی آنکھ جو کھولی تو اپنے آپ کو بالکل عجیب و غریب پتہ پایا کوئی درد یا کرب و بچینی کی سلامت نہ تھی اُسی وقت میں اپنے خیالات باہر سے تائب ہوا اور حضور انور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا حضور انور نے مجھ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ در کیا وہ بارہ مرید ہو گئے، میں نے بڑھ کر قدم بوسہ کی اور اپنی گزشتہ سب اوہی رانہا زبانت کیا تو حضور انور نے قسم آمیز لہجہ سے ارشاد فرمایا کہ ”تھواری خطا نہیں ہے آنکھوں کا تصور ہے“

حافظ عبد الاحد صاحب فضلی متوطن مہر پور راناقل ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے بظاہر کبھی حضرت حاجی صاحب قبلہ کی زیارت نہیں کی تھی مگر وہ عالم، یا مدینہ حضور کی بیعت سے مشرف ہوا لوگوں نے اُس سے کہا کہ خواب کی بیعت حاضر نہیں ہے تم کسی بزرگ سے بیعت ہو جاؤ اُس نے ارادہ کیا تو اپنے پھر خواب میں ارشاد فرمایا کہ دو رقم مرید ہو چکے ہو اب کوئی ضرورت نہیں، اُسکو چند بار ایسا ہی اتفاق ہو چکا ہے کہ جب لوگوں کے کھنے کھنسنے سے اُس نے کسی بزرگ سے بیعت ہونے کا قصد کیا حضور نے اُنکی تسکین فرمائی کہ تم ہا رہی بیعت میں آچکے ہو۔ اربا اُسکو پوری تصدیق ہو گئی ہے۔ اور نواب ہی میں حضور نے اُسکو مطمئن فرمایا۔

حضور انور کی ذات محمود الصفات سے حاضر و غائب کے لئے ہر وقت فیوض جاری رہتے تھے اور لوگوں کو جو مشاہدات ہوتے تھے وہ بالکل اصل پر مبنی ہوتے تھے اور حضور انور کا بغیر اُن کی زبان سے کچھ نہ ہونے اوس بیعت کو صحیح ارشاد فرمایا اور مکرر بیعت نہ لینا اس بات کی یقین شہادت ہے کہ حضور انور خود لوگوں کو مستفید فرماتے تھے۔ اور خداوند قدیر نے حضور انور کو کمالات روحانی کا مظہر اتم بنایا تھا اور نسبت اولیہ میں وہ کمال بخشا تھا جو اپنی آپ نظر ہے خواب میں بیعت ہونے کے اکثر واقعات ہیں اور یہ بات حضور انور کے ایک معمولی تصرف پر مبنی تھی۔ بعض واقعات خواب نہایت اہم ہیں جن سے اکثر روحانی نتائج اخذ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ دو تین واقعات جو ہلکے دستیاب ہوئے ہیں لکھے جاتے ہیں اور چونکہ ہماری محدود نظر میں یہ بالکل اچھوتے اور جدید واقعات بیعت میں آئے۔ خاص اہمیت رکھتے ہیں ممکن ہے کہ ان سے بھی اہم واقعات گذرے ہوں اور وہ ہمارے علم میں نہوں کیونکہ حضور کے صفات بزرگ کا کوئی احاطہ نہیں ہو سکتا اور نہ حضور کی مقدس تاثیرات روحانی کا اندازہ ہو سکتا ہے وہ واقعات حسب ذیل ہیں۔

مقرب بارگاہ و ارثی جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدائے نقشبوی قاضی سلیمان احمد صاحب رئیس سبجہ ضلع بارہ بنگی کی بیعت کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں جو یہ ہے۔

قاضی سلیمان احمد صاحب کی بیعت کا واقعہ

قاضی سلیمان احمد صاحب کی یہ بیدار بختی اور خوش نصیبی اس لئے قابل ذکر ہے کہ قبل ازین کوئی ایسا واقعہ سناتین گیا۔ حالانکہ بظاہر قاضی صاحب کا واقعہ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے واقعات

قلم بند ہوئے ہیں کہ اکثر لوگ خواب میں شرف بیعت سے مستفید ہوئے لیکن اس واقعہ سے ایک عجیب آگاہی حاصل ہوتی ہے وہ یہ کہ بیعت کا تعلق روح سے ہے اور یہ مسلمان قاضی صاحب کے واقعہ سے حقیقی طور پر تحقیق ہوتا ہے جو یہ ہے کہ قاضی سلیمان احمد صاحب رئیس سبیحہ ضلع بارہ بنگی بہت کم سنی میں یتیم ہو گئے اور آپ کے والد اور بڑے بھائی مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رضی اللہ عنہ کے مرید تھے اسی زمانہ میں ان کا ارادہ ہوا کہ ان کو بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرا دیا جائے مگر سلسلہ میں قاضی سلیمان احمد صاحب نے عالم رویا میں ایک مکان کا نقشہ دیکھا جس میں زمین کا فرش ہوا اور اس میں ایک بزرگ رونق افروز زمین اور زائیرین کا غیر معمولی مجمع ہے۔

ایک شخص اپنے سر پر زرد رنگ کا تہ بند رکھ کر لایا اور اس ذی شان بزرگ کے سامنے پیش کیا بعد ازیں ایک صاحب نے قاضی سلیمان احمد صاحب کی بیعت کے لئے گزارش کی جو قبول ہوئی اور قاضی صاحب سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ قاضی سلیمان احمد صاحب نے جب یہ خواب دیکھا ہے اُس وقت تک حضور انور کا اسم گرامی بھی نہیں سنا تھا اور نہ کسی قسم کا شوق یا خیال ان کو مرید ہونے کا تھا بلکہ اپنے خیال میں زہد و عبادت ہی کو خدا شناسی کا ذریعہ جانتے تھے اس خواب کو دیکھ ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تو سلسلہ میں حضرت امام الاولیا حضور وارث پاک والد ماجد سیدنا قربان علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا عرس تھا تو سیر و تفریح کی غرض سے قاضی سلیمان احمد صاحب بھی جناب راجہ دوست محمد خان صاحب وارثی تعلقہ دارمہو ناضلع سلطان پور کے ہمراہ دیوبند شریف میں آئے یہاں آکر قاضی صاحب نے مکان کا نقشہ اور مکین کی شان خدام و حاضرین کی صورت اور وضع جنبہ وہی دیکھی جو پہلے خواب میں دیکھ چکے تھے۔

اور جس طرح جس شخص کو خواب میں دیکھا تھا کہ زرد رنگ کا تہ بند سر پر رکھ کر حاضر ہوا اسی طرح اسی شخص کو اُنھوں نے یہاں تہ بند پیش کرتے ہوئے دیکھا اور جس شخص نے ان کو خواب میں بیعت کرایا تھا اسی شخص نے یہاں ان کو بیعت کرایا غرض کہ خواب میں جن لوگوں کو جن خدمات سے دیکھا تھا اسی طرح اُنھیں لوگوں کو اُنھوں نے یہاں بھی اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ اس خواب میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ سلسلہ میں جب قاضی سلیمان احمد صاحب نے خواب دیکھا تھا تو اُس وقت تک نہ وہ مرید ہوئے تھے جو سر پر رکھ کر تہ بند لائے اور نہ وہ بیعت ہوئے تھے جنہوں نے قاضی صاحب کو مرید کرایا سر پر رکھ کر تہ بند لایا بونہیا لال صاحب دغلام وارث وکیل علی گڑھ تھے اور مرید کراہیوالے راجہ دوست محمد خان صاحب تعلقہ دارمہو نا تھے اور یہ ہر دو اصحاب سلسلہ کے بعد بیعت ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ عالم اجسام میں جو بیعت ہوتی ہے یہ اُس بیعت کا تکملہ ہے جو عالم ارواح میں ہو چکی ہے۔

اور جس طرح اس عالم میں حاضر ہوتے ہیں اور خدمات بجالاتے ہیں بالکل اسی طرح ازل میں بھی حاضر باش و خدمت گزار رہے ہیں ورنہ قبل وقوع بیعت بونہیا لال صاحب وغیرہ کی حاضری اس طرح نہ ہوتی جس طرح بعد حصول بیعت ہوتی رہی۔



## بابو وارث علی خان صاحب کسب عظم جگدیس پور کی بیعت کا واقعہ

آبو وارث علی خان صاحب کسب عظم جگدیس پور حضور انور کے خاص محبوب اور جلالتیاریوں میں ہیں آپ کی بیعت کا واقعہ بھی عالم ارواح اور عالم اجسام کے تعلقات کی خبر دیتا ہے جو حسب ذیل ہے:

جناب موصوف بیان فرماتے ہیں کہ اپنے بیعت ہونے سے ایک سال قبل میں نے حضور انور کی خواب میں زیارت کی کہ حضور شریف فرما میں اور میں حاضر ہوا حضور نے مجھ کو دو تصویریں عنایت فرمائیں ایک تصویر تو مسٹر آرنلڈ پروفیسر مدرستہ العلوم علی گڑھ کی تھی اور دوسری تصویر علامہ شبلی نعمانی کی تھی ان دونوں صاحبوں کو میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔

ایک سال کے بعد میں دیوبند شریف حاضر ہوا خواب میں جو حضور کی شکل مبارک اور طرز نشست دیکھی تھی اُسی طرح دیکھا کچھ فرق نہ تھا۔

علامہ شبلی کو اس خواب سے پانچ سال بعد دیکھا اور دیکھتے ہی محض اُس تصویر کی وجہ سے پہچان لیا اور بیعت سے تیرہ چودہ برس کے بعد جب میں انگلستان گیا تو مسٹر آرنلڈ کو دیکھا اور اُن کو بھی اُس خواب کی وجہ سے فوراً پہچان لیا۔

حضور انور کی ذات محمود الصفات سے عجیب عجیب رموز باطنیہ کا انکشاف ہوا ہے جن کا کما حقہ سمجھنا ہمارے فہم و ادراک سے باہر ہے۔

## مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق و ارثی کی بیعت کا واقعہ

مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق شکوہ آبادی سابق منیجر درگاہ اجیر شریف کے والد ماجد اکبر خان صاحب کا جب انتقال ہوا تو ان کی عمر گیارہ سال کی تھی اور اُس وقت سے مولوی محمد سرفراز خان صاحب کے عم مکرم صوبہ دار وزیر خان صاحب ان کے کفیل پرورش ہوئے۔

مولوی صاحب موصوف ایک تاریخی خاندان کی یادگار ہیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں ہندوستان میں ان کے آباؤ اجداد معزز و وقیع رہے ہیں مولوی محمد سرفراز خان صاحب و ارثی اپنی ابتدائی حالت اور بیعت کا واقعہ خود تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

میرے والد ماجد اکبر خان صاحب مکان پر رہتے تھے اور میرے عم مکرم وزیر خان صاحب چھاؤنی پونا میں صوبہ دار تھے چچا صاحب کو صداسہاگ کے ایک درویش کامل سے بیعت تھی مگر اُن کی بیعت کا راز نہایت پوشیدہ تھا جب وہ نیشن لیکر اپنے وطن میں رہنے لگے تو اُن کا یہ قاعدہ تھا کہ دو دو تین تین روز تک ایک حجرہ میں دروازہ بند کر کے متکف رہتے تھے خور و نوش اور دیگر ضروریات کے لئے بھی باہر نہیں نکلتے تھے جب دو یا تین دن میں واپس آتے تھے تو اُن کی نہایت پُر جلال حالت ہوتی تھی چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوتی تھیں مہینہ میں دو ایک مرتبہ اس طرح اعتکاف میں رہتے تھے۔

میرے عم مکرم کی کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے وہ مجھ کو نہایت پیار اور محبت سے رکھتے تھے اور اپنی ہی اولاد سمجھتے تھے میری عمر اسی سال کی ہو گئی جب میرے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اُس روز عمومی صاحب جوش محبت سے بتیوار ہو کر بولے کہ میرے پیارے بھائی مجھے کیا معلوم تھا کہ تم مجھ سے ایک سال پہلے چلے جاؤ گے ورنہ اپنی عمر کا

ایک سال تھیں کو دیدیا غرض کہ ایک سال کے بعد ہی انھوں نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا اور حالت نزع میں مجھے طلب فرمایا اور اپنے سینہ سے لگا لیا اور اس زور سے جھکودیا کہ نہایت تکلیف ہوئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آہنی گرم سلخ میرے دل میں گھس گئی اور اُسکے بعد چچا صاحب قبلہ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ”خیر وارث تیرا وارث ہے“ یہ کہتے ہوئے جھکو چھوڑ دیا اُس وقت جو میری حالت تھی وہ بیان سے باہر ہے جھکو غشی طاری ہو گئی میرے بھائی اور میری والدہ جھکو سنبھالنے لگیں پندرہ بیس منٹ کے بعد مجھے ہوش آیا اُس وقت اُن کا وصال ہو چکا تھا اُن کی تجہیز و تکفین میں سب متوجہ ہو گئے پندرہ روز تک مجھے بہت تکلیف رہی اور قلب میں سوزش رہی جسکے ساتھ ہی ایک سرور بھی طاری رہتا تھا رفتہ رفتہ یہ حالت کم ہوتی گئی اسکے بعد بعض اسباب ایسے پیش آئے جن سے طبیعت منتشر ہو گئی میں مانند لہ میں تھا کہ سخت علیل ہو گیا جب صحت ہوئی تو گرمی محبت کے آثار قلب پر محسوس ہونے لگے احباب نے مشورہ دیا کہ مولانا کرامت علی صاحب کے صاحبزادہ مولوی شاہ احمد میان صاحب سے بیعت ہو جاؤ۔ یہ بھی ارادہ ہوا کہ ضرور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سعادت کو حاصل کروں گا مگر چھ سات سال تک برہامین رہنے کے بعد جب میں نے رخصت لی تو معلوم ہوا کہ مولوی احمد میان صاحب کا وصال ہو چکا ہے اسکے بعد خیال ہوا کہ گنج مراد آباد میں جا کر حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو جاؤں مگر نظر خانگی ضروریات کے باعث حاضری نہ ہو سکی۔ رخصت ختم ہونے کے بعد کاغذات دہلی کے کام میں تعینات ہو کر ضلع بریلی میں جانا ہوا وہاں جناب قبلہ شاہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی میرا مکان تھا جسکے سبب سے اکثر شب کو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا شاہ صاحب مجھ پر نہایت شفقت فرماتے تھے مگر وہاں بھی میرا حصہ نہیں تھا۔ اسلئے بیعت نہ ہو سکا اسکے بعد پٹی بھیت میں حضرت میان محمد شیر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھی اکثر حاضری کا اتفاق ہوا مگر میری طبیعت کا رجحان مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ اسی زمانہ میں میں نے حضرت مولانا ممدوح کے وصال کی خبر سنی جس سے پھر رنج و ملال ہوا اور ضلع بریلی سے حکمہ کاغذات دیہی منتقل ہو کر میں پوری آیا وہاں میں نے جو مکان کرایہ پر لیا وہ خاص حضرت حافظ شاہ محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر تھا۔ شام کو مغرب کی نماز کے لئے میں حضرت حافظ صاحب کی مسجد میں گیا اور شرف قدمبوسی حاصل کیا حافظ صاحب کی اُس وقت قریب سو برس کے تھے نہایت پاک اور مقدس صورت تھی حافظ صاحب قبلہ کی خدمت میں مجذوب وغیرہ بہت آتے تھے چند ہی روز میں جناب ممدوح میرے ساتھ نہایت شفقت و محبت کا برتاؤ کرنے لگے اور میں بھی بہت زیادہ اُن کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔ ایک روز تخلیہ میں مجھے فرمایا کہ میرے پاس کچھ تھوڑی سی پونجی ہے جو میں جھکودینا چاہتا ہوں میں نے عرض کیا کہ مجھے یہ بار نہیں اٹھ سکے گا اسکے بعد ایک مرتبہ مولانا محمد محسن صاحب کا کوردی نور اللہ مرقدہ اور میر غلام احمد صاحب سے بھی ایک مرتبہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے جو پونجی میرے پاس ہے وہ میں سرفراز خان کو دوں مگر یہ گریہ کرتا ہے یہ سکر و نون بزرگوں نے مجھے فرمایا کہ یہ نعمت سیکڑوں برس کی خدمت سے بھی نہیں ملتی پھر کون تامل ہے میں نے اُن کو بھی یہی جواب دیا کہ میں اپنے کو اس قابل نہیں پاتا کچھ عرصہ کے بعد حافظ صاحب قبلہ کا بھی

وصال ہو گیا اسی زمانہ میں میں نے رخصت لی اور بعد ختم رخصت شکوہ آباد سے ۹ بجے شب کی گھوڑا گاڑی میں معہ اپنی زنانہ سوار یون کے روانہ ہوا۔

یہ ۱۴ جنوری ۱۹۱۷ء کا واقعہ ہے اس گاڑی کے نیچے کا درجہ میں نے پورا لے لیا تھا اوپر کے درجہ میں اور مسافر تھے میرے ساتھ زیور وغیرہ کل مال قریب پانچ سو روپیہ کے تھا۔ جب گھوڑا گاڑی موضع ارادون کے قریب پہنچی تو میں اتفاق سے سو گیا وہاں سے موضع بہار مل سے نکل کر ایک وسیع اور سنان میدان میں شکوہ آباد سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر جب گاڑی پہنچی تو گاڑی پر ڈاکہ پڑا قریب چالیس ڈاکوؤں کے تھے جو گاڑی کو روک کر کھڑے ہو گئے اور مسافروں کو مارنا شروع کر دیا۔ میں جب بیدار ہوا ہوں تو مجھ پر بھی حملے شروع ہو گئے تھے۔ اُس وقت میں نے بچیم خود دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ جو نہایت حسین و خوبصورت تھے ڈاکوؤں کو میرے پاس سے ہٹاتے تھے۔ اُن کی امداد کو میں بغور دیکھ رہا تھا اور خود بھی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنے لگا آخر کار میرے ہاتھ سے بہت ڈاکو زخمی ہوئے اور چار ڈاکو جان سے مارے گئے جنہیں سے ایک میں کچھ جان باقی تھی جو شام تک ختم ہو گیا باقی لاشیں ڈاکو اٹھا کر لے گئے۔ میرے ہمراہی بالکل لٹ گئے مگر میرا زرا سا بھی نقصان نہیں ہوا اس شجاعت کے صلہ میں مجھ کو گورنمنٹ سے ہندو وغیرہ انعام میں ملی۔ اس واقعہ کو بھی ایک عرصہ گزر گیا ایک مرتبہ دورہ کی وجہ سے میرا شکوہ آباد جانا ہوا اور رسالدار کے باغ میں خیمے وغیرہ نصب ہوئے وہیں ہم لوگ مقیم تھے ایک شخص کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت اقدس حاجی صاحب قبلہ اٹا وہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں اور شاید ملاؤلی میں ٹھکانہ کر چکے صاحب کے یہاں بھی تشریف لے جائیں گے مگر فیروز آباد کی طرف سے جانیں گے اُس شخص کی زبانی آپ کا ذکر سن کر کیا ایک میرے دل میں بیعت کا خیال پیدا ہو گیا اور آنا فانا دہ خیال اشتیاق و اضطراب کی حد تک پہنچ گیا اُسی وقت میں نے سواری کے انتظام کے لئے ایک رئیس کو خط لکھا اور اسی خیال میں محو ہو گیا رات کے دس بجے ہوں گے کہ مجھے نیند آگئی میرے ڈیرہ میں دو چپراسی اور دو میرے ذاتی ملازم تھے اور باہر چوکیداروں کا پہرہ تھا ڈیرہ میں میز اور کرسیاں بھی رکھی تھیں ایک کوہی ہانڈی میں شکر بالکل منہ تک بھری ہوئی رکھی تھی اور پانی کے گھڑے بھی بھرے رکھے تھے رات کے آخری حصہ میں میں نے خواب دیکھا کہ حضور پر نور تشریف لائے آپ کے ہمراہ تین اور شخص بھی تھے میں دیکھتے ہی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا میرے دریافت کرنے پر کسی شخص نے بتایا کہ حاجی صاحب قبلہ ہیں میں نے بڑھ کر سلام عرض کیا اور قدم بوس ہوا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر گلے سے لگا لیا اور ارشاد فرمایا کہ تم کیون اتنی زحمت اٹھاتے ہو میں خود آیا ہوں کیا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ میں غلامی میں داخل ہونا چاہتا ہوں حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”تم ازل سے ہمارے مرید ہو چکے ہو تمہارے بڑے باپ نے ہمارے سپرد کر دیا ہے اطمینان رکھو“ میں نے عرض کیا حضور مجھ کو مرید کیجئے آپ نے میرا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ ”تم تو بیعت ہو چکے ہو“ میں نے عرض کیا حضور بیعت کرتے وقت شربت پلایا جاتا ہے آپ نے مسکرا کر ایک صاحب سے ارشاد فرمایا جو ہمراہ تھے کہ ”بیظیر شاہ اچھا پیالہ میں پانی لاؤ“ چنانچہ بیظیر شاہ صاحب ایک کٹورے میں

پانی لائے اور جو شکر کی ہانڈی میز پر رکھی ہوئی تھی اُسہیں سے حضور پُر نور نے اپنے دست مبارک سے شکر نکالی اور دو ٹھکی شکر اُس پانی میں ڈال کر ہانڈی بدستور میز پر رکھ دی اور میز پر سے ایک پیسل اٹھا کر اُسکو چلایا ایک گھونٹ شربت کا خود حضور نے نوش فرمایا بعد ازاں وہ شربت کا کٹورا مسکرا کر مجھے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ”دبی لو“ میں نے پہلے اُسکو سر پر رکھا پھر پی لیا ہر اہیون میں سے ایک صاحب نے کہا کہ حضرت آپ سب پی گئے حضور نے اُن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ”دیہ اسی کا حصہ تھا“ اس کے بعد حضور انور نے مجھے اپنے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ ”خدا حافظ اب تمہارے آنے کی ضرورت نہیں ہے“ خواب میں یہ واقعہ دیکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی اُسوقت میرا دل دھڑک رہا تھا سوچنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہے خواب ہے یا بیداری دونوں ہونٹ شربت کی شیرینی سے چمٹ رہے تھے زبان میں شربت کا ذائقہ محسوس ہو رہا تھا لالین ڈیرہ میں روشن تھی میں نے اسی متحیرانہ حالت میں جو آدمی سو رہے تھے اُن کو اٹھایا شکر کی ہانڈی کو دیکھا تو اُسہیں سے شکر نکلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں اسی تعجب میں تھا کہ اُن آدمیوں نے بیان کیا کہ اُسوقت ڈیرہ میں خوشبو بہت مہک رہی ہے۔ اسکا کیا سبب ہے میں نے بھی خیال کیا تو واقعی عجیب روح پرور خوشبو تھی اُسوقت میرا دل فرط مسرت سے باغ باغ ہو رہا تھا۔

مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق و ارثی کا واقعہ بیعت بھی اپنی نوعیت میں فرد ہے کہ جو بات خواب میں دیکھی اُس کا بیداری میں پورا ظہور تھا۔ ابتدائے عمر سے ان کو حضور انور کی ذات بابرکات سے بالکل بے تعلقی رہی حالانکہ مولوی صاحب کے عم مکرم نے جو ایک باکمال درویش تھے وقت وصال ارشاد فرمایا تھا کہ ”خیر وارث تیرا وارث ہے“ مگر ظاہر ہے کہ صغیر السن ہونے کے باعث مولوی محمد سرفراز خان صاحب اس فقرہ کے مفہوم کو بالکل نہیں سمجھے اور دوسرے ہی خیالات میں رہے مگر جو جس کا حصہ ہوتا ہے وہ اس طرح گھر بیٹھے پہنچتا ہے مولوی محمد سرفراز خان صاحب نے اپنی زندگی میں صرف ایک مرتبہ حضور کی زیارت کی ہے اُسوقت ان کی چودہ سال کی عمر تھی جو کچھ بھی ان پر حضور کا لطف و کرم رہا وہ محض ان کی نادانستگی میں تھا کیونکہ ابتدا سے بیعت کیلئے اُن کا رجحان طبیعت حضور پُر نور کی جانب نہ تھا بلکہ دیگر بزرگان دین سے بیعت ہونے کے شائق رہے۔ مگر حضور انور اُن کی ہر مصیبت میں کام آئے۔ ڈاکوؤں کے محاصرہ کے وقت بھی مدد فرمائے اور خود تشریف لا کر اُنکی بیعت لی اور مولوی محمد سرفراز خان صاحب آپ نے بیعت ہونے کے بعد اپنے عم مکرم کے اس فقرہ کا مطلب سمجھے کہ ”خیر وارث تیرا وارث ہے“، حق یہ ہے کہ خداوند کائنات نے حضور انور کو وہ مارج عالی عطا فرمائے تھے جن کی مقدس اور نورانی تاثیرات سے ایک عالم محو حیرت ہے اور آپ کی ذات بابرکات میں وہ قوت کا ملہ تھی کہ حاضر و غائب کی یکساں دستگیری فرماتے تھے۔

حضور انور کی بیعت کا دائرہ اسقدر وسیع ہے جسکی کوئی انتہا نہیں ہے بچہ و بشار افسر اور حضور انور کی غلامی کا شرف رکھتے ہیں۔ کوئی ملک اور مقام ایسا نہیں ہے جو حضور انور کا



نام نامی لینے والوں سے خالی ہو جس طرح آپ کی بیعت وسعت تامہ رکھتی ہے اُسی طرح ذرائع بیعت بھی مختلف اور کثرت ہیں اور ایسے مہتمم بالشان کہ جن سے بعض نہایت اہم مسائل کی عینی تصدیق ہوتی ہے حق یہ ہو کہ خداوند کریم نے آپ کی ذات محمودہ الصفات سے اپنی قدرتوں کا ایک نمونہ دنیا میں پیش کر دیا جس نے تمام عالم میں ایک نئی روح پھونک دی جس طرح مسلمانوں کو حضور پر نور کے فیوض و برکات نے مالا مال کر دیا اُسی طرح دیگر مذاہب کے افراد نے بھی حضور پر نور میں وہ کمالات فقر و تصوف مشاہدہ کئے جنکے مقابل سر تسلیم خم کر دینے کے سوا اور کچھ نہ بن آیا۔

حضور پر نور کی جانب ہر مذہب و ملت کے افراد کا رجحان تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کونسی کشش ہے کہ ہر شخص آپ کا ولدادہ ہے۔

جو ایک نظر دیکھ لیتا تھا وہ متاع صبر و قرار نہ کر دیتا تھا جس طرف سے گذر ہوتا تھا ہزاروں تیز گاہ سے زخمی ہو جاتے تھے خدا کی مخلوق دیوانہ وار حضور پر نثار تھی عجیب عالم تھا کہ خود بخود لوگ حضور پر گرتے تھے۔ جس طرف سے گذر ہوتا جہاں قیام ہوتا خلقت دروازہ پر جمع ہو جاتی ہر مذہب و ملت کے افراد حضور ہی کا دم بھرتے اور حضور پر نور کی صورت و سیرت دونوں کے فدائی تھے حضور کے حسن صورت کی طرح سیرت بھی لا جواب تھی کہ بیشمار مخلوق حضور کی جانب رجوع تھی اور سب کی ظاہری و باطنی طور پر تشفی فرماتے تھے۔

اے زندہ زحسین تو آئین دل آرائی | جان بندہ روئے تو زان رو کہ تو بولائی

دیگر مذاہب کے افراد کی رجوعات و واقعات بیعت

زمانہ حال جو بہ اعتبار شیوع علوم و فنون مغربہ روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور جس میں وہ باتیں جو مشاہدات سے خارج ہیں باطل سمجھی جاتی ہیں خداوند عالم نے حضور انور کی ذات محمودہ الصفات کو سراپا عین الیقین اور حق الیقین بنا کر جلوہ گر فرمایا اور حضور پر نور کے مقدس اثرات روحانیت نے کوس لکھن الملکی بجا دیا آپ کی حیات ظاہری بھی نہایت مہتمم بالشان تھی اور تمام ادیان و ملل کے افراد حضور پر شفیقہ و فریفتہ تھے آپ کی حیات میں اہل ہنود وغیرہ ہزاروں منتین حضور انور کے اسم مبارک کے وسیلہ سے مانگا کرتے تھے چنانچہ خواجہ حسن نظامی صاحب خواہر زادہ حضرت محبوب الہی۔ مورخانہ اور نقادانہ حیثیت سے حضور انور کے حالات لکھتے ہوئے اخبار و کیل مطبوعہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۹ء میں رقمطراز ہیں۔

دو اگلے زمانہ میں مسلمان فقیروں کے ساتھ ہندوؤں کو بڑی عقیدت ہوتی تھی اور ہندو مسلمان فقر اکو اپنے درویشوں سے زیادہ ادب کی نگاہ سے دیکھتے تھے مگر حاجی صاحب کے زمانہ میں ہندوؤں کا عقیدہ کم ہو گیا تھا اور ایسا کوئی فقیر ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ تھا جس پر عام گردیدگی ہندوؤں کو ہو حاجی صاحب نے اپنے برتاؤ اور باطنی اثر سے اس کی کوپور کر دیا اور تمام ملک کے ہندوؤں کی رجوعات حاجی صاحب کی طرف ہو گئی ہزاروں ہندو آپ کے مرید ہوئے بعض نے مسلمان ہو کر احرام حاصل کیا اور بعض نے اپنے دہرم کو نہ چھوڑا مگر وارثی و رومی پہن لی۔ حاجی صاحب نے عمرس بھی قمری حساب کو چھوڑ کر شمسی طریق سے مقرر کیا تھا کاتک کے مہینہ میں ان کے ہاں عمرس

ہوتا تھا جسکی وجہ غالباً یہی ہوگی تاکہ ہندو عقیدت مندوں کو آسانی ہو عرس میں اس قدر عظیم الشان مجمع ہوتا تھا اور ایسے مختلف الحال اور مختلف العقاید لوگ جمع ہوتے تھے کہ تعجب آتا تھا ہزاروں ہندو عورت مرد یا وارث کا نفر لگاتے دیوانہ وار دیوہ کی گلیوں میں پھرتے تھے خدا کی وردی احرام کا جلوس نکلتا تھا اور احرام کو پر تکلف خوان میں لگایا جاتا تھا اور منٹ ادا کر نیوالا اسکو اپنے سر پر رکھتا تھا اسکے بعد باجے بجاتے ہوئے یا وارث کے نفرے لگاتے ہوئے سب آدمی حاجی صاحب کی خدمت میں لیجاتے تھے حاجی صاحب اس احرام کو پہن لیتے تھے اور پورا نا اُن لوگوں کو دیدیتے تھے پورے احرام کو تبرک کے طور پر وہیں دہتیان کر کے تقسیم کر لیا جاتا تھا اُسوقت کا جوش اُسوقت کا خلوص اُسوقت کی نیکائیت اُسوقت کی وحدت قلبی الفاظ کے ذریعہ سے ادا ہونی ناممکن ہے ہندو مسلمان چھوٹے بڑے سب ایک خیال اور ایک رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے تھے۔

فی الواقع جن بزرگوں نے بارگاہ وارثی کا سامان دیکھا ہے وہ بخوبی واقف ہیں کہ اُسوقت کا منظر ایک عجیب دلگداز منظر ہوتا تھا بکثرت ہندو حضور انور کے فیوض و برکات سے اہل دل اور صاحب کیف ہو گئے ہزاروں کے قلوب سے تعصبات کی تاریکیاں دور ہو گئیں سیکڑوں پابندِ صوم و صلوٰۃ ہو گئے بعض تو اسلام میں اس قدر سخت ہیں کہ اُنکی سختی کو پشتمنی مسلمان بھی محسوس کرتے ہیں یہ حضور انور کا تصرف تھا کہ جس سے جو چاہا کام لے لیا حضور انور کے دربار سے خلوص و محبت کا حصہ تو ہر ایک شخص کو ملتا تھا مگر تبدیل مذہب کے متعلق کوئی لفظ زبانِ مبارک سے ارشاد نہ فرماتے تھے خود بخود دیگر مذاہب کے افراد حضور پر نور کے جمالِ عظیم المثال کو دیکھ کر جان و دل سے اسلام کے شیدائی بن جاتے تھے خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اخبار وکیل میں لکھتے ہیں۔

دوہم نے اکثر ہندوؤں کو دیکھا ہے کہ وہ حاجی صاحب کی مریدی کے سبب اسلام اور طریقِ اسلام کے شیدائی بن گئے اور بعض درپردہ مسلمان تھے بعض درود شریف اور آیات قرآنی کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے تھے اور مزے لیتے تھے،

یہی نہیں بلکہ اکثر ہندوؤں نے بڑے بڑے مجاہدات کئے ہیں۔ ٹھاکر نیچ سنگھ صاحب رئیس ملاؤنی ضلع میں پوری جو حضور پر نور کے خاص جان نثاروں میں انھوں نے بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں بادۂ توحید سے سرشار ہیں ذکر و شغل میں انہماک رکھتے ہیں حضور انور کے اسم گرامی پر زور و مال نثار کرتے ہیں حضور کے خیال کے سامنے اُنکی نگاہ میں دنیا کی کوئی چیز و جاہت نہیں رکھتی۔

ایسی طرح بابو کاشی پرشاد صاحب الہ آبادی۔ منشی تلک نارین صاحب مظفر پوری۔ راجہ رحمت سنگھ صاحب تعلقہ دار سابق سورت گنج او وید بابو موتی لال صاحب وکیل بھاگل پور۔ منشی لکھی نرائن صاحب تعلقہ دار مظفر پور۔ ٹھاکر نشن سنگھ صاحب رئیس رائے پور ضلع بارہ بنکی حضور کے خاص جان نثاروں میں گذرے ہیں پنڈت شیام لال صاحب رئیس گیا حضور انور کے عشق و محبت میں ایسے مہوش ہوئے

کہ اُنہوں نے حضرت نصیحت شاہ صاحب قبلہ سے احرام حاصل کیا اور ہر وقت انھیں کے ساتھ رہنے لگے۔ بابو کنہیا لال صاحب وکیل علی گڑھ نے علی الاصال بیس برس سے کم روزے نہیں رکھے۔ اُن کے تلبی سوز و گداز کا حال حاجی اوگھٹ شاہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے جو ضیافت الاحباب میں ہے کہ ”بابو کنہیا لال صاحب وکیل علی گڑھ بعد حصول متعہ غلامی جمال وارثی پر شیفۃ و فریتہ رہے علاوہ جوشِ محبت کے توحید و رسالت کا اقرار اور ریاضتِ شاقۃ سے سروکار ہے علی الاصال صائم الدہرین برادرِ مرصوف کا ایک خط مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۰۶ء جو میرے نام آیا تھا وہ درج ذیل ہے جس سے اُن کے ذوق و شوق کا اندازہ ہو سکتا ہے وہ ہوتا ہے۔

جناب شاہ صاحب۔ تسلیم۔ آپ سے رخصت ہو کر میں ہونچا دل بچیں طبیعت پریشان ہے وجہ دریافت نہو نیسے عقل حیران ہے مہربانی فرما کر سرکار میں سلام عرض کر دیجئے اور میری طرف سے کہہ دیجئے کہ اب سلگنے کی طاقت نہیں ہے ایسا کرم فرمائے کہ آگ لگ اٹھے اور اسکے ضبط کی قدرت عطا فرمائے اور دیگر حضار کی خدمت میں علی قدر مراتب سلام۔

رقیمہ نیاز۔ کنہیا لال گداوارثی

اس خط سے ظاہر ہے کہ بابو کنہیا لال صاحب کو بارگاہِ وارثی سے خاص سوز و گداز عطا ہوا۔ اکثر ہندو ہین جو حضور انور سے بیعت ہونے کے بعد ترک دنیا کر چکے ہین اور شب و روز مجاہدات میں منہمک ہین جیسے برم شاہ صاحب مرات شاہ صاحب ویندار شاہ صاحب وغیرہ۔

حق یہ ہے کہ حضور انور کے روحانی تصرفات نے ہزاروں ہندؤں کو رام کر لیا تھا اور کثرتِ ہندو آپ کی مقدس تاثیرات سے مغلوب ہو گئے تھے اکثر آپ کے خوارقِ عادات و کرامات سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

صاحب عین الیقین تحریر فرماتے ہین کہ ایک راجپوت کچن سنگھ نامی جگننا تھ جی کے تیرتھ کو گیا وہاں اُس نے جا کر مندر میں عینی مشاہدہ کیا کہ حضور انور جلوہ افروز ہین کچن سنگھ نے اپنے ہمراہیوں کو بھی دکھایا جب راجپوت مذکور دیوہ شریف میں حاضر ہوا تو اُس نے یہ واقعہ حضور انور کی خدمتِ علی میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ”ٹھاکر جی ہم نہوں کے کوئی اور ہوگا، کچن سنگھ نے کہا تنہا میں ہی نہیں دیکھا اور لوگوں نے بھی دیکھا ہے آپ نے تبسم ہو کر فرمایا اب جگننا تھ جی نہ جانا وہ فوراً مسلمان ہوا اور حضور پُر نور کے دست مبارک پر بیعت ہو گیا۔ حضور انور کے روحانی اثرات سے بڑے بڑے فلسفی و منطقی متاثر تھے آپ کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ حضور پُر نور کی ذات محمود الصفت کرشمۂ قدرتِ خداوندی ہے یا اعجازِ رسالت کہ وہ لوگ جو توحید و رسالت سے منحرف تھے اور معجزات و کرامات کے قائل نہ تھے خرقِ عادت کی باتیں سن کر کہتے تھے کہ اب کیوں ایسے با اثر اور مقدس نفوس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے اُن کو حضور انور کی روحانی تاثیرات نے حیرت میں ڈال دیا اور وہ آپ کے سامنے آتے آتے ایسے عاجز ہوئے کہ کوئی بات بھی نہ کر سکے اور اطاعتِ وارثی کا اقرار کیا۔ حالانکہ خود حضور انور کی تفصیل سے باتیں کرنیکی عادت نہیں تھی

نہ زبانی مباحث سے سروکار رکھتے تھے بس آپ کی ذات ستودہ صفات آئینہ تصدیق تھی جس میں مشاہدات قدرت نظر آتے تھے مولانا سائق تحفۃ الاصفیاء میں لکھتے ہیں کہ فیض آباد میں حضور پرنور حافظ زین العابدین صاحب سب حج کے مکان پر قیام پذیر تھے حسب معمول ہزاروں ہندو مسلمان بارگاہِ عالی میں قدوسی کے لئے حاضر ہوئے ایک صاحب نیڈت آتارام نامی جو تعصب مذہبی سے مغلوب تھے اُن کو حضور انور کی جانب ہندوؤں کی گرویدگی شاق گذری اور وہ حضور انور سے مباحثہ کرنیکی غرض سے آئے آپ کو فضول مباحث سے کیا سروکار تھا آپ نے اُن کو بٹھالیا اور پدموات کے گچھا شہار سنانے لگے اور رموز و نکات سمجھانے لگے نیڈت آتارام صاحب حضور کی زبان فیض ترجمان سے معرفت و حقیقت کے نکات سنکر بخود دھوکے اور حالتِ کیف میں زمین پر لوٹنے لگے جب ہوش آیا تو دولتِ اسلام سے بہرہ مند ہوئے اور شرفِ بیعت حاصل کیا۔

نادک اُن کا کبھی خط نہوا | طائرِ سدرہ تک نشا نہ ہوا

حضور انور کی ارفع و اعلیٰ شان دیکھکر لوگ توحید و رسالت کا اقرار کرتے تھے اور آئے دن ایسے واقعات پیش آتے رہتے تھے۔

حسین بخش و محمد بخش صاحبان ساکنان جوگی پورہ متصل ہاتھرس ضلع قہرا لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پرنور ہاتھرس میں تشریف لائے اور مولوی محمد رکن عالم صاحب تحصیلدار کے یہاں قیام پذیر ہوئے جمعہ کا دن تھا خوب بارش ہو رہی تھی آپ اسی حالت میں مسجد تک پایادہ تشریف لائے حضور انور کے ہمراہ مجمع کثیر تھا اکثر لوگوں نے بغور دیکھا کہ پائے مبارک کا کوئی نشان فرش مسجد پر نہیں پڑا حضور کے پائے مبارک کی یہ صفت سناتے تھے اُس وقت آنکھوں سے دیکھی اُسی وقت حضور انور کو دیکھکر ایک مغز ہند مسجد میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو کر حضور کے دست مبارک پر بیعت ہو گیا۔ مقرب بارگاہِ وارثی جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شید اکھنوی ناقل ہیں کہ باوجود کیش پرشاد صاحب اگر والے رئیس الہ آباد کا واقعہ ہے کہ اسٹیشن اونا و ضلع لکھنؤ پران کو غیر معمولی مجمع دیکھکر حیرت ہوئی اور قریب آکر جب پالکی دیکھی تو خیال ہوا کہ اس فینس میں کوئی نوشہ سوار ہے اور یہ بڑائیوں کا مجمع ہے خود بخود ان کا دل چاہا کہ دو لٹا کی صورت دیکھنا چاہئے جب قریب جا کر فینس کے اندر نگاہ کی تو وہ صورتِ زیبا نظر آئی کہ دیکھتے ہی دل بقرار ہو گیا اور غش کھا کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو شرفِ بیعت سے مستفید ہوئے بیعت کے بعد باوجود کیش پرشاد صاحب کا زیادہ قیام دیوہ شریف ہی میں رہنے لگا ان کی یہ حالت دیکھکر تمام اعزائے کنارہ کبھی اختیار کی اور ان کو وراثت سے محروم کر دیا۔ نہایت قلیل گذارہ ان کا مقرر کیا مگر اُس اُس مرد میدانِ محبت کو خزانے وہ استقلال مرحمت فرمایا کہ اُس نیک نہاد اور خوش نصیب نے تمام عمر حضور کے عشق میں بسر کی اور آخر کار آپ ہی کی محبت کا دم بھرتے ہوئے جان بحق تسلیم ہوئے۔

حضور انور کی شان دیکھکر لوگ خود بخود توحید و رسالت کا اقرار کرتے تھے حضور پرنور کی جانب سے کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی چیتے پوری لکھتے ہیں پیتے پور میں ایک چوٹ نامی بہو رہی تھا



وہ ایک نانک شاہی منت کی محبت میں رہتا تھا حضور انور کی شان و عظمت دیکھ کر اُس کے دل میں بھی ولولہ پیدا ہوا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں اپنی قوم سے علیحدہ نہ ہوتا اور حضور انور کے غلاموں میں داخل ہو جاتا۔ اُس نے اپنا خیال کسی سے ظاہر بھی نہیں کیا تھا کہ حضور چرنور نے اُسکی طرف دیکھ کر حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ ”درمیدی دل سے ہوتی ہے اور دل مسلمان ہو کر تاج“ وہ یہ نوید جان بخش سنکر حضور کے قدموں پر گر پڑا اور مرید ہو گیا مگر خور و نوش میں اپنا آبائی طریقہ برتتا ہے۔ بارگاہِ وارثی میں بالکل رضا و رغبت کا معاملہ تھا اور خلوس و محبت کی قدر تھی بعض دیگر مذاہب کے افراد نے تو حضور انور کی بیعت میں آنے کے بعد اسلام کی ایسی خدمات کی ہیں جو نہایت اہم ہیں۔ چنانچہ بدھ لال صاحب جو مرزا پور کے باشندے ہیں اور چنکا اسلامی نام محمد شفیع ہے نہایت راست باز اور صاف گو شخص ہیں اور مسلمانوں کی ہر ایک قومی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اول کی بیعت کا واقعہ بھی بہت نتیجہ خیز ہے جسکو ہمارے مکرّم برادر طریقت منشی امانت اللہ خان صاحب وارثی مرزا پوری سب پکڑ پکڑ پکڑنے اُنھیں کے قلم سے لکھوا کر ارسال فرمایا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے اس سے منشی محمد شفیع صاحب کا جوش قلبی اور نور تصدیق کافی طور پر متحقق ہوتا ہے منشی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں۔

”میرے مرشد برحق حضرت سیدنا و مولانا حاجی صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ اس البیلی شان اور انوکھے انداز سے اس عالم میں قیام پذیر رہے جسکی حقیقت سے خبردار ہونا اور اک انسانی سے بالاتر ہے ہر مذہب و ملت والے اُن کے شمعِ جمال کے پر وانی تھے خداوند عالم نے جہدِ نظر جس شخص کو عطا فرمایا تھا اُسی کے موافق اُس نے حضور کو پہچاننا میرے سرکار اسرارِ خداوندی کا مخزن تھے اور اُسکی قدرتِ کاملہ کی ایک تین دلیل تھے جو ہلوگوں کو سمجھانے کے لئے بارگاہِ قدس کی روشنی کی طرح اس عالم میں تشریف لائے اگر ہنود نے حضور کو کرشن جی مہاراج کی طرح دیکھا تو مسیحیوں نے جنابِ عیسیٰ علی نبیہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اُنہیں مشاہدہ کی اگر یہودیوں نے اُن کے مبارک اور نورانی ہاتھوں میں یہ بیضا کی کیفیت دیکھی تو مسلمانوں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نکمت جانفزاحسوس کی غرض کہ خدا نے جسکو دل و انا اور چشم بنیا عطا فرمائی اُس نے اپنے ظرف و استعداد کے موافق حضور میں خاص شانیں دکھائیں۔“

ہر مورت جن دیکھی جیسی

جا کی رہی بسا و نا جیسی

آج دنیا میں کوئی مذہب و ملت ایسا نہیں ہے جس میں میرے سرکار کے نام لینے والے ہوں جس قدر حاضر ہو کر بیعت ہوئے ہیں وہ تو بشمار ہیں مگر ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جسکو حضور نے عالمِ دنیا میں شرفِ بیعت سے مستفید فرمایا ہے اور وہ ایسے بادۂ محبت سے سرشار اور فیوضِ باطنی سے آراستہ نظر آتے ہیں جسکا تذکرہ حدِ بیان سے باہر ہے۔

میں خود جب اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو محو حیرت ہو جاتا ہوں میرا واقعہ یہ ہے کہ میں ایک کافر کے بیان پیدا ہوا خدا و رسول کا بچا ہونا تو بڑی بات ہے اُن کے نام سے بھی واقف نہ تھا نہ عبادت کا واقعہ ہے کہ میں سکندر نامہ کا سبق پڑھ رہا تھا تو

پناہ بلندی و پستی توئی | ہمہ نیست اندانچہ ہستی توئی

اس شعر کا مطلب میں نے اپنے استاد مرحوم مغفور سے کئی مرتبہ دریافت کیا اور سمجھا کچھ ایسا اثر قلب پر پیدا ہوا کہ ایک لخت کفر سے دل بیزار ہو گیا اب یہ خیال دامنگیر ہوا کہ آخر توحید دنیا میں کیونکر پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ خدائے واحد نے توحید کی منادی کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بھیجا اور اُنھوں نے توحید کی روح دنیا میں پھونک دی۔

اسی طرح ۱۹۷۸ء میں ایک شب اپنے مکان پر بیٹھا ہوا تھا اور اس خیال میں مجھ تھا کہ جب خداوند عالم کو مارنا اور جلانا ہی منظور تھا تو پھر عرصہ ظہور میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ پیدا ہی نہ کرتا اسی خیال میں سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک وسیع میدان ہے جسکی انتہا نظر نہیں آتی اُس میدان میں ایسی نفیس اور سبز گھاس ہے کہ دنیا کی کسی سبز چھپر کو اُس سے مثال نہیں دی جاسکتی سبز خمل کی اُس کے سامنے کوئی ہستی نہیں میں اُسی گھاس سے گزرتا ہوا جب درمیان میں پہونچا تو ایک زرخیز تخت دیکھا جسکی چمک دمک سے نگاہوں میں خیرگی پیدا ہوتی تھی اُس تخت پر پانچ بزرگ رونق افروز تھے ایک صدر نشین تھے اُن کے جلال و جبروت کا یہ عالم تھا کہ اُن کی طرف نگاہ نہیں ہوتی تھی دو بزرگوں کو دیکھا جو اُن کے پین و سیار بیٹھے ہوئے تھے اور دو بزرگ سامنے تھے میں نے سلام عرض کیا تو داہنی جانب جو بزرگ رونق افروز تھے اُنھوں نے مجھکو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا میں زمین پر بیٹھنے لگا تو تخت پر بیٹھنے کا حکم دیا میں ادب سے ایک کنارے بیٹھ گیا دو بزرگ جو سامنے تشریف فرما تھے اُن میں سے ایک صاحب نے کچھ عربی زبان میں اشعار پڑھے جن سے سب وجد میں آگئے اور کھڑے ہو گئے میں بھی زمین پر کھڑا ہو گیا اور میں نے دست بستہ عرض کیا کہ مجھے بھی ایک شعر یاد ہے اگر حکم ہو تو پڑھوں ارشاد ہوا کہ پڑھو چنانچہ میں نے وہ شعر پڑھا تو سب کو وجد آگیا اور وہ کھڑے ہو گئے چند منٹ کے بعد جب وہ حالت فرو ہوئی تو سب بیٹھ گئے میں بھی بیٹھ گیا وہ بزرگ جو صدر نشین تھے اُنھوں نے ایک بزرگ سے جو سامنے تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا کہ ان کو سمجھا دو چنانچہ اُنھوں نے مجھکو یہ سمجھایا کہ تمہارا پہلا خیال وسوسہ شیطانی تھا اُسکو قلب سے نکال ڈالو اگر اللہ جل جلالہ کو اپنے حبیب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجنا نہ ہوتا تو عالم ظہور میں نہ آتا اچھا جاؤ

ہرچہ بینی بدان کہ منظر اوست

میں جب خواب سے بیدار ہوا تو اس خواب کا قلب پر خاص اثر تھا اور ایمان کی حلاوت شریعتی سے عجیب مزیدار کیفیت تھی اُسی دن سے دل کی حالت بدل گئی اور خیال ہوا کہ کچھ کرنا چاہئے مگر خاندانی اثرات دامنگیر تھے اور نہ کسی سے ایسی شناسائی تھی کہ جس سے حال دل کہہ کر کچھ دریافت کرنا یا قریب قریب گوش سے یہ پتہ چلا کہ درود شریف ایک افضل ترین عبادت ہے جس نے جو کچھ پایا درود شریف سے پایا چنانچہ ایک کتب فروش کی دوکان سے درود شریف کی کتاب خرید کر لایا جس میں متعدد درود و شریف

لکھے ہوئے تھے مین نے چند درود شریف زبانی یاد کئے۔

مرزا پور مین ایک مشہور ولی اللہ کا مزار ہے جو عالمگیر کے زمانہ مین یہاں تشریف لائے تھے اور انکا نام نامی حضرت خواجہ سید شاہ اسماعیل خشتی علیہ الرحمۃ ہے۔ آپ کے فیوض و برکات سے تمام شہر مستفید ہے مین نے اپنا یہ معمول کر لیا تھا کہ دن مین شوالہ کے اندر جا کر بیٹھ جاتا تھا اور خاموشی سے درود شریف کا درود رکھتا تھا اور شب کو حضرت خواجہ سید شاہ اسماعیل خشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بیٹھ کر درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ ۸۴ کا واقعہ ہے کہ شب کے ۲ بجے ہون گے مین اپنے ذوق و شوق مین حضرت خواجہ صاحب کے مزار پر انوار پر بیٹھا ہوا درود شریف پڑھ رہا تھا کہ مجھے یہاں معلوم ہوئی اسوقت چاندنی چٹکی ہوئی تھی مین روضہ انور کے باہر آیا اور کنوین پر جا کر پانی نکال کر پیاجب برتن اور رستی رکھنے لگا تو مین نے بچشم خود دیکھا کہ کنوین کے قریب جو گولر کا درخت ہے اس کے نیچے ایک بزرگ کھڑے ہیں۔ مگر درخت کے سایہ کی وجہ سے مین انکو پورے طور پر نہیں دیکھ سکا۔ اسلئے ان کے قریب گیا اور سلام عرض کیا دست مبارک پر بوسہ دیا اور مین نے پوچھا کہ حضور کا دولت خانہ کہاں ہے تو انھوں نے ارشاد فرمایا دو سوسو سنو تمھارا حصہ میرے یہاں ہے، یہ فرماتے ہی غائب ہو گئے مین عرصہ تک اسی فکر مین رہا دو ڈھائی برس کے بعد مرزا قاسم جان صاحب وارثی سے برسبیل تذکرہ یہ ذکر آیا انھوں نے مجھکو ایک مرقع دکھایا اس مرقع کو دیکھتے ہی مین نے پہچان لیا کہ یہی مقدس صورت تھی جسکو مین نے خواجہ صاحب کے مزار سے قریب گولر کے درخت کے نیچے دیکھا تھا۔ مین اسی سال کا تک کے مہینہ مین مرزا قاسم جان صاحب کے ہمراہ دیوہ شریف حاضر ہوا یہ حضور پرنور کے والد ماجد سید نادر خان علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے عرس کا زمانہ تھا مجھے حضور انور کی زیارت کا کمال اشتیاق تھا جب آستانہ عالی کے دروازہ پر پہونچا تو دیکھا کہ ایک مجمع کثیر دروازہ کھلنے کا منتظر ہے۔ مین نے جیسے ہی دروازہ پر زنجیر کھٹکھٹائی فوراً حضور انور نے فرمایا دو سوسو سنو نور محمد شاہ مرزا پور سے ایک لڑکا آیا ہوا سکو بلاو، حضور کی یہ آواز مین نے اپنے کانوں سے سنی اس کے بعد دروازہ کھلا مین اندر گیا حضور پرنور استراحت مین تھے مین نے قدموں کو بوسہ دیا اور دل مین خیال کیا کہ اگر حضور فرخ انور کھول دیتے تو شناخت ظاہری کی منزل بھی طے ہو جاتی یہ خیال آتا تھا کہ فوراً حضور بیٹھ گئے اور مین جمال عظیم المثال کی زیارت سے شرف اندوز سعادت ہوا اور دست مبارک پر بوسہ دیا حضور نے فرمایا دو سوسو سنو ہماری تمھاری پورانی ملاقات ہوا چھا جاؤ اب پھر ملاقات ہوگی، اسی سال مین خوش نصیبی سے حضور انور کے سلسلہ غلامی مین داخل ہوا اور جو احسانات و افضال حضور انور کے مجھ پر ہوئے وہ بیان سے باہر ہیں اور حق تو یہ ہے وہ لوگ نہایت خوش نصیب ہیں جو اس گوہر کیتانی بحر توحید کی زیارت سے مستفید ہوئے اور ان سے زیادہ وہ قسمت کے دہنی ہیں جنکو شب و روز شرفِ حضوری حاصل تھا۔

قدم وہ ناز سے رکھتا نہیں تخت سلیمان پر | ترے کوچہ مین جس درویش نے بستر گایا ہے  
مجھ شفیع صاحب کا واقعہ بیعت جسقدر اہمیت رکھتا ہے وہ ظاہر ہے ایسے اکثر واقعات ہونگے اور ممکن ہے

کہ ان واقعات مذکورہ بالا سے بھی کمین مہتمم بالشان واقعات گزرے ہوں جو ہمارے علم میں نہ ہوں اس لئے کہ حضور کے مرید بے شمار ہیں جو واقعات دستیاب ہو گئے انھیں پرکتفا کیا گیا۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ سمندر کی سب لہریں شمار میں آجائیں غرض یہ ہے کہ حضور انور پر مسلمانوں کی طرح ہنود بھی نشا رتے اور ان کے پشوا پنڈت سادھو نانک شاہی اُداسی وغیرہ غرض کہ ہر خیال کے ہندو فقیر حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوتے اور برکت و فیض حاصل کرتے تھے۔ اکثر ہندو سادھو آپ کے چیلے بن گئے حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی رقطار زمین کہ میں بارگاہِ عالی میں حاضر تھا کہ ایک نانک شاہی اُداسی فقیر حضور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے جو امت سر کے رہنے والے تھے اور انھوں نے اپنی حاضری کا یہ سبب بیان کیا کہ مجھ کو عضہ دراز سے یہ الجھن ہے کہ خدا انسان میں ہے یا اس جسم سے علیحدہ ہے میں نے اس بات کی سیکڑ و فقیروں اور سادھوؤں سے تحقیق کی اور انھوں نے مجھ کو ہر طرح سمجھایا مگر میری سمجھ میں نہیں آتا اور نہ تسکین ہوتی تھی اب بیان حاضر ہوا ہوں۔ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے پہلے بھی ان کا نام سنا تھا اس لئے حضور انور کی خدمتِ عالی میں پیش کرنے کے لئے ان کو اُسی وقت لے چلا حضور انور اُس وقت صحن مکان میں چوتراہ پر استراحت فرما رہے تھے جیسے ہی سامنے سے دروازہ کھلا یہ اُداسی فقیر صاحب سرنگون ہو گئے اور اسی ہیئت سے حضور پر نور تک پہنچے اور قدم بوس ہو کر واپس چلے آئے نہ کوئی بات ہوئی نہ ذکر ہوا مگر باہر آکر انھوں نے کہا کہ آج مجھ کو تسکین ہو گئی میں نے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ جیسے ہی دروازہ کھلا اور میری نگاہ حضور پر ہی میں نے دیکھا کہ دہری سے اکاس تک ایک جوت ہو اور صورت یہی ہے جب پیر بکڑے تو سوائے اُس صورت کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا، یہ اُداسی فقیر کئی روز تک دیوہ شریف میں ٹھہرے رہے اور اسکے بعد چلے گئے ایسے واقعات روزمرہ پیش آتے تھے کہ حضور انور شاہدہ کراویا کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ آپ کی ذات سے خدا کی قدرت کا مشاہدہ ہوتا تھا اور سامنے آتے ہی عقدہ لانیخل حل ہو جاتا تھا۔

حضور انور کی خدمتِ عالی میں بڑے بڑے سادھو اور ہر ایک پنتھ کے ہندو فقیر آتے تھے اور آپ ان کی قدر فرماتے تھے اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ وہم او تم ایک ہیں نا، جہاں آپ تشریف لیجاتے ہندو فقرا نہایت خلوص و عقیدت سے حضور انور سے ملنے کے لئے آتے تھے اگر ان کو اپنے مقام پر اس بات کا علم ہوتا تھا کہ حضور پر نور اس راستہ سے گزرین گے تو وہ سر راہ حاضر ہوتے اور شرفِ زیارت سے مستفید ہوتے تھے۔ منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی رئیس پوروہ غنی خان ضلع راے بریلی لکھتے ہیں کہ جناب حکیم محمد یعقوب بیگ صاحب وارثی اور مرزا منعم بیگ صاحب وارثی اور رحیم شاہ صاحب اور دیگر بزرگوں کا بیان ہے کہ جب حضور پر نور بنارس تشریف لیگے تو عجیب کیفیت دیکھنے میں آئی جس وقت حضور کی پانکی راج گھاٹ پر پہنچی تو بنارس کے پنڈت اور پوجاری اور وہ گدی نشین مہنت جو کبھی اُٹھتے نہیں تھے وہ اپنے اپنے مقاموں سے اُٹھے اور حضور انور کی خدمتِ عالی میں محبت و عقیدت سے آئے بعض تو پانکی ڈنڈ و ن میں ہاتھ لگائے ہوئے تھے



حضور پر نور ہر ایک سے یگانگت و شفقت کی باتیں فرما رہے تھے ایک مقام پر پاکی رکوا کر حضور نے اُن سب سے فرمایا تم اور تم ایک ہیں، اب ہکو بخشی اجازت دو کہ ہم ایک شخص کے یہاں قیام کریں وہاں سب سے ملاقات ہو جائیگی اُن سب نے قبول کیا اور حضور کی مدح و ستائش کرنے لگے جب انھوں نے بخشی منظور کر لیا تو حضور نے ایک حکیم صاحب کے یہاں قیام فرمایا بعض مہنتوں نے حضور انور کے لئے کھانے بھیجے بعض نے پھول بھل اور میوے اور دیگر تحائف ارسال کئے۔ جب دوسرے دن صبح کے وقت حضور بنارس سے رخصت ہونے لگے تو اکثر نامی گرامی پٹنہ اور منت رخصت کرنے کے لئے آئے اور جب حضور سے جدا ہونے لگے تو نہایت اشکبار ہوئے اُن کی گریہ و زاری کا عالم دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ اللہ اکبر حضور انور محرم و محبت ہیں جس کا ہر شخص پر آنا فائدا اثر ہوتا ہے۔ ہندو فقرا بھی حضور انور کو بہت زیادہ مانتے تھے۔ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب واری لکھتے ہیں کہ مجھے ایک سادھو صاحب نے بھرا یون مین دریافت فرمایا کہ تم کہاں بیعت ہو مین نے حضور انور کا اسم گرامی بتایا تو انھوں نے نہایت جوش مین اگر کہا کہ وہ فقیر مین اور فقیر بہت کم ہوتے ہیں اولیا اور پیر بہت ہوتے ہیں اسکے بعد یہ شعر پڑھا۔

حد پٹے تو اولیا بھی دپٹے تو پیر	حد بید دو ہو پیٹے تو اسکا نام فقیر
---------------------------------	------------------------------------

اس شعر کو پڑھ کر کہا کہ مین نے یہ بات حاجی صاحب کے سوا کسی مین نہیں دیکھی تھو بڑا پیر ملا حاجی اوگھٹ شاہ صاحب ایک دوسرا واقعہ لکھتے ہیں کہ چنگا شاہ صاحب مجذوب جو پنجاب کے ایک مشہور روریش تھے میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ملنے والے تھے پیران کلیر شریف مین مجھے اُن سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو نہایت شفقت و محبت سے پیش آئے اور پوچھنے لگے کہ تم کس خاندان مین بیعت ہوئے مین نے کہا چشتیہ قادریہ مین کہنے لگے خاندان زبردست ہیں۔ پھر کہا کہ کس سے بیعت ہو مین نے حضور اقدس کا نام نامی بتایا تو بڑی کیفیت سے فرمانے لگے او ہو پیر بھی بڑا زبردست ملا علاوہ اور باتوں کے تمھارے پیر بڑے فقیر ہیں ایک بات یہ ہے کہ سید ہیں اور سید سے زمین و آسمان لرزتے ہیں اور گل چیزیں ڈرتی ہیں۔

مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق شکوہ آبادی سابق نیجر درگاہ اجیر شریف لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۷ء مین مجھے چند احباب کے ہمراہ سنگا پٹنگ کے پہاڑ پر جانے کا اتفاق ہوا جب ہم لوگ وہاں کا بڑا مندر دیکھنے کے لئے گئے تو اسی مین ایک ہندو فقیر کو دیکھا جنکو وہاں کے لوگ بہت مانتے تھے اور وہ عربی و فارسی اور دو ہندی وغیرہ مختلف زبانیں جانتے تھے۔ انی عمر سو سو برس کی بتاتے تھے جب مین اُنکے سامنے گیا تو مجھکو دیکھ کر مسکرائے اور میرے کُشتہ واقعات خود بخود بیان کر کے آئندہ واقعات کی پیشین گوئی فرمانے لگے اور آخر مین کہا تو ایک ایسے زبردست ولی کامل کے خاص مقبولون مین ہے جسکا ثانی آج دنیا مین نہیں ہے۔

تجربہ پر بہت آفتین آئین کی مگر تو محفوظ رہے گا۔

یہ پیشین گوئی اُن فقیر صاحب نے مولوی محمد سر فرار خان صاحب محقق وارثی کی بیعت سے قبل بیان کی تھی بلکہ اُس وقت تک مولوی صاحب موصوف کو حضور انور سے بیعت ہونے کا خیال بھی نہ تھا۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ عام ہند وہی نہیں بلکہ اُن کے واجب التعظیم مہاتما اور پیشوا بھی حضور انور کی ولایتِ تامہ کے کما حقہ قائل تھے یہی نہیں بلکہ معتقدانہ حضور انور کی خدمتِ عالیٰ میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے تھے اور حضور انور پر جان نثاری و شفیقگی میں مسلمانوں سے کم نہ تھے۔ آپ کے فیوض و برکات نے ہزاروں ہندوؤں کو دولتِ روحانیت سے مالا مال کر دیا اور مخالفین اسلام کے اس خیالِ باطل کی قلعی کھول دی کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے یا بعض دہریت کے دلہ اوے جو کہتے تھے کہ اسلام کی حقانیت و روحانیت کے واقعات دل خوش کن اور پارہائے فسانے ہیں۔ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو اب ایسے با اثر اور مقدس نفوس اسلام میں کیوں نہیں پیدا ہوتے جیسے صاحبِ تاثیر و با کرامت اولیاء اللہ زمانہء سابق میں پیدا ہوتے تھے۔ اُن کے لئے آپ کی ولایتِ تامہ ایک قطعیۃ الدلالت حجت تھی۔ اور آپ کی ذاتِ صداقتِ اسلام کی تین دلیل تھی اور اس کا ایک بدیہی ثبوت کا اسلام بجز واکراہ یا بزورِ شمشیر نہیں بلکہ اس طرح اسلام کی ترقی و شاعت ہوئی ہے جس طرح آج تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ نہ فوج ہے نہ شمشیر ہے نہ دیگر سامانِ عیش و تنعم نہ اور کوئی ظاہری دلچسپیوں کے اسباب ہیں ایک تنہا حضور پر نور کی ذاتِ بابرکات ہے جسکی حقانیت و روحانیت سے متاثر ہو کر تمام عالم والہ وشیفتہ ہے۔

بے لشکر و فوج بادشاہی کر دیم لئے درو بد و لست فقیری/ایخبا	بر مسندِ فقر کبریا کی کر دیم در کسوتِ بندگی خدائی کر دیم
--	---

حضور انور کی مقدس تاثیرات و روحانیت پر اس زمانہ کے مشاہیر اربابِ سیر اور سچے خیال و قانع نگار اصحاب نے بھی غور کیا ہے چنانچہ خان بہادر مولوی محمد بشیر الدین صاحب بانی اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوا دُمدیر اخبار ”البشیر“ (جو حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رضی اللہ عنہ سے شرفِ بیعت رکھتے ہیں) اور اپنے آزاد خیالات و اسلامی خدمات میں ضرب المثل ہیں) حضور انور کے وصال پر اظہارِ رنج و ملال کرتے ہوئے ”البشیر“ مطبوعہ ۱۸/ اپریل ۱۹۵۹ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا مسلک نہایت صلح کل تھا کسی مذہب اور عقیدہ کا شخص آپ سے ملتا آپ اُس سے بہ اخلاقِ بائین کرتے چنانچہ علاوہ مسلمانوں کے بہت سے ہنود بھی آپ کے مرید تھے حاجی صاحب کی ذاتِ بابرکات اس امر کا بدیہی ثبوت تھی کہ نہ بادشاہوں کے ذریعہ سے نہ علما کے وعظ و پند سے اس قدر اشاعتِ اسلام ہوئی ہے جتنی صوفیائے کرام کی بدولت ہوئی ہے۔“

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اخبارِ روکیل مطبوعہ ۲۷ جنوری ۱۹۵۹ء میں اپنے مضمون کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں ”ہم نے خود اکثر ہندوؤں کو دیکھا ہے کہ وہ

حاجی صاحب کی مریدی کے سبب اسلام اور طریق اسلام کے شیرانی بن گئے اور بعض درویدہ مسلمان تھے بعض درود شریف اور آیات قرآنی کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے اور مزے لیتے تھے،

صرف ہنود ہی نہیں بلکہ پارسی ہودی مسیحی سب آپ کی جان نشاری کا دم بھرتے تھے اکثر انگریزوں نے مسلمان ہو کر لباس و روشی پہن لیا۔ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب ضیافت الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ بہت سے عیسائی شرف بیعت وارثی سے مشرف ہوئے اور بعض کو شہنشاہ عالم پناہ نے خلعت فقر سے بھی سرفراز فرمایا ہے چنانچہ رومی شاہ صاحب ولایتی شاہ صاحب عبداللہ شاہ صاحب جو حضور کے خرقہ پوش فقرا تھے یورپین تھے، صاحب تحفۃ الاسفیاء لکھتے ہیں ۱۲۸۵ھ کا واقعہ ہے حضور پر نور محلہ امین آباد شہر لکھنؤ میں چودھری ہدایت علی صاحب تعلقہ دار دہوہ ہرہ کے مکان پر رونق افروز تھے اسوقت علاوہ چودھری صاحب موصوف کے چودھری سرفراز احمد صاحب تعلقہ دار سبیحہ وغیرہ بھی حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ حسن اتفاق سے ایک صاحب مسٹر براؤن ہیڈ کلرک دفتر کشتی بہرائچ سربراہ چلے جاتے تھے جیسے ہی حضور کے چہرہ مبارک پر اُن کی نظر پڑی حواس بجا نہ رہے اور از خود رفتہ ہو گئے بیہوش ہو کر گر پڑے۔“

کتنی گہری مرے ساقی کی نظر ہوتی ہے | مجھ کو پھر و ن میں کمین اپنی خبر ہوتی ہے |  
مسٹر موصوف کو جب ہوش آیا تو وہ حضور کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گئے اور کچھ دنوں کے بعد آپ کی اجازت سے حج بیت اللہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ چلے گئے صاحب موصوف نے اپنی زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف کر دی تھی اور جب تک زندہ رہے اسلام کی خدمت کرتے رہے۔

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب ضیافت الاحباب میں لکھتے ہیں کہ برادرِ بیدم شاہ فقیر حضرت وارث عالم پناہ اپنے خط میں جناب رحیم شاہ صاحب خادم خاص بارگاہ وارثی سے مسٹر کمیل صاحب فرامیسی کی سفارش کرتے ہیں کہ ان کی تمنا حضور عالی میں عرض کرو دیجئے وہ ہوا۔

قبلاً ام جناب رحیم شاہ صاحب زید مجدہ۔ پس از ما وجب آنکہ باعث تکلیف دہی یہ ہو کہ ایک صاحب فرامیسی مسٹر کمیل حضور پر نور کے غلام ہونا چاہتے ہیں اور بوجہ چند در چند فی الحال حاضر نہیں ہو سکتے لہذا اُن کی درخواست پیش کرو دیجئے اور بواپسی مطلع فرمائیے اُن کو عالم رویا میں بھی زیارت سلطان دو جان یعنی وارث کون و مکان ہو چکی ہو یہی باعث اُن کی غلامی قبول کرنیکا زیادہ تر ہوا میں امید کرتا ہوں کہ آپ حضور یہ تکلیف گوارا فرما کر مجھے ممنون فرمائیں گے۔ راقم۔ فقیر بیدم وارثی از آگرہ۔

مسٹر موصوف کی عقیدت اور برابر بیدم شاہ صاحب کی سفارش ملاحظہ فرما کر حکم ہوا کہ انکی بیعت قبول ہوئی جب موقع ہو چلے آوین، ”ضیافت الاحباب“

بعد از ان مسٹر کیل صاحب حضور انور کی خدمت عالی میں دیوہ شریف حاضر ہوئے تھے انھوں نے اپنا نام بھی بدل دیا عبدالوارث نام رکھا اب سنا ہے کہ بمبئی میں ہیں۔ اسی طرح اور انگریزوں کو بھی حضور انور کی بیعت کا شرف حاصل ہوا ہے چنانچہ حاجی سید غفور شاہ صاحب حامی الوارثی نے حضور پرنور کے مختصر حالات میں ایک سوانح عمری انگریزی زبان میں تالیف فرمائی ہے اُس میں لکھا ہے کہ مسٹر ہنری ٹریفک انسپکٹر اجیر اور مسٹر جاسٹن سپرنٹنڈنٹ پولیس مالک متحدہ بھی حضور انور کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے اسی طرح پارسی و یہودی وغیرہ بھی حضور کی بیعت سے مشرف ہوئے ہیں۔ چنانچہ بمبئی کے مشہور پارسی دوسا بھائی دلدہن جی حضور کے دست مبارک پر بیعت سے مستفید ہوئے اور اسلامی عقائد کے پابند ہو گئے اور ان کی دونوں بہنیں بھی حضور کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئیں دوسا بھائی دلدہن جی بھی حضور سے بیعت ہوئے۔ یہ بعض ایسے واقعات لکھے گئے ہیں جو حضور انور کے آخر زمانہ میں پیش آئے اور حضور کے خدام حاضر باش کی بادداشت میں تھے آپ کے زمانہ سیر و سیاحت میں جو واقعات گزرے اُن کا علم ہونا مشکل ہے حضور انور کی ذات بابرکات خاص جامعیت رکھتی تھی اور اسلام کی صداقت و حقانیت کی ایک نئی دلیل تھی ہزاروں منکر و ن کو آپ کی مقرر شدہ شہادت روحانیت سے راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ آپ کے تمام واقعات و حالات احاطہ تحریر میں آنا ناممکن ہیں کیونکہ ظاہر و باطن طور پر حضور انور کی ذات سے فیوض و برکات جاری تھے۔ حضور کے صفات فیض آیات ضرب المثل ہیں۔ جناب مولانا مولوی عبدالاحد صاحب قبلہ شمشاد فرنگی محلی شیخ مدد سرہ چشمہ رحمت غازی پور جو فی زمانہ ایک عالم باعمل اور مشاہیر روزگار سے ہیں اپنے سفر کا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں جو نہایت دلچسپ ہے اس لئے مجسہ درج ذیل کیا جاتا ہے مولانا لکھتے ہیں میں جب تیسری مرتبہ حسب طلب نواب حسین میان صاحب مرحوم والے منگول ملک کاٹھیا وار گیا تھا تو واپسی کے وقت کجرات سے اجیر شریف کی طرف آنے میں رات کو ریل پر سو رہا تھا ایک بچہ میری اور پائنتی کی بیچ پر ایک میراٹ واٹن تھی اور اُسکی بغل کی بیچ پر اُسکا ایک نو عمر لڑکا تھا میں اپنی بغل کی بیچ پر اُن کی وغیرہ رکھ دیا تھا کیونکہ وہ خالی تھی جب سو جاؤں گا اس پر بیٹھ جائے گا اور میری آنکھ کھل گئی میں نے دیکھا کہ ایک انگریز گاڑی میں آیا اور میری بغل کی بیچ پر بیٹھنا چاہا میں فوراً اٹھا اور اپنا سبب بتانے لگا۔ اُس انگریز نے نہایت عمدہ لب و لہجہ میں کہا آپ کیون تکلیف کرتے ہیں آپ سوئی ہوئے ہیں ایک طرف بیٹھ جاؤ گا مجھے اُسکی نصاحت چوب ہووا اور میں نے اسباب ہٹا کر وہ بیچ خالی کر دی اور پھر سو رہا۔ میرے کان میں آواز آنے لگی کہ اے خدام میرے حال پر رحم کر مجھے سخت تکلیف ہو تو کیوں مجھے میری برداشت سے زائد تکلیف دیتا ہوا ہے پھر تو بھی میری خبر نہیں لیتا۔ اس آخری لفظ نے مجھے ہوشیار کر دیا اور میں اٹھ بیٹھا دیکھا تو وہ انگریز سخت تکلیف میں کراہ رہا ہے میں نے پوچھا کہ صاحب آپ کو کیا تکلیف ہو اُس نے کہا کہ میں بہت بیمار ہوں اس وقت بخار کی زیادتی ہو اور محال میں کیڑے پڑ گئے ہیں میں نے بغض دیکھی تو واقعی بخار بہت شدت کا تھا میں نے کہا بیشک آپ کو شدت کا بخار ہو آپ کے محال میں کب سے کیڑے پڑ گئے ہیں اُس نے کہا ایک مہینہ سے زائد ہوا کہ ڈاکٹروں نے تجویز کیا ہے۔ میں نے کہا اُن لوگوں کی رائے غلط ہے



اس مرض کا مریض ایک ہفتہ سے زائد نہیں جی سکتا۔ اُس نے پوچھا کہ آپ حکیم ہیں مین نے کہا نہیں مگر  
لچھپون کی صحبت میں رہا ہوں اور ہرفن کی کتابیں دیکھا کرتا ہوں مجھے کتب بینی کا مشغلہ بہت پسند ہے  
اُس نے پوچھا آپ کا مکان کہاں ہے مین نے بتایا لکھنؤ میں ہے۔ مین نے کہا کچھ مین بھی آپ سے سوال  
کر سکتا ہوں اُس نے کہا فرمائیے مین نے کہا آپ نے اپنی بے چینی میں خدا سے رحم کی درخواست کی  
حالت میں یہ بھی کہا تھا کہ اے پیر تو بھی میری خبر نہیں لیتا اس کے کیا معنی اُس نے کہا مین نے  
یہ نہ کہا ہوگا۔ مین نے کہا آپ نے ضرور کہا تھا مسکرا کر کہنے لگا کہ بے چینی میں مٹھ سے نکل گیا ہوگا۔  
مین نے کہا اس کی کچھ اصلیت ضرور ہوگی ورنہ ایسا کلمہ انگریز کے مٹھ سے نہیں نکل سکتا۔  
اُس نے بہت کچھ ٹالا مگر مین پیچھے نہ گیا۔ اور اسرار سے پوچھنے لگا اُسے چاہا کہ ایک بات ایسی ٹل جائے۔  
کنے لگا سنیے صاحب آپ لکھنؤ کے رہنے والے ہیں وہاں کے لوگوں کو ضرور جانتے  
ہوں گے مین نے کہا کہ ہاں جانتا ہوں اُس نے حسین ہمزہ اور چند کینگ کا لچ کے طلبا کو پوچھا  
چونکہ وہ لوگ میرے ساتھ کینگ کا لچ میں پڑھتے تھے مین نے اکثر صاحبوں کا حال بتایا اُس نے  
کہا وہاں کے عربی مدرس مولانا حافظ محمد فضل اللہ صاحب مغفور کو بھی جانتے ہو مین نے کہا وہ میرے  
سسر تھے یہ سننے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا مین آپ سے ملوں گا وہ میرے اُستاد تھے  
اور اُن کی فیاضیوں اور بزرگیوں کا دیر تک ملاح رہا۔ اور کہنے لگا اب تو میری نبض دیکھیے  
مین نے نبض دیکھی تو ذرا بھی بخار نہ تھا مین نے کہا کہ اس وقت تو آپ کی نبض صاف ہے۔ مین کے  
کہنے لگا کہ مجھے آپ سے بلکہ ایسی خوشی ہوئی ہے کہ میرا بخار اُتر گیا خدا آپ کو خوش رکھے۔ پھر کہنے لگا  
آپ ہاؤل صاحب وکیل کو جانتے ہیں مین نے کہا ہاں مین نے اُن کی تعریف سنی ہے اُن سے  
ملنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا اُس نے کہا وہ میرے حقیقی چچا تھے یہ بھی آپ جانتے ہیں وہ فرانسیسی  
تھے اور فرانسیسی فرنگیوں کی عورتیں پر وہ مین رہتی ہیں مین نے کہا مجھے اس کا علم نہیں ہے  
کہا اچھا لکھنؤ کے فقہروں کا حال بھی آپ جانتے ہیں مین نے کہا مین بہت دنوں سے غازی پور میں  
رہتا ہوں لکھنؤ میں چپ شاہ وغیرہ کو دیکھا تھا کہا کہ حاجی صاحب کو جانتے ہیں مین نے کہا اُنھیں  
بچپن میں دیکھا تھا میرے ناموں وغیرہ اُن کے مرید تھے اس وجہ سے وہ گدہ مین تشریف لاتے  
تھے چونکہ وہ عورتوں سے سرین تیل وغیرہ ڈلواتے تھے اس وجہ سے مین اُن کو اچھا نہیں سمجھتا تھا  
کہا آپ نے اُن کی کچھ کرامتیں بھی سنی ہیں۔ مین نے کہا ہاں مین نے سنا ہے کہ برسات میں بھی وہ  
نگے پاؤں رہتے ہیں اور بے تکلف فرش پر چلے جاتے ہیں فرش پر دھبہ وغیرہ نہیں پڑتا  
کہا کہ اور کچھ مین نے کہا یہ کیا کم کرامت ہے کہ غیر مذہب کے لوگ اُن کے مرید ہوتے ہیں منکر و مل کے  
بچے سفر میں جب مین آگرہ پہنچا تو جیل خانہ کے داروغہ کے یہاں بغرض سیراگرہ کئی روز ٹھہرا رہا وہاں  
ڈاکٹر پینڈٹ رام پرشاد صاحب ڈاکٹر جیل خانہ سے ملاقات ہوئی اُن کی صورت نہایت متبرک  
تھی یہی ڈاکٹر تھے ہوئے تھے اور ماتھے پر بہت چڑا نقشہ دیے رہتے تھے اور ہر وقت کچھ پڑھا  
کرتے تھے دریافت سے معلوم ہوا کہ درود شریف پڑھا کرتے ہیں اور تلاوت قرآن بھی کرتے ہیں

اور یا بند غماز ہیں جب کئی روز کی صحبت میں بے تکلفی ہو گئی تو ایک روز وہ کہنے لگے کہ میں مسلمان ہوں اور حاجی صلا جب قبلہ کا مرید ہوں اپنے بہت واقعات انھوں نے بیان کیے کتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بڑے دربار میں پہنچ گیا ہوں وہاں حضرت حاجی صاحب قبلہ بھی تشریف رکھتے ہیں میں نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ لسی محفل ہے فرمایا کہ یہ دربار حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اشارہ سے بتایا کہ یہ حضرت ابو بکرؓ ہیں یہ حضرت عمرؓ ہیں یہ حضرت عثمانؓ ہیں یہ حضرت علیؓ ہیں یہ حضرت فلانؓ ہیں یہ فلانؓ ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے ہیں تو انھوں نے فرمایا تو انھیں نہیں دیکھ سکتا میں زیادہ حال دریافت کر سکا اور اگلے کل کئی مجھے بہت سخت صدمہ ہوا جب میں تبدیل ہو کر سہارنپور گیا تو میں نے حضرت مولانا محمد قاسم نا تو تو ی مرحوم مغفور سے اپنا خواب بیان کیا اور وجہ عدم زیارت دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ تم حَقّ تو نہیں پتے میں نے کہا حَقّ کا کیا ذکر میں تو افیون بھی کھاتا ہوں۔ حضرت مولانا نے فرمایا تم کو زیارت نہیں ہو سکتی میں نے اُسی وقت حَقّ اور افیون سے توبہ کی بہت سخت بیمار ہو گیا تمام حکیموں اور ڈاکٹروں نے تجویز کی کہ بغیر استعمال افیون کے تم اچھے نہیں ہو سکتے میں نے کہا مجھے مرجانا منظور ہے مگر حَقّ اور افیون کے پاس نہ جاؤں گا چنانچہ میں اچھا ہو گیا اور چار مرتبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو چکی ہے الحمد للہ علی ذلک۔ صاحب ان واقعات کو سنکر بہت خوش ہو رہے تھے اور غور سے میرے چہرہ کو دیکھے جاتے تھے۔ جب میں اس قصہ کو کہہ چکا تو بولے اور کوئی حاجی صاحب کی کرامت آپ نے سُنی ہے میں نے کہا کہ ہاں کہنے لگے وہ گناہ میں نے کہا مولوی شرف الدین صاحب ڈمراؤن میں میرے دوست مولوی عبدالصمد صاحب مرحوم غازی پوری سے بیان کرتے تھے کہ میں ایک گھنٹہ شراب کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا ایک مرتبہ میں دیوہ شریف کے قصد سے روانہ ہوا جب دانا پور پہنچا کہ ہوٹل سے چند بوتلیں لے لیں ایک بوتل بھی نہ ملی فیض آباد بارہنکی وغیرہ کے ہوٹلوں میں بھی ہی ٹوبت آئی میں دیوہ شریف پہنچا اور کئی روز رہا مگر شراب کی ذرا خواہش نہ ہوئی میرے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ حضرت حاجی صاحب کو منظور ہے کہ میں شراب چھوڑ دوں چنانچہ میں نے چھوڑ دی اور اب نائب ہو گیا ہوں اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی صاحب نے کہا اور کچھ میں نے کہا کہ میرے بڑے ماموں کی ایک کھلائی تھی نہ بہن نام اُس کی بہن حج کرنے گئی وہاں سے واپس آکر بیان کیا کہ میں مکہ شریف میں حضرت حاجی صاحب کی مرید ہو گئی لوگ اُسے دیوانہ بتانے لگے کہ بقر عید کے روز تو حضرت حاجی صاحب گدی میں تھے وہ کعبہ شریف میں تھے کہاں سے کہ تو مرید ہو گئی وہ ہستون کو جھنوں سمجھتی تھی اور اصرار سے کہتی تھی کہ میں تو مرید ہوئی ہوں اس قصہ کو بیان کر کے میں نے بھی اپنا تعجب ظاہر کیا اس پر اُس انگریز نے کہا آپ کو واقعی تعجب ہے میں نے کہا بیشک مجھے تعجب ہے اُس نے کہا مجھے آپ کے تعجب پر تعجب ہے نہیں کی بہن سچ کہتی تھی وہ کعبہ شریف میں مرید ہوئی اور نہ بہن بھی سچی تھی اُس نے حضرت حاجی صاحب کو گدی میں دیکھا تھا خدا کی قسم حضرت حاجی صاحب ایک آن میں مختلف مقامات پر بہت سے آدمیوں کو مرید کر لیتے تھے جب اُس نے یہ کہنا تو میں نے کہا شاید آپ نے بے چینی کی حالت میں اُنھیں کو یاد کیا تھا کہنے لگا کہ ہاں

وہی میرے مرشد ہیں اب آپ میرے مرید ہونے کا حال سنئے اگرچہ آپ کو تعجب ہوگا مگر میں بخدا سچ کہوں گا میں بہت کم سن تھا جب میرے والد ماجد نے انتقال کیا میری ماں جہان بختی اور پردہ میں رہتی تھی میں آپ سے بیان کر چکا ہوں کہ فرانسیسی سیمین ہندوستان میں پردہ کرتی بہن پردہ کے باوجود میں اپنی والدہ کی بہت نگرانی اور حفاظت کرتا تھا ایک روز میرے برے نے بیان کیا کہ میری ماں کے پاس ایک فقیر آتے بہن اور دیر تک اندر رہتے بہن مجھے اس بات کے سننے سے آگ لگ گئی اور جی میں آیا کہ ابھی گولی مار دوں جب میرا غصہ فرو ہوا تو میں نے اُس سے پوچھا وہ کب آتے ہیں اُس نے کہا کبھی مہینوں کے بعد اور کبھی جلد جلد آتے ہیں میں نے اُس سے کہا اب جب آئیں تو مجھے فوراً اطلاع دینا جب وہ چلا گیا تو میں نے ایک دو نالا تینچہ بھرا اور کوٹ کی جیب میں رکھ لیا اور یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ اس مرتبہ جب آئیں گے تو ایک گولی سے شاہ صاحب کو اور ایک سے اپنی ماں کو ہلاک کر دوں گا دن رات اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح یہ کام بہت جلد انجام ہو جائے اتفاق سے ہفتہ کے اندر ہی میرے برے نے اطلاع کی کہ اس وقت شاہ صاحب آئے ہیں اور مکان کے اندر ہیں یہ سنتے ہی فوراً اٹھا اور جلدی سے دروازہ ہی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر تینچہ کو نکالنے لگا مگر تینچہ میرے ہاتھ میں نہیں آتا تھا بلکہ چھوٹ چھوٹ جاتا تھا یہاں تک کہ صحن مکان میں پہنچ گیا اور میری نظر شاہ صاحب پر پڑی وہ سرھانے بیٹھے تھے اور پائین پر میری ماں ہاتھ جوڑے ہوئے بیٹھی تھی اور کچھ کہہ رہی تھی میں بے ساختہ آگے بڑھا چلا جاتا تھا اور ہاتھ سے تینچہ نکالنے کی کوشش میں مصروف تھا اور تینچہ ہاتھ میں نہیں آتا تھا یہاں تک کہ شاہ صاحب کے قریب پہنچ گیا اور انھوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ دو آؤ بیٹا آؤ،، اور میری ماں ایسی خوف زدہ ہو گئی کہ گویا اُس میں کچھ جان ہی نہیں تھی۔ شاہ صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ٹھکانا اور کہنے لگے کہ تو میرا بیٹا ہے اور یہ میری بیٹی ہے میں نے کہا آپ کہتے ہیں کہ میں مسلمان ہو جاؤں فرمایا کہ تو تو مسلمان ہی ہے اور تیری ماں بھی مسلمان ہے میں نے کہا میں کیا کروں فرمایا کہ ناپاک چیزیں نہ کھایا کرو اور جس طرح جی چاہے اُس طرح رہو میں ایک آدمی دوں گا اُس سے کھانا پکوا کر وزیر خان اُس کا نام ہے میں نے کہا بہت بہتر کئی روز کے بعد ایک شخص آیا اور کہا وزیر خان میرا نام ہے اور جناب شاہ صاحب نے بھیجا ہوں میں نے کھانا پکانے پر اسکو نوکر رکھ لیا سولہ سترہ برس وہ میرے پاس نوکر رہا جب کبھی میں بیمار ہوتا تھا تو وہ کھانے سے برابر میرا علاج کر لیتا تھا کبھی مجھے دوا استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی دو برس ہوئے وہ مر گیا اسوقت سے میں برابر بیمار رہتا ہوں کئی برس سے میں سوچا سٹیشن ماسٹر ہوں اس وقت بیمار ہو کر اجیر شریف کے شفا خانہ میں جا رہا ہوں یہ باتیں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ اجیر شریف کا اسٹیشن آگیا اور صاحب نے مجھے اصرار کیا کہ آپ بھی دو چار روز اجیر شریف میں ٹھہریں میں نے غور کیا کہ میری رخصت ختم ہو رہی ہے اور میں جاتے وقت اجیر شریف کی دو مرتبہ زیارت کر چکا ہوں آپ کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ محال میں کیڑوں کا خیال دل سے دور کیجئے امتحان کا طریقہ میں بتائے دیتا ہوں کہ مٹی کے بچورے میں کر داتیل پیچھیے اگر بو اور مزاتیل کا معلوم ہو تو سمجھیے کہ ڈاکٹروں کی رائے غلط ہے اگر نہ معلوم ہو تو آٹھ روز برابر کھانے کے بعد پئے جائے انشاء اللہ صحت ہو جائے گی آٹھ روز کے بعد آپ کو تیل کی بو اور مزما معلوم ہونے لگے گا یہی صحت کی علامت ہے

والسلام مولانا عبدالاحد شاہ صاحب فرنگی محلی لکھنؤی نے جو اپنے سفر کا واقعہ تحریر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہے دیگر اقوام کے قلوب میں حضور انور کی شان و عظمت کا کس قدر گہرا اثر تھا اکثر انگریز حضور انور کے شرف بیعت سے مستفید ہوئے اور صرف مسیحیوں پر موقوف نہیں ہے بلکہ ہر مذہب و ملت میں آپ کے اثرات انہر من الشمس ہیں پھر جو کچھ بھی واقعات ہیں وہ ایسے ہیں جو اتفاق سے مل گئے ورنہ سیکڑوں اور ہزاروں واقعات ہوں گے جن سے ہمارے کان خبردار نہیں ہیں۔

دیگر مذاہب کی رجوعات حضور انور کے حلقہ بگوشوں کے نزدیک ایک نہایت معمولی بات تھی جس پر انھوں نے کبھی خیال بھی نہیں کیا اور یہی سبب ہے کہ اس قسم کے واقعات دیگر سلاسل کے محترم بزرگوں سے زیادہ زیادہ دستیاب ہوئے۔ حضور انور کے فیوض و برکات تمام دنیا میں جاری ہیں اور غالباً کوئی خطہ ایسا نہ ہوگا جہاں حضور کے حلقہ بگوش نہ ہوں۔

جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اخبار وکیل مطبوعہ ۲۴۔ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء میں رقم طراز ہیں کہ دو حاجی صاحب کو نہ صرف ہندوستان کے ہندو مسلمان بزرگ سمجھتے تھے اور عقیدت رکھتے تھے بلکہ یورپ کے باشندوں میں بھی اُن کی بزرگی کا چرچا تھا۔ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر کے ایک صاحب مسٹر حبیب احمد نامی آجکل انگلستان میں ہیں انھوں نے حاجی صاحب سے فیض حاصل کیا تھا یہ صاحب انگریزی تعلیم یافتہ ہیں اور عموماً انگریزی طرز معاشرت برتتے ہیں جب دہلی میں روزنامہ اخبار جاری تھا تو یہ مسٹر حبیب احمد شاید اُس کے چیف ایڈیٹر تھے کچھ عرصہ بعد اخبار چھوڑ کر مصر اور وہاں سے ولایت چلے گئے۔ دورانِ قیام انگلستان میں اُن کے غیبی بیانات کا شہرہ ہو گیا کشف تصوف کے طالب علم کو ابتدائی حالت میں ہونے لگتا ہے مسٹر حبیب احمد اپنی کشفی طاقت سے انگریزوں کے سامنے بعض ایسی باتیں کہہ دیتے تھے جن سے اُن کو بوجہ تعجب ہوتا تھا کیونکہ انگریزوں کے واسطے یہ بالکل نئی بات تھی کہ گذشتہ یا آئندہ حالت کو ایک اجنبی اس طرح بیان کر دے گویا اس واقعہ کا پورا علم اُس کو حاصل ہے۔ رفتہ رفتہ مسٹر حبیب احمد کا زیادہ چرچا ہو گیا اور ہندوستانی طلباء بھی اُن کے کمالات کے متقدّم ہونے لگے۔ ہمارے دوست شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر لاہور کو بھی زمانہ قیام انگلستان میں وقتاً فوقتاً اُن سے ملاقات کرنے کا موقع ملا تھا اور انھوں نے مسٹر حبیب احمد کے عجیب و غریب بیانات کو بطور خود آزمایا تھا وہ کہتے ہیں کہ مسٹر حبیب احمد واقعی باطنی احساس میں غیر معمولی قابلیت کے آدمی ہیں اُنے والے واقعات کی نسبت وہ جو کچھ حکم لگا دیتے تھے عموماً ویسا ہی ہوتا تھا چنانچہ ہم نے شیخ عبدالقادر صاحب کے پاس ایک کتاب میں مسٹر حبیب احمد کے قلم سے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ سید کرامت حسین صاحب حج ہو جائیں گے حالانکہ یہ تحریر دو برس پہلے لکھی گئی تھی جب کسی قسم کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ مولوی سید کرامت حسین صاحب ہائی کورٹ کے جج بن سکتے ہیں۔ اس قسم کے صدھا واقعات میں میں جن میں مسٹر حبیب احمد کا قول پورا اُترا اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ غیبی باتوں کا بتا دینا اہل تصوف کے سامنے کوئی کمال نہیں ہے اور وہ اس کو بیچ اور ادنیٰ فعل خیال کرتے ہیں مگر آج کل کے زمانہ میں مشائخ کی



پستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اُن میں کشفی حالت کے آدمی بھی ناپید ہیں زیادہ کمالات تو شے دیگر ہیں اس اعتبار سے مسٹر حبیب احمد کی قابلیت کی داد دینی پڑتی ہے کہ وہ ایسے ملک میں صوفیوں کے کمالات کا ایک جزو دنیا کو دکھا سکتے ہیں اور یہ سب نعمت اُن کو حاجی صاحب سے حاصل ہوئی ہے..... اسپن کے ایک امیر زادہ نے جوتدن میں آیا تھا اور مسلمانوں کے کمالات کا متلاشی تھا مسٹر حبیب احمد کے کمالات کی تعریف سنی اور وہ ان سے ملنے آیا جب اُس نے دیکھا کہ واقعی یہ آدمی ویسا ہی ہے جیسا تھا تو وہ مسٹر حبیب احمد کی خدمت میں رہنے لگا اور نہایت عقیدت مندانہ طریقہ پر اُن کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اُس نے اپنا نام بھی بدل دیا اور طریق مذہب بھی پہلا ساندہ رکھا یہاں تک کہ وہ مریدوں کی مثل بن گیا۔ اور اس اثنا میں اُس نے ہزار ہا روپیہ مسٹر حبیب احمد کو دیے اور انھوں نے وہ روپیہ نہایت بے پروائی و بے توجہی سے خرچ کر ڈالے لوگوں نے اسپنی امیر کو بہکایا کہ یہ شخص تمہارا روپیہ کسی بیدردی سے اڑاتا ہے تمہیں سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہا یہاں تک کہ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ میرا پیر ایک ہندوستانی پیر کا مرید ہے اور وہ بزرگ ہنوز زندہ ہیں تو وہ بھی ہندوستان میں آیا اور خاص دیوہ میں حاضر ہو کر حاجی صاحب کی زیارت کی جب واپس گیا تو اُس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میں نے وہاں ایک آنکھ دیکھی جس میں تمام عالم موجود تھا۔ میں کیونکر کہوں کہ اس آنکھ میں کیسی کیفیت تھی جس نے مجھ کو جنبش ڈال دیا حالانکہ وہ آنکھ خود میں حاجی صاحب کی نہ تھی بلکہ اُن کے ایک ادنی مرید کی تھی جو اُن کے پاس حاضر تھا۔ حاجی صاحب کی تعریف میں اُس نے اتنا کہا کہ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ جس کے غلام ایسے ہیں تو وہ خود کیسا ہوگا۔ یہہ رائے ایک ایسے ملک کے باشندے کی ہے جو درویشی پر مضحکہ اڑاتے ہیں اور جن کی دیکھا دیکھی ہمارے ملک کے لوگ بھی فقروں سے بد عقیدہ ہوتے جاتے ہیں۔

خواجہ صاحب نے جس اسپنی امیر کا ذکر فرمایا ہے اُس کا نام کوٹ گلزار ہے حاجی اوگھٹ شاہ صاحب واری اُن کی حاضری کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب ان کو بارگاہ عالی میں پیش کیا گیا تو حضور انور کھڑے ہو گئے ان کے ہمراہ ایک مترجم صاحب بھی تھے تھا کہ ترجمہ سنگھ صاحب رئیس ملاؤلی کے مکان میں ان کو ٹھہرایا گیا مسٹر کاؤنٹ گلزار نے ایک پلیٹ کا شراب خریدا اور اپنے سر پر رکھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اُس کو زیب جسم فرما کر بیٹھنے کا حکم دیا وہ بیٹھ گئے حضور انور نے فرمایا کیسے آئے ہو کیا کام ہے انھوں نے مترجم صاحب کے ذریعہ سے عرض کیا کہ ہم کو کوئی چیز ملنی چاہیے سوا اس کے کہ ہم اپنی زندگی میں اپنی انھیں آنکھوں سے خدا کو دیکھیں اور کیا حضور پر نور نے منہسم ہو کر فرمایا کہ دعا شن کو عشق ہی کی ضرورت ہو کرئی ہے، من تو شدم تو من شدی فرما کر ارشاد فرمایا کہ دہم تم وہاں ایک جگہ ہوں گے خدا و زمین ہے جاؤ تم کو تصدیق نہیں ہوئی ہو جائے گی، مسٹر کوٹ گلزار نے اُسی وقت غلامی قبول کی اور رخصت ہو کر اپنی قیام گاہ پر آئے حضور پر نور کو احرام بدلوانے کے بعد حائرا ہوا احرام اُن کو ملا تھا نہایت محبت و عقیدت سے اُسے دن بھر اڑے رہے رات کو قوالی سنی صبح کو حضور نے رخصت فرمایا حاجی اوگھٹ شاہ صاحب سے ان کو خاص محبت پیدا ہو گئی تھی جو بدستور قائم ہے اور سلسلہ خط و کتابت

جاری ہے۔ سٹرکونٹ گلارز کے متعلق شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹریٹ لا (سابق ایڈیٹر آب زرور لاہور)۔  
راقم الحروف کو اپنے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

دوسٹر حبیب احمد سابق منٹم روزانہ اخبار دہلی جو ایک عرصہ سے انگلستان میں مقیم ہیں اور وہاں متوکلانہ ریست  
بسر کر رہے ہیں۔ انھوں نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام سٹریٹ آف ساؤنڈ اینڈ نمبر ہے۔  
یعنی "صوت وعدو کے اسرار" اس کتاب کے لندن میں شائع ہونے پر اس کا بعض تجسس حلقوں میں  
بہت چرچا ہوا اور وہاں کے بہت سے علم دوست یا مشرقی مذاق والے اصحاب مصنف کتاب سے  
ملاقات کے خواہاں ہوئے ان میں ایک صاحب ملک اسپین کے ایک متمول رئیس کا ونٹ گلارز  
نامی جو انگریزی زبان بھی جانتے تھے منشی حبیب احمد صاحب سے اگر ملے میں کا ونٹ صاحب موصوف  
سے ملاتی نہیں ہوا کیونکہ میرے زمانہ قیام انگلستان میں وہ کبھی انگلستان نہیں آئے لیکن میں منشی حبیب احمد  
صاحب کے پاس کا ونٹ صاحب کے خطوط اکثر دیکھا کرتا تھا ان خطوط سے معلوم ہوا کہ انھیں منشی حبیب احمد  
صاحب سے ایسی ارادت پیدا ہو گئی جیسی مشرقی مالک میں ایک مرید کو اپنے پیر سے ہوتی ہے اور انھیں  
مشرقی علوم اور السنہ کے مطالعہ کا شوق ہوا چنانچہ انھوں نے تحصیل عربی کے لیے ہندوستان سے ایک  
انگریزی دان اُستاد بگوانا چاہا اور جناب شمس العلما مولوی سید علی بگرا می مرحوم کی معرفت مولوی سید محمد عسکری  
صاحب کو جو پہلے علی گڑھ کالج میں دینیات اُمیہ کے معلم تھے اور پھر بغداد کے سفارت خانہ انگریزی میں  
ترجمان مقرر ہو کر چلے گئے اپنے پاس معقول تنخواہ پر مٹایا مولوی صاحب دو سال تک کا ونٹ صاحب کے  
ہمراہ رہے اس اثنا میں کا ونٹ صاحب کو شوق پیدا ہوا کہ وہ جناب حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی زیارت سے  
مشرّف ہوں کیونکہ انھیں منشی حبیب احمد صاحب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ جناب حاجی صاحب کے  
مریدوں میں سے ہیں بس ان کو اشتیاق ہوا کہ سرچشمہ فیض پر خود پہنچیں چنانچہ وہ ہندوستان اس غرض  
کے لیے آئے اور حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ واپسی پر منشی حبیب احمد صاحب کو انھوں  
نے ایک خط لکھا تھا جو میں نے خود پڑھا ہے اُس میں لکھا تھا کہ میں حضرت حاجی صاحب کی زیارت  
سے اس درجہ مستفید اور مسرور ہوا ہوں کہ ساری محنت سفر و وصول ہو گئی اور خود حضرت حاجی صاحب  
کی تو کیا تعریف ہو ان کے حلقہ کے درویشان میں مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جس کی آنکھ میں وہ آب  
اور کشش تھی کہ میرا جی چاہتا تھا برابر اسی پانی میں نہاتا رہوں ۛ

سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی حضور انور کی سوانح انگریزی میں کا ونٹ صاحب کا ایک خط نقل کرتے  
ہیں جو مولوی احتشام علی خان صاحب وارثی بیرسٹریٹ لا (منصف سہرام) کے نام ہے اور  
جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

مائی ڈیئر سٹر احتشام۔ اپنے پیارے زندہ کعبہ شاہ وارث علی سے ملنے کے بعد میرا ج ختم ہو گیا اس وجہ  
سے میں مصر واپس جاتا ہوں۔

آپ کا مخلص

کوٹ گلزار آف سینٹرل

مسٹر کاؤنٹ گلز راہ میں آن کی آن میں جو قابلیت پیدا ہو گئی وہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اور شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا کے نام جو خط آیا اُس سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ کاؤنٹ صاحب میں اللہ والوں کی شناخت کا مادہ بھی پیدا ہو گیا اور جس طرح ذوق و شوق میں انھوں نے اس قدر دور دراز ملک کی صعوبت سفر گوارا کی تھی اُسی طرح وہ کامیابی کے ساتھ واپس گئے ان واقعات سے ظاہر ہے کہ اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ مغربی روشنی کا آفتاب نصف النہار پر ہے اور علوم جدیدہ نے ایک نیا دور شروع کر دیا ہے کہ جن باتوں کے ادراک سے اُن کی محدود عقلیں قاصر ہیں اُن سے بے تامل انکار کر دیتے ہیں انھیں فلسفی منطقی افراد کے روبرو خدا کا جسم نور ظاہر ہوا جس سے مغلوب ہو کر انھوں نے اسلام کی حقانیت کو قبول کیا مسٹر کاؤنٹ گلز راہ حضور کی ایک نگاہ میں خود آفتاب بن گئے اُن کے دلی جذبات کا انکشاف اُن خطوط سے ہوتا ہے جو انھوں نے شرف بیعت کے بعد حاجی اوگھٹ شاہ صاحب داری کو لکھے ہیں جو میں سے بعض خطوط کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

۱) دوست شریک فی الفنا۔ السلام علیک اُس کلام سے جس کو ہمارے ولی قدس سرہ نے بظاہر فرمایا عقا میں نے توسط ایک عالم خاص کے چند کلمات کا جو اُن کے باطن مبارک اور باطن الہی میں تھے زبان عربی میں استنباط کیا ہے جنکا لفظی ترجمہ آپ کے پاس بغرض حصول قربت کے روانہ کرتا ہوں لاریب کہ آپ کی طہارت قلب اس طریق مستعمل کے صدق کا یقین کرے گی مگر رکتا ہوں کہ کس درجہ آپ کی اور آپ کے اور ہمارے ولی کی محبت مجھے سرور کرتی ہے اور کس درجہ آپ اور ہمارے ولی میرے ساتھ ابتدا اور انتہائے ذکر الہی میں مرفوع ہیں۔

مترجم صاحب آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں اور مولوی نصیر الدین صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض ہے۔

کلمات ذیل ترجمہ از زبان عربی۔

یاھو

- ۱) اوگھٹ میں نے تم کو اپنا امین قرار دیا ہے۔
- ۲) اوگھٹ مثل تیری صورت کے ہے جس پر پھر وسہ ہو سکتا ہے۔
- ۳) اوگھٹ سے تیری راہ اور تیرا ایمان ظاہر ہوتا ہے۔
- ۴) تم آئے ہو میرے مکان پر دیمان سے میری طرف خطاب ہے۔
- ۵) تمھاری خواہش میری توجہ ہے۔
- ۶) تم آئے ہو اور تم مجھ سے متحد ہو گے۔
- ۷) تمھارا آنا مبارک ہو۔
- ۸) ہم تم وہاں ایک جگہ ہوں گے (یہ ظاہری کلام ہے ولی قدس سرہ کا)
- ۹) تم اپنی خواہش کا بھید چھپائے ہوئے ہو۔
- ۱۰) خدا تمام بھیدوں کا جاننے والا ہے۔

(۱۱) میری روح تمھاری حفاظت کرے۔

(۱۲) میری موت کا وقت پہنچا ہے۔

(۱۳) ایک صورت تمھارے ساتھ ہوگی جو تمھاری ہدایت کرے گی۔

(۱۴) ایک مسست جیب تم کو نجات دے گی۔

(۱۵) اور نجات اتحاد میں ہے۔

(۱۶) اوگھٹ کی تم عزت کرو گے اور اُس کو اپنا مقصد دوست قرار دو گے۔

(۱۷) اُس کا طریق تمھارے طریق سے متحد ہے۔

فرانسس لی کنیٹ اہل پس دی ٹائیٹس  
ہوشل ڈیسنجہ۔

(۱۸) جناب حاجی اوگھٹ شاہ صاحب۔ السلام علیکم۔

میں آپ کو یہ عریضہ بسبب فرط محبت کے لکھتا ہوں کیونکہ آپ ہمیشہ میرے ساتھ ہیں اُس باریک پردہ میں جو درمیان ہماری ہونیت ذاتیہ کے حاصل ہے جس مقام پر آپ ہوں اپنے پتہ سے مجھے اطلاع دیکھ کر میں آپ کے جہانی نشان سے بے خبر نہ رہوں۔ اس لیے کہ اس ظہور میں صرف آپ ایک شخص ہیں جس کو میں بہت قریب پاتا ہوں میں آپ سے معاف کرتا ہوں اپنے ولی کی حضور میں نہ آنے اُن کو دیکھا ہے کہ گویا وہ وفات کر رہے ہیں اور وقت وصال کے اُنھوں نے اپنے وعدہ اور میری خواہش کو پورا کیا اور اپنے قلب سے توام کیا۔

کاؤنٹ گلزرا۔ سینٹا کلیرا۔ کنٹن ہوشل۔ پیرس ملک فرانس۔

(۱۹) میرے دوست اوگھٹ شاہ۔ میرا ترجمہ کیا ہے اس وجہ سے میں تم کو عربی میں خط لکھتا ہوں کہ اپنا سلام پہنچا دوں۔ صحت عزیز اور تمھارا حال دریافت کرتا ہوں علمی اشغال سے فارغ ہو گیا ہوں اور توحید کے دریا میں غوطہ زن ہوں میں نے دیکھ لیا ہے کہ وہ لوگ اپنے اللہ کی جانب التفات کر لے وائے بغیر خودی کے بلاد غرب میں معقود ہیں پس عالم ظہور میں تو ہی ہمارا غمگسار ہے اور تم سے بھائی جہان خواہنگار ہوں کہ میرا ساتھ دو دعا میں جسکو تم جانتے ہو سلام محبت قبول ہو۔

کاؤنٹ گلزرا فرانس

مندرجہ بالا خطوط سے ظاہر ہے کہ مسٹر کاؤنٹ گلزرا میں کس قدر روحانیت پیدا ہو گئی کہ اُن کو خود باطنی احساس میں کمال ہو گیا اور تصدیق و یقین کی دولت سے وہ مشرف ہوئے۔

اُن کی آرزو اور تمنا بھی اسی زندگی میں پوری ہوئی کہ وقت وصال حضور انور نے اُن کی تسکین فرمائی حق یہ ہے کہ بارگاہ وراثی سے کوئی نامراد نہیں آیا۔ مسٹر کاؤنٹ کی باطنی قابلیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جو وقت اور تاریخ حضور انور کے وصال کی تھی اُسی تاریخ اور وقت میں کاؤنٹ صاحب نے فرانس میں اس حادثہ عظیم کا اُسی حالت سے مشاہدہ کیا جیسا کہ اُن کے خط سے ظاہر ہے سید طرح اور انگریزوں کے بھی واقعات ہیں مگر چونکہ آپ کے خدام فدوی الاحرام نے کبھی واقعات کی پہچان نہیں



نہیں کی کیونکہ جو حضور کے حاضر باش حلقہ گوش بہین وہ ایک خاص انداز عشق رکھتے ہیں۔

بجز مستی و مدہوشی و گر کار سے غمی دائم

اس وجہ سے انہوں نے اس قسم کے واقعات کو جمع کیا نہ ان پر توجہ کی حالانکہ حضور انور کی ذات  
ستجلی الصفات سے ہر دم و ہر لحظہ نہایت اہم ترین واقعات کا ظہور ہوتا تھا مگر حضور کے دیکھنے والوں کی  
نگاہوں میں وہ جمال عظیم المثال تھا جس کے نظارہ کا یہ ایک ادنیٰ اثر نہ تھا کہ ہوش و خور و خصلت ہوجاتے  
تھے اور عالم استغراق و محویت کسی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا تھا نو حضور انور کی عادت تھی کہ بھوکے سے  
بھی کوئی ایسی بات زبان پر آجائے جس سے خیر عادت یا کثمت و کرامت یا کسی اعلیٰ صفت کا اظہار ہو  
البتہ بعض اوقات غلامانِ خاص سے اگر کوئی واقعہ بیان بھی فرماتے تو اُس سے تعلیم و ہدایت کی غرض مقصود  
ہوتی تھی۔ جیسا کہ تحفۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ جب حضور نے ملک روس کی سیاحت فرمائی تو مولوی عارف علی  
صاحب جو نورائے بھی حضور کے ساتھ تھے روس کے ایک شاہی خاندان کی لڑکی حضور انور پر فریفتہ ہو گئی  
اور حضور انور کے دستِ حق پرست پر سلمان ہو کر درویشانہ زندگی بسر کرنے لگی۔ مسلمانوں کے ایک  
قریب میں اُس نے اپنی سکونت اختیار کر لی تھی یہ حضور پر نور کی ابتدائی سیاحت کا واقعہ ہے اور  
بعض بزرگوں نے حضور انور کی زبان مبارک سے بھی اس واقعہ کو سنا ہے چنانچہ شیخ حسین علی صاحب  
دارقنی متخلص بہ ثواب زمیندار سادہ موصول بارہ بنکی ناقل ہیں کہ حضور انور نے اُس کے فریفتہ ہونے کا  
واقعہ خود مجھ سے بیان فرمایا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور پر نور ایک باغ کی سیر کرنے تشریف لائے  
تھے جہاں اکثر تمہیں موجود تھیں مولوی عارف علی صاحب جون پوری ایک عورت پر عاشق ہو گئے اور  
ایسے حواس باختہ ہوئے کہ اُسی کے ہو گئے۔ حضور کا ساتھ اُس باغ سے ہی چھوڑ دیا حضور انور پر خود  
ایک لڑکی عاشق ہو گئی مگر جب اُس نے حضور انور کو اپنی جانب مخاطب نہیں دیکھا تو دریافت کیا کہ آپ  
کسی کے عاشق ہیں حضور خود ارشاد فرماتے تھے کہ ہم نے کہا ہاں اُس نے کہا وہ بڑا خوبصورت ہو گا  
ہم سے بھی زیادہ حسین ہو گا ہم نے جواب دیا کہ تمام عالم سے زیادہ خوبصورت ہے اُس کا مثل دُنیا میں  
نہیں ہے۔ شہزادی نے کہا ہم بھی اُس پر عاشق ہوں گے بتائے وہ کون ہے ہم نے کہا وہ ہر جگہ ہے  
ہر شے میں ہے اُس کے بہت نام ہیں ایک نام اللہ جل جلالہ ہے اور اُس کی عاشقی کا طریقہ کلامہ  
إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ہے۔ اُس نے صدقِ دل سے کہا اور قسم کھائی کہ مجھے اب اسی سے  
کام ہے اور کسی سے واسطہ نہیں رہا۔ شاہی خزانہ سے اُس کو معقول و وظیفہ ملتا تھا جس کی نسبت  
اُس نے حضور سے عرض کیا میں اس کا کیا کروں تو حضور نے ارشاد فرمایا تم جس پر عاشق ہوئی  
ہو اُس کی راہ میں محتاجوں اور یتیموں اور میواؤں کو دینا غریبوں کے لڑکے لڑکی کی شادی میں دینا اس  
سے وہ بہت خوش ہو گا۔ حضور فرماتے تھے کہ اُس نے ہم سے کہا جب آپ چلے جائیں گے تو ہم کیا  
کریں گے ہم نے کہا اُسی کو یاد کرنا۔ اُس نے کہا اس مقام سے قریب ایک قریہ ہے اُس میں ہم رہیں گے  
اب یہاں نہ رہیں گے آپ چل کر نکو دہان بٹھا دیجیے چنانچہ ہم نے اُس کو وہاں بٹھا دیا ایک شب مشکل  
تمام ہم اُس قریہ میں رہے اس کے بعد رخصت ہوئے اُس کا نام زوفا تھا چلے سال وہ زندہ رہی سکے

انتقال ہو گیا پھر پراس کی قبر ہے اور اس کا قیل ہوتا ہے تین خط اس کے آئے تھے شیخ حسین علی صاحب نے دریافت کیا کہ مولوی عارف علی صاحب کے عشق کا کیا نتیجہ ہوا فرمایا کہ وہ دوسرے دن مارے پاس آئے تھے ڈاٹھی منڈی ہوئی تھی ہم نے کہا یہ کیا کیا کئے گئے اب توجہ ہوا سو ہوا۔

حضور انور کے واقعات سفر فی الواقع نہایت متم بالیشان ہون گے مگر افسوس ہے کہ ان حالات سے ہم کو شرف آگاہی نصیب نہیں ہے۔

جو واقعات حضور پر نور کے زمانہ آخرین ہندوستان میں پیش آئے وہ بھی ہماری محدود معلومات سے باہر ہیں۔ شاؤندرا واقعات حاصل ہوئے ہیں۔

حالانکہ حضور پر نور کی محفل میں روزانہ اہم ترین واقعات پیش آتے تھے اور تمامی مذاہب کے افراد آپ کے نقش قدم پر جان دیتے تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات صداقت اسلام کی ایک بین دلیل تھی جس سے ہر شخص متاثر ہوتا تھا اور ہر مذہب و ملت والے حضور کے اسم گرامی پر قربان ہو جانا عین ایمان سمجھتے تھے اور آپ کی ذات بابرکات میں خدا کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتے تھے حضور پر نور کا چہرہ انور دیکھ کر اسلام کی حقیقت اخلاقیات شمس ہو جاتی تھی اور آپ کی محبت صراط مستقیم کے لیے سراج منیر کا کام دیتی تھی جس پر خدا کی مخلوق پروانہ وارجان نشاری کرتی تھی۔

جو تاریکی میں نور اس کا نظر آیا تو دن نکلا	تجلی سے بنا چشم و چراغ و شست ہر پتا
ہوا جلوہ نما جسم وہ سورج ہو گیا روشن	ہوا شرمندگی سے ماند بالکل چاند کا ٹکڑا

گری مخلوق سجدہ میں اٹھایا جب نقاب اس نے  
ہے در پردہ وہ چہرہ قدرت اللہ کا جلوہ

**مریدین میں از دیاد محبت** حضور انور کی ذات محمودہ صفات پر جو عام گرویدگی اور رجوع خلائی تھی وہ ظاہر ہے مگر مریدین میں جو جوش محبت اور حسن عقیدت ہے وہ بھی حضور پر نور کی ذات بابرکات کی طرح عظیم المثال ہے۔ اگرچہ حضور کے بیشتر مریدین مگر سب میں خاص جذبات محبت ہیں اور اکثر مریدوں کی ایسی حالت ہے جو عام طبائع میں حدود اعتدال سے کہیں متجاوز ہے ایک دیوانگی و ان خود رفتگی کا عالم ہے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کو حضور انور ہی سے وابستہ کرتے ہیں اور حضرت مولانا روم قدس سرہ العزیز کے اس شعر کے مصداق ہیں۔

چون تو ذات پیرا کردی قبول	ہم خدا و ذالتش آمد ہم رسول
---------------------------	----------------------------

حضور انور کے مریدین بالکلین میں جو جذبات محبت ہیں اور ان کے خاص عقائد میں ان کا بیان تو احاطہ تحریر سے باہر ہے مگر بظاہر جو ان کی جان نشاری و جوش محبت ہے وہ بھی بے انتہا ہے۔ پروانہ وار حضور پر نثار رہتے تھے آپ کی چوکھٹ چھوڑنا گوارا نہیں تھا اکثر مریدین و فور محبت سے حضور کا طواف کرتے اور عیدین کے موقع پر تو اور بھی نائزین کا ہجوم ہوتا اور گرد پھر پھر کے حضور پر قربان ہوتے تھے

۱۔ ترجمہ اشعار عربیہ موسومہ ہدیہ عمادیہ از رشحات قلم فیض رتم مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ دار فی ہماری مدظلہ العالی۔

حضور کے معمول مرید ہزاروں روپیہ حضور انور کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کے لیے صرف کرتے اور غربا کو تقسیم کرتے تھے۔ علاوہ رؤسا دیوہ شریف کے جنکو بارگاہ دارنی میں شرفِ قدامت حاصل ہے بیٹے شاہ فضل حسین صاحب دارنی سجادہ نشین شاہ ولایت وسید معروف شاہ صاحب دارنی و گھیسٹے میان صاحب جو اپنا جان و مال حضور پر تیار کرتے تھے دیگر مغزین بھی بیرونجات سے آتے اور صرف کثیر کرتے تھے۔ چنانچہ راجہ دوست محمد خان صاحب تعلقہ دارمونا ضلع سلطان پور عید الفطر کے موقع پر دیوہ شریف آتے اور شیر و خرما سنویان اور تہ بند فقارے دارنی میں تقسیم کرتے اور محتاجوں کو حضور انور کے صدقہ کا صد ہا روپیہ دیتے تھے۔ علاوہ ان میں شیخ عنایت اللہ صاحب تعلقہ دارسیدن پور عید اضحیٰ کے موقع پر حضور پُرنور کو معہ خدام و دیگر مریدین حاضر باش ۸- ذی الحجہ سے سیدن پور میں لجاتے اور حضور انور وہیں نماز عید اضحیٰ اور ادا فرماتے تھے شیخ عنایت اللہ صاحب نہایت میر چشمی و فدائنی سے اس تقریب سعید میں خرچ کرتے تھے محتاجوں اور غریبوں کو کھانا تقسیم کرتے خوب روشنی ہوتی اور محفل میلاد خیر العباد متعقد کی جاتی تھی خدام و فقر کو تہ بند بدلواتے تھے۔

نواب محمد عبدالشکور خان صاحب رئیس اعظم دھرم پور جب دیوہ شریف میں آتے حضور انور کی دعوتوں کا اہتمام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کرتے تھے اور بڑے ذوق و شوق سے زیادہ دنوں تک دیوہ شریف میں قیام رکھتے تھے اور اپنے زمانہ قیام میں روزانہ دولوں وقت حضور انور کی خدمت عالی میں پُرکلف کھانے پیش کرتے تھے عشرہ محرم میں دس روز متواتر آستانہ عالی پر بلاؤ وغیرہ کی دیکھیں تیار کراتے اور عشرہ کے دن سبیل بھی رکھتے اور جناب سید الشہداء علیہ السلام کی نذر کرتے تھے اور غربا کو تقسیم فرماتے تھے حضور انور کے وصال کے بعد بھی اپنی قدیم وضع پر قائم رہے اور ہمیشہ آستانہ دارنی پر حاضر ہوتے اور تمام مراسم اُسی طرح ادب و تعظیم سے بجا لاتے تھے۔

دیگر امرا و رؤسا بھی حضور پُرنور کے نام نامی پر کثیر صرف کرتے تھے۔ اسی طرح ٹھاکر نچم سنگھ صاحب رئیس ملاولی ضلع مین پوری اور ٹھاکر گھنگوان سنگھ صاحب رئیس ملاولی ہولی کے زمانہ میں دیوہ شریف حاضر ہوتے جس قدر حضور کے خدام و فقرا دیوہ شریف میں موجود ہوتے ان کو تہ بند بدلواتے تھے اور حضور انور کے خاندان عالی شان کے ہر ایک ختنی یعنی دھوبی بھشتی حجام خاکروب وغیرہ کو انعامات دیتے تھے حضور انور کی جانب سے اکثر امرا و رؤسا نے مہانوں اور فقرا کے لیے لنگر جاری کر رکھے تھے چنانچہ دیوہ و مہینہ کی باری سے راجہ اودت نرائن صاحب تعلقہ دارمونا نگر راجہ دوست محمد خان صاحب تعلقہ داروارث نگر و مہونا۔ حاجی عباس حسین خان صاحب تعلقہ دارپال پور چودھری طافت حسین صاحب رئیس رامناہ راجہ شیر محمد خان صاحب تعلقہ دارراے پور ضلع سیٹاپور و بادشاہ حسین خان صاحب تعلقہ دارکیرا لنگر جاری رکھتے تھے۔ دیگر امرا و رؤسا ہر چند کوشش کرتے تھے کہ ہم بھی اس نعمت عظمیٰ میں حصہ لین مگر موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ اپنی باری کا ایک دن کسی کو دینا شاق تھا لنگر میں معمولی کھانا نہیں ہوتا تھا بلکہ پُرکلف کھانے تیار کرائے جاتے تھے۔ اور زرو مال حضور پر بیدریغ قربان کیا جاتا تھا جس طرح امرا حضور پُرنور کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر اپنے زرو مال کو تیار کر کے اپنے حوصلے پر سے کرتے تھے اسی طرح غربا بھی جو کچھ انھیں میسر ہوتا حضور انور پر قربان کرتے تھے اور حضور انور کی نگاہ حقیقت آگاہ میں سب ایک تھے

چنانچہ حضور انور کی یہ بات تو عادات و صفات ہی میں داخل تھی کہ جس مکان میں پہلے قیام فرماتے جب اُس شہر میں پہنچتے اُسی کے یہاں ٹھہرتے اور اس شرفِ سعادت میں غربا کی ہی زیادہ تعداد ہے حضور انور جس خوش نصیب کے گھر تشریف لیجاتے اور قیام فرماتے۔ دن بید اور رات شب برات کا سماں رہتا تھا جن کو خوش نصیبی سے حضور کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا رہا اپنے تمام مال و اسباب کو حضور کا ہی سمجھتے تھے اور یہ بیخ صدقات و غیرت کرتے تھے۔ عجیب جوش و خروش کی کیفیت ہوتی تھی اور عجیب دلوں سے ہوتے تھے۔ حضور کی تشریف آوری کی مسرت میں ہر شخص لوگ تو تمام مال و اسباب کٹا دیتے تھے۔ مولوی حافظ حسن صاحب امین دیوانی علی گڑھ کے یہاں جب حضور پر نور کا قیام ہوتا تو وہ تمام اثاثہ البیت کٹا دیتے تھے جسے کہ حضور انور کے تشریف لیجاتے کے بعد برتن اور جس وغیرہ کا انتظام اُن کے یہاں قرض سے ہوتا تھا۔ زیور اور کپڑا اور برتن اور نقد غرض کہ جو کچھ گھر میں ہوتا خیرات کر دیتے صرف بدن کے کپڑے رہ جاتے تھے۔

اگر کسی وجہ سے حضور انور کسی کے یہاں تشریف لیجانے میں متاثر ہوتے تو اُس کو اپنی زندگی دوپہر بولتی تھی اور وہ اپنی جان تک ہلاک کرنے کو مستعد ہو جاتا تھا بالآخر حضور پر نور اُن کی حالت سے متاثر ہوتے اور اُن کے یہاں تشریف لیجاتے تھے۔ حق یہ ہے کہ حضور انور کے مریدین عقیدت گزین میں جو جوش محبت و عقیدت ہے وہ فی زمانہ قابل حیرت ہے حضور انور کے نام نامی پر مٹے ہوئے ہیں اپنی بیویوں کو حضور کے اسم مبارک سے منسوب کیا ہے۔ راجہ دوست محمد خان صاحب تعلقہ دارمونا جس موضع میں قیام رکھتے ہیں اُس کا نام وارث نگر رکھا ہے۔

سید معروف شاہ صاحب وارثی اور شہا کوٹھم سنگھ صاحب وارثی نے حضور انور کے نام نامی سے باغ لگائے اور اُن کا نام وارث باغ رکھا۔ سید معروف شاہ صاحب قبلہ کے وارث باغ میں جو سب سے اچھے آم کے درخت ہیں اُن کا نام وارث پسند رکھا اور اُن درختوں کی قسمیں جن جن باغوں میں لگائی گئی ہیں اسی نام سے مشہور ہیں چنانچہ منشی وحدت اللہ خان صاحب وارثی خلف منشی عبیدت اللہ خان صاحب وارثی رئیس شاہ جہان پور نے بھی خاص طور پر اپنے باغ میں وارث پسند آم کے درخت لگائے جو سب درختوں میں ممتاز اور حقہ کے قابل ہیں جہاں جہاں ان درختوں کی قلمیں لگی ہیں وہ اسی نام سے مشہور ہیں۔

اکثر امرا نے حضور انور کے نام نامی سے اپنے مکانات کو منسوب کیا ہے چنانچہ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی وکیل سرکار رئیس گیا کے عالی شان مکان پر بخط جلی ہوا وارث کندہ ہے اسی طرح بعض صاحبوں نے اپنے مکانات کا نام وارث منزل رکھا۔ ڈاکٹر سید ریاض حیدر صاحب وارثی خلف الرشید مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی نے اپنے شفا خانہ کا نام شفا خانہ وارثی رکھا ہے۔

جناب جاجیہ عائشہ بی بی صاحبہ وارثیہ رئیسہ گیا بسط اللہ حیاتہا و اکرام اللہ صفاتہا جو مجدد فیاض و عالی ہمت۔ پاک طینت۔ راسخ العقیدت۔ سرشار محبت۔ نیک دل نیک نیت خاتون ہیں اور جن کے



اگر سے زمانہ سلف کی ان مقدس خوانین اسلام کی یاد تازہ ہوتی ہے جو اپنے زہد و عبادتِ فیاضی میں دنیا و مافیہا میں ضرب المثل گذر گئیں۔ اس زمانہ میں جناحِ موصوفہ کی فیاضیان اس قدر مہتمم بالشان ہیں کہ تمام غلامانِ وارثی کے قلوب پر خاص اثر ہے۔ آستانہ وارثی کے اکثر شاندار حصے اُن کے ذوق و شوق کا نتیجہ ہیں۔ اور سنگِ مرمر کی مسہری اُتھین کی بلندِ جھنگی کا مشاہدہ ہے اُن کو اپنے اعلیٰ ترین خیالات کی بنا پر آستانہ عالی کو اعلیٰ سے اعلیٰ، زینت اور زینت پر دیکھنے کا ایسا انموکھ ہے کہ اکثر حصص کی تعمیر میں اُنھوں نے زرِ کثیر صرف کیا ہے۔ علامہ اربین اُنھوں نے آستانہ عالی کے صدر دروازہ کے قریب ایک مدرسہ غنیہ و ممتاز عالی شان تعمیر کرایا ہے جو مدرسہ وارشیر کے نام سے موسوم ہے اور اُس کے قیام و استحکام کے لیے ایک متداول قصبہ بھی فرمایا ہے مبارک ہے ایسی دولت و ثروتِ جودین و دنیا میں فیاضی و دریا دلی کی بین مثال قائم کرنے والی ہو۔

اسی طرح تیرکات لوگوں کے پاس محفوظ ہیں حضور انور کے لبوسِ مبارک موہ شریف کانِ ہامیل وہ کپڑا جس سے بعد وصالِ جسمِ مبارک پونچھا گیا وہ کپڑا جس سے حضور انور مبارک میں اُتارے گئے خاکِ مزارِ پاک دندانِ مبارک وضو اور رکیوں کا پانی وقت وصال جو غسل ہوا تھا اُس کا پانی غرضکہ صد ہا چیزیں لوگوں کے پاس محفوظ ہیں۔ اس موقع پر ایک مقدس خاتون کا ذکر وہ جنکو نشانہٴ محبت کہنا چاہیے سندری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ مولوی سید غنی جمد صاحب تہلہ وارثی وکیل و شیرگیر کی اہلیہ محترمہ کے قلبِ منور انور کی ذاتِ محمود الصفات سے جو تعلق ہے اُس کا ذکر الفاظ میں ادا ہونا ناممکن ہے اُنھوں نے حضرت کے تبرکات کا ایک بیش بہا ذخیرہ جمع کیا ہے اور ایک کمرہ میں سجھایا رکھا ہے اور خود اُس کی مجاوری کی خدمات بجالاتی ہیں حضور انور نے اُن کو اپنا اگلا دان و محبت فرمایا تھا جس میں اگال بھی تھا اُنھوں نے اُس اگال کو قائم رکھنے کی کوشش کی اور وہ اگلا دان مع اگال کے اُن کے پاس محفوظ ہے۔

اکثر لوگوں نے اپنی اولاد کے تمام حضور انور کے نام نامی پر رکھے۔ جیسے غلام دارث۔ نیاز دارث۔ عیدہ دارث وغیرہ یا دارثِ فاطمہ۔ دارثِ بانو کینز دارث۔ وارثیہ خاتون وغیرہ۔

غرضکہ اپنے اپنے خیال کے مطابق ہر شخص حضور انور کی اسم گرامی سے استفادہ روحانی حاصل کرتا ہے اور اپنی کسی نہ کسی شے کو حضور پر نور کے اسم گرامی سے منسوب کرنا باعثِ خیر و برکت سمجھتا ہے حضور انور کے نام نامی پر اس قدر گرویدگی ہے کہ اپنے نام کے ساتھ لفظ وارثی نہایت نخص و مباحات سے لکھ کر حضور انور سے نسبت حاصل کی جاتی ہے۔

حضور انور کے مریدین باتگین میں جو جوشِ محبت اور حضور کی شان و عظمت کا اثر و ردہ اس سے ظاہر ہے کہ جس زمین پر حضور پر نور کے قدم پڑتے تھے لوگ متبرک سمجھ کر اُس خاکِ پاک کو اٹھایا کرتے تھے۔

بزمینیکہ نشانِ کف یا ہے تو بود	سالما سجدہ صاحب نظر ان خواجہ پیر
حضور انور جس بالکی بن تشریف لے جاتے بڑے بڑے امراؤ رو سا کہا روں کو اٹھا کے خود اس	

پالکی کو اٹھاتے تھے۔

چنانچہ آنریبل جسٹس مولوی سید شرف الدین صاحب وارثی بالقایہ نے بانکی پور میں خود حضور کی پالکی اٹھائی اور پالکی کو اٹھا کر کوسون تک دوڑے ہیں۔ جتنے کہ بانٹوں میں چھائے پڑ گئے ایک عجیب و غریب رنگ کا عالم ہوتا تھا حضور پر لور کی پالکی کا چھو لینا بہت بڑی بات سمجھا جاتا تھا۔ حضور پر نور جس سلفی میں وضو فرماتے اُس پانی کو لوگ تبرک سمجھ کر لے لیا کرتے تھے کوئی پی پیتا تھا کوئی آنکھوں سے اور سینے سے لگاتا تھا بعض لوگوں کے پاس وہ پانی اسوقت تک محفوظ ہے۔

قاضی منیر عالم صاحب وکیل و رئیس درجہ نگہ کے مکان پر جب حضور پر نور تشریف لے گئے ہیں تو وہ اپنی ٹاٹھی سے راستہ صاف کرتے ہوئے حضور کو لینگے تھے۔ اُن کے مکان کی کرسی بہت اونچی ہے زینہ کو آنکھوں نے توڑا دیا اور خود زینہ کی جگہ جھک کر کھڑے ہو گئے جس پر سے حضور انور اور ہمراہی گذرے غرض کہ جو ادب و احترام حضور انور کا مخلوق کی نگاہ میں تھا اور جو عقیدت و محبت مریدین کے قلوب میں حضور کی تھی اُس سے قاعدہ رباعی جتنے یا تبارک الیقین کے معنی سمجھ میں آتے تھے کہ حضور کے حلقہ بگوشوں کو اس قدر غلبہ محبت ہے کہ حضور کی ذات مجمع الصفات سے پوری تصدیق و یقین کی نسبت پیدا ہو گئی۔

مولوی علی احمد خان صاحب وارثی وکیل اگرچہ اپنے برادر زادہ میان مہدی علی خان وارثی کا حال لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میں نے اکتوبر ۱۹۰۷ء میں دیوہ شریف کی حاضری کا قصد کیا تو میان مہدی علی خان نے اپنے اعزاء سے مخاطب ہو کر کہا میرا ارادہ حضور انور سے احرام حاصل کرنا ہے آپ لوگوں سے رغبت ہوتا ہوں اور تمام جائیدادیں سپرد خدا ہے۔ اس ارادہ سے میان مہدی کے اغوا کو تاسع و ملال ہوا یہاں میان مہدی کا اشتیاق قدیموسی اور شوق احرام پوشی میں یہ حال تھا کہ جس وقت سے سفر اختیار کیا بجز پان کھانے کے مطلق غذا استعمال نہیں کی۔ بارہ بجلی اسٹیشن وریل سے اُتر کر دیوہ شریف تک پیادہ پاسفر کیا کسی سواری میں سوار نہیں ہوئے سواری اس وجہ سے ترک کر دی کہ جہاں حضور انور تشریف فرما ہوں وہاں سواری میں جانا۔ بے ادبی ہے۔ غدا اس لیے چھوڑ دی کہ ایسے مقدس مقام پر جہاں حضور انور تشریف رکھتے ہیں بول و براد سو ادب ہے۔

حضور انور کی خدمت جالی میں اکثر ہندو پیکر ما وغیرہ کرتے ہوئے اور مسلمان دیگر ریاضتوں سے مسافت طے کرتے ہوئے حاضر ہوتے تھے۔ اور اُن کا جوش و خروش اور اُن کے جذبات محبت قابل دید ہوتے تھے جس سے یہ مشاہدہ ہوتا تھا کہ حضور کی ذات مقدس سے کس قدر حصول تصدیق ہوتی تھی۔ حضور پر نور کے بشمار مریدین کے جذبات محبت کا ذکر احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ اس زمانہ کے اکثر مشاہیر اور علم دوست اصحاب نے حضور انور کے مریدین و معتقدین کے جذبات محبت کو غور و تعمق کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔

چنانچہ خان بہادر مولوی محمد بشیر الدین صاحب قبلہ میرا بشیر نے جو حضور انور کے وصال پر اظہار رنج و

ملاں کیا ہے اُس لوٹ میں آپ کے مریدین کی کثرت اتحاد کا ذکر کرتے ہوئے مریدین کے جذبات محبت کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

”نہ صرف معمولی مرید بلکہ جس قدر حسن عقیدت جوش محبت اور عظمت حاجی صاحب کے مریدوں کے دلوں میں حاجی صاحب کی تھی بہت کم مریدوں کے دلوں میں یہ حالت اپنے پیر کی اس زمانہ میں ہوگی شاید یہ کہنا مبالغہ آمیز نہ ہو کہ عظمت و محبت کا درجہ اعتدال سے بڑھا ہوا تھا۔“

مندرجہ بالا تحریر سے ظاہر ہے کہ دیگر بزرگوں کے دلوں میں بھی حضور انور کے مریدین عقیدت گزین کے جذبات محبت کا احساس ہے اور اس میں شک نہیں کہ آپ کے دیکھنے والوں کی نگاہ میں حضور انور کی بے مثالی چھائی ہوئی ہے۔

اب کون رہا ہے جس کو دیکھوں	اک تم تھے سو آگئے نظر میں
----------------------------	---------------------------

اب بھی جبکہ حضور انور نے ہماری ظاہری آنکھوں سے پردہ فرمایا ہے وہی جوش محبت اور حسن عقیدت موجود ہے۔ اور بعض بزرگوں کی حالت تو ایسی ہے جسکو عام عقول و طبائع جو ذائقہ محبت سے نا آشنا ہیں دیوانہ پن کی حرکات سمجھیں گے۔

چنانچہ سید معروف شاہ صاحب جان تثار و خادم قدیم بارگاہ وارثی کی یہ حالت ہے کہ وہ جس ادب احترام سے حضور انور کی حیات میں مراسم تسلیم و آداب اور خدشات بجالاتے تھے اُسی انداز سے اب بھی بجالاتے ہیں۔ اُن کے اس طریق ادب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کو اس قدر تصدیق و یقین حاصل ہے کہ وہ عملاً حضور انور کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں اور یہ مرید کی ایک خاص شان ہے جیسا کہ حضرت شاہ تراب علی صاحب قلندر یہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حاضر و ناظر مرید اس طرح جانے پیر کو	جس طرح احوال بندہ سے خدا آگاہ ہو
-------------------------------------	----------------------------------

اُن کو اپنے عشق و محبت میں اس قدر انماک ہے کہ نہ کسی کی انگشت ثانی کی پرواہ ہے نہ غم نہ رنج کا خیال وہ فطرتی طور پر اپنے خیال و عقیدہ میں ایسے مستغرق ہیں کہ جس کا حاضرین پر بھی خاص اثر پڑتا ہے اور اُن کی نگاہوں میں عجیب پیارا سماں آجاتا ہے جب وہ اپنے قلبی سوز و گداز سے عرض کرتے ہیں کہ اے میرے مالک شہنشاہ میرے آقا یہ حضور کے لیے فلاں شخص کی جانب سے فلاں چیز پیش کی جاتی ہے۔ اسی طرح اپنے اپنے خیال کے موافق حضور کے ہر ایک دست گرفتہ کی کیفیت ہے سب کسی نہ کسی خیال میں نہمک ہیں اور اپنی دین و دنیا کی بیہودی حضور انور ہی کی ذات سے وابستہ کرتے ہیں یہ حالت حضور انور کی محبت میں صرف انھیں اصحاب کی نہ تھی جن کو مشرقی مذاق کے لحاظ سے پیر پرست کہا جاتا ہے بلکہ جو تعلیم یافتہ حضرات مغربی تمدن میں مسافر ہیں اُن پر بھی حضور انور کی محبت کا ایسا ہی گہرا رنگ پڑھا ہوا ہے۔

مثال کے لیے دائر میل جسٹس مولوی شرف الدین صاحب بالقابہ کا اسم گرامی پیش کیا جاسکتا ہے جنکے جذبات محبت خیرت انگیز ہیں اور صرف حیرت انگیزی نہیں بلکہ سبق آموز محبت ہیں بارگاہِ خداوردی سے اُن کو حضور انور کی محبت کا خاص حصہ عطا ہوا ہے حتیٰ کہ خود حضور انور نے اُن سے

ارشاد فرمایا کہ دو لکھ لکھی و دمک دھی اُن کی محبت کے واقعات طویل ہیں اس لیے ہم اُن واقعات کو نظر انداز کرتے ہوئے جن سے جناب ممدوح الشان کا حضور انور سے شرف اختصاص و محبت ظاہر ہوتا ہے شیخ شیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹریٹ لاقیم انگلستان اپنا عقیدہ حضرت وارث پاک کی نسبت تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

دو لکھین ہی کے زمانہ سے خاص ذوق و شوق سے میں مرید ہوا گو میرے دونوں بھائی صاحبان حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے مگر میں نے حضرت حاجی صاحب میں کچھ ایسی کشش پائی کہ دل گرویدہ ہو گیا۔ لکھن کا زمانہ عقیدت کیشی کا تھا اب میں نے مادی یورپ کی بہت خاک چھانی ہے قریب قریب شہر اور دار السلطنت علاوہ روس کے دیکھ ڈالے ہیں موجودہ اختراعات مادی کو دیکھا ہے موجودہ ترقی پر غور کیا ہے سائنس کی کتابوں کے مطالعہ کا مجھے خط ہے اور موجودہ زمانہ مکے اعلیٰ ترین مادہ پرست میکل کا سکہ میرے قلب پر چھا ہوا ہے اُن کی شاندار کتاب کو میں نے پڑھا ہے الغرض اس قدر تجربہ اور علم کے باوجود جواب بھکو حاصل ہوا ہے اور گواہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کا وصال ہو گیا ہے مگر میری روح کو اُس ذات اقدس سے وہی تعلق ہے جو لکھن میں شروع ہوا تھا۔

میں اس خیرت میں ہوں کہ ندایا وہ کون سی بات اُس ذات والا صفات میں تھی جو کافر اور مومن راہدار اور رند عالم اور جاہل ایشیائی اور یورپی نئی روشنی واسلے اور پورانی روشنی والے سب کو کھینچ لیتی تھی گنڈہ تعویدہ نہیں لکھتے تھے وضع قطع اُن کی عالمانہ تھی کسی کے لیے دعایا و دوازدہ نہ کرتے فلسفہ اور منطق سائنس اور چھو منتر کسی سے اُن کو ربط نہ تھا۔ ویر تک اپنے پاس کسی کو بیٹھنے بھی نہ دیتے تھے یہ سب کچھ تھا مگر پھر یہی لاکھوں شخص ہر مرتبہ اور درجہ کے زن و مرد جان نثارانہ عقیدت رکھتے تھے اور نکلے میں نہیں جاتے تھے کوئی خرق عادت یا کرامت حضرت سے نہیں دیکھی پھر بھی مجھے اس وقت اس کا پورا یقین ہے کہ اگر وہ چاہتے تو انتظام عالم کو ایک اشارہ سے بدل سکتے تھے۔

حضور انور کی ذات معدن الصفات سے جو تصدیق کامل حاصل ہوتی تھی اُس کا نمونہ غلامان مارتی کے ازدیاد عشق و محبت ہیں اُن کے بے مثل عقائد و جذبات سے صاف ظاہر ہے۔

حضور پر نور کی محبت میں ہر خیال اور ہر مذاق کے افراد کو ایک خاص انہماک ہے جس سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ خدا کی مقدس روشنی اور تاثیرات کا ملکہ کے روبرو تمامی علوم و فنون اور فلسفہ و سائنس کی قوتیں باطل ہیں۔

حضور انور کی ذات ایک عجیب کرشمہ قدرت تھی کہ جس سے ہر شخص متاثر ہے اور ایستگانی مارتی کی تمام امیدیں حضور انور ہی کی ذات سے وابستہ ہیں۔ اور وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری حضور انور کی ایک غلط انداز نظریہ قربان کرنے کو جان نثارانہ تیار رہتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ محبت و خلوص کے ساتھ تصدیق و یقین کی دولت بھی حضور کی سرکار سے کامل طور پر عطا ہوتی تھی جناب سفید امیان وارثی ناقل ہیں کہ حکیم یعقوب بیگ صاحب وارثی خیر آبادی کا واقعہ ہے کہ بہار کے سفر میں حضور



شیخ پورہ جاتے تھے حکیم لویہ۔ ب بیک صاحب وارثی خیر آبادی بھی ہمراہ تھے کہ ناگاہ اُن کا وہ سالہ لڑکا پہاڑ پر سے گر پڑا لیکن حکیم صاحب کو جو حضور کی محبت ازل سے ساتھ لانے میں کچھ پرواہ بھی نہ ہوئی اور نہ وہ گھبرائے نہایت استقلال کے ساتھ رہے تھوڑی دیر میں لوگ اُس رشکے کو اٹھا لائے تو یہ دیکھ کر نہایت حیرت ہوئی کہ اُس کے کہیں جھوٹ نہیں آئی تھی حضور انور نے مسکرا کر فرمایا کہ نہ یعقوب اگر تم گھبرا جائے تو لڑکا زندہ نہ بچتا جو خدا پر ہر دم کرتا ہے خدا اُس کی ضرورت دیکھتا ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور پر نور کے روبرو کسی بات کا خیال رہنا محال تھا یہی وجہ ہے کہ وہ بستگان و اسیر و سگ بند با محبت و محبت سے دیکھے جاتے ہیں۔

آنریبل جسٹس مولوی شریف الدین صاحب وارثی باقاعیہ کی جان نشاری کا ایک واقعہ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی (رئیس کیا) بیان فرماتے ہیں کہ حضور انور مدظلہ من رفوق اندرز سے تھے اور آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب وارثی باقاعیہ حضور انور کے ہمراہ تھے حضور پر نور جس مکہ میں قیام پذیر تھے اُس میں جو پنکھا لگا ہوا تھا اُس کی رسی کزور تھی اتفاق سے ٹوٹ گئی اور قریب تھا کہ پنکھا بجھے گر پڑے کہ مولوی سید شرف الدین صاحب نے گرتے ہوئے پنکھے کے سامنے اپنا سر خم کر دیا اور اپنی گردن پر لے لیا۔ چوت کا آنا لازمی تھا مگر جان نشاری و سر فرشتی کی اُنساگ کام کر گئی کہ خود حضور انور نے اپنے متبسم و مٹھون سے مولوی صاحب کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ بدالستہ بیٹھ تو نہیں آئی، اُنھوں نے دست بستہ عرض کیا کہ جان حاضر ہے اُس وقت دریائے شہادت و رحمت مोजان تھا حضور پر نور نے فرمایا دو لا تقربوا الصلوٰۃ و انتہر مسکراتی کے معنی تو بتاؤ اُنھوں نے عرض کیا کہ لا تقربوا امرئ کا سیغہ ہے جس سے مراد ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ حضور انور نے فرمایا دو ہان ہان نشہ کی چیز نشہ کسی چیز کا عشق کا کہ شراب کا، اس کے بعد بائیں ہاتھ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ دو بالشر اسکو سجدہ کرو تو شرک ہے اس ارشاد پر ایک عالم سکوت طاری تھا کہ مٹا حضور نے ایک ادا سے خاص سے اُن کی جانب نظر فرمائی اور کچھ تورو بدل کر ارشاد فرمایا کہ دو اسکو سجدہ کرو تو عین اسلام ہے، مولوی صاحب موصوف کا بیان ہے کہ اس ارشاد پر میری نگاہوں کے سامنے ایک بجلی کووند گئی اور اُس بجلی سے جو دھوکہ میں ہر سجدہ ہو گیا جو کچھ دیکھا وہ گفت و شنید کے دائرہ حدود سے باہر ہے۔

حضور پر نور کے مریدین عقیدت گزین کے واقعات و حالات بھی عجیب و غریب ہیں کہ دین و دنیا میں جو چیز اُن کی نگاہ میں وجاہت رکھتی ہے وہ آپ ہی کی دلفریب صورت ہے اس کے سوا سب بچ نکلا۔ ہزاروں اُس محبوب اور عظیم المثال محسن دلفریب پر دیوانے تھے۔

اور شان تبسم و اندازِ تکلم پر دل و جان سے قربان ہوتے تھے۔ دور وارثی یادگار زمانہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ محسن و عشق کا ایک دور تھا جو خداوند عالم نے آپ کی ذات بابرکات میں ظاہر فرمایا۔ غرض یہ ہے کہ حضور انور کی ذات بابرکات سے جو دلی تعلق اور محبت عام طور پر مریدین کے قلوب میں تھی وہ بے مثل تھی اور وہی حالت اب بھی موجود ہے کہ حضور انور کے مزار پر انوار پر ہر روز مشتاقوں کا ہلکھٹ

رہتا ہے اور عالم فوق و شوق میں الصادقة والسلام علیک یا ابن رسول اللہ کے سرے لگائے جاتے ہیں اور ہر شخص کی حالت زبان حال سے اس شعر کا مطلب عرض کرتی ہے

امید خلعت شاہی نہ داریم | بسر دارم ہمین داغِ اسلامی

**اوقافِ محبت** حضور انور کی حیات ظاہری کا دو جیسا مستم بالشان تھا اُس کے اظہار میں زبانِ مسلم عاجز ہے۔ آپ کی ایک غلط اندازِ نظر پر عالمِ قربان تھا۔ قلوب میں جذبات میں جانِ شاری کی اُمسگین ایسی نظر آتی تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضور کے دیکھنے والوں کو دولتِ تصدیق و یقین کامل طور پر حاصل ہے۔ حضور پر نور کا کرشمہ الحسن تھا باعجاز کہ جو تھا وہ اُس رخِ انور کا دیوانہ تھا لوگوں کے دلوں پر آپ کی حکومت تھی آپ کی باطنی تاثیرات سے ہر شخص متاثر تھا جو جذباتِ محبت حضور انور کے دیکھنے والوں سے ظاہر ہوئے وہ عارضی اور وقتی نہ تھے کہ اُن کا اثر جلد زائل ہو جائے بلکہ نہایت مستحکم اور پائدار۔ جنکے آثار دنیا کے حوادث سے مٹ نہ سکیں چنکو مخالف ہوائیں برباد نہ کر سکیں۔ اکثر واقعات ایسے ہیں کہ صغیر السن بچے حضور انور سے بیعت ہوئے اور جوان ہو کر وہ خود بخود حضور پر نور کی محبت کا دم بھرنے لگے جیسا کہ سید محمد الدین صاحب وارثی ریسرٹریٹ لاؤ اسٹنٹ ڈاکٹر محمد مسلم حیدر آباد دکن کا واقعہ واقعاتِ بیعت کے ضمن میں درج کیا گیا ہے اور بھی ایسے واقعات ہیں جن سے لوگ متحیر ہیں۔ چنانچہ راقم الحروف سے ڈاکٹر سید ریاض حیدر صاحب وارثی دُخلف الرشید مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی وکیل رئیس گیا نے نہایت تعجب و حیرت کے ساتھ دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ حضور انور چھ مہینے کے بچوں کو مرید فرماتے اور وہ سنِ تمیز کو پہنچ کر حضور ہی کی محبت کا دم بھرتے۔ حضور ہی کی محبت میں سرشار نظر آتے ہیں۔ اس کا جواب اُس وقت میں نے جو کچھ بھی دیا ہو مگر اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ حضور پر نور کا کمال روحانیت تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ آپ کی ذاتِ مجتمع اوصافِ سرچشمہ عشق و محبت تھی جس سے عشق و محبت کا حصہ ہر شخص کو ملتا تھا اور طفل و جوان و پیر جو حضور میں حاضر ہوتے وہ خالی واپس نہ جاتے تھے

عشقِ در اول و آخر ہمہ ذوقِ است و سماع | این شرابے ست کہ ہم پختہ دمِ خام خوش است

ظاہر ہے کہ محبت کی خامی و غٹکی دونوں بامزہ ہیں بس جسکو خالصتاً اللہ محبت کا حصہ مل جائے وہ کیونکر مٹ سکتا ہے حضور انور کے جذباتِ محبت صرف دیکھنے والوں ہی تک محدود نہ رہے بلکہ اُن کی اولاد تک میں حضور پر نور کی محبت کی روشنی نظر آتی ہے چنانچہ نواب عبدالشکور خان صاحب وارثی رئیس دھرم پور ضلع بلند شہر جو حضور انور کی محبت میں ایک قابلِ امتیاز درجہ رکھتے تھے اُن کے بڑے سے مہاجر اوسے نواب عبدالجلیل خان صاحب وارثی کو راقم الحروف نے خود دیکھا ہے جنکا بھی لکھن میں ہے اور عتفوانِ شہاب ہے وہ معاہدے اپنے چھوٹے بھائی کے نہایت عقیدت و محبت سے آستانہ عالی پر حاضر ہوتے اور تمام وہ مراسم جو اُن کے والد بزرگوار بجالاتے تھے ادا کرتے ہیں۔

میں نے اکثر بزرگوں سے سنا ہے کہ وہ بالکل اپنے مقدس اور بزرگ باپ کے قدمِ مقدم ہیں اور عشرہ محرم وغیرہ میں دیوہ شریف میں حاضر ہو کر نہایت ادب و تعظیم سے خیرات وغیرہ کی رسمیں اسی طرح

ادا کرتے ہیں جس طرح اُن کے والد ماجد ادا کیا کرتے تھے۔

یہی وہ آثارِ محبت ہیں جو حضور انور کے دربار سے عطا ہوتے تھے اور جو مٹنے والے نہیں ہیں آخر وہ کوئی قوت ہے جو باوجود عیش و تنعم ریاست و امارت تمامی ساز و سامان کے ہونے کے اُن کو دیوہ کی گلیوں میں بھرتی ہے اور مسہری کی جگہ فرشِ زمین پر لٹاتی ہے اور وہ سامانِ امارت کو چھوڑ کر اس تکلیف کو گوارا کرتے ہیں اُن کی عمر کے لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ شاید اُن کو حضور انور کو دیکھنے کا ہوش بھی نہ ہو مگر وہ دولتِ محبت جو اس دربار سے ہر کہ وہم کو عطا ہوتی تھی یہ اُسی کا اثر ہے جو اُن سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضور انور کے دیکھنے والوں کے قلوب میں محبت میں انہماک۔ انہماک میں استقلال و استحکام ایسی چیزیں ہیں جو خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں اور اُن کا اخبار جس طرح حضور پر نور کی حیات ظاہری میں ہوتا تھا ویسا ہی اب ہوتا ہے۔ حضور انور کے مبارک تذکرے میں یہ بات تو درج ہو چکی ہے کہ غربا کی امداد سے چیزوں کی تقسیم سے آپ بہت خوش ہوتے تھے چنانچہ بعض بزرگوں نے ان مقاصد کے لیے جائیدادیں وقف کی ہیں چنانچہ ٹٹا کر پنجم سنگھ صاحب وارثی رئیس ملاؤلی ضلع میں پوری نے دو ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی کی ایک جائیداد آستانہ اقدس کے لیے وقف کی ہے۔ مگر اُس کے متعلق یہ بات راقم الحروف کے علم میں نہیں آئی کہ اُس کے مصارف کی کیا تفصیل ہے۔

اسی طرح مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی (سابق وکیل سرکار رئیس گیا) اور اُن کی اہلیہ محترمہ سیدہ بی بی محمود النساء صاحبہ وارثیہ (ہنت مولوی سید مظہر امام صاحب مرحوم مغفور) کی جانب سے پانچ سو بیگہ اراضی واقع نرائن پور گنجوی ضلع گیا میں وقف ہوئی ہے جس کی سالانہ آمدنی بعد ادا کے مالگنداری مال لکھی ہے۔

اس وقف میں دو باتیں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہیں ایک تو یہ کہ حضور انور کے وصال کے بعد سے آستانہ عالی پر مولوی صاحب موصوف سالہ ۷۷ سالانہ صرف کیا کرتے تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قل ماہانہ بر آستانہ اقدس حضور وارث پاک۔ غلاف شریف نزار اقدس ماہ صفر و کاتک معہ  
بحساب عہد ماہواری  
بوازمات خوشبود شیرینی وغیرہ۔

معہ

۷۷ سالانہ

نذر بفرض شرکت دعوت مہمانان باگاہ وارثی۔ برائے خدمت گزاران خاندان حضور وارث پاک۔  
معرفت حافظ پیارے صاحب  
لینے خوشبود ساز۔ حجام۔ مالی۔ دھوبی۔ مہتر وغیرہ

۷۷

ماہ

میزانِ گل مال لکھی

ان دو سو چون روپیہ کے علاوہ ستاون روپیہ سید محمد ابراہیم شاہ صاحب سابق منتم آستانہ وارثی کے متعلق صرف کرتے تھے اس طرح سالہ ۷۷ خرچ کرتے تھے۔ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ نے اپنی حیات میں اپنے صاحبزادوں کے حقوق شرعی ادا فرمادیے ہیں اور مکان وغیرہ سب

تقسیم کر دیے وکالت بھی ترک کر دی اور اب وہ دنیاوی امور سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ مگر موضع نرائن پور گنجوی کسی کونین دیا اور وہ انھیں کے پاس رہا۔ اُس کی سالانہ آمدنی بعد ادا سے مالکدار می مالکدار ہوا اور سالانہ دھرم کر تھے۔ سید ابراہیم شاہ صاحب کے انتقال کے بعد جو ستاون روپیہ اُن کی ذات کے لیے صرف فراتے رہتے وہ بند ہو گئے۔ اور جو اس کے مالکدار خاص نذر حضور وراثت پاک میں جو صرف ہوتے تھے وہی جاری رہے۔ اب جو دیکھا گیا تو موضع نرائن پور گنجوی کی خالص آمدنی بھی مالکدار ہے مالکدار نذر اور یہ حق متولی قرار دیا گیا یہ بالکل قدرتی اتفاق ہوا کہ مستقل مصارف کے مطابق ہی موضع کی آمدنی نکلی۔ اس وقف کے متولی تانکر سید ریاض حیدر صاحب وراثت میں دوسری بات یہ ہے کہ وقف نامہ لکھنے کے ایک سال بعد اسی زمین کے بارہ مین مولوی غنی حیدر صاحب سے اور مہاراجہ دیو دھو ضلع گیا کے مشہور رئیس ہیں کچھ تنازعہ ہو گیا اُس وقت کاغذات بندوبست وغیرہ دیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ تو نقشہ و خسرہ تھاک بندوبستی سرکار میں موضع مذکور کا اصلی نام دودھوہ بیگم نکلا اور عرف نرائن پور گنجوی۔ اس وقف کا واقعہ اس لیے اور بھی قابل ذکر ہے کہ یہ دونوں باتیں محض لاعلمی میں ظہور پذیر ہوئیں جنگ و حضور پرنور کے تصرفات باطنی کا ایک شمع کہا جاسکتا ہے۔

حضور انور کے مریدین عقیدت گزین کے جذبات محبت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اُن کے خیالات میں کس قدر استقلال و استحکام ہے کہ وہ حضور انور کی خوشنودی پر جان و مال سے نثار ہیں حضور پرنور اپنے خاندان کے متوسلین جیسے نانی دھوبی بھشتی مالی وغیرہ ان کی امداد سے اور غربا کی اعانت سے بہت شاد ہوتے تھے۔ چنانچہ بعد وصال بھی اُس خوشنودی کے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وقف وغیرہ کے ذریعہ سے ان اخراجات کے لیے استحکام کی صورت پیدا کی جاتی ہے کہ حضور انور کے خاندان عالی شان کے متوسلین کو نسلاً بعد نسل اسی طرح ملتا رہے۔ حقیقت اُن لوگوں کو جو اپنے مال کو نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں اسلام میں بڑی بڑی بشارتیں ہیں۔

کیونکہ دولت دنیا ایسی چیز ہے جس کی ہوس نہیں جاتی مگر خداوند قدیر جنگ و توفیق عطا فرماوے۔ اُن کے نزدیک یہ محض لاشے ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں سیدہ بی بی عائشہ صاحبہ وارشہ رکیسہ گیا کا وقف خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ انھوں نے مصارف ذیل کے لیے معاملہ سالانہ کی آمدنی کا وقف فرمایا۔

(۱) روشنی اندرون قبۃ مطہرہ و روضۃ مقدسہ وارشہ۔  
(۲) مشاہرہ مدرس و عالم سند یافتہ جو مدرسہ وارشہ واقعہ آستانہ وراثت بنا کردہ بی بی عائشہ صاحبہ وارشہ کی تنخواہ ہے)

(۳) مشاہرہ حافظ قرآن حمید مدرسہ مذکور۔

معاملہ سالانہ



ماعہ سالانہ

مال للہ

معہ

سے

معہ

سے

معہ

معہ

میزان کل معاملہ

اس وقف کے علاوہ سیدہ بی بی عائشہ صاحبہ دارثیہ نے ماحہ سالانہ خالص آمدنی کا ایک اور وقف فرمایا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

سے سالانہ

للہ

سے

(۱) روشنی مدرسہ دارثیہ فی ماہ سے

(۲) اخراجات متفرق روشنی مدرسہ -

(۳) تنخواہ ملازم محافظ و صفائی کنندہ مدرسہ

صدر ماہوار -

للہ

معہ

عہ

معہ

للہ

ماہ سے

(۴) اضافہ روشنی روزانہ اندرون مقبرہ شریف

(۵) مرمت عمارت مدرسہ و مقبرہ شریف

(۶) تقسیم سرامے غریباؤں ساکین کو برآستانہ پاک

حضرت پیرو دستگیر

(۷) اخراجات روشنی و سبیل عشرہ بنام پاک

حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام برآستانہ دارثی

(۸) حق المحنت متولی -

ان دو اوصاف کے علاوہ ایک عمارت پختہ رفیع الشان بہ صرف کثیر در اقدس پر سیدہ مدوحہ کی جانب سے تعمیر ہو کر بہ صرف درس گاہ وقف ہے اور تعلیم گاہ مذکور بہ نصب مدرسہ دارثیہ مشہور و معروف ہے و قطعہ تاریخ تعمیر بہ نتیجہ فکر قاضی بخشش علی صاحب دارثی حسب ذیل ہے۔ قطعہ

بروید سلطان ابن عالم پٹا

گفت ہاتھ ہند ہی تیرے گاہ

ساخت بی بی عائشہ ابن مدرسہ

بہر تاریخش چہ بخشش فکر کرد

جن مصارف کے لیے یہ اوقاف ہوئے ہیں اُن کے مذاات قابل غور ہیں۔ مقدس مقامات کے لیے اوقاف کا ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ وابستگانِ دامان دولت ایسا کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں مگر ان اوقاف میں راقم الحروف کو جس بات نے مجبور کیا کہ ان کا کسی قدر تفصیلی و تذکرہ اس کتاب میں کیا جائے وہ غریبا کی امداد ہے۔

استاذِ عالی پر مدرسہ کا اجراء اور اُس کے لیے وقت تیز سرکاری وغیرہ کی تقسیم اسی طرح حضور انور کے خاندان کے متوسلین نامی ہنگی دھوبی وغیرہ کی نسلاً بعد نسل پرورش یہ سب باتیں ایسی ہیں جنکو خیر جاری کہا جائے۔

حضور انور کا خود بھی رجحان طبیعت یہی تھا کہ غریبا کی پرورش فرماتے اُس کی امداد سے خوش ہوتے اور ایسے لوگوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ مولوی سید غنی صدر صاحب قبلہ وارثی۔ سابق وکیل سرکارِ رئیس گیا، ناقل ہیں کہ حضور انور نے مجھے ایک مرتبہ آنریبل مولوی سید شرف الدین صاحب وارثی بالقایہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ درسنا شرف الدین بہت اچھے آدمی ہیں لوگوں کے وقت پر کام آتے ہیں، اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضور پر نور کی نگاہِ حقیقت آگاہ میں وقت پر کام آنے والوں کی حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنے والوں کی بڑی قدر تھی اور اکثر و بیشتر واقعات سے ظاہر ہے کہ حضور پر نور تمامی امور پر اسی کو ترجیح دیتے تھے کہ مصیبت زدوں اور حاجت مندوں کی آڑے وقت میں مدد کی جائے۔

یہ حضور پر نور کے ہوا خواہوں کا ذوق و شوق ہے کہ انھوں نے آپ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے دائمی اوقاف کیے۔ اور یہ اُسی تعلق و محبت کا اثر ہے جو اُن کو حضور انور کی ذات فیض آیات سے حاصل ہے کہ وہ حاضر و غائب حضور پر نور پر مٹے ہوئے ہیں۔ اُن کا رشتہ اُلفت اس قدر مضبوط ہے کہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اُن کے جذباتِ محبت ہر زمانہ میں اپنی یا وتازہ کرائیں گے اور یہ اوقاف جن کو اوقافِ محبت کہنا چاہیے صفحہ ہستی سے کبھی ان کے نام نہ مٹنے دیں گے۔

مبارک ہیں وہ مقدس نفوس جو خدا کی راہ میں صرف کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور متاعِ دنیا کو عزیز نہیں رکھتے اور جس طرح حضور انور کے عشق میں اُن کا مال و دولت وقف ہے اُسی طرح اُن کے قلوب بھی وقفِ محبت ہیں۔

غلام، ہمت ڈروے کشان یک رنگم	نہ اُن گروہ کہ ازرق لباس و دل سید اندر
-----------------------------	--

تعلیم و ارشاد حضور انور کی ذاتِ بابرکات میں اس سر تا پا حسن و عشق کے گوشے نظر آتے تھے جس کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اُس کا قلب فوراً در عشق سے خجوا رہ جاتا تھا۔ نہ طالب کو تعلیم کی جستجو ہوتی تھی نہ حضور کے دربار کی خصوصیات میں تعلیم انکار و شغال کوئی ممتاز درجہ رکھتی تھی۔ حضور پر نور کا ہاتھ پکڑ لینا ہی سب کچھ تھا اور اسی کو دین و دنیا کے طائرین کا دستِ غیب بھی جاتا تھا جس سے موبائی۔

دلوان کو فکرو عالم سے کر دیا آزاد ترے جنون کا خدا سلسلہ دراز کرے

مریدین کا جوش محبت اور حسن عقیدت اُن کو ہر شے سے بے پروا رکھتا تھا اور پیچ تو یہ ہے۔

لاکھ دینے کا راک یہ دینا ہے دل بے مدعا دیا تر نے

اُن کی زبان پر صرف حضور انور کا اسم مبارک رہتا تھا اور اسی کے مشق کرتے تھے جیسا کہ جناب شیدائے امیان وارثی فرماتے ہیں

<p>ہمجو مجنون عاشق شوریدہ ام کیست وارث آنکہ ہم نام خدا مرد میدان ولا فرد فرید معنی آیات رب العالمین قیس را وحشت دہد صحراے من بہر تسکین مشق کردا و نام یار مشق من حاشا۔ پئے تسکین نیست درد افزون خواستم از نام دوست جامہ ہستی شود تا چاک چاک زین تمنا خامہ را برداشتم</p>	<p>مشق نام وارث خود سے کنم منظر حق وارث مشکلاک شیخ بزم عین وحدت محوید دستگیر خلق و خیر الوارثین من دگر ہستم دگر یلائے من خاطر بیتاب تا گیر دفترار این علاج حنا طرغملین نیست شعلہ سوزد رون تا بر فروخت باز گویم جان من روحی فداک اللہ اللہ مشق نامش سے کنم</p>
--	---

حضور کے دیکھنے والے جذبات عشق سے خاص طور پر متاثر ہیں اور یا وارث ہی اُن کا وظیفہ ہے اکثر و بیشتر مریدین کا طریق عمل یہی ہے کہ وہ حضور پر نور کا نام نامی رستے ہیں اور اسی سے فیض و برکت حاصل کرتے ہیں۔ مقرب بارگاہ وارثی مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدائے کھنوی تحریر فرماتے ہیں: میں نے بچپن میں خود دیکھا ہے کہ بعض غلامان وارثی نے خود یا حضور انور کے ایما مبارک سے اسم یا وارث کا ذکر کیا تو بہت جلد اُن کی طبیعت گنڈا ہو گئی اور طلب میں پختگی آگئی اور تھوڑے ہی دنوں میں اُن کو دنیا سے نفرت ہو گئی عشق و محبت میں ترقی ہو گئی حتیٰ کہ اسی ذکر نے اُن کی خواہش کو پورا کر دیا مولانا عبدالکریم صاحب وارثی متوطن شیخ پورہ ضلع مونگیر جن کا تبحر و تقدس مشہور آفاق ہے جنہاں ریافت اسم وارث کی بہ قاعدہ غفی مزاولت کرتے تھے اور شغل بھی اُن کا یہی تھا کہ اسم وارث کے مظہر اتم یعنی حضور پر نور کی ہرزخ کا تصور کرتے تھے نہایت قلیل مدت میں مولانا موصوف کی حالت بدل گئی ایک خاص محویت و استغراق کی حالت طاری رہتی تھی تمام تعلقات دنیوی منقطع ہو گئے اور عین حالت گوشہ نشینی میں نماز پڑھتے ہوئے وصال فرمایا۔

حضور انور کی ذات محمود الصفات سے محبت اور آپ کے نام نامی کا ورد ہی تمام مشکلات کو حل کر دیتا ہے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مولوی سید علی رشید صاحب وارثی رئیس بالکلی پور نے یہ مشق پیدا کی تھی کہ انگوٹھے کے ناخن سے کاغذ کو دو باکر جلی حروف میں نہایت خوشخط عبارت لکھتے تھے جو دوسری جانب خستہائی کے ساتھ آجڑے ہوئے حروف نمایان ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مولوی صاحب موصوف نے یہ فن صفت پر مصرع لکھ کر حضور انور کی خدمت عالی میں پیش کیا۔

## حبیب خدا کا ہے وارث علی

اور اتفاق سے اُسی وقت راجہ دوست محمد خان صاحب تعلقہ دارمونا ضلع سلطان پور کا ایک عریضہ حضور میں پیش ہوا جس میں یہ استدعا تھی کہ وظیفہ کے واسطے مجھ کو کچھ تعلیم فرمایا جائے۔ حضور انور نے یہی کاغذ خادم کو دے کر ارشاد فرمایا کہ لفافہ میں بند کر کے بھیج دو اور لکھ دو کہ اسی کو پڑھا کرین چنانچہ وہ مصرع راجہ صاحب کے ورد میں ہے، اور اس کے درد سے اُن کو جو فیوض و برکات حاصل ہوں گے اُن کا تو علم نہیں مگر راجہ صاحب کے جوش میں استقلال محبت میں بختگی اور جمعیت خاطر اطمینان قلب جو تصدیق کی خاص دلیل ہے وہ اُن میں بین طور پر نمایاں ہے۔ مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شہید اوارثی ناقل بین کہ میں نے اجیر شریف میں ایک نوجوان ہمیں کو دیکھا کہ درود گروہ میں مبتلا ہے اور بیمار دن کے لمحہ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد یا دامت کنتا ہے دوسرے روز جب اس کو اتفاق ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ تم بار بار کس بزرگ کا نام لیتے تھے اُس نے کہا کہ صاحب نام کا نشان تو معلوم نہیں مگر عرصہ ہوا کہ مجھ سے خواب میں ایک درویش نے کہا تھا کہ جب کوئی تکلیف ہو تو یاد دامت کہا کرو میں ایسا ہی کرتا ہوں اور ہمیشہ اسی نام سے میری تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کل بھی اُس درد سے جو ملک متصور ہوتا تھا اُسی نام کی برکت سے مجھ کو شفا ہوئی اور اب بالکل اچھا ہوں حضور کے در دولت کا یہ واقعہ ہے کہ ایک ضعیفہ عورت تھی روزانہ قصبہ کرسی سے لینے چار کوس کی مسافت طے کر کے دیوانہ وار شرف قد ہوسی کے لیے خدمت عالی میں حاضر ہوتی تھی اور چاہتی تھی کہ کچھ دیر تک شرف حضور حاصل ہو مگر خادم جب اُس کو نکال دیتے تھے تو مجبوراً چلی جاتی تھی۔ ایک روز صبح کو وہ حاضر ہوئی اور خادم نے حسب عادت جب اُس کو نکالا تو آستانہ عالی کے قریب مشرقی جانب جو کنواں ہے اُس میں وہ یاد دامت ککر گر پڑی خیال ہوا کہ بختہ کنواں ہے اور قطر بھی چھوٹا ہے اور عمیق بھی زیادہ ہے شاید اب جانبر نہ ہوگی مرزا محمد ابراہیم صاحب شہید اوارثی اور ٹھاکر نجم سنگھ صاحب رئیس ملاوٹی اور مولوی سید غنی حیدر صاحب وارثی رئیس گیا وہیں موجود تھے۔ جناب شہید میان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اور ٹھاکر نجم سنگھ صاحب نے قریب جا کر دیکھا تو پانی بالکل ختم ہو گیا تھا اور وہ خدا شناس عورت کھڑی تھی یا وارث کی ضرب لگا رہی تھی فوراً آستانہ اقدس کے قدیم ہشتی امیر بخش نے اُس کو نکالا یہ دیکھ کر اور بھی حیرت ہوئی کہ معمولی اور ضعیف چوٹ بھی اُس کے کوئی نہیں آئی تھی اور اُسی وقت وہ حسب دستور اپنے مکان کو چلی گئی۔

یہ عورت دیوہ شریف میں اب موجود ہے اور مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی نے خدا اُس کی نہان سے یہ قصہ راقم الحروف کو سنوایا ہے۔ اس عورت کا نام بھولی ہے۔



ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے بھجا دیا۔

غرض کہ حضور کی محبت اور آپ کے نام نامی کا ورد ہی شغل ہے اور یہی ذکر حضور انور کے مریدین کو تعلیم اذکار و اشغال وغیرہ کا جو یا اور تجسس نہیں دیکھا گیا نہ کوئی باقاعدہ تعلیم کا انتظام تھا حضور انور کی محبت اُن کی دین و دنیا کا مقصد ہوتی تھی۔ اور اس دولت کے تقیم کرنے میں حضور انور کے دست مبارک رکتے نہیں تھے جو سامنے آیا وہ آپ کی محبت کا گہرا اثر لیکر گیا۔ محبت حضور انور کا دست مبارک پکڑتے ہی مثل کسی چیز کے مل جاتی تھی یہ عجب تاثیر تھی کہ حضور کا دیکھنے والا آپ ہی کا دم بھرتا تھا اور آپ کے سوا تمام باتوں کو بیچ سمجھتا تھا۔

خدا سے ترا چاہنا چاہتا ہوں مری آرزو دیکھہ کیا چاہتا ہوں ؟

سید محمد ابراہیم شاہ صاحب سابق مہتمم آستانہ وارثی حضور انور کے آخر زمانہ میں دیوہ شریف حاضر ہوئے تھے اور اس حاضری سے پیشتر ریاست رام پور میں عمدہ دار ریاست تھے راقم الحروف سے خود بیان فرماتے تھے۔ دو میرا قصد تھا کہ میں حضور انور کو رام پور لے جاؤں مگر حضور پُر نور کے دربار کا ظاہری طریقہ دیکھ کر کہ نہ مریدین کو ذکر و شغل کی تعلیم ہوتی ہے نہ کوئی خاص قاعدہ اور انتظام ہے مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آپ کو تعلیم نہیں آتی اور نہ آپ کے یہاں نقوش وغیرہ کی تعلیم ہے۔ چنانچہ جب میں خدمت عالی میں حاضر ہوا تو رام پور چلنے کے لیے میں نے عرض کیا حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ دویم کو تو کچھ آتا جاتا نہیں ہم کیا چلیں اس ارشاد پر مجھے گونہ نہامت ہوئی مگر بھر خیال آیا کہ اشراف بر خواہ پیران طریقت کو ہوا کرتا ہے ہوا ہو گا اس سے تعلیم کا آنا متحقق نہیں ہے بلکہ اگر تعلیم تو خاندان نقشبندیہ میں بہت اچھی ہے میں نے عرض کیا حضور وہاں تشریف تو لے چلیں اچھا مقام ہے وہاں حضور کا جی لگے گا فرمایا اگر جی نہ لگا میں نے عرض کیا اگر جی نہ لگے تو میرے لیے سزا سے موت تجویز فرمائی جائے اُس پر آپ متبسم ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ دو وہاں بڑے بڑے

قابل ہیں اور بہت طریقوں کے لوگ ہیں نقشبند یہ قادریہ چشتیہ اور طریقے تو یوں بہت ہیں شطاریہ اولیہ شاذلیہ ملائیہ وغیرہ اور ہر جگہ کی تعلیم بھی جہاں گاہ ہے۔ نقشبندیہ والے کہتے ہیں کہ مقامات عشرہ میں پانچ عالم امر اور پانچ عالم خلق ہیں چنانچہ عالم امر میں قلب روح سرخشی اخفی ہیں اور نفس و سلطان الاذکار اور خلق میں دائرہ ظلال اور دائرہ اولی ہے اس مقام پر جلال میں اگر ارشاد فرمایا کہ یہاں پر اگر تہقیر بگڑ جاتا ہے بہت احتیاط کی ضرورت ہے پیر و مرید دونوں کو خبردار رہنا چاہیے مجدد صاحب نے دھائی دائرہ اور بڑھادیے ہیں ثانیہ۔ ثالثہ۔ قوس یہ ارشاد فرما کر حضور انور نے بستر انگشت مبارک رکھ کر فرمایا یہ کیا ہے میں نے عرض کیا بستر ہے۔ فرمایا یہ نشان کیا ہے میں نے عرض کیا نقطہ ہے وہ نشان یہ تھا (۲۰) اس کے بعد ایک نشان ایسا ہی اور دیا (۲۰) اور فرمایا کہ دو نقطہ ہو گئے اب اس کے درمیان جو حد فاصل ہے وہ کیا ہے میں نے عرض کیا حضور ہی ارشاد

فرما دین۔ نقطہ کی تعریف مجھ سے پوچھی میں نے عرض کیا الف خالی ب کے پیٹ میں ایک نقطہ فرمایا کہ یہ تعریف نہیں ہے بلکہ النقطۃ مالا جزؤلہ ہے اور خط کی تعریف کر کے بستر پر نشان نہرایا جویسا تھا۔

اور فرمایا کہ ایک دائرہ یہ ہے اور ایک یہ ہے پہلی شکل ہوگئی اور جب ایک شکل قائم ہوگئی تو سب شکلیں قائم ہونے لگیں گی

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دو ولایات علیا اور کمالات نبوت و رسالت حقیقت کعبہ حقیقت قرآن حقیقت صلوٰۃ و معبودیت صرفہ اور بھی چند مقامات کے نام لینے کے بعد ارشاد فرمایا کہ آخر میں حُب صرفہ ہے اسی طریق سے طے سلوک ہے اور جملہ لطائف و دوائرا و مقامات کی تعریف فرمائی مثلاً قلب کی نسبت فرمایا کہ ایک یہ لطیفہ ہے جو زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام کے ہے اُس کا رنگ اور تعلقات عناصر بہت تفصیل سے ارشاد فرمائے اسی طرح جملہ لطائف اور مقامات کے رنگ و سحت وغیرہ بیان فرمائے جو آج تک میں نے نہ کسی کتاب میں دیکھے نہ سنے تمامی مقامات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ دو نقش وغیرہ بھی نسب ڈھکوسلے میں سید صاحب کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا حضور بستی در بستی کا نقش بہت مشہور ہے فرمایا کہ دو نقوش بہت ہیں نقش کی تعریف یہ ہے کہ نقش بھر میں مکرر ہندسہ نہ آئے اور اسی طرح نقوش وغیرہ کا ذکر فرمانے کے بعد حضور نے علوم رمل و نجوم و جفر وغیرہ کے ایسے مسائل بتائے جو میں نے نہ کسی کتاب میں دیکھا نہ کسی عامل سے سنے ان تمامی تمام باتوں کے بعد ارشاد فرمایا کہ ”یہ سب واہیات خرافات ہے میرے یہاں تو محبت ہی محبت ہے اور محبت کی تعریف یہ ہے کہ حب الشیء یعنی ویسٹھ جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اُس کا ہو جاتا ہے اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور انور نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا وہ سید محمد ابراہیم شاہ صاحب کے خطرہ کا جواب تھا ورنہ حضور کی تعلیم سمجھی جائے یا تاثر جو کچھ محض محبت تھی جو ہاتھ پکڑتے ہی حضور انور عطا فرما دیتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ حضور انور کے حلقہ بگوشوں میں ابتدا سے محبت کے جذبات پیدا ہو جاتے تھے جیسا کہ حضور پر نور نے خود ارشاد فرمایا کہ ”میرے یہاں تو محبت ہی محبت ہے“ اور یہ بھی بارگاہ وارثی کی خصوصیت ہے یہی ابتدا ہے اور یہی انتہا ہے حضور پر نور کی دستگیری سے ہر شخص اس نعمت سے مستفید ہے کوئی بخلی نہیں ہے۔

جن لوگوں نے بحالت ذوق و شوق حضور پر نور سے تعلیم کی خواہش کی ان کو آپ نے تعلیم بھی فرمائی مگر آپ کی ذات معدن الصفات کی طرح آپ کی تعلیم بھی نہایت مستم بالشان ہے جس کا عشر عشر بھی بیان کرنا دشوار ہے کیونکہ حضور انور کا عہد ہمایوں کسی ایک جگہ پر نہیں گذرا بلکہ علاوہ ہندوستان کے دیگر ممالک کی سیاحت فرماتے رہے۔ اور ہر ملک میں بکثرت مخلوق حضور انور کے حلقہ اطاعت میں داخل ہوئی جن کا شمار کرنا بھی نہایت اہم اور دشوار

کام ہے حقیقۃً اُن کے مذاق و استعداد کے موافق جو اُن کی تعلیم ہوئی ہے اُس کا حصہ و احاطہ کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

زمانہ آخر میں جو کچھ حضور انور کے حاضر باش خدام سے تحقیق ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ حضور نے طالبانِ حق کو اُن کے ظرف و استعداد اور مذاق کے لحاظ سے تعلیم فرمائی ہے اس وجہ سے مریدین کی تعلیمات جداگانہ ہوئی ہیں اور وہ بھی انھیں کے مذاقِ طبیعت کے لحاظ سے ایک بات یہ بھی ہے کہ حضور کی تعلیمات کسی خاص مذاق پر محدود نہیں ہیں بلکہ ہر قسم کی ہیں مثلاً علما اور اربابِ شریعت کو جو تعلیمیں فرمائی ہیں وہ اُسی مناسبت سے ہیں کہ بعض کو فرائض کے ساتھ سنن و نوافل کی بھی تاکید ہے۔ کسی کو اوراد و وظائف کی ہدایت ہے جس کی مثال کے لیے مولنا عبدالحی صاحب مسند آرائے جگور۔ مولنا عبد الکریم صاحب متوطن شیخ پورہ مولنا مفتی ابو ذرا صاحب رئیس سنبھل۔ مولنا نجم الدین صاحب رئیس بالکی پور۔ حافظ عبد القیوم صاحب کرنالی مولنا حاجی غلام محمد صاحب گجراتی۔ مولنا ہدایت اللہ صاحب محدث سورتی۔ مولوی عبد السلام صاحب عظیم آبادی مولوی عبدالعزیز صاحب بہاری۔ حاجی رکن عالم صاحب رئیس نواب گنج۔ خواجہ ذوالفقار علی صاحب الہ آبادی کا زہد و عبادت الظہر من الشمس ہے اور اپنی اتقا و پرہیزگاری میں ضرب المثل ہیں۔

شیخ منظر علی صاحب قدوائی کو حکم ہے کہ دوا یک پارہ روزانہ قرآن شریف کا پڑھ لیا کرو، اعلیٰ ہذا بعض کے واسطے اسی زہد و عبادت کی تعلیم و دشوار طریقہ سے فرمائی جس میں مجاہدہ کی شان پیدا ہوگی مثلاً حافظ خدا بخش صاحب کو جو آخرین احمد شاہ کے خطاب سے ممتاز ہوئے نماز عکس تعلیم فرمائی بابونہیال صاحب (غلام وارث) وکیل علی گڑھ حضور کے حکم سے صائم الدہرین۔ میان عبدالصمد مولوی کو صلوٰۃ العشق پڑھنے کی ہدایت ہوئی۔ شاہ ابوالحسن صاحب متوطن اٹا وہ نے بارہ سال اس طرح روزے رکھے کہ پہلے تیسرے دن اور آخرین سات روز کے بعد افطار کرتے تھے حاجی عباس علی شاہ صاحب کو پیادہ پا حج بیت اللہ کا حکم ہوا۔

جنکو ذکر و شغل کی تعلیم فرمائی وہ بھی مختلف الحال ہے کسی کے واسطے وقت کی پابندی ہے کسی کے لیے یہ حکم ہے کہ ایک سانس بھی خالی نہ جائے۔ اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک اسم جناب باری جل جلالہ کا ذکر اگر چار شخص کو تعلیم فرمایا ہے تو چار طریقہ سے مثلاً ولی شاہ صاحب اسم حق کے ذکر میں ایسی قوی ضرب لگاتے تھے جیسے کسی شے پر ہتھوڑا پڑتا ہے اور معصوم شاہ صاحب اسی اسم حق کا ذکر یوں کرتے تھے جس کی ضرب باہر کی سانس کے ساتھ سمیت اعلیٰ جاتی تھی حق اللہ شاہ صاحب کی ضرب متواتر اور بغیر بساطت ہوتی تھی سیتیم شاہ صاحب اسم حق کا ذکر دائمی بطور پاس انفاس کرتے تھے۔

نعم علی شاہ صاحب ذکر اسدی کے خاص عامل تھے۔ نعمت اللہ شاہ صاحب ذاکر اثبات ہیں۔ رحیم شاہ صاحب کو پاس انفاس میں ہر دو ضرب کی ہدایت تھی۔

ایک مرتبہ حضور نے جناب احد شاہ صاحب وارثی مقیم درجنگہ سے فرمایا کہ جس قاعدہ سے مشائخین ذکر سہ ضربی تعلیم کرتے ہیں اُس کا فائدہ عارضی ہے ہاں اگر اس قاعدہ سے کیا جائے تو تصفیہ قلب کے واسطے بہت مفید ہے یہ فرما کر تین مرتبہ خود حضور انور نے ذکر فرمایا کہ اور شاہ صاحب کو سمجھایا جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارثی لکھتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا جس وقت حضور ذکر فرماتے تھے تو قلب کے پتے کی تین پسیلون میں ہر ضرب کی ساتھ ایک پسیلی اوپر آتی تھی۔

شاہ شاکر صاحب وارثی ناقل ہیں کہ حافظ احمد شاہ صاحب وارثی اکبر آبادی ایک مرتبہ یہ وقت شب خدمت عالی میں حاضر تھے حضور پُر نور استنجا کے لیے اُٹھے اور فارغ ہو کر بستر پر تشریف فرما ہوئے اور ذکر کی نشست سے بیٹھ کر تین مرتبہ ذکر جلی فرمایا پہلی مرتبہ کے ذکر میں تمام کمرہ کے اندر روشنی پیدا ہو گئی جو عجیب سہانی روشنی تھی جس کی مثال نہیں دی جاسکتی دوسری مرتبہ کے ذکر میں دیکھا کہ تمام کمرے میں آپ ہی آپ ہین۔ اور تیسری مرتبہ بھی یہی کیفیت رہی اس کے بعد آپ نے استراحت فرمائی وہ کچھ ایسا سمان تھا جس کے انوار و برکات کا لفظوں میں ادا کرنا مشکل ہے۔

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور کی طبیعت نا ساز ہو گئی اور اُس تیمارداری میں چار غلاموں نے مستعدی کے ساتھ اپنا فرض منصبی ادا کیا گو وہ خدمت کچھ غیر معمولی نہ تھی مگر ہمارے غیور پیشوا نے بعد صحت اُن غلاموں سے فرمایا کہ وہ شغل جو ہر مشرب اور ہر طبقہ کے فقیر کے واسطے لازمی ہے اور جو انسان کو راز مخفی سے خبردار کرتا ہے اور جو بندہ کو خدا سے ملاتا ہے وہ شغل سلطان الاذکار ہے اس کے شاغل کو بہت دقتیں پیش آتی ہیں اور عرصہ تک جب ریاضت کرتا ہے تو ہزار میں ایک شاغل ابتدائی حالت سے خبردار ہوتا ہے لیکن ہم تم کو آسان طریقہ بتا دیں جس میں کوئی دشواری تم کو پیش نہ آئے۔ یہ فرما کر اُن غلاموں کو شغل سلطان الاذکار تعلیم فرمایا اور یہ خاص حضور پُر نور کی قوت کاملہ اور توجہ باطنی کا اثر تھا کہ وہ لوگ جلد کامیاب ہو گئے اور قوی تین روز میں اس شغل کی ابتدائی حالت منکشف ہونے لگی۔

شیدامیان صاحب وارثی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے ایک ممتاز تہ بند پوش بزرگ نے ازراہ عنایت فرمایا کہ آؤ ہم تم کو ذکر اسدی بتا دیں میں نے ازراہ دفع الوقتی عرض کیا کہ دو ہفتہ کے بعد بتا دیجئے گا اور اُسی دن سے میں نے ذکر اسدی کے فوائد دریافت کرنا شروع کر دیے آخر مجھ کو یہ تحقیق ہوئی کہ حضرت شاہ شمس الدین صاحب قلندر یہ پانی پتی کے ذکر اسدی میں جیسا فوری اثر تھا دوسرے ذاکرین میں نہیں پایا جاتا اس کا تذکرہ میں نے حضور پُر نور کی خدمت عالی میں کیا تو حضور نے فرمایا کہ ذکر اسدی مفید ضرور ہے مگر جس کا نام اسدی ہے وہ دشوار بھی ہے اس لیے کہ ذاکر کو لازم ہے کہ جب ذکر



اسدی کرے تو جناب شیر خدا کی برزخ کا تصور کرے۔ اور تکمیل اس کی یہ ہے کہ ذاکر ذکر اسد اللہ الغالب میں ایسا فنا ہو کہ ذکر کے وقت ذاکر کے ہر عضو بدن سے شیر الہی کی شان نمودار ہو۔

سید معروف شاہ صاحب دارفی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے شب کے ۹ بجے ہوں گے میں خدمت عالی میں حاضر تھا حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ دو معروف شاہ دروازہ بند کر دو میں نے تعمیل ارشاد کی تو فرمایا ذکر اسدی دیکھو گے میں نے عرض کیا کہ ضرور دیکھوں گا پھر فرمایا کہ درو گے تو نہیں میں نے عرض کیا کہ حضور مالک ہیں حکم دیا کہ ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا اور حضور انور کی جانب بغور دیکھنے لگا آپ دو زانو بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ انور سرخ ہوئے لگا تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ دفعتاً آپ کا تمام جسم شیر کے جسم سے بدل ہو گیا آنکھیں سرخ نہیں اور دم سر پر رکھی ہوئی تھی اُس وقت جو جھکوف تھا اور جیسی دہشت طاری تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ میں اس طرح کانپ رہا تھا جیسے کوئی لرزہ سے کانپتا ہے۔ تھوڑے وقفہ کے بعد آپ سٹٹنے لگے اور رفتہ رفتہ اپنی شکل میں آگئے اُس وقت وہ خوف کم ہوا اور میری جان میں جان آئی میں حضور کے قدموں پر گر پڑا آپ نے فرمایا دو معروف شاہ ذکر اسدی اس کا نام ہے ایک مرتبہ حضرت پیران پیر صاحب رضی ذکر اسدی فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں آپ کے صاحبزادے آگئے آپ نے اُن کے ایک طمانچہ مارا اس ذکر میں ذاکر کی حالت بالکل بدل جاتی ہے اس وجہ سے ہم نے تم کو الگ بٹھا دیا تھا۔

حضور انور کی نگاہ حقیقت آگاہ ہر ایک بات کے کمال پر تھی اسی وجہ سے آپ کی تعلیمات بھی نہایت اہم ہیں یہ خاص جامعیت کی شان حضور انور کی تعلیم میں ہے کہ زبان مبارک سے جو ارشاد ہو گیا وہی ابتدا سے لے کر انتہائی مقامات اور مدارج کے لیے بس ہے۔ اور اسی ارشاد فیض بنیاد پر حضور کے دست گرفتوں کو اس قدر وثوق اور یقین کامل ہوتا تھا کہ وہی فرمان دارفی معرفت و حقیقت کے خزانوں کی گنجی سمجھا جاتا تھا۔ اور استقلال و محبت میں طالب کی جانب سے ایسا پختہ اظہار ہوتا تھا جو بے مثل کہا جاتا تھا کیا مجال ہے کہ خیالات میں انتشار اور دورنگی پیدا ہو جائے۔

آپ کسی خاص قاعدے اور انتظام کے پابند نہ تھے اور خدا کی نعمتوں کی طرح حضور انور کی تعلیمات بھی مختلف اقسام کی تھیں۔ حقیقہً جو کچھ تھا آپ کا ارشاد تھا بگر بظاہر تعلیمات کی اہمیت ہی کہی جاتی ہے۔ حضور انور کے روبرو سب کے حالات آئینہ تھے ہر شخص کی طبیعت اور استعداد و قابلیت کے لحاظ سے تعلیم فرماتے تھے۔

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا دارفی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کانپ کے میلہ میں منشی امیر جان صاحب دارفی منصف درکس سہرام نے مجھ سے فرمایا کہ میری تمنا ہے حضور پر نور

جھکو کوئی وظیفہ تعلیم فرامین میں نے اُن کو بارگاہ عالی میں پیش کیا اور نہایت ادب سے اُن کی تمنا کا اظہار کیا حضور اُنہوں نے متبسم ہو کر ایک اسم باری اُن کو تعلیم فرمایا۔ منصف صاحب کے ہمراہ اُن کے بھائی اور دو بھتیجے اور دو صاحبزادے بھی تھے۔ اُنھوں نے بھی یکے با دیگر سے یہی درخواست کی میں نے دیکھا کہ حضور نے ہر مرتبہ حقوڑا حقوڑا سکوت فرما کر کسی کو یا عزیز کسی کو یا سرحطن کسی کو یا عجیب اور کسی کو یا غفو سا پڑھنے کی اجازت دی۔ اور ہر مرتبہ حضور نے غور فرمایا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ جس طرح طبیب نبض دیکھتا ہے اور بیمار کے مرض کی تشخیص کرتا ہے اُسی طرح حضور انور ہر ایک کے درد دل کو دریافت فرماتے ہیں اور ایسا ہی ہوا جس کا جیسا درد تھا ویسا ہی نسخہ تجویز فرمایا یا بخون کو علیحدہ علیحدہ پانچ اسم جناب احدیت کے تعلیم فرمائے۔ علی ہذا شاہ شاکر صاحب دارنی نے ایک مرتبہ تعلیم کی درخواست کی تو حضور پر نور نے ذکر اسم ذات جلالی قاعدہ سے تعلیم فرمایا اور اُسی وقت احمد علی شاہ صاحب دارنی متوطن شیخ پورہ نے استدعا کی تو اُن کو بھی اسم ذات کی تعلیم فرمائی مگر وہ دوسری ترکیب سے تھی اس سے ظاہر ہو گیا کہ جس کی جیسی حالت دیکھی اُسی لحاظ سے اُس کی تعلیم و ہدایت فرمائی۔

آپ کی زبان مبارک کی روزمرہ کی جو معمولی باتیں ہوتی تھیں وہ بھی اعلیٰ درجہ کی تعلیمات پر مبنی تھیں آپ کا ارشاد ہی تعلیم تھا۔

شیخ حسین علی صاحب دارنی زمیندار سادہ مؤرقمطر ازہین کہ حافظ اصغر علی صاحب زمیندار مولیٰ حضور سے غرض کیا کرنے تھے کہ جھکو کچھ تعلیم فرمادیجئے حضور انور فرماتے تھے کہ مشکل ہے ایک دن حافظ صاحب نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا قرآن شریف علی الصباح پڑھا کرو مگر نماز قضا نہ ہونے پائے چند روز کے بعد نماز قضا ہو گئی۔ حافظ اصغر علی صاحب مولوی کا بیان ہے کہ میں کیا کہوں جب حضور انور کے ارشاد کے بموجب قرآن شریف کی تلاوت شروع کی تھی تو دو چار دن کے بعد عجیب لطف حاصل ہونے لگا تھا پھر جب عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ سنت مشکل ہے اگر انسان ارادہ میں مضبوط ہو تو کیونکر نماز قضا ہو سکتی ہے۔

شیخ حسین علی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میان عبدالصمد مولیٰ نے حضور سے درخواست کی کہ کوئی شغل جھکو تعلیم فرمایا جائے آپ نے فرمایا پڑھ کے کیا کرو گے اُنھوں نے پھر اصرار کیا تو حضور نے شیخ مظہر علی صاحب قدوائی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ کچھ پڑھنے کے لیے بتا دیجئے اگر ہم بتا دیں تو یہ پڑھیں گے اس کے بعد میان عبدالصمد سے فرمایا کہ در اچھا ایک مرتبہ کلمہ اس طرح پڑھ لیا کرو ..... ، شیخ مظہر علی صاحب قدوائی نے عرض کیا حضور اس کے تحمل نہیں ہو سکتے فرمایا کہ اچھا ۵۵ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ قدوائی صاحب نے اور کمی کی درخواست کی تو آپ نے ۸۱ مرتبہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور اس کے بعد ۲ مرتبہ پڑھنے کا حکم دیا میان عبدالصمد نے تعمیل ارشاد کی اور جو تھے دن حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دو دن سے منہم سے خون زیادہ نکلنے لگا ہے آپ نے فرمایا تم اس کے تحمل نہیں ہو سکتے کیا کرو گے ۔

### راستی موجب رضا سے خداست

جو کام کرو اس میں سچے رہو تو سب اچھا ہو سکتا ہے۔ مولوی شیخ نادر حسین صاحب وارثی نگر امی تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور انور اکڑون بیٹھے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ دو نادر حسین لا الہ الا اللہ کا در در گھو۔ اس ارشاد سے یہ حالت ہو گئی کہ جب میں اکڑون بیٹھ گیا تو خود ہی لا الہ الا اللہ کا خیال پیدا ہو گیا۔ اسکے بعد جب میں حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعد حصول قدمبوسی وقت رخصت میں نے عرض کیا کہ حضور نے جو لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے تو کیا ہر وقت پڑھا کروں فرمایا کہ دو دم وکالت کرتے ہو جب فرصت ہو تب ذکر کیا کرو، حضور انور اس طریقہ سے بھی تعلیم فرماتے تھے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ معمولی اذکار و اشغال بھی اگر حضور تعلیم فرماتے تھے تو ان کے خاص اثرات مترتب ہوتے تھے ہر ایک چیز کی اصلی اور حقیقی تاثیر پر حضور انور قابض و متصرف تھے۔ اور یہ بات جس قوت روحانیت سے متعلق ہے اس کے بیان سے زبان قلم عاجز ہے کیونکہ حضور کی جامعیت اور مقدس روحانیت کا سمجھنا نہایت اہم ہے۔ اکابرین وقت آپ کی تعلیمات سے متاثر ہیں۔

سند المحدثین زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی محمد قیام الدین عبدالباری صاحب سند آرائے فرنگی محل لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مولانا مولوی عبدالباقی صاحب تزیل مدینہ طیبہ سے یہ واقعہ سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ ایک وقت میرا اور حاجی صاحب کاریل میں ساتھ ہو گیا آپ نے مجھ کو ایک ذکر تعلیم فرمایا میں اس کو کر لے لگا تو اس قدر لطف آیا کہ دنیا کی کسی چیز سے تعلق نہ رہا۔ یہاں تک کہ نماز کے وقت کا تو احساس ہوتا تھا لگراؤں ذکر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا دو تین وقتوں کی نماز ترک بھی ہو گئی کہ آنحضور نے اپنے پیر ارادت حضرت شاہ مسعود احمد صاحب ردولوی اور اپنے شیخ ارشاد حضرت جدی مولانا شاہ عبدالرزاق صاحب قدس سرہ کو دیکھا کہ دونوں فرماتے ہیں کہ تم اس ذکر کو چھوڑ دو تمہارے لیے مناسب نہیں ہے ان ہر دو بزرگوں کے کمال اصرار سے چھوڑ دیا یہ ذکر و شغل کی تعلیمات اگرچہ نہایت سربیع تاثیر اور اپنی نوعیت میں عظیم المثال تھیں جن سے آنا فانا خاص اثرات نمایاں ہوتے تھے مگر یہ باتیں نہ آپ کی خصوصیات میں شمار کی جانی ہیں نہ ان کا حاصل کرنا مریدین کے لیے لازمی تھا آپ کی بارگاہ عالی کی جو خصوصیت تھی وہ یہ تھی کہ بے طلب اور بے محنت ایک نگاہ میں مرحمت ہو جاتا تھا اور ہاتھ پکڑتے ہی حضور انور کچھ نہ کچھ ضرور مرحمت فرمادیتے تھے اور حضور کے فیوض و برکات صرف مریدین ہی کے لیے مخصوص نہ تھے بلکہ جو آپ کی محفل میں حاضر ہوتا وہ کچھ نہ کچھ لیکر آتا تھا اپنے بیگانے کی تفریق نہ تھی عملاً حضور انور کی نگاہ میں سب ایک تھے۔ اور سب سے یک جہتی برتتے تھے۔ مولانا مولوی محمد ناظم علی صاحب جو حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رضی اللہ عنہ

سے شرف بیعت رکھتے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ موضع کھیولی جو متصل دیوہ ہے ہین بدنام شاہ صاحب کے مکان پر آپ تشریف فرما تھے مین عصر کے بعد حاضر ہوا چہو ترے کے بیٹے سر مبارک کے قریب تھوڑی سی جگہ تھی مجھ سے وہاں بیٹھنے کو اصرار فرمایا مین ادب سے نہ بیٹھ سکا آپ اٹھ بیٹھے مین سامنے موڈب بیٹھ گیا خادم سے لب لباب اردو شنوی مولنا روم رحمہ اللہ تعالیٰ لینے شجرہ معرفت منکوار دیباچہ و فرائد کے دو شعر طبع کر ایسی نظری توجہ فرمائی کہ مین نہایت مغلوب ہو گیا بعدہ مجھے سامنے سے رخصت فرما دیا اُس وقت عجب حالت تھی جو ناگفتنی ہے مکان پر واپس اگر بہت جلد شنوی شریف منکوائی لکرا اُس کے مطالعہ سے کچھ سمجھ مین نہ آیا۔ حضرت مولنا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین حاضر ہو کر شنوی شریف کی اجازت لی پھر تو چند سطر کا مطالعہ بھی دشوار ہو گیا وہ عجب توجہ تھی یہ عجب اجازت تھی۔

حیث و چشم زدن صحبت یار آخر شد

مولانا تحفہ رحمۃ اللہ علیہ عین الیقین مین لکھتے ہیں کہ ایک طالب حق نے حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رضی اللہ عنہ کے مزار پر چلہ کشی کی اُس کی یہ غرض تھی کہ برزخ مرشد اب کیون نہیں ہوتا۔ قلندر صاحب کے دربار سے اُس کو بارگاہ وارثی مین حاضر ہونے کی بشارت ہوئی چنانچہ وہ شخص حضور کی خدمت عالی مین حاضر ہوا آپ نے اُس کی طرف دیکھتے ہی فرمایا کہ افیون نہ کھایا کرو۔ اُس نے عرض کیا حضور اب تو جان پر آہنی ہے آپ نے فرمایا یہی وجہ ہے جو اپنے مطلب کو نہیں پہنچتے یہ مسکروہ طالب زار زار رونے لگا آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ یہ کس کا ہاتھ ہے اُس نے دیکھا تو اُسی کے مرشد کا ہاتھ تھا بچپن ہو کر دست بوسی کرنے لگا اور بار بار آنکھوں سے لگانے لگا پھر آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرو اُس نے آنکھوں کو بند کیا اور فوراً اپنے مطلب مین کامیاب ہو کر ہنسی خوشی رخصت ہو گیا۔ حضور انور کے جمال عدیم المثال کو دیکھ لینا ہی بڑی سے بڑی تعلیم کا آخری نتیجہ دکھا دیتا تھا آپ کے فیوض باران رحمت کی طرح جاری تھے جن سے ہر شخص مستفید ہوتا تھا۔

مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہو میرے لڑکے سید محی الدین سلمہ کی تعلیم پر مامور تھے، شاہ امید علی صاحب جو نمپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے انھوں نے ایک مرتبہ میرے مکان پر جبکہ احباب کی نشست تھی بیان کیا کہ مین جو ذکر کرتا ہوں تو جنون کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے میرے پیر و مرشد بھی زندہ نہیں ہیں اس کا علاج کس سے پوچھوں اس پر مولوی سید رحیم الدین صاحب جو ایک ذاکر و شاغل بزرگ تھے انھوں نے فرمایا کہ ذکر کے اول و آخر درود شریف پڑھ لیا کرو چنانچہ انھوں نے اس پر کئی دن عمل کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا جب حضور انور علیہ السلام لائے تھے تو ہم لوگ دہین تھے شام کے وقت مولوی محمد اسماعیل صاحب بھی فرد گاہ پر حاضر ہوئے اور بعد مغرب جب احرام تبدیل فرمانے کے لیے حضور باہر تشریف لائے



مولوی صاحب موصوف حضور سے قدمبوس ہوئے اور علی الصباح واپس چلے گئے ان کے آنے جانے کا اُس وقت ہم لوگوں کو علم نہیں ہوا جب یہ دوسرے دن اپنی بیوی کو مرید کرانے کے لیے ہمراہ لائے تو ان سے دریافت کیا گیا کہ تم حضرت سے ابھی ملے نہیں اُنھوں نے کہا کہ جب کل شام کو حضور شامیا نے کے پیچھے ہتھ بند بندے کے لیے تشریف لائے تھے اُس وقت میں حاضر تھا۔ میں نے اپنے پیر کا بروز خیال کیا تو مجھے مجسہ وہی شکل نظر آئی جو میرے پیر کی تھی۔ اور میرے مرشد نے بتایا تھا کہ یہ علامت بڑے کامل بزرگ کی ہے۔

اُس کے علاوہ جب میں رایت کو سویا تو ایسا معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ تشریف لائے اور مجھے تعلیم فرمائی کہ اس طرح ذکر کیا کرو۔

چنانچہ اُس وقت میں نے حضور کے ارشاد کے موافق ذکر کیا تو وہ جنونی کیفیت پیدا نہیں ہوئی میں نے سوچا کہ ایسے بزرگ نصیبوں سے ملے ہیں ان سے اپنے اہلخانہ کو مرید کرادوں چنانچہ میں اسی ارادہ سے ان کو ساتھ لایا ہوں۔

دیگر سلاسل کے افراد بھی کامل طور پر حضور انور کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے تھے یہ یکرنگی اور شان وحدت تھی کہ کسی کو غیر نہیں سمجھتے تھے۔

مولوی وارث علی صاحب متوطن اترولی ضلع علی گڑھ جو ایک ذاکر و شاغل غائب و زاہد بزرگ ہیں اور حضرت حاجی میان محمد سید شاہ صاحب (پہلی بھیت) رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں اپنا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور مولوی قہل حسین صاحب تحصیلدار بیلانی ضلع باندھ کے یہاں ہمیں تھے میں بھی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ذکر و تفل کی حالت میں مجھ کو خیالات فاسدہ بہت آتے ہیں آپ نے تبسم ہو کر مجھ کو ایک ترکیب بتائی جس پر میں بہت آسانی سے کار بند ہو گیا۔ تو واقعی اُس روز سے کوئی فاسد خیال نہیں آیا جب میں اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ حاجی میان محمد سید شاہ صاحب رحمہ کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ تم ضرور اس ارشاد کی تعمیل کرو اور نماز میں بھی ایسا ہی کیا کرو اور امانت سے بچا کرو۔

مولوی وارث علی صاحب کا بیان ہے کہ جو ترکیب حضور نے بتائی اُس سے جو مجھ کو فیوض و برکات حاصل ہوئے وہ تو بیان سے باہر ہیں مگر یہ عجیب کیفیت ہے کہ جب کبھی میرے قلب سے حضور کا ارشاد محو ہو جاتا ہے تو میں آپ کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں کہ یاد دلا رہے ہیں فوراً خیال آ جاتا ہے۔ یہ حضور انور کا فیض اور کمال تصرف ہے باوجود اسکے کہ میں آپ کے سلسلہ میں نہیں ہوں مگر جو لوازش ہے وہ حیرت انگیز ہے میں آپ کی اس شفقت و عنایت کو اپنے پیر و مرشد ہی کی خوشنودی پر محمول سمجھتا ہوں۔

قاضی عبدالرزاق صاحب مارہروی جو حضرت مولانا شاہ صوفی محمد حسین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ کے مریدین خاص میں ہیں بیان فرماتے ہیں کہ مجھ کو دو تین مرتبہ حضور پیر نور کی خدمت

عالیٰ میں حاضری کا اتفاق ہوا ہے جس کے باعث آپ کی وہ نظر عنایت ہے کہ بعد وصال بھی  
مجھ کو کئی مرتبہ خواب میں شرف زیارت حاصل ہو چکا ہے۔

ایک مرتبہ مجھ کو کچھ پریشانی تھی تو آپ نے مجھ کو خواب میں ایک درود شریف تعلیم فرمایا جو نہایت  
موثر ثابت ہوا اور اب تک میرے ورد میں ہے مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگر امی کیل  
بارہ بنکی) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور قصبہ نگرام میں میرے مکان پر رونق افروز  
تھے میرے والد بزرگوار مولوی شیخ قادر بخش صاحب نور اللہ مرقدہ (جو بڑے ذاکر و شاعر  
بزرگ تھے اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت رکھتے  
تھے) حضور انور کی خدمت عالیٰ میں حاضر تھے کہ حضور انور نے اُن سے ارشاد فرمایا۔

دو بڑے میان جو سانس نکلے وہ اسم اللہ کے ساتھ نکلے جو سانس بغیر اسم اللہ نکلتی ہے  
وہ مردہ ہے اور بڑے میان ایک ذکر ایسا ہے جس کو نہ سانس سے تعلق ہے نہ زبان  
سے ،، والد ماجد نے عرض کیا یہ حضور کا ذکر ہے فرمایا کہ دو بڑے میان ہو جاتا ہے ،،  
مکرر یہی ارشاد فرمایا کہ دو سنا سنا بڑے میان ہو جاتا ہے ،،

تیسرے دن جبکہ حضور انور رخصت ہونے والے تھے تو والد صاحب قبلہ حضور انور کو رخصت  
کرنے کے لیے اپنے مکان سے باہر آئے اور خدمت عالیٰ میں حاضر ہوئے آپ نے اُن کو  
دیکھ کر فرمایا کہ دو آؤ بڑے میان مل لین دنیا کا کیا اعتبار ہے۔

یہ ارشاد فرما کر حضور نے اُن سے معاف فرمایا اس کے بعد پالکی میں سوار ہوئے میں ہمراہ بھٹا  
بعض لوگوں کی تمنا تھی کہ راستہ میں حضور انور اُن کے مکان پر ہوتے ہوئے تشریف لے جائیں  
اس لیے آپ اُن کی خواہشات کے موافق اُن کے مکانوں پر ہوتے ہوئے گدھی بھلول کو روانہ ہوئے  
مجھے حضور نے سرحد نگرام سے رخصت فرمادیا جب میں مکان پر واپس آیا تو والد صاحب  
قبلہ نے فرمایا کہ حضرت کو پہونچا آئے کہاں تک گئے تھے میں نے عرض کیا کہ سرحد نگرام  
تک فرمایا اور آگے کیوں نہ گئے میں نے عرض کیا کہ حضور نے وہیں سے رخصت کر دیا  
پھر فرمایا کہ آگے کیوں نہ گئے میں خاموش ہو رہا اس کے بعد والد ماجد صاحب نے فرمایا کہ  
آج حضرت صاحب قبلہ کی ہم پر بڑی عنایت ہوئی۔

ہمارے خاندان نقشبندیہ میں سات لطائف قلبی ہیں تین لطیف ہمارے ہر وقت جاری  
رہتے ہیں جب بہت محنت کرتے ہیں تو جو تھا لطیف جاری ہوتا ہے مگر آج حضور پر نور نے  
جیسے ہی مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا اُسی وقت سے ساتوں لطیف جاری ہو گئے  
اس واقعہ سے دو تین مہینہ کے بعد والد صاحب کی یہ حالت ہوئی کہ سیٹی کی طرح کی آواز  
دماغ میں محسوس ہونے لگی اور چار پانچ ماہ کے بعد ایک دن یہ کیفیت دیکھنے میں آئی کہ کھانا  
کھاتے کھاتے یکایک اُن کے ہاتھ پاؤں قابو سے باہر ہو گئے اور کھانا سامنے سے  
اٹھالیا گیا یہ حالت دورہ کے طرز پر ہونے لگی لکھنؤ سے ایک حکیم صاحب بلائے گئے

جوسات آٹھ روز تک نبض قارورہ دیکھتے رہے مگر کوئی عارضہ حکیم صاحب کی تشخیص میں نہ آیا۔ حکیم صاحب کے زمانہ قیام میں والد ماجد رحمہ کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی نے خدا اور رسول کا یا اولیاء اللہ کا ذکر کیا تو مخاطب ہوئے اور سنسنے لگے ورنہ خاموش بیٹھے رہے حکیم صاحب نے کچھ مفرحات استعمال کرائی اور رخصت ہوئے اب وہ سیٹی کی آواز بڑھنا شروع ہوئی اسی زمانہ میں جناب احمد میاں صاحب فرزند رشید مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ قصبہ ایٹھی میں آئے ہوئے تھے نگرام میں حسب طلب والد ماجد صاحب قبلہ تشریف لائے تو جناب موصوف نے والد صاحب کا حال دریافت فرمایا اور سیٹی کی سی آواز کی کیفیت اور دوروں کی حالت سن کر فرمایا کہ مبارک ہو یہ تو آپ کا سلطان الذکر کھلا ہے۔ میں بابا صاحب (یعنی مولانا صاحب) سے عرض کروں گا اس کے بعد جناب والد صاحب ایسے خاموش ہوئے کہ پھر اس کا کچھ ذکر نہیں فرمایا عرصہ کے بعد میں نے دریافت کیا کہ اب اس سیٹی کی سی آواز اور گرمی کی کیا کیفیت ہے تو فرمایا کہ حالت کیا ہوتی میں نے کہا کہ آواز بڑھ گئی اور تمام بدن میں وہ آواز پیدا ہو گئی فرمایا کہ اُسی قدر ہے فرمایا کہ تمام بدن میں ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ آواز میں معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ معلوم کیا ہوتا میں نے کہا اللہ اللہ معلوم ہوتا ہے یا محض آواز ہے تو فرمایا جب ہم خیال کرتے ہیں تو اللہ اللہ معلوم ہوتا ہے اس کے بعد جب میں بارگاہ وارثی میں حاضر ہوا تو میں نے بعد حصول قدوسی عرض کیا کہ رقابت باپ بیٹوں میں بھی ہو جاتی ہے والد ماجد کو تو سب دولت عنایت ہوئی یہ غلام بھی اُمیدوار ہے سچ ہے کہ جس کو پیا چاہے وہی سہاگن حضور انور میری معروضات پر خاموش رہے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

مولوی شیخ قادر بخش صاحب فضلی نگرانی پر جو واقعہ گذرا ایسے ہی واقعات حضور انور سے زیادہ تر بطور پیر ہوتے تھے اور بھی بات حضور کی خصوصیات میں ہے کہ بے طلب اور بے محنت کے بخشہ دیتے تھے اور اور اس میں بھی مرید بے مرید کی تفریق نہیں تھی کسی کو وہ نظریض اثرنا کام نہیں رکھتی تھی خواہ کوئی ہو آپ نعمت بخشہ دیتے تھے اور ہمارا واپس کرتے تھے۔

مولانا مولوی حاجی قاری شاہ احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی جو حضرت عارف باللہ مولانا مولوی حاجی محمد عبدالحکیم صاحب چشتی قادری (خلیفہ خاص حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ) کے خلیفہ الرشید و خلیفہ ہین اور اس وقت ایک نامور عالم و مشہور واعظ ہیں۔ ۱۳۱۳ھ میں اسلام آباد اسکول اٹاواہ میں عربی و فارسی کے مدرس تھے اسی زمانہ میں حضور پُر نور اٹاواہ تشریف لائے مولانا چونکہ ایک باکمال اور اہل علم درویش کی فرزند کی کا شرف رکھتے ہیں اور اس لحاظ سے علاوہ ذاتی اقتدار و علم کے بزرگانہ نسبت سے بھی ممتاز ہیں ایسے نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ حضور پُر نور کی

۱۴ھ مولانا حاجی محمد عبدالحکیم صاحب رحمہ اس زمانہ کے مشاہیر و بزرگوں میں گذرے ہیں آپ پیشتر حضرت مولانا شاہ ضامن علی صاحب جلال آبادی سے شرف بیعت رکھتے تھے اور ان کے حسب ایما حضرت مولانا غوث علی قلندر پانی پتی رحمہ سے مکمل سکوک فرمائی۔ اور ۱۳۱۴ھ میں حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی نے سند خلافت سے ممتاز فرمایا۔

خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اول روز حضور انور نے مولانا موصوف کو لصف گھنٹہ کے قریب شرف مکالمہ سے سرفراز فرمایا اور اپنا خاندانی شجرہ جو عربی زبان میں تصدیقہ خوشیہ کے طرز پر ہے خود پڑھ کر سنایا پھر رخصت فرمادیا اور حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ دوبہ مولوی صاحب کو ابھی بچہ ہیں ان کے والد بزرگ آدمی ہیں دوسرے روز جب مولانا حاضر خدمت ہوئے تو حضور انور نے کھڑے ہو کر سینہ سے لگا لیا مولانا فرماتے ہیں کہ اُس وقت جو عالم پیو دی شجرہ بطاری تھا وہ علم و بیان سے باہر تھے حاضرین میں سے کسی کی آواز کان میں نہیں آتی تھی حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ نے اُس وقت جو کلمات طیبات ارشاد فرمائے تھے آج تک مثل نقش کا بچہ محفوظ ہیں ایک خادم کی درخواست پر حضور نے اُس وقت احرام شریف بدلایا اور جو اتارا وہ ایک درباری کو دیا اور ارشاد فرمایا کہ تہ کر کے چھکودے دین اور دوبارہ سینہ سے لگالیا جس سے اُس کیفیت میں اور ترقی ہو گئی اب تو یہ عالم تھا کہ درباری بزرگ کھڑے ہوئے احرام عطا فرمانے کے لیے آواہن دے رہے ہیں مگر کان کلام اغیار کی جانب التفات ہی نہیں کرتے تھے کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ لا اقران کو تو ہم ہی دین گے، اور وہ احرام لیکر میرے سر پر رکھا اور فرمایا کہ دو آؤ پھر ایک بار مل لیں، اس کے بعد تیسری مرتبہ سینہ سے لگالیا اور بائیں کفین دست راست سے چپک کر فرمایا دو اللہ محکم، اور رخصت فرمادیا میں نے یہ تمام کیفیت حضرت والد ماجد صاحب قبلہ رحمہ کی خدمت اقدس میں تحریر کر کے بھیجی تو انھوں نے اس واقعہ پر جواب میں مبارکباد دیتے ہوئے دو اللہ محکم، کے ارشاد سے متعلق تحریر فرمایا کہ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ ہر وقت اللہ معی کا تصور پیش نظر رہے اس فقرہ کے پڑھتے ہی سینہ میں ایک چمک سی پیدا ہوئی اور نظر اور خیال میں اس تصور نے اپنی جگہ کر لی اس واقعہ سے دو سال قبل میں نے حضرت مرشدی و مولائی والد صاحب قبلہ سے درخواست بیعت کی تھی جس پر انھوں نے استخارہ خوشیہ تعلیم فرمایا اس استخارہ کے بعد ایک شب یہ معاملہ دیکھا کہ ایک بزرگ نے جن کا چہرہ ایسا نورانی تھا کہ اُس پر نظر نہیں جتنی تھی میرا بیان باز دیکھ کر حضرت والد صاحب قبلہ کی خدمت میں پہنچا دیا جو ایک شاندار مکان میں نہایت پر تکلف فرش پر تشریف فرمائے والد صاحب کی توجہ سے جو کچھ پیش آیا وہ گفتنی و شنیدنی کی قید سے الگ ہے جس روز حضرت اقدس حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں شرف ملازمت حاصل ہوا ثبوت حافظہ نے نہایت استحکام کے ساتھ دعویٰ کیا کہ یہ وہی مبارک شکل ہے جس نے عالم رویا میں رہنا فرمائی تھی اور والد صاحب قبلہ کی خدمت میں پہنچایا تھا چنانچہ دل نے اس کی تصدیق کی اور واقعات نے سچ کر دکھایا۔

یہ شجرہ کیفیت اس درجہ طاری رہی کہ ترقی پذیر ہونے لگی تھے کہ طلباء کو پڑھانا لوگوں کو جواب دینا و عطا نصیحت کرنا دشوار ہو گیا اُس وقت ترک ملازمت کر کے حضرت والد صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے فرمایا کہ دو آج کل حضرت حاجی صاحب قبلہ مقام حیرت کی سیر میں مصروف ہیں یہی وجہ ہے کہ طالبین کے قلوب پر بھی وہی اثر منعکس ہوتا ہے تو یہ بھی حاجت ہے



کہ وہ ہمیشہ نماز پڑھتے ہوئے نظر نہیں آتے ۱۱

اُس کے بعد والد صاحب قبلہ نے ان اثرات کو کم کرنا شروع فرمایا حتیٰ کہ تین ماہ کے بعد میری حالت پھر اپنے قدیم مقام پر آئی اُس وقت حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ میان حاجی صاحب قبلہ نے تم کو جو چیز عطا فرمائی تھی وہ بالفضل ہم نے تم سے لے لی ہے اخیر وقت میں تم کو ملے گی کیونکہ ابھی تم سب دنیا میں بہت کام لینا ہے۔

مولانا حاجی قاری احمد مختار صاحب صدیقی اس وقت شریعت و طریقت دونوں کے اعتبار سے ایک وسیع درجہ رکھتے ہیں نہایت متشرع اور صاحب زہد و تقا بزرگ ہیں آپ کے وعظ نہایت موثر ہوتے ہیں۔ مولانا کو متعدد سلاسل میں اسٹا و خلافت حاصل ہیں چنانچہ علاوہ اپنے والد ماجد صاحب سے سند خلافت حاصل کرنے کے اُن کی اجازت سے سلسلہ ۳۲ میں مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر حضرت مولانا محمد اسماعیل نواب رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ احمدیہ شاذلیہ میں اس طریقہ کے مطابق چلے وغیرہ وہیں انجام دے کر سند و اجازت حاصل کی سلسلہ ۳۴ میں مکرر رہیں محترمین حاضر ہوئے اور حضرت مولانا مولوی محمد عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر کی خدمت میں حاضر ہو کر طریق نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی اور ایک سال کے بعد سند و شجرہ طیبہ حاصل کیا۔ سلسلہ ۳۵ میں نو ماہ کامل دربار رسالت مآب کھلم میں حاضر رہے اور وہاں حضرت مولانا سید محمد سعید قادری مدنی حضرت مولانا سید محمد امین رضوان شیخ الدلائل سے طریق قادریہ کی سند و خلافت حاصل کی۔

مولانا احمد مختار صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا حاجی صاحب قبلہ کی زیارت کا اشتیاق میرے دل میں ہر دم زائد محمد حامد مرحوم کی کیفیت دیکھ کر اور خود اُن کی زبانی شکر سپاہ ہوا تھا برادر مرحوم نے اپنے انتقال سے پانچ چھ روز قبل اپنی پوری کیفیت سنائی تھی جس کا ضروری حصہ سن لیا ہے محمد حامد مرحوم اہل اللہ اور مرد کامل کی تلاش میں کچھ عرصہ تک نواح اودھ میں خانہ بدوش پھرتے رہے آخر حضور انور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دربان نے روکا مگر حضرت قبلہ نے اندر سے خود آواز دی کہ ان کو آنے دو یہ شرف قد مبوسی سے مستفید ہوئے تو کچھ باتیں کرنے کے بعد اُن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بزرگ جن کے سر مبارک کے ایک ایک بال اور جسم کے ایک ایک روئین سے نور کی شعائیں نکلتی ہوئی نظر آتی ہیں خدا تو نہیں مگر منظر خدا ضرور ہیں۔ کہنا ان سے بیعت ہونا چاہیے ہنوز اس خیال نے دل پر پورا عبور نہ کیا تھا کہ حضور انور نے ان سے ہاتھ پڑھانے کو فرمایا اور حامد مرحوم کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ درمیان اس طرح بیعت ہو جایا کرتے ہیں، اُس وقت سے باطن کی جو کیفیت بھی ہوئی ہو وہ تو سالک یا راہب کو معلوم ہوگی بظاہر اتنا ضرور دیکھا گیا کہ دو برس تک اُس مرحوم نے بستر بیماری پر پڑ کر گزارا اور اُن کے والد نے سب مرض کی کوشش میں ہزاروں روپے صرف کیے لیکن آتش سینہ جو ایک زبردست پیر طریقت کی لگائی ہوئی تھی آخر وقت تک نہ بجھ سکی

تھی کہ جان بحق تسلیم ہوے۔

متذکرہ بالا واقعات سے جن میں بعض واقعات دیگر سلاسل کے محترم بزرگوں پر بھی پیش آئے ہیں حضور پر نور کی تعلیم کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے آپ کی ہر ایک بات اپنی نوعیت میں فرد تھی اور حضور کی خصوصیات میں جو بات تھی وہ یہی تھی کہ ایک نظر میں عطا فرمادیتے تھے ارشاد بھی فرماتے تھے مگر اس ارشاد کی اہمیت بھی بے مثل ہوتی تھی جس سے مخاطب کی فوراً تسکین ہو جاتی تھی اور دیگر حاضرین کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا۔

حضرت سید معروف شاہ صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ ایک افغانی حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو احرام مرحمت ہوا اور تعلیم فرمائی جائے حضور انور نے اُن کے سمجھانے کے لیے مجھ سے ارشاد فرمایا میں اُن کو اپنے مکان پر لایا اور تعلیم کی اہمیت کو سمجھایا مگر وہ کچھ نہ سمجھے بالآخر میں نے اُن سے دریافت کیا کہ تم اپنے گھروالوں سے بھی اجازت لائے ہو کہ نہیں افغان صاحب نے کہا میں اجازت تو کسی سے نہیں لایا خود میرا خیال ہے اس کے بعد وہ بے تابانہ جانے کے لیے کھڑے ہو گئے اور ایسی جھلٹ کی کہ بارگاہ واری میں حاضر بھی نہیں ہوئے اور چلتے وقت یہ کہہ گئے کہ حضرت سے ہمارا سلام کہہ دینا ایک سال کے بعد وہ اجازت لیکر حاضر خدمت عالی ہوئے آپ نے اُن کو دیکھتے ہی تہ بند کا حکم دیا جب وہ خرقہ پہن کر سامنے آئے تو حضور انور نے اُن سے مخاطب ہو کر اپنے چہرہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دو یہی صورت ہے اس کو پیش نظر رکھتا، وہ اتنا مسکتے ہی نہایت شاد و مسرور ہوئے اور فرط انبساط سے حضور کی قدمبوسی کی اور فوراً رخصت ہو گئے۔

سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ کو بجد تعجب ہوا کہ ان افغان صاحب کو میں طرح طرح سے سمجھاتا تھا مگر ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی تھی یا آج حضور کے دو لفظوں میں اُن کو کامل تسکین ہو گئی۔ حق یہ ہے کہ حضور کے دربار میں جو دو عطا کے سوا اور کچھ نہ تھا جو جو کچھ بظاہر تعلیم تھی وہ براے نام تھی۔

حضور انور کے فیوض و برکات ضرب المثل ہیں اور اُن کا تمام و کمال بیان کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے نہ من کل الوجوہ تمامی واقعات کا پتہ چل سکتا ہے۔ خود حضور انور کا ارشاد ہے کہ دو اگر محبت ہے تو ہزار کوس پر بھی ہم تمھارے پاس ہیں،

جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا و ارثی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حاضر خدمت تھا حضور انور نے بعد نماز مغرب ارشاد فرمایا کہ دو یا باسٹ پڑھا کرو، بظاہر اس وقت حضور کے سامنے کوئی نہ تھا اتفاق سے بہت عرصہ کے بعد ایک حلقہ بگوش و ارثی نے اٹھائے گفتگو میں بیان کیا کہ پہلے میں بہت نارا اور قرضدار تھا ایک روز بعد نماز مغرب تصور کیا تو حضور کی برزخ قائم ہو گئی اور اُسی حالت میں آپ نے فرمایا کہ دو یا باسٹ پڑھا کرو، میں نے تعمیل ارشاد کی تو آغا فانا گیری

پریشانی فراغت اور خوشحالی سے مبدل ہو گئی شیدامیان وارثی فرماتے ہیں کہ اُس وقت مجھ کو خیال آیا کہ اُس روز بعد نماز مغرب جو حضور انور نے ارشاد فرمایا تھا وہ اسی خوش نصیب سے فرمایا تھا۔

حضور انور کے تعلیم و ارشاد کے نہایت حیرت انگیز واقعات ہیں حاضر و غائب حضور پر نور کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے تھے اور حضور کا یہ ارشاد کہ در جو جس کا حصہ ہے وہ اُس کو ضرور دیا جاتا ہے خواہ زندگی میں خواہ مرتے وقت اور زمین تو اُس کی قبر میں ٹھونس دیا جاتا ہے یہ ارشاد فیض نبی و حقیقۃً اِس بارگاہ کا دستور اعلیٰ ہے۔

تصور کی نسبت بھی حضور نے اپنے غلاموں کو عام طریقہ سے کامل تاکید فرمائی ہے اور بعض کو خاص طور پر بھی حکم دیا ہے۔ اور اکثر اشارات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طالب خدا کے واسطے صرف تصویر ہی کافی ہے۔ اور ہر قسم کی ترقی صرف تصور میں ہو جاتی ہے چنانچہ حضور پر نور نے فرمایا ہے کہ دو عاشق کو لازم ہے ایک صورت پکڑے وہی صورت یہاں وہی قبر میں وہی حشر میں ساتھ ہوگی۔

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارثی لکھتے ہیں کہ شیخ عنایت اللہ صاحب تعلقہ دار سیدان پور نے جو حضور کے بہت قدیم حلقہ بگوش ہیں ایک روز عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ تعلیم ہو حضور پر نور نے مسکرا کر فرمایا کہ دو شیخ جی جب کوئی مصیبت ہو تو ہماری برزخ کا تصور کیا کرو۔

حضور انور نے تصور کا قاعدہ بھی متعدد طریقوں سے تعلیم فرمایا ہے مگر اکثر زیادہ مفید اور بہت آسان طریقہ یہی ارشاد ہوا ہے کہ دو پہلے تصور کرے جب صورت قائم ہو جائے تو معہ اِس صورت کے دل صنوبری کی جانب متوجہ ہو اور دل کی آنکھ سے دیکھے حضور انور بعض تعلیمات علانیہ ارشاد فرمادیتے تھے اور اکثر خلوت میں ارشاد فرماتے تھے جو تعلیمات خلوت میں فرماتے تھے اُن کا علم انھیں کو ہے جو اُن مقدس ارشادات سے مستفید ہوئے ہیں۔ جو حالات معرض تحریر میں آئے وہ ظاہری واقعات پر مبنی ہیں حضور انور کی مقدس روحانیت اور فیوض و برکات کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا حکیم شاہ مبارک حسین صاحب (موطن حسین پور ڈاکخانہ بہبوا ضلع شاہ آباد) جو ایک مشہور و معروف بزرگ ہیں یہ واقعہ اپنا چشم دید عنایت فرماتے ہیں کہ دیوہ شریف میں استاد عالی کے باہر چند لوگوں میں دو تصور کے متعلق کچھ گفتگو ہو رہی تھی بعض کا مقولہ تھا کہ ہم اکثر حضرت حاجی صاحب قبلہ کی شکل مبارک پیش نظر رکھتے ہیں مگر پوری طرح صورت نہیں جمتی اور بعض کہتے تھے کہ ہم اکثر خواب میں آپ کی شکل دیکھتے ہیں اور وہی دو تین روز تک برابر ہمارے سامنے رہتی ہے۔

مولانا شاہ حکیم مبارک حسین صاحب مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ میں ان لوگوں کو بالکل نہیں جانتا تھا صرف قرینہ سے سمجھا کہ حاجی صاحب کے مریدین مگر تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں ہیں

میں اُن کی طرف مخاطب ہوا اور افسوس کے ساتھ یہ کہا کہ شیخ کے دروازہ پر حاضری اور یہ باہمی گفتگو بالکل بے لطف ہے یہاں تو آنکھوں ہی سے دھوا ہرین ہیں (دیکھتے رہو یہی صورت دل میں آجائے گی وہ لوگ حیرت سے میری بات سنکر خاموش ہو گئے اس کے بعد میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے قاعدہ قدیم کے بموجب بیٹھ گیا۔ حضرت حاجی صاحب میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ دو اچھا اُن لوگوں کو بلواؤ۔ میں متحیر ہوا کہ یہ جملہ کسی اور شخص کے سوال کا ہوگا۔ کوئی شخص حضرت کو استفراق کی حالت میں دیکھ کر واپس چلا گیا ہے اور مجھ کو شاید حاجی صاحب نے خیال فرمایا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جیسے ہی یہ خدشہ پیدا ہوا حضرت نے فرمایا کہ دو نہیں نہیں جب آپ نے اُن لوگوں سے کہا تو وہ لوگ سخت نادام ہو گئے۔

اب میں سمجھا اور اس اخلاق کی دل ہی دل میں داد دینے لگا کہ خلق عظیم اس کو کہتے ہیں کہ اپنے سلسلہ کے اُن لوگوں کی گفتگو کو جو کلام کرنے سے بھی عاجز ہوں اور اتنے فاصلہ پر ہوں کہ اُن کے قریب والے بھی اُن کی گفتگو اور میرے کلام کو بخوبی نہ سن سکے اُس کو آپ نے سن لیا اور واقف ہو گئے اور اُن کے محبوب ہونے پر بھی اطلاع ہے اور اُن کی دلداری بھی مد نظر ہے یہی باعث ہے کہ لوگ جان نشاری کو موجود رہتے ہیں مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے چھیڑا اور حضرت حاجی صاحب قبلہ جو میرے دادا صاحب کے ملنے والے ہیں اُن کے قلب انور پر بار ہوا میں خود اس گفتگو سے منفعل ہو گیا حضرت حاجی صاحب نے فرمایا دو کیا خوب تم نے ہمارے مطلب کو اچھا سمجھا مگر یہ محل نہیں ہے تم اُن لوگوں کو بلا لو کہ تمہارے قول کی تصدیق کرادوں میں فوراً باہر جا کر اُن لوگوں کو جو موجود تھے بلا لایا اُس وقت حضرت حاجی صاحب حسب عادت عالم استفراق میں تھے ہم لوگ وہیں ایک طرف بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں اتر رخ سے پچھم رخ گھوم کر فرمایا کہ دیکھو ہم لوگوں نے اس آواز کو سنکر چاہا کہ اُٹھ کر سامنے جائیں کہ یکایک دیوار کی طرف جو نظر پڑی تو عجیب شاہدہ پیش نظر تھا کہ ایک بہت بڑا سورج کی طرح چمکے گھوم رہا ہے۔

اور بے انتہار روشنی پھیلی ہوئی ہے تین منٹ کے اندر اُس چکر کو جو اُس جگہ میں تھا سکون ہوا اُس کے بعد بچوں بیچ سے شق ہو گیا اور اُس میں بحسبہ حضرت حاجی صاحب کی تصویر نمایاں ہو گئی جیسے کوئی شخص آئینہ کو دیکھتا ہوا اور اُس کے پیچھے والے اُس آئینہ کو دیکھتے ہوں یہی منظر تھا جس کو ہم سب لوگ دیکھ رہے تھے۔ حاجی صاحب نے اُن لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہی تعلیم ہمارے خاندان کی ہے مگر عقیدہ اور ایسا ہی حجاب اور ندامت کے بعد یہ پردہ نگاہ سے اُٹھتا ہے، (میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ) دعوان کے ہاتھ چومو۔ یہ فرما کر پھر پتھر و استفراق کی حالت طاری ہو گئی۔ میں نے اُن



لوگوں سے کہا کہ حضرت کے قدموں کو چوم چوم کر باہر چلے آؤ اور یہ کہتا ہوا میں خود باہر چلا آیا اور اُسی وقت اسٹیشن ریل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بھی چلے آتے ہیں وہ لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے قدمبوسی کے وقت ہم سے فرمایا کہ ”جا کر ہریت کرنے والے کے ہاتھ چومنا تم سے اسٹیشن پر ملاقات ہوگی نورمیان سے پوچھ لینا“،

میں نے اُن کو نہایت بقیہ اور شیخ کے اثر سے پُر پایا۔ میں نے کہا کہ جاؤ تم نے تو اپنے شیخ کی اس کرامت کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا میں نے بھی ایسا احساس بہت کم دیکھنا کیا معنی دیکھا ہی نہیں۔

حضور انور کی تعلیمات حاضر و غائب ظاہر و باطن یکساں ہوتی تھیں اور یہ بمثل اخلاق تھا کہ او دہراگر وابستگانِ دامنِ دولت کی ندامت و شرمندگی پر اُن کی دلداری فرمائی تو رادہر حضرت مولنا شاہ حکیم مبارک حسین صاحب کی شرم و ندامت کو بھی محو فرما دیا۔ اور اُن کی قدر افزائی فرمائی اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ مولنا کی دست بوسی کریں اور نہایت موقر الفاظ سے اُن کو یاد فرمایا اور اپنی تعلیمات فیض آیات کا عینی مشاہدہ کرا دیا جس سے وہ متاثر ہو کر رخصت ہوئے جن بزرگانِ عصر کو حضور انور کا شرفِ صحبت نصیب ہوا ہے وہ آگاہ ہیں کہ فیضانِ وارثی سے آئے دن کیا واقعات پیش آتے تھے۔

حضرت شاہ مقصود علی صاحب خلیفہ حضرت شاہ ناصر الدین صاحب صابری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ اپنا چشم دید چودھری خدا بخش صاحب سے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ بارگاہِ وارثی میں حاضر ہوا اُس وقت مجھے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص مرید ہو رہا ہے میں باہر بیٹھ گیا تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ باہر تشریف لائے جاتے ہیں میں تعظیماً کھڑا ہو گیا مگر وہ بہت جلد چلے گئے خادم نے مجھے کہا کہ اندر چلے سرکار طلب فرماتے ہیں مجھے حیرت تھی کہ میں نے تو ابھی باہر جاتے دیکھا ہے اسی حیرت و استعجاب کی حالت میں خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ابھی ایک شخص مرید ہو کر باہر گیا ہے ہم سے جو شخص بیعت ہوتا ہے ہم اُسے اپنا سا بنا لیتے ہیں پھر اُس کا فعل ہے اور اُسکی قسمت ہے جو صورت چاہے اختیار کر لے۔ ایسا ہی واقعہ حضرت محبت شاہ صاحب خلیفہ حضرت شاہ ناصر الدین صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بارگاہِ وارثی میں دیکھا ہے اور شیخ رشید الدین صاحب فضل متوطن سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ سے بیان کیا ہے۔

حق یہ ہے کہ مبصرین نے عجیب عجیب مشاہدات کئے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس تاثیرات اور فیوض و برکات کے سامنے تعلیم کیا چیز ہے۔ حضور انور کی صفتِ افاضہ نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہے اور اہل اللہ کے نزدیک یہ صفت تمام صفات سے برتر ہے۔

مولوی رونی علی صاحب وارثی الرزاقی پتے پوری ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور کے ایک مرید کے روبرو کچھ ناواقف لوگوں نے تذکرہ کیا آپ کے یہاں ذکر و شغل کی تعلیم

نہیں ہوتی یہ خطرہ اس مرید کے دل میں پیدا ہو گیا جب وہ بارگاہِ عالی میں حاضر ہوا تو حضورِ انور نے اثنائے گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ دو اکیر تہہ ہم سے اور ایک بہت بڑے صاحبِ ریاض سے گفتگو نہ ہو گئی وہ کہتے تھے کہ ذکر کا بہت بڑا مرتبہ ہے ہم نے کہا اگر مذکور ہو جائے انھوں نے کہا بندہ خدا نہیں ہو سکتا ہم نے جواب دیا یہاں بندہ اور خدا کا تو ذکر نہیں ہے یہاں ذکر و مذکور کا تذکرہ ہے کیا فا ذکر و فی اذ کر کم کو تم بھول گئے خاکی ذکر سے کیا فائدہ ہے جب تک مذکور بھی ذکر کا ذکر نہ کرے۔ اور ہمارے یہاں ذکر فکر کچھ نہیں ہے اور پھر سب کچھ ہے۔

حضورِ انور کی مقدس تعلیمات حیات و ممات میں یکساں ہیں اور اسکی دلیل روشن پیش کرتی ہیں کہ اولیادِ اقدس کو موت نہیں ہے جسکا تجربہ دیگر سلاسل کے واجب الاحترام بزرگوار کو بھی ہو چنانچہ مولانا محمد ناظم علی صاحبِ نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ (جو حضرت مولانا شاہ فضل رحیم رضی اللہ عنہ سے بیعت ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے حکیم عبداللہی مہونوی نے بیان کیا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے مجھے اکیر تہہ فرمایا تھا کہ ”مجھکو آئینہ دکھانا آتا ہے“ چنانچہ بعد وصال میں مزار مبارک پر جا کر بیٹھا تو بموجب اپنے فرمانے کے آپ نے مجھکو آئینہ دکھا دیا۔

کھل گئی آنکھ وہ آئینہ دکھایا تو نے تیرا حیرت زدہ خود اپنا تماشا سنی ہے

حقیقت یہ ہے کہ حضورِ انور کی ذاتِ متجمع الصفات ایک عجیب ذات تھی آپ کی تعلیمات اور تاثیرات سب حیرت انگیز تھیں جنکا اس وقت تک ظہور ہے اور ہمیشہ رہیگا حضورِ انور کے مریدین کا تو کیا ذکر ہے جو شخص اکیر تہہ بھی خلوص و عقیدت سے حاضر ہوا ہے وہ خالی نہیں گیا یہ فیوض و برکات آفتاب کی طرح روشن ہیں جنکو حضور کے دیکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ایک نظر میں صد ہا سال کی ریاضت و محنت سے زیادہ ثمرہ مرحمت ہو جاتا تھا اور انھیں خصوصیات میں حضورِ انور کا دور ماہِ الامتیاز ہے۔

ننگا و وارث نے سیکڑوں کو بنایا قطرہ پل میں دریا نظر جو آتے تھے پہلے زرے انھیں کو پھر آفتاب کی

بعض خصوصیاتِ تعلیم حضورِ انور کے دستِ گرفتوں کی یہ خاص علامت ہے کہ ان میں سوز و گداز بزرگانِ دین کا ادب و احترام خوش عقیدگی وغیرہ ایسے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ بارگاہِ وارثی میں یہ بات عام طور پر پائی جاتی ہے چشمِ پرہیز بھی بارگاہِ وارثی کی یادگار ہے حضورِ انور کا نام لینے والوں میں یہ علامتِ عشق و محبت خاص طور پر موجود ہے۔ یہ حضورِ انور کی معمولی تاثیرات تھیں تعلیم و تلقین کے یہ نتائج تھے۔

حضورِ انور کے یہاں حلقہ نہیں ہوتا تھا نہ مریدین و خدام کو توجہ دی جاتی تھی غرضکہ کوئی قاعدہ اور ضابطہ ایسا نہ تھا جسکو زمانہ حال کے موافق تعلیم پر مبنی سمجھا جائے۔

آنکھیں بند کر کے جو تصور وغیرہ کیا جاتا ہے یا شنل ہوتا ہے اسکی بھی حضورِ انور تعلیم نہیں دیتے تھے

بلکہ کھلی ہوئی آنکھیں میں تصور و شغل وغیرہ کا ارشاد تھا جیسا کہ حضور انور کے زمانہ طفولیت کے حالات میں لکھا گیا ہے کہ حضرت شاہ عبدالنعم صاحب رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں ایک درویش کو آنکھیں بند کر کے بیٹھیں پر حضور انور نے فرمایا مَن كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَيُفَوِّیْ لَآخِرَةِ وَ اَعْمٰی زَمَانَةُ طُفُولِيْتٍ سے آخر وقت تک حضور کی تعلیم رہی چنانچہ عالیجناب (انریل جٹس) مولوی سید شرف الدین صاحب وارثی بالقابہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور نے مجھ سے اکثر ارشاد فرمایا ہے کہ آنکھ بند کر لینے سے کیا ہوتا ہے مَن كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَيُفَوِّیْ لَآخِرَةِ اَعْمٰی مَظْهَرِ اِلٰہی ہر جگہ موجود ہے تماشا دیکھو،

ایک مرتبہ میں ریل میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر تھا حضور انور کوچ پر لیٹے ہوئے تھے اور میں نیچے بیٹھا ہوا تھا میری آنکھیں اُس وقت بند تھیں اور میں دل ہی دل میں غور کر رہا تھا کہ ریل چل رہی ہے اُس میں آگ اور پانی ہے حضرت بھی موجود ہیں اور میں بھی ہوں دونوں جانب وسیع جنگل ہیں اور اُن میں ہزاروں جانور ہیں اور یہ سب کچھ وہی ہے اتنے میں حضرت نے میرے شانے پر ایک گھونسا مارا اور فرمایا کہ ”دوسرا بھی ہے“ میں نے عرض کیا کہ آنکھ بند ہو تو دیکھوں حضور انور مسکرا کر لیٹ رہے،

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پیپے پوری ناقل ہیں کہ نقشبندیہ خاندان کے ایک درویش جنکو مراقبہ میں کمال تھا حضور پُر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اُس وقت حضور انور استراحت فرما رہے تھے اور کچھ لوگ حاضر خدمت تھے اُن سے مخاطب تھے اُن نقشبندی بزرگ کو موقع مل گیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر اُنھوں نے مراقبہ شروع کر دیا جہیں وہ حضور انور کا کمال دیکھنا چاہتے تھے۔ یحضور ہی دیر میں حضور انور اُٹھے تو اُن کو مراقبہ دیکھا حضور انور امتحان کو پسند نہیں فرماتے تھے اسلئے اُس وقت جلال سے چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور اُن نقشبندی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے کیا دیکھتے ہو آنکھ بند کر کے دیکھا تو کیا دیکھا آنکھ کھول کر دیکھو آنکھوں کے ہوتے ہوئے نا بینا ہو جانا خدا کی ناشکری ہے اُنھوں نے آنکھ کھول دی اور جیسے ہی حضور پر نظر پڑی بتیاب ہو کر قدموں پر گر پڑے خدا جانے اُنھوں نے کیا دیکھا زبان سے صرف اتنا کہا کہ میری ساری عمر مراقبہ میں اور ریاض میں گذر گئی مگر اس وقت جو حضور کے جلال میں شانِ رحمت دیکھی وہ کسی میں نہیں پائی بلکہ آج میری محنت کا ثمر ملا ہے نہایت خوشامد سے اُنھوں نے درخواست کی کہ حضور انور اُن کو اپنی بیعت سے بھی سرفراز فرمائیں لیکن حضور نے منظور نہیں فرمایا اور یہی جواب دیا کہ ہم کسی کے مرید کو چھین لینا پسند نہیں کرتے۔ اور اُن کے پیرومرشد کی نسبت لگاتار سے

فرمایا کہ جب اُن کے مرید ہو تو ہمارے مرید ہو فقیری میں سب سلسلے ایک ہیں دوئی نہیں ہے، ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حضور انور بند آنکھ پر کھلی ہوئی آنکھ کو ترجیح دیتے تھے۔ اور شغل وغیرہ میں یہ نیا طریقہ حضور انور کی تعلیم میں تھا حضور پُر نور ہر ایک بات کی ماہیت و حقیقت پر نظر رکھتے تھے اور بھی فیوض تھے جو آپ کی ذات بابرکات سے جاری تھے۔ چنانچہ مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیداوار ثنی تحریر فرماتے تھے کہ جو آنکھوں میں ایک معراور نہایت بزرگ درویش تھے

جنگو شغل آنہ میں ایسی مہارت تھی کہ اُن کی توجہ کا شہخص پر پورا اثر ہوتا تھا۔ اور مجھے اُن کی خدمت میں بہت نیاز حاصل تھا مگر اتفاق سے ایک محفل سماع میں اُنھیں بزرگ کے اس فیض سے مجھے روگردانی کرنا پڑی اور میری یہ سوادنی اُن کو ناگوار خاطر بھی ہوئی چند روز کے بعد جب وہی بزرگ دیوبہ شریف میں تشریف لائے مجھے اُن کو دیکھ کر خوف ہوا کہ حضور انور سے یہ میری اُس روگردانی کی شکایت کریں گے تو ضرور میں معتبوب ہو جاؤں گا اس لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے ہی اس واقعہ کو عرض کر دیا جائے چنانچہ میں اُسی وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے وہ واقعہ پورا عرض کر دیا۔ ہنوز میں خدمت عالی میں حاضر تھا کہ وہ بزرگ بھی آئے حضور انور نے اُن سے معافہ کیا اور مسکرا کر فرمایا کہ تمھاری توجہ کی بہت شہرت ہے ہم پر بھی ڈالو وہ بزرگ قدمبوس ہوئے اور عرض کیا کہ میری کیا مجال جو آپ پر توجہ ڈالوں حضور نے خادم سے حسب دستور ٹھائی وغیرہ دینے کے لئے ارشاد فرمایا جب وہ بزرگ رخصت ہو گئے تو میں نے عرض کیا کہ اگر وہ حضور سے کہتے کہ آپ مجھ پر توجہ ڈالیں ارشاد فرمایا کہ ہم توجہ ڈالتے ہیں نے عرض کیا کہ اگر حضور توجہ ڈالتے ہیں تو کبھی ہم لوگوں پر بھی توجہ ڈالائیے۔ آپ نے قریب بلوایا جب میں بالکل قریب حاضر ہوا تو فرمایا کہ یہ توجہ ڈالنا تو ایک قسم کا تماشہ ہے اصل توجہ وہ ہے کہ اگر موتی پر توجہ ڈال دے تو وہ پانی ہو جائے اتفاق سے حضور کے اس ارشاد کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا میں نے عرض کیا اگر پتھر پر توجہ ڈالی جائے تو کیا ہو فرمایا کہ مدوہ پتھر خاک ہو جائے ، اب اس ارشاد کا مطلب میری سمجھ میں آیا کہ توجہ اُسکو کہتے ہیں جو حجاب تعین کو اٹھا دے اور اصل سے ملا دے جیسے موتی کہ اصل اُسکی پانی ہے یا پتھر کہ اصل اُسکی خاک ہے مگر ایک حجاب ایسا حائل ہو گیا کہ اپنی اصل سے الگ ہو گئے کامل توجہ کا یہ اثر ہے کہ وہ حجاب تعین اٹھا دے اور موتی کو پانی پتھر کو خاک کر دے یعنی اصل سے ملا دے۔ یہی توجہ اگر انسان کے قلب پر ڈالی جائے تو وہ اپنی اصل سے مل جائے اور عین ذات سے سروکار ہو جائے اور فی انفسکم افلا تبصرون کی حقیقت کھل جائے۔

حضور پر نور کے ارشادات سے کامل طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک بات کی حقیقت و ماہیت پر نظر تھی۔ یہ بات بھی حضور انور کی خصوصیات میں تھی کہ محافل سماع وغیرہ میں بھی حسب قاعدہ مروجہ نشست فرما کر توجہ نہیں دیتے تھے مگر یہ عجیب بات ہے کہ حضور انور کے سلسلہ عالیہ میں اس قسم کے بھی اکثر طریقے دیکھتے ہیں آتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو تعلیم ضرور ہوتی ہے مگر حضور انور کا کوئی طریقہ ایسا دیکھنے میں نہیں آتا نہ مستند حضرات سے سنا گیا۔ شاید اس کا یہ سبب ہو کہ حضور پر نور کو اخفا بہت مد نظر تھا اور ایسے افعال سے جن سے کسی قسم کا اظہار ہو سخت متفرق تھا۔ اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور انور نے علانیہ کبھی اس انداز سے توجہ نہیں ڈالی جبہ توجہ کا اطلاق ہو سکے۔ بلکہ جن لوگوں نے ایسا کیا وہ مورد عتاب ہوئے اور حضور پر نور نے اُن کے اس فعل کی گرفت فرمائی چنانچہ سید علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سانڈی ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں کہ سیدہ امین حضور انور سانڈی میں



تشریف لائے اور قلعہ کی مسجد میں قیام فرمایا اس مسجد کے قریب ایک اور بھی مسجد ہے جو خطیبوں والی مسجد کے نام سے مشہور ہے اس مسجد میں ایک وارثی درویش جو خرقہ پوش تھے نماز پڑھنے کے لئے آئے اور ان کے ساتھ ہی ان کے ایک پیر بہائی نشی رحم رحمان صاحب وارثی بھی آئے جب یہ دونوں نماز پڑھ چکے تو خدا جانے کیا بات ہوئی کہ ایک دوسرے پر توجہ ڈالنے لگے مغرب کی نماز کے بعد سے عشا کے وقت تک یہی حالت رہی کہ دونوں صاحبوں کا مقابلہ رہا۔ بالآخر نشی رحم رحمان صاحب بیہوش ہو گئے اور گریٹھے ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا اور اس طرف حضرت حاجی صاحب قبلہ خود بخود اٹھ بیٹھے اور ایک خادم سے ارشاد فرمایا کہ رحم رحمان بیہوش ہیں انکو خطیبین والی مسجد سے اٹھا لاؤ خرقہ پوش صاحب کی نسبت فرمایا کہ اس سے کہنا تو بالکل کم ظرف ہے ضبط نہیں کر سکتا اور دوسروں پر اثر ڈال کر اپنے کمال کو نمایان کرنا چاہتا ہے اپنا نقصان اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے میں سمجھ کر چھپاتا ہوں تو ظاہر ہوتا ہے بہت کچھ ارشاد فرمایا جب یہ دونوں بارگاہ عالی میں حاضر کئے گئے تو نشی رحم رحمان صاحب پر پانی وغیرہ چھڑکا گیا وہ اپنے ہوش میں آ گئے اور خرقہ پوش صاحب پر آپ نے اظہار ناراضی فرمایا اس وقت تمام حاضرین دہشت زدہ تھے انھوں نے قدموں پر گر کر منت و زاری سے معافی کی درخواست کی چنانچہ فوراً ہی تصور بھی معاف ہو گیا خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور کوئی فعل ایسا پسند نہیں فرماتے تھے جس سے کوئی ایسی بات پیدا ہو جو کمال کو ظاہر کر نیوالی ہو۔ یا جس سے صاحب تاثیر ہونے کا پتہ چلے آپ اپنے فقر کی نسبت اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ ہم فقیر بنانا چاہتے ہیں اور یہ مشائخ بنے جاتے ہیں۔ حضور پر نور کا مسلک محویت و از خود رنگی پر مبنی تھا اور یہی حقیقی تعلیم تھی حضور انور کے مریدین میں سوز و گداز اور جوش رتت لازمی ہے مگر اکثر بزرگ صاحب کیفیت و حال بھی ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ حضور پر نور کے سلسلہ عالیہ میں ایسے افراد کی بھی کمی نہیں ہے جو غلبہ شریعت کے باعث قطعی طور پر محافل سماع سے محسبی نہیں رکھتے اور ان کے مشاغل بھی اسی مذاق کے لحاظ سے ہیں مگر جذبات محبت میں وہ بھی ان ارباب ذوق و شوق سے پیچھے نہیں ہیں جو ایسی محفلوں کے ولدا وے ہیں حضور انور طبیعتوں کے رحمان اور مذاق کے موافق فیوض و برکات سے مستفید فرماتے تھے۔ البتہ بعض افراد جو تعرض نہ کر حضور کی خدمت میں آتے تھے اور ان کا یہ دعویٰ ہوتا تھا کہ کیف و حال کوئی چیز نہیں ہے انکو آپ جواب میں ضرور صاحب حال بنا دیتے تھے کیونکہ یہ بات حضور انور کی خصوصیات میں تھی کہ جواب نہیں دیتے تھے مشاہدہ کرا دیتے تھے۔

مولوی محمد اسحاق صاحب وارثی اٹاوی مرحوم منقول روایت کرتے تھے اور نشی ذاکر علی صاحب متوطن اٹاوی بھی اس واقعہ کو اپنا چشمہ دید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور کے والد ماجد حضرت سیدنا قربان علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا عرس تھا ایک واعظ کھڑے ہوئے و عظم کہہ رہے تھے جسمیں ارباب حال پر طعنہ زنی تھی سامعین میں سے کسی نے کہا کہ ہم سے کیا کہتے ہو ان سے کیوں نہیں کہتے جو ان اسباب کا سبب ہیں۔ اس پر جناب واعظ کو طیش آگیا اور وہ غصہ میں بھرے ہوئے

سید سے بارگاہِ وارثی میں چلے گئے وہاں کس کی ہمت تھی جو بغیر مرضی مبارک لب ہلا سکے واعظ صاحب جاتے جاتے حیرت زدہ ہو کر عالم سکوت میں کھڑے ہو گئے اور ایک لفظ اُن کی زبان سے نہیں نکلا اور لوگوں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب کو اربابِ کیفیت و حال پر اعتراض ہے اور سب کو دو زخمی اور مردود وغیرہ کے خطاب سے مخاطب فرما رہے ہیں حضور انور نے اُنکی طرف دیکھ کر صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ مد مولوی صاحب تو بڑے صاحبِ حال ہیں مولوی صاحب تو بڑے صاحبِ حال ہیں، حضور انور کا یہ فرمان تھا کہ مولوی صاحب کی حالت میں ایک غیر معمولی تغیر پیدا ہوا اور وہ نہایت ادب سے قدمبوس ہو کر مستانہ وار جھومتے ہوئے قوالی میں پہنچے اور اس زور شور سے حال آیا کہ مولوی صاحب کے مقابلہ میں دیرینہ اربابِ ذوق و شوق کی کیفیدین بھی ماند پڑ گئیں۔ وعظ و پسند سب بھول گئے ماہی بے آب کی طرح شکر پر تڑپتے پھرتے تھے۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع راسِ بریلی لکھتے ہیں کہ اکبر تہ حضور انور راسِ بریلی میں رونق افروز تھے احرام شریف کا جلوس مکمل رہا تھا تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے قوالی ہوتی جاتی تھی ابنوہ خلایق بشمار تھا لوگوں پر مدہوشی چھائی ہوئی تھی و جدو حال کی محفل گرم تھی دو شخص اربابِ ذوق و شوق کا مذاق اوڑھا رہے تھے ایک تو افغان تھے اور دوسرے رجب خان ساکن سدھیا نوان ضلع سلطان پور ان دونوں کی مخالفت با تین لوگوں کو ناگوار ہو رہی تھیں اسی حالت میں احرام شریف کا جلوس حضور کے جا سے قیام تک پہنچا وہاں محفل آراستہ تھی قوالی ہونے لگی حضور انور محفل میں رونق افروز نہیں تھے اندر مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ مگر آپ کے سامنے حاضر وغائب یکساں تھے اُسی مجمع کثیر میں تین شخصوں کو نہایت زور شور سے حال آیا ایک تو وہی افغان صاحب تھے اور دوسرے رجب خان اور تیسرے ایک صاحب عبدالرحیم ساکن راسِ بریلی تھے۔ ان کی نسبت بعد میں علم ہوا کہ یہ بھی طعنہ زنی میں شریک تھے چنانچہ ان لوگوں کے حال کی یہ کیفیت تھی کہ ایک ایک کو دس دس آدمی پکڑتے تھے مگر وہ کسی سے ہتھ نہیں تھے سرٹکے تھے اور کبھی گریہ و زاری کرتے تھے۔ کبھی رقص کرتے تھے مختلف حالتیں تھیں تمام کپڑے اُن کے پھٹ گئے اور سر سے پائوں تک مجروح ہو گئے قوالی کے بعد بھی اُن کی یہی حالت رہی دو دن حضور نے قیام فرمایا اور اُن کو بھی دو دن تک بالکل ہوش نہیں آیا۔ تیسرے دن جب حضور رخصت ہونے لگے تو مین خان نے (جبکہ مکان پر حضور قیام پذیر تھے) عرض کیا کہ حضور تو تشریف لے جاتے ہیں وہ تینوں شخص معلوم ہوتا ہے کہ اسی حال میں مرجائیں گے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اُن کا ہاتھ منہ دھو لا دو اور زرا سا پانی پلا دو۔ چنانچہ حضور کے حکم سے جیسے ہی اُن کا ہاتھ منہ دھلایا گیا اُن کو فوراً افاقہ ہو گیا اور وہ اپنے حواس میں آ گئے یہ تینوں شخص مدتِ العمر صاحبِ کیفیت و حال رہے۔ منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی تحریر فرماتے کہ ایک مرتبہ رجب خان سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا میں نے اُن کا حال دریافت کیا تو حضور انور کا

نام نامی زبان پر آتے ہی رونے لگے حضور کی شان پر قربان ہوتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ میں اپنے تصور پر نادم ہوں مگر واہ کیا سرکار ہے کہ سرزنش کرنے کا تو کیا ذکر ہمیں وہ نعمت عطا فرمائی جس سے دین و دنیا کی سرخروئی نصیب ہو گئی بارگاہِ وارثی میں جو شخص حاضر ہوتا تھا اُسکے شکوک و توہمات فوراً مٹا دئے جاتے تھے۔ ہر ایک معترض کو ایسا ہی جواب ملتا تھا کہ وہ خود اپنے سوال کا جواب بن جاتا تھا۔ علاوہ ازیں اکثر افراد نے صاحبِ وجد و حال بننے کی خود خواہش کی تو اُن کو حضور نے کوئی شغل وغیرہ اُسکے متعلق تعلیم نہیں فرمایا نہ بظاہر توجہ ڈالی بلکہ زبانِ مبارک سے اشارہ فرمادیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔ محمد یعقوب خان صاحب وارثی ناقلِ ہین کہ میرے بھائی منشی محمد ناصر خان صاحب متوطن قصبہ رنجیت پورہ ضلع اوناؤ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ۱۳۸۸ء میں صفی پور کے عرس میں شریک ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ لوگوں کو خوب وجد و حال کی کیفیتیں ہو رہی ہیں ان کو بھی خیال ہوا کہ کاش ہم بھی صاحبِ کیفیت و حال ہو جائیں۔ چنانچہ وہ دیوہ شریف میں حاضر ہوئے اور حضور انور کی خدمتِ بابرکت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ درمگو بھی شوق پیدا ہوا، اور اس کے بعد رخصت فرمادیا ایک مرتبہ قصبہ رنجیت پورہ میں حضرت نعمت شاہ صاحب والی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر قوالی ہو رہی تھی۔ منشی محمد ناصر خان صاحب اسمین شریک ہوئے اور اُن کو حال آگیا اور ایسا حال آیا کہ تین شبانہ روز تک بالکل بیہوش رہے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایسے حال سے تو بڑا ہرج ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ دعا چھا جوتے پہنے رہا کرو جب تک جوتے نہ اُتارو گے حال نہ آئے گا،

اب منشی محمد ناصر خان صاحب کی یہ کیفیت ہے کہ جوتا پہنے ہوئے کھڑے رہیں یا فرش کے کنارے بیٹھے رہیں تو حال نہیں آتا مگر جیسے ہی جوتا اُتار کر محفل میں بیٹھے اور حال آگیا۔ جو کچھ تھا وہ حضور کے ارشاد فیض بنیاد میں تھا بالکل یہی معاملہ تھا جیسا کہ حضور پرنور کا ارشاد ہے کہ ”دیوان کچھ نہیں ہے اور پھر سب کچھ ہے“

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی محبت کا شغل اور آپ کے اوصاف کا ذکر ہی غلامانِ وارثی کے لئے سب کچھ ہے اور اسکے سامنے کسی چیز کی ہستی نہیں سب ہیچ ہیں ۷

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا | تصور میں ترے رہنا عبادت | سکو کہتے ہیں

بعض مجاہداتِ تعلیم | حضور انور کے دربار میں اگرچہ عطا و بخشش کا لنگر جاری تھا مگر جیسا کہ مذکور ہوا ہے آپ نے تعلیمات سے بھی

مستفید فرمایا۔ اور آپ کی مقدس روحانیت نے تعلیمات میں بھی وہ شانِ خصوصیت دکھائی جو اپنی آپ ہی نظیر ہے کہ امور دشوار کو سہل کر دیا اور حاضر و غائب کو ناکام نہیں چھوڑا طالبانِ صادق بنے جو خواہش کی اسمین کامیاب ہوئے اور حضور انور نے خدا کی

تمام نعمتوں سے مستفید فرمایا۔ جس طرح حضور پُر نور کی ذات بابرکات نہایت مہتمم بالشان اور ارفع و اعلیٰ تھی اُسی طرح وابستگانِ دامنِ دولت نے بھی ایسی ثابت قدمی اور سرگرمی دکھائی جو استقلال و مردانگی کی دلیل روشن ثابت ہو کر رہی۔

اگر کسی حلقہ بگوش کے واسطے حضور نے کوئی مجاہدہ تعلیم فرمایا تو وہ بھی ایسا دیکھا گیا ہے جو نہایت دشوار اور بظاہر فطرت انسانی کے خلاف ہے مگر طالعین کے جذباتِ عشق و محبت اور حضور انور کے حسنِ خدا و ادا اور روحانی تصرفات نے وہ کوشش دیکھا یا جو حیرت کی نگاہوں سے دیکھا گیا اور جسکی پابندی بغیر کمالِ عشقِ قطعی ناممکن ہے۔ حضور انور کی محبت میں جو مصائبِ غلامانِ وارثی نے برداشت کئے اُن کا خیال آنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ یوں تو عارضی اور وقتی مجاہدہ قریب قریب ہر مرید کو پیش آیا ہوگا مگر مثلاً ایسے مجاہدات کا ذکر کیا جاتا ہے جو عظیم المثلال ہیں اور جنکو نہایت تعجب و حیرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

مستقیم شاہ صاحب مقیم اجمیر شریف کو حکم ہوا کہ ”اب آنکھ نہ کھولنا اور دنیا کی کسی چیز کو نہ دیکھنا“ چنانچہ ستر برس سے زائد زمانہ ہو گیا کہ اُس مطیع حکم وارث نے آنکھ نہ مین کھولی اور دنیا کی کسی چیز کو نہیں دیکھا۔

حافظ گلاب شاہ صاحب وارثی اکبر آبادی کو یہ فرمان ہوا کہ دو آنکھ نہ بند کرو بیدار رہو، چنانچہ وہ اس حکم کے بعد چوبیس سال تک زندہ رہے اور نہ کبھی آنکھ بند کی نہ سوئے ایک پتھر سے سہارا لگائے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔

عبد الرزاق شاہ صاحب وارثی کو حکم ہوا کہ بات نہ کرو جناب شہید امیان صاحب اس حکم کا تفصیلی واقعہ ارقام فرماتے ہیں جو یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف ضلع بارہ بنکی کے باشندے تھے مگر باڑہ ضلع پٹنہ میں زیادہ قیام رہتا تھا ایک مرتبہ حضور انور بانکی پور میں خان بہادر مولوی فضل امام صاحب کے مکان پر قیام پذیر تھے بہادر علی خان صاحب رئیس باڑہ کے ہمراہ عبد الرزاق شاہ صاحب بھی حضور کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے اور شاید بے محل ان کی زبان سے کوئی بات نکل گئی کہ حضور انور نے فرمایا ”چپ رہو“ اُسی وقت سے شاہ صاحب موصوف خاموش ہو گئے اور حضور کی مراجعت کے بعد بھی اپنی ضروریات کی باتوں کو اشاروں سے بتاتے تھے۔ دو سال کے بعد جب حضور پھر بانکی پور تشریف لینگے تو چند مقتدر حضرت عبد الرزاق شاہ صاحب کو اپنے ہمراہ حضور کی خدمت عالی میں لائے اور سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ انکو بہت تکلیف ہوتی ہے لہذا بات کر نیکی اجازت ہو جائے آپ نے شاہ صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بات کرنا چاہتے ہو شاہ صاحب خاموش رہے حضور نے مقوڑے سکوت کے بعد مسکرا کر فرمایا کہ ”دو دفعہ درسی کے خلاف ہے اب کیا بولو گے مقوڑے میں عمر جو باقی ہے اسکو یوہین کاٹ دو“ پھر



شاہ صاحب کے آنسو بہنے لگے پھر حضور نے متبسم لبوں سے لبوں سے فرمایا دعبہ الرزاق شاہ دنیا میں تو کیا بولو گے قبر میں بھی نکرین کو جانے دینا، اس کے بعد منہ پر ہاتھ رکھ کر حضور انور نے تبسم فرمایا اور عجیب جوش کے لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ دعبہ اگر رزاق شاہ قیامت کے دن اگر خدا بھی سوال کرے تو جواب نہ دینا، یہ حکم شکر شاہ صاحب تو نہایت محظوظ و مسرور ہو کر قد مبسوس ہوئے اور تمام حاضرین ویر تک مکلف رہے اور ایک ہی سال کے اندر شاہ عبد الرزاق صاحب نے اس نفس عنصری سے رہائی پائی **قَالُوا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔

خدا بخش شاہ صاحب کو غلہ کے ساتھ حیوانات بلکہ جمیع نباتات کی بھی معافیت تھی چند روز تک تو پانی میں رکھ گھول کر وہ پتے رہے آخر یہ حکم ہوا کہ اس محدود مقام پر جو چیر خود پیدا ہو جائے اسکو بغیر نمک مرچ کے کھا لیا کرو۔ چنانچہ چھتیس سال تک اس صابرو قانع مرو خدا نے وہاں کی گھانسی کو اوبال کر کھاتیا حضور انور کی محبت کا کرشمہ تھا کہ ایسے سخت اور دشوار حکم کی پابندی میں شاہ خدا بخش صاحب سے آخر وقت تک ایسی ثابت قدمی اور استقلال کا اظہار ہوا جو عظیم المثل ہے۔

جنگلی شاہ صاحب حضور کے ایک فقیر تھے جو ریاست محمودیاد کے راستہ میں ایک جنگل میں رہتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور اس راستہ سے گذر رہے تھے مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارٹی حضور انور کے ہمراہ تھے مرزا صاحب کا بیان ہے کہ آپ نے تھوڑی دیر راہ میں قیام فرمایا ایک درویش نے اسیم حق کی ضرب لگائی اور جنگل سے نکا کر قد مبسوس ہوئے چند منٹ کے بعد آپ نے فرمایا جنگلی شاہ جاؤ یہ حکم سن کر وہ چلے گئے ان کی وحشت آگین صورت دیکھ کر مجھ حیرت ہوئی میں نے عرض کیا کہ حضور یہ کون تھا فرمایا کہ یہ پہلے بہت خوشحال اور قابل شخص تھا مگر جب سے فقیر ہوا ہے ہم نے کہہ دیا ہے کہ جانور و ن کے ساتھ رہا کرو۔

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارٹی ناقل ہیں کہ مرآت شاہ صاحب بھگل پوری جو پہلے ہندو تھے اور حضور کی محبت میں ترک دنیا پر مائل ہوئے انھوں نے ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ حضور انور سے التماس کر دو کہ تجھ کو کوئی جوگ تعلیم فرمائیں شاہ صاحب کی یہ خواہش جب میں نے عرض کی تو فرمایا کہ ”مجاہد و بھوگ میں جوگ کمریں“ میں نے دست بستہ التماس کیا کہ میں خود نہیں جانتا ان کو بھوگ میں جوگ کیونکر سمجھاؤں آپ نے فرمایا کہ پہلے وہ چیز کھا کر پیٹ بھر میں جو ایسی جس کا تخم ہو مثل آلو اور وہی شکر تند وغیرہ کے کیونکہ یہ خود تخم ہیں اگر ان کو کھایا جائے گا تو کو باں کا تخم قطع ہوا ان آم خرزیرہ کر دو وغیرہ کا مغز کھائیں اور تخم کی حفاظت کریں جب کسی حالت ہو جائے تو مغز کا کھانا بھی ترک کر دین اور دفع اظہار کے لئے پیلوں کو سونگہ کرنا اور کبھی سر گذرت ہو جائے تو سونگہنا بھی ترک کر دین اور سونگہ کی نفس کے لئے صحت دیکھنا کریں اور جب کسی حالت ہو جائے تو کھانا اصل جوگ میں جوگ نہ جو اس برائے کے مطابق شاہ صاحب نے عمل کیا تھا

عادات جوگ سے مشابہ ہیں جناب شیداوار ثنی تحریر یہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پُر نور ﷺ  
 اُن سے ارشاد فرمایا کہ دو احد شاہ جوگ نفس کشی کو کہتے ہیں اور نفس کشی لازمی ہے چنانچہ قرآن  
 میں اسکی تعلیم ہے کُنْ تَنَافُوسًا حَتَّىٰ تَنفُقُونَ مِمَّا تَحِبُّونَ یعنی جس سے زیادہ محبت کرتے ہو اُس  
 کو ترک کر دو تو بناؤ محبوب ترک کیا شے ہے۔ فقرا کا مسلک یہ ہے کہ انسان کو زیادہ تر محبوب  
 اپنی عافیت ہے پس فقیر کو چاہئے کہ سامانِ عافیت کو ترک کرے اور خیالِ عافیت کو قلب سے  
 نکالے اور خدا کی محبت میں خوشی سے تکلیف اُٹھائے،

ایک عالم متبرجہ باشندہ بغداد شریف حضور کے حلقہ باغوش ہوئے اور طلب الہی میں تارک الدنیا ہو کر  
تہ بند پوش ہو گئے حضور پُر نور نے اُن کا نام بغدادی شاہ رکھا پہلے حکم دیا کہ مصر کی سیر کر آؤ  
کچھ عرصہ کے بعد وہ مصر سے واپس آئے اور لکھنؤ میں حضور کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے  
اُسی وقت ارشاد ہوا کہ چین اور نیپال کی سیر کر آؤ وہ راہ خدا کے حجابِ اُسی وقت روانہ ہو گئے  
اور عرصہ دراز کے بعد جب آئے تو حضور انور نے اُن کو ہدایت فرمائی کہ پورا ناجوتاسی کر چار پیسہ روزی  
مزدوری کیا کرو اور شام کو دو پیسہ سے افطار کرو اور دو پیسہ خدا کی راہ میں محتاجوں کو تقسیم کرو دیا کرو  
اُس جوان مرد نے عرصہ تک اسی طرح سیر کی اور اپنے ملک بچا ہوا۔

بی بی حجن تہہ بند پوش کو حکم تھا کہ کھڑی نہ ہو چنانچہ اُس مطیع حکم و ارثی نے اس طرح تعمیل کی کہ دونوں پاتوں بیکار ہو گئے اور تمام غم و بوجھ گزر گئی آخر علی گڑھ میں انتقال ہوا۔

رومی شاہ مغربی حضور کے ہتھ بند پوش فقیر تھے اوں کو مجرب نسخے بھی یاد تھے اور مغربی قاعدہ سے  
 کیمیا بھی بناتے تھے اُن کو یہ حکم تھا کہ بغیر طلب و اشارت کے جو کھا نا لائے اُس میں سے  
 بھی نصف استعمال میں لائے اور نصف محتاجوں کو دیا کرو۔ عرصہ تک عظیم آباد میں رہے  
 اور آخر مولگیہ میں انتقال کیا۔

جناب شیدامیان وارثی ناقل ہیں کہ حضور نے میرے والد ماجد کو حکم دیا کہ جو کچھ پڑھا ہے بھول جاؤ۔ اٹھوں نے اس ارشاد کی تعمیل میں یہاں تک پابندی کی کہ میں نے دیکھا ہے آخر زمانہ میں وہ اپنے دستخط نہیں کر سکتے تھے ایک مرتبہ میری بہن بغدادی قاعدہ پڑھتی تھی اتفاق سے بھول گئی اُن سے دریافت کیا تو وہ یہ بتا سکے۔

غلطی سے جس کی اس نے دریافت کیا وہ وہاں پہنچا۔  
 غلامانِ وارثی کی پانچویں بھی ضرب المثل ہیں۔ جناب شید امیان وارثی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ  
 قصبہ ملاوان ضلع آنکلو میں حضور انور رونق افروز تھے شب کو خاصہ تناول فرمانے کے بعد مجھے ارشاد  
 فرمایا کہ جہان اور مہمان پیچھے ہیں وہاں جا کر کوہِ شملہ کے لوگ علیحدہ ہو جائیں اور جو لوگ شملہ  
 کے ہوں ان کو تم علیحدہ کھانا کھلاؤ میں نے جا کر دریافت کیا تو پانچ شخص معراور ایک لڑکا شملہ کے  
 باشندہ۔ وہاں سے۔ اُن کو علیحدہ کھانا کھلانے کا انتظام کیا مگر اُن میں سے ایک شخص نے کھانا نہیں  
 کھانا جب اُس سے سبب دریافت کیا گیا تو وہ نہایت افسوس سے لگا۔ اُسی حالت میں اُس  
 نے کہا کہ آج ہم سے کیا قصور ہوا جو کھانا کھلا یا ملنا ہے اُن کی یہ حالت دیکھ کر میں غصہ ہوا

اور فوراً یہ حال حضور میں عرض کیا ارشاد ہوا کہ اُن کو یہاں بلا لاؤ میں اُن کو جب خدمت علی میں لے گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ”جلیل شاہ تم سے قصور نہیں ہوا بلکہ ہم خود بھول گئے“،

اور اُسی وقت اُن کو کھانا بھی کھلایا گیا اور ارشاد فرمایا کہ ”اب تم روز کھایا کرو“ اور تہ بند و شیرنی وغیرہ دیکر اُن کو رخصت فرما دیا۔ رات کو تخلص میں میں نے حضور پر نور سے پوچھا کہ یہ جلیل شاہ کون تھے۔

ارشاد ہوا کہ یہ چارے مرید ہیں اور چالیس برس سے شملہ کے درہ میں رہتے ہیں۔ اور یہ غلہ نہیں کھاتے بلکہ ایک ریشہ دار درخت ہوتا ہے اُس کا عرق پی لیتے ہیں مگر آج ہم اپنا حکم خود بھول گئے اور کھانا کھلوادیا یہ واقعہ قاضی رحمت علی صاحب وارثی اکبر آبادی نے بھی راقم الحروف کو تحریر فرمایا ہے وہ بھی اُس وقت ملا نوان میں موجود تھے۔

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شید اور وارثی لکھتے ہیں کہ جب میں کربلائے معلیٰ گیا تو سید جواد صاحب اُس زمانہ میں کلید بردار تھے اُن کی والدہ ماجدہ نے خود مجھے تلاش فرما کر حضور انور کے حالات بیان کئے اور اُس دور وارثی کا تذکرہ کیا جب عراقی عرب میں آپ رونق افروز ہوئے تھے۔ اور حضور کے وہ تفرقات بیان کئے جنکی ہم کو خبر بھی نہیں ہے۔

میں نے دیکھا کہ حضور کے فیوض و برکات کی ایک تین دلیل خود وہ ضعیفہ تھی جس کا نام بھی اتفاق سے رابعہ تھا پہلے رابعہ کے حالات تو نے تھے مگر اس رابعہ وارثہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ باوجود تمامی سبب امارت کے وہ صائم الدہرا اور بورہ نشین تھی۔

حضور انور کے فیوض و برکات سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور حضور پر نور کے صفات و برکات پر آپ کے غلاموں کے مجاہدات بھی خاص شان رکھتے ہیں۔ جن سے علاوہ دیگر امور کے اس سلسلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ حضور انور کے دیکھنے والوں میں عاشقانہ جذبات کس حد تک تھے کہ اپنے عیش و نشاط کی بربادی کے علاوہ اُنھوں نے اپنی زندگی کو موت سے بدل دیا بلکہ موت بھی ایسے مصائب کے سامنے ہج ہے۔ اور یہ مجاہدات اُنھیں مقدس نفوس کا حصہ ہیں جو ازل سے عاشقان الہی کی فہرست میں نامزد ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور انور کے شیفتگانِ جمال عظیم المثال آپ کی ہر ایک ادا پر مفتون تھے اور زندگی راحت میں گذرے یا مصیبت میں وہ آپ کے خیال پر جان دیتے تھے اُن کے یہ اہم مجاہدات اُن کے کمال عشق کی تین دلیل ہیں ۵

کس کا منہ ہے جو کرے عشق ترے ابرو کا | منہ نہ تلو ار سے موڑے یہ جگر کس کا ہے

مسئلہ خلافت و جانشینی | سلسلہ عالیہ وارثہ میں یہ ایک نہایت معرکہ الہی مسئلہ ہے جسکے باعث طرح طرح کے خیالات پھیل گئے ہیں۔ اگرچہ

راقم الحروف بھی اس مسئلہ میں عرصہ دراز تک مغالطہ میں رہا۔ اور مختلف بیانات کے باعث اس سلسلہ عالیہ وارثہ میں خلافت و سجادگی کو تسلیم کرتا رہا۔ مگر تحقیق و تدقیق سے جو ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے خود نہ کسی کو خلیفہ بنایا نہ سجدہ نشین نام زد کیا نہ حضور انور کسی قاعدہ اور ضابطہ کے تحت مساجد انداز تہذیب و تعلیم کا وہ طریقہ جاری کیا نہ حضور انور کے طریق میں جو بات تھی

وہ خاص تھی اور اسکی مثال صرف آپ ہی کی ذات سے ملتی ہے دیگر سلاسل اور خاندانوں میں نہیں ملتی چنانچہ اس بارہ میں جو آپ کے ارشادات ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

وسیلہ بخشش میں ہے کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ”منزل عشق برتر ہے ذکر و اشغال سے جو کسب ہے اور میں مذہب عشق رکھتا ہوں اس طہارت میں سجادہ نشین وغیرہ نہیں ہے جو شخص بادہ عشق میں سرشار اور دام محبت میں گرفتار ہو گا کر و بھویا چارہ ہو وہ مجھ سے ہے“

جناب مولوی شیخ مشیر حسین صاحب قدوسی (بیسٹریٹ لاقیم انگلستان) تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی ربانی بارہا میں نے سنا ہے کہ ”ہمارا مشرب عشق کا ہے عشق میں کسب نہیں خدا کی دین ہوتی ہے ہمارا کوئی خلیفہ نہیں عشق میں خلافت کسی سے ساتھ مخصوص نہیں جسکے دل میں عشق ہو“

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرانی (سابق وکیل بارہ بنگی) جو بارگاہ وارثی میں خاص شرفِ قدرت رکھتے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور نے بمقام نواب کنج ضلع بارہ بنگی مجھے ارشاد فرمایا کہ ”ہمارا

کوئی جانشین نہیں ہے ہمارے منزل عشق کی ہے جو کوئی دعویٰ کرے وہ باطل ہے نادر حسین“

تم سے اگر کوئی انگریز پوچھے تو یہی کہہ دینا، میں نے عرض کیا کہ اگر لفٹنٹ گورنر جنرل پوچھیں تو یہی کہوں گا جو ارشاد ہوا ہے قاضی بخشش علی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ وہ تحریر لے آؤ اور

نشی جی کو دید و قاضی صاحب نے عرض کیا کہ ایک ہی تحریر ہے جو رکھی گئی ہے فرمایا وہی لاؤ قاضی صاحب تحریر لائے حضور نے ملاحظہ فرما کر مجھے مرحمت فرمائی کہ اپنے پاس رکھو چنانچہ وہ میرے پاس

موجود ہے یہ تحریر مولانا سید عید اللہ شاہ صاحب نے عین یقین میں بھی نقل کی ہے جس میں خلافت و سجادگی کا انقطاع ہے حقیقت حال یہی ہے کہ حضور ربّ نور نے کسی کو خلیفہ یا جانشین نامزد نہیں فرمایا

اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ نہ آپ نے کسی کو سجادہ نشین بنایا نہ خلافت سے سرفراز فرمایا مگر حضور کے اکثر فرقہ لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔ اُن کا یہ فعل کہاں تک جائز ہے اس کا

جواب حضور انور کے حالات و واقعات پر غور کرنیے جو محقق ہونا ہے وہ یہ ہے کہ حضور ربّ نور کا طریق فقر بالکل جداگانہ تھا جو مجاہدات و ریاضات آپ نے تعلیم فرمائے ہیں وہ اعلیٰ ترین

تعلیمات پر مبنی ہیں مگر حضور انور کے دربار میں کوئی خاص معیار تعلیم نہ تھا۔ آپ ہمہ تن پابند تسلیم و رضا تھے۔ اور یہی آپ کا مسلک حقیقی تھا۔ کبھی کوئی ظاہری انتظام بھی آپ نے نہیں فرمایا

سب کام خدا کے حوالے تھے آپ عادتاً اُن افعال کو پسند نہیں فرماتے تھے جو کسی غرض پر معمول ہوں نہ کسی امید سے زہد و ریاضت کو پسند کرتے تھے۔ جو بات بے لوث ہو وہی مرغوب

خاطر اقدس تھی اور حضور انور کے محبان خاص کا بھی یہی شعار رہا اسی پردہ میں کاربند رہے۔ آپ کے جو فیوض و برکات تھے اُن کا مختص بہتہ نہ گذشتہ ابواب میں ہو چکا ہے جن کے مطالعہ سے یہ بات کامل طور پر متحقق ہوتی ہے کہ اگرچہ آپ نے اسنادِ خلافت سے لوگوں کو

سرفراز نہیں فرمایا مگر فیوضِ خلافت سے ضرور ممتاز فرمایا ہے۔

علامہ ازہرین جلوگوں کو آپ نے خرقہ مرحمت فرمایا اُن کی بھی مختلف قسمیں ہیں بعض کو صرف تہ بند



مرحمت فرمایا بعض کو تہ بند کے ساتھ لنگوٹ کا بھی حکم دیا بعض کو ان دونوں چیزوں کے ساتھ یہ اعزاز بھی مرحمت فرمایا کہ اُن کا نام بدل دیا۔

بعض کو بظاہر تعلیمات سے مستفید فرمایا بعض کی باطنی طریقہ سے تعلیم فرمائی حضور انور کی مصلحتوں کا اور اک بہت مشکل ہے اسلئے اسپر کوئی صحیح رائے قائم نہیں کی جاسکتی کہ آپ کے ان واقعات میں کیا اسرار تھے۔

حضور انور کا خرقہ مرحمت فرانا اپنی ہستی کو مٹا دینے کا سبق دینا تھا کیونکہ اکثر خرقہ مرحمت فرماتے وقت حضور انور نے ارشاد فرمایا ہے کہ درلو بھی لباس زندگی ہے اور یہی کفن ہے، آپ کی تعلیم ریاضات و عبادت جسدِ اہم تھی اُس کا خیال کرنے سے بدن کے روتے گٹے کھڑے ہوتے ہیں اور ایسے جماد اکبر کے عاملوں کو بھی آپ نے خلافت نہیں دی۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی تعلیم یہی تھی کہ فنا ہو جاؤ اور اپنی ہستی کو مٹا دو جب یہ درجہ حاصل ہو جائے گا پھر جو فعل بھی صادر ہوگا وہ اختیار سی نہیں ہوگا بلکہ وہی قوت کام کرے گی جس میں اپنی ہستی گم ہو گئی ہے۔

بقول حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

جب تک خودی ہے جب ہی ملک ہے خدا جل جلالہ غیبت گر آپ سے ہو تو حق کا ظہور ہے جب اپنے وجود میں واجب الوجود کی جلوہ گری ظاہر ہو گئی اور اپنی خواہشات کا کوئی اثر باقی نہ رہا تو گویا طالب و مطلوب میں عینیت ہو گئی یہی شہائے حقیقت ہے اور یہی حقیقی سند خلافت ہے جو حیات و ممات میں ضائع نہیں ہو سکتی۔

خلافت و سجادگی کے انقطاع سے پیری و مریدی کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے اپنے حلقہ بگوشوں کو بیعت لینے سے منع نہیں فرمایا۔ جلو گون کا ایسا خیال ہے وہ حضور انور کی مقدس روحانیت اور باطنی تاثیرات سے لاعلم ہیں۔

چنانچہ اسکے ثبوت میں ایسے واقعات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور پر نور کے عہد میں بھی آپ کے فقرا کے عالی اقتدار نے بیعت لی ہے حاجی محمد شاہ صاحب وارثی (جو ابک خوش بیان و اعظاہر) ناقل ہیں کہ مولانا مولوی ہدایت اللہ صاحب وارثی الانصاری محدث سورتی کا واقعہ ہے جو انھوں نے خود مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ شاہ جہان پور میں ایک خرقہ پوش وارثی درویش ملے جو بڑے ذاکر و شاعر اور اہل دل تھے میں نے اُن سے ایک مرتبہ کہا کہ اگر تمھارا پیر مل جائے تو میں ضرور مرید ہو جاؤں انھوں نے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ وہی ہا تھا ہے۔

اسکے بعد میرے دل میں خود بخود حضور کی بیعت کا خیال پیدا ہو گیا جب میں دیوہ شریف میں حاضر ہوا تو آپ نے خود بخود ارشاد فرمایا کہ در یہ ہا تھا اور وہ ہا تھا دو نہیں، اسکے بعد میں حضور انور کے دست مبارک پر بیعت ہوا۔

مسکین شاہ صاحب وارثی پیغم شاہ صاحب وارثی۔ معصوم شاہ صاحب وارثی دہلوی۔

آقا و شاہ صاحب وارثی پھر یوں اور ان حضرات کے علاوہ دیگر فقہاء وارثی حضور کے زمانہ میں لوگوں سے بیعت لیتے تھے جب تذکرہ بالا بزرگان کے مرید حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بطور شکایت حضور سے کوئی عرض کرتا کہ یہ حضور کے فلان فقیر کے مرید ہیں حضور کی موجودگی میں انکو بیعت لینے کا کیا حق ہے حضور انور ان سے بیعت لینے تو آپ ان مریدین سے فرمانے کہ ”دوستو تم ہمارے مرید ہو یہ ہاتھ اور وہ ہاتھ ایک ہی ہے ان سے اور ہم سے محبت رکھو“

آپ اسی بیعت کو قائم رکھتے اور دوبارہ بیعت نہیں لیتے تھے اور اس بیعت کو جائز رکھتے تھے اس قسم کے واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ جب طرح آپ دیگر امور میں ایک خاص شان رکھتے تھے اسی طرح اس مسئلہ میں آپ کا بالکل جداگانہ طریق عمل تھا چونکہ ہر بات کے کمال پر آپ کی نظر تھی اسلئے خرقة کا عطا فرمانا گویا روحانیت حاصل کرنیکی ترغیب تھی اور انہی ہستی کو مٹا دینے کی تعلیم و ہدایت تھی۔ اور اگر طالب صادق ہے تو حضور انور کی مقدس روحانیت چشم زدن میں نمایان تغیر پیدا کر دیتی تھی۔

حضور انور بظاہر محبت کی تعلیم دیتے تھے اور حقیقتہً اگر غور سے دیکھا جائے تو محبت عطا فرمادیتے تھے اب اس میں ترقی حاصل کرنا طالب کے ذوق و شوق پر منحصر ہے کمال محبت یہ ہے کہ محب خود محبوب بن جائے اپنی ذات کو فنا کر دے جب یہ عینیت ہو گئی تو اس کے کل حرکات محبوب کے افعال بن گئے یہی حضور پر نور کی مخصوص تعلیم تھی چنانچہ آپ کے اکثر فقرہ جو ان درجات پر نازل فرماتے تھے حمزہ کے زمانہ میں بیعت لیتے تھے اور آپ انکو منع نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ ان کے مریدین سے مثل اپنے مریدین کے نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آتے تھے۔

حالانکہ نہ آپ نے بظاہر ان کو خلافت دی نہ اجازت دی اور آپ ہی کے عہد کی اسی نظیر میں بھی موجود ہیں کہ بعض فقرہ مقتدرین کو خدمت عالی میں حاضر کرتے اور خود حضور سے بیعت کراتے تھے۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں وہ قابلیت پیدا نہیں ہوئی تھی اور وہ اس درجہ پر پہنچ گئے تھے۔ اسوجہ سے متضاد صورتیں پیش آئی ہیں حضور انور کے خرقة پوشوں اور دیگر خلقہ بگوشتوں میں ایسے مقدس نفوس کی اب بھی کمی نہیں ہے جن پر خدا کی کثیر تعداد مخلوق اپنا اعتقاد رکھتی ہے اور ان کے فیوض و برکات سے استفادہ مستطاب ہری و باطنی حاصل کرتی ہے۔

سلسلہ عالیہ وارثیہ کے بزرگان کی نسبت میرا یہ ذاتی خیال ہی نہیں ہے بلکہ اس زمانہ کے دیگر مستند اور مرجع ضائق و واجب الاحترام اہل اللہ کو بھی اعتراف ہے چنانچہ مستند رائے راشد و ہدایت حضرت مولانا مولوی خواجہ شاہ عبدالصمد صاحب دہلوی سجادہ نشین حضرت محب الدینی مولانا محمد فخر الدین چشتی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

”حضرت حاجی شاہ وارث علی قدس اللہ سرہ العزیز مشائخ متاخرین ہندوستان میں ایسے مشہور و معروف ہیں جنکے کامل ہونے میں طریقت کے چلنے والوں میں سے کسی کو بھی شبہ نہیں کئی اصحاب ان کے نام لیا

اور اُن کی خدمت فیض موہبت سے فیض یافتہ ایسے دیکھتے ہیں اُسے جن میں نسبت عالمیہ چشتیہ  
 و قنادیہ موجود و مشہور و پائی ہر چند فقیر کو حضرت محمد روح کی خدمت میں نیاز حاصل کرنے کا موقع  
 نہ ملا مگر آپ کے خلفا اور خادمان خاص کو خاص حالت میں دیکھا بلکہ اُن میں سے بعض کو  
 تفرید و تجرید کا عامل پایا یہ فقیر دعا کرتا ہے کہ خداوند کریم حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 کے اس سلسلہ کو قائم رکھے اور یہ سب اپنے پیرانِ عظام کے اتباع ظاہری شریعت اور  
 اور اتباع باطنی طریقت میں عمر بسر کریں والسلام

فقیر محمد عبدالصمد عفی عنہ از دہلی شریف

حضرت مولانا شاہ سید ابو احمد علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی مسرر اُسے کچھ چھ شریف تحریر  
 فرماتے ہیں ”بلا توجہ اور تربیت ظاہری جس پر حضرت حاجی صاحب قبلہ نے توجہ قلبی ڈال دی وہ  
 کامل ترین مردان سے ہو گیا۔ ایسے بعض اصحاب مجھ سے ملے ہیں، اسی طرح حضور کے وہ  
 زینین بالکین جنکو خیرہ حرمت نہیں ہوا اور اپنے اسی لباس میں رہے مگر روحانیت کے لحاظ سے  
 وہ نہایت ممتاز نگاہوں سے دیکھے گئے۔“

سرچشمہ فیوض شریعت و طریقت بلبل بوستان رسالت حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب  
 قبلہ مدظلہ العالی (متوطن پھلواری ضلع ٹنڈی) تحریر فرماتے ہیں ”حضرت قبلہ حاجی وارث علی  
 شاہ صاحب قدس سرہ کو میں عارف باللہ اور مست و مدہوش بادۂ وحدت سمجھتا ہوں و دعا رہا رہا  
 نہیں بلکہ بیسیوں بار خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور اُن کی مقدس روحانیت سے فائدہ  
 اٹھایا ہے..... اُنکے صحبت یافتہ اور دست گرفتہ لوگوں میں جناب مولوی  
 عبدالحی صاحب جگوری کو بہت اچھا سالک پایا۔ اور مولوی ہدایت اللہ صاحب پارسلیان  
 کو بھی محقق پاکباز پایا۔“

متذکرہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ دیگر سلاسل کے محترم بزرگوں نے بھی حضور انور کے خدام  
 و فقرا اور دیگر مریدین کی حالتیں نظر غائر سے دیکھی ہیں اور یہ اُن کی عینی شہادت ہے کہ حضور انور  
 کے دست گرفتوں میں فقر بھی اور علما بھی جو روحانیت کی طرف مائل ہوئے وہ مراتبِ علیا  
 سے قائل المرام ہوئے ہیں۔

باوجود اسکے کہ حضور انور نے خلافت عطا نہیں فرمائی مگر انھوں نے وہ اعلیٰ مدارج اور مقدس  
 اثرات حضور کے حلقہ بگوشوں میں مشاہدہ کئے جو خلافت سے بدرجہا فائق ہیں۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ حسبِ طرح حضور انور کے تمامی رموز و نکات کا سمجھنا نہایت اہم تھا اُسی طرح  
 یہ بات بھی نہایت مہتمم بالشان ہے کہ آپ نے بظاہر کسی کو خلافت سے ممتاز نہیں فرمایا حضور انور  
 رسمی باتوں کو پس زمین کرتے تھے اور نہ ایسی باتیں مرغوب طبع لطیف تصدق جو کسی نظم و نسق پر مبنی ہوں۔  
 ہر ایک بات کی حقیقت اور تہ پر نظر تھی ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اے اچھا نصیب  
 چنانچہ خود ارشاد فرمایا ہے کہ ”معرفة کسی چیز نہیں ہے جسکو خداوند کریم اپنی معرفت سمجھتے کسی کا اجارہ نہیں،“

آپ کے تمامی کام دستِ قدرت میں تھے حضور انور کی ایک نظر کامل و مکمل بنادیتی تھی اور فیاض و فیوض کا اسنادِ خلافت سے مستفیدہ فرمانا خلافت کی نفی میں ضرور پیش کیا جاسکتا ہے مگر اس سے بیعت لینے کے نتیجہ نہیں نکلتا اگر ایسا ہوتا تو جن لوگوں نے حضور کی حیات میں بیعت لی ہو ان کو ضرور تہہ پید کی جاتی مگر یہاں نے ان کی بیعت کو جائز رکھا اور ان کے مریدین سے بھی بکرہ بیعت نہیں لی نہ منع فرمایا۔

جس سے یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا کہ حضور کی مقدس تاثیرات باطنی سے جو لوگ اس قابل ہیں وہ اپنے اوپر حضور کی ذاتِ بابرکات میں فنا کے کامل حاصل ہو جائے وہ اس کے اہل ہیں مگر نسبت حاصل ہونا چاہیے جب حالت بدل جائیگی تو خود بخود واقعات و حالات تبدیل ہو جائیں گے اور ایسی صورت میں جو فعل بھی سرزد ہوگا وہ اپنا نہ ہوگا اور ایسے ہی با نسبت افراد کی بیعت سے متعلق حضور پر نور نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”یہ ہاتھ اور وہ ہاتھ دو نہیں ہیں“ اپنے دستِ گرفتوں کو اپنی ہستی کے مٹا دینے کی تعلیم دیتے تھے جو کمالِ روحانیت پر مبنی ہو اور جبکہ خاص روحانی فیوض سے تعلق ہو اور یہی حضور پر نور کی حقیقی تعلیم ہو جو ظاہری عیش و تنعم اور خودی کے خیالات کی قطع کر نیوالی ہو۔ پس حضور کے خاص محبوب کی یہی شناخت ہو کہ وہ غائبی باتوں سے بے تعلق اور جامِ محبت سے سرشار رہتے ہیں اور مال و دولت عزت و ثروت کے توقعات ان سے دور رہتے ہیں آپ فقہاری تعلیم دیتے تھے اور اسی تعلیم سے انسان افضل ترین انسان بن جاتا ہو اور یہی وہ تعلیم ہے جو جناب رسالت مآب صلعم کی تعلیمات کا ماخذ ہے اور لہذا اے الفقہ فخری حضور سید عالم نے اس پر فخر کیا ہے۔ مبارک ہے وہ گروہ جس نے حضور کے روحانی تصرفات و تعلیمات سے فیض و برکت حاصل کی اور اپنی نفسانی خواہشات کو مٹا کر روحانی زندگی کی راہ میں قدم رکھا۔

اگرچہ حضور انور کے ابتدائی حالات بابرکات سے فیضانِ ولایت کا مکمل و مکمل طور پر ظاہر ہو پورا ہیں اور تمامی واقعات فیوض و برکات

## فیضانِ ولایت

کا سرچشمہ ہیں مگر مسئلہ خلافت کے ضمن میں بعض ان واقعات کا ذکر نامناسب نہ ہوگا جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور کے فیوض و برکات کا احصاء نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ آپ نے نہایت دور و دراز ممالک کا سفر فرمایا ہو اور اثنائے سفر میں بہت سے لوگوں کو مختلف طور سے روحانی فائدہ پہنچایا اور اپنے فیوض سے مستفید فرمایا آپ کے فیضان کے لاتعداد و لاتحصى ہونے کا دیگر سلاسل کے محترم بزرگوں کو بھی احساس ہو جیسا کہ اکثر بزرگوں کے اقوال وغیرہ سے اپنے اپنے مواقع پر ظاہر ہوا اور آئندہ ابواب میں ظاہر ہوگا۔ راقم الحروف کو مولوی محمد باظہ علی صاحبِ فضلِ نائبِ مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ نے حالتِ علالت میں حضور انور کے حالات معلومہ لکھ کر مرحمت فرمائے مگر میں نے پھر لکھا کہ جناب کو اس ذاتِ محمود الصفات سے اکثر شرفِ صحبت حاصل رہا ہے اور مجھے جناب سے زیادہ واقعات و حالات ملنے کی امید تھی مگر کم بلے حضور پر نور کے اخلاق وغیرہ کے متعلق کچھ روایات تحریر فرمائیں تو جناب موصوف نے میرے عریضہ کا جواب دیا وہ حسبِ ذیل ہے۔



دلفانہ آپ کا وصول ہوا واقعی حالات بہت کم لکھے گئے آنکھوں میں جو تھے روز تھوڑا تھوڑا جب فرصت ہوئی لکھی گیا جب مریض کا غلبہ ہو گیا ہفتہ دو ہفتہ اور صریح بھی نہیں ہوا مجبوراً ہی معذوری ہی لیکن حضرت حاجی صاحب کے بعض اوصاف عالیہ کے دریافت کرنے پر مجھے تعجب ہوا شاید آپ نے حکایت افانہ ظاہری و باطنی پر غور نہیں فرمایا اس خاکسار کے نزدیک صفت افانہ اہل اللہ کے حصول و وصول کمال و تکمیل کے بعد مکمل ہوتی ہے

ہر گدا سے مرد میدان کے شود

پشہ آخِر سلیمان کے شود

پس کون سی صفت اس سے اعلیٰ ہو سکتی ہے .....  
 حضور انور کے فیوض و برکات کی آفتاب کی طرح روشنی پھیلی ہوئی ہے اور ہر کہ و مہر اُس سے مستفید ہے جس طرح آپ کے تمامی اوصاف میں خاص و سعت ہے اُسی طرح فیوض بھی نہایت مہتمم بالشان ہیں اور آپ کے وابستگان و اہل دولت میں نہایت ممتاز افراد گزرے ہیں۔ جن میں سے بعض بزرگوں کا تذکرہ اس کتاب میں مختصر طور پر ہو چکا ہے حضور انور کے تمام ایسے فقرا اور مریدین کا ذکر جو آپ کے کمالات صوری و معنوی سے کما حقہ مستفید ہوئے ہیں ہمارے علم سے باہر ہے اور بعض بزرگوں کے نام نامی ہمارے ذہن میں بھی ہیں تو ان کو ہم خصوصیت کے ساتھ پیش نہیں کر سکتے۔ یہ ماننا کہ اُن پر ایک عالم کا اعتقاد ہے اور اُن سے معرفت و حقیقت کے فیوض جاری ہیں اور وہ ہر طرح کامل و مکمل ہیں جیسا کہ حضرت مولانا شاہ علی حسن صاحب قبلہ اشرف البجیلانی مسند آرا سے کچھ چھ شریعت یا حضرت مخدوم زاوہ والا تبار حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قبلہ سجادہ نشین حضرت محب الدینی مولانا فخر صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے ظاہر ہے جو مسئلہ خلافت کے تحت میں درج ہوئے۔ مگر یہ ان مستند و مرجع خلافت بزرگوں کا مشاہدہ ہے جس کو آنکھوں نے ظاہر فرمایا اور حقیقت ایسے ہی مبصرین کی رائے جو خود بھی سرچشمہ فیض ہوں حقیقت آگاہ گویندین و قیاس نظرون سے دیکھی جا بیگی مگر میرے نزدیک اُن کے اسمائے گرامی ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے چند نام اگر ہم اپنے خیال و عقیدہ کے بموجب پیش کریں تو اُن سے حضور پر نور کے وسیع اور نہایت وسیع و مہتمم بالشان فیوض و برکات پر حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر ملک اور ہر طبقہ میں آپ کی مقدس انشانیان موجود ہیں اور ایک ہی لباس یا ایک ہی شکل میں اُن کا ظہور نہیں ہے بلکہ مختلف صورتوں اور مختلف لباسوں میں آپ کے فیوض و برکات کی جلوہ نمایان ہیں بس ممکن ہے کہ جو اسمائے گرامی ہمارے ذہن میں ہیں اُن سے کمین زیادہ بزرگ و برتر اس کتاب کے ناظرین کی نگاہوں سے گذر چکے ہوں۔

حقیقت اس شان و عظمت کو دیکھتے ہوئے مخصوص طریقہ پر کسی کا نام لینا جسارت ہی جسارت ہے۔

میں طرح بتا جا سکتا ہے کہ کس ملک میں کون حضور کا حلقہ بگوش ہے اور کس کے ذریعہ سے فیوض و برکات جاری ہیں کیونکہ کوئی تحقیق اس کے متعلق اب تک نہیں ہوئی اور نہ خود حضور پر نور نے کبھی کچھ ارشاد فرمایا۔

مذکورہ کوئی باطنی رابطہ اور باقاعدہ انتظام تھانہ کوئی فہرست یا دیگر سلسلہ تحفظ بلکہ جو کچھ تھا فیض و برکت کا سلسلہ تھا جس سے قسمت اور نصیب کے موافق علی قدر مراتب ہر شخص مستفید ہوتا تھا اور حضور انور سے حقیقی نسبت رکھنے والوں سے اب بھی فیوض و برکات جاری ہیں۔ اور اہل عالم میں وہ خاص مقبولیت و محبوبیت کی شان رکھتے ہیں اس موقع پر چند ایسے تذکرے کئے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور کے

فیوض و برکات تمام عالم میں جاری ہیں۔ اکثر سیاحوں نے جو دیگر ممالک کی سیاحت کی ہو تو یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں کھل گئی ہیں کہ ہر ملک میں کس قدر فیوض و بارش کا گہرا اثر ہے اور وہ بھی کسی خاص طبقہ یا قوم میں مخصوص نہیں ہے بلکہ جس نے چاہا وہ اُس پر چشمہ ولایت سے سیراب ہوا۔

چنانچہ مرزا محمد براہیم بیگ صاحب شیدائے کائنات نے اقلین میں کہ میں نے حضور انور کے ایمائے مبارک سے جب عرب کا دوسرا سفر کیا ہے تو حضور انور نے اکثر ایسے تین زبان کی تھیں منجملہ اُنکے یہ ارشاد مسترمایا تھا کہ

تم رات کو محمودیہ پہنچو گے وہاں دُہی نہ کھانا دے نہ بیمار ہو جاؤ گے اگر کوئی ضعیفہ اصرار کرے تو اُسکو اٹھتی دیدینا وہی ہو کہ میں رات کو محمودیہ پہنچا اگرچہ میں نے ایک اٹھتی حضور کا ارشاد سنکر غلجہ کا غلجہ میں باندھ لی تھی اور اُس پر بطور یادداشت لکھ بھی لیا تھا مگر اُس وقت بالکل بھول گیا۔

علاوہ اور دُہی پیچنے والوں کے ایک ضعیفہ عورت بھی آئی اس عورت نے مکر کہا تو میں نے یہ سمجھ کر اُس سے دُہی لے لیا کہ اس کی قیمت دیدونگا۔ اور قیمت ادا کرنے سے پہلے اُس میں سے تھوڑا دُہی میرے ملازم بدولے کھا بھی لیا۔ عموماً اس ہانڈی کی رنج قرآن یعنی ڈیڑھ آنہ کے قریب ہوتی تھی وہ میں نے اُس کو دینا چاہا مگر اُس نے نہ لیا تب میں نے کچھ اور اضافہ کیا اُسے پھر تکرار کی۔

غرض میں ہر مرتبہ قیمت میں اضافہ کرتا تھا اور وہ بدستور تکرار کرتی تھی جب میں زیادہ پریشان ہوا تو اُس ضعیفہ نے ہنس کر کہا ہرگز اور اٹھتی بدو، وہ عورت عربی النسل تھی مگر چونکہ عراق عرب کی مادری زبان فارسی ہے شاید اس وجہ سے اُس نے فارسی میں کہا یا میری آسانی کی وجہ سے عربی میں نہیں کہا۔ مجھے خیال آگیا اور فوراً میں نے وہ اٹھتی دیدی اس کے بعد وہ ضعیفہ بیقرار ہو کر رونے لگی اور عاشقانہ لہجے میں شکایت شروع کی اور صدماتِ فراق کا اظہار کیا جو حالت میں نے اُس پر دائہ جمال کی دیکھی اور اشتیاق دیدار میں جس قدر اُسکو بیقرار پایا اُسکے بیان سے زبانِ قلم عاجز ہے۔

جناب شیدائے وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سفر میں مجھ کو حضور انور نے یہ ہدایت بھی تحریر فرمائی تھی کہ بغداد میں جب تم حضرت قنبر کے مزار پر جاؤ گے تو پیاس محلوں ہوگی اور وہاں یہودی رہتے ہیں اسوجہ سے تم کو پانی نہیں ملیگا مگر کوئی عورت بلا بھی دیگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بظاہر مسافتِ راہ کے نکاح کے باعث تشنگی غالب ہوئی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ایک عربی النسل معرورت مجھ کو بکمال شفقت اپنے مکان پر لیگئی اور نہایت ہمدردی سے پہلے خرے کھلائے اُسکے بعد آپ سر دہلایا اور نہایت محبت سے میرا حال دریافت کرنے لگی اور پھر وہ خدا پرست نیک دل خاتون اپنی سرگذشت سناتے لگی پہلے تو اُس نے اشارۃً بیان کیا پھر صاف صاف حضور انور کے تذکرے بیان کرتی رہی اور مضطرب ہو کر کہا پچیس سال تک صدماتِ مجوری برداشت کئے اب تاپ تنگی نہیں ہے اس برگزیدہ خدا کو میں نے غور سے دیکھا تو نہایت محبت کے ساتھ پاس انفاس جاری تھا اور برقع کے اندر۔ درنگ کا کپڑا بطور کفن کے پہنے ہوئے تھی۔

اُس دلدادہ جمال وارفی کی کابل نسبت اور سچی بیقراری ایسی تھی کہ اگر اُسکو دینائے ثانی کہا جائے تو بجا نہ ہوگا علیٰ ہذا اسی سفر میں میں شکوہ کا نصف تہ بند بھی اس فرمان کے ساتھ مجھ کو حضور نے عطا فرمایا تھا کہ

و در نجف اشرف میں جو مانگے اُسکو دیدینا، چنانچہ نجف اشرف میں ایک ایسے اہل نسبت اور صاحب تصرفات بزرگ سے ملاقات ہوئی جنکو عمائدین نجف کا مل اور خدارسیدہ جانتے تھے۔ اُنھوں نے مجھ سے اپنی امانت طلب کی اور ظاہر کیا کہ غاشیہ بردار اطاعت دار ثقی ہوں۔

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ دار ثقی (آنرہیل ایکریڈیٹڈ کونسل بہار) تحریر فرماتے ہیں کہ میرے برادر عم زاد خان بہادر مولوی فضل امام صاحب خیر الہام و بقدا اور کربلائے معلیٰ کے عازم ہوئے تو حضرت نے اُن سے دو ہدایتیں فرمائی تھیں ایک تو یہ تھی کہ جب تم بغداد پہنچو گے تو فلان گلی میں جانا دوہان تم سے ایک بوڑھی بیودن سے ملاقات ہوگی اُس سے تم پانی مانگنا وہ تمھیں اپنے گھر بجا لگی اُسکا خشو ہرنا دینا اور ضعیف ہے اُس سے میرا سلام کہہ دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دوسری بات یہ تھی کہ ایک ٹکڑا چادر کا حضور پُر نور نے مرحمت فرمایا کہ کربلائے معلیٰ میں جو شخص اس ٹکڑے کو مانگے دیدینا اور میرا سلام کہہ دینا۔ چنانچہ یہ بھی ایسا ہی ہوا۔

حاجی اوگٹ شاہ صاحب دار ثقی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا شاہ فضل صاحب دار ثقی سبجا وہ نشین کنز المعرفت رحم جب فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ گئے تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر گلی کے ہمارے ہونے پر حضرت شاہ فضل حسین صاحب دار ثقی خود فرماتے تھے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز مجھے فرمایا کہ تم اپنے پیر بھائی سے بھی ملے چلو ہم بتا دیں وہ میرے ہمراہ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ مکہ معظمہ حقی مصطفیٰ پر ایک صاحب کھڑے ہوئے ہیں اُن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ تمھارے پیر بھائی ہیں اور یہاں کے قطب ہیں۔ یہ کسی سے بات نہیں کرتے اور ہر وقت ذکر میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اپنے ہی نام کی ضرب لگاتے ہیں ان کا نام عبدالحی ہے۔

شاہ فضل حسین صاحب دار ثقی فرماتے تھے کہ یہ بزرگ ہر وقت حقی مصطفیٰ پر رہتے تھے جب امام نماز پڑھانے کے لئے آتے تھے اُس وقت علیحدہ ہو جاتے تھے۔ یہ بزرگ صاحب ہوش لوگوں میں نہ تھے بلکہ ان خود رفتگی کا عالم تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر گلی نے ایک اور بزرگ پیر بھائی کو بتایا جو باہوش تھے اور فائدہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔

حاجی حافظ اصغر علی صاحب (زمیندار مسولی ضلع بارہ بنکی) لکھتے ہیں کہ میں نے حج کے لئے مکہ معظمہ جانے کا قصد کیا تو دل میں خیال آیا کہ کسی ترکیب سے حضور پُر نور پر ارشاد فرما دیں کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے بخیریت واپسی ہوگی۔ چنانچہ حضور انور نواب گنج میں رونق افروز تھے میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ سرفراز علی صاحب کلید بردار مدینہ طیبہ سے ملنا اگر زندہ ہوں گے ملاقات ہو جائیگی جب واپس آنا تب مال معلوم ہوگا۔ اس ارشاد سے میں مطمئن ہو گیا اور عزم سفر کیا حج کے بعد میں بہت بیمار ہو گیا جب قافلہ مدینہ منورہ کے لئے تیار ہوا تو میں صحیح و تندرست ہو گیا اور مدینہ شریف میں حاضر ہوا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خواجہ سرفراز علی صاحب کا انتقال ہو گیا اور وہ حضور انور کے مرید تھے

اسی طرح پیر میں لوگوں کو اتنا قیامیہ طور پر سیاحت وغیرہ میں تیر لگا ہے کہ کوئی کون بزرگ کس کس مرتبہ کے حضور انور کے حلقہ بگوشوں میں ہیں۔

حضور انور نے کبھی کوئی صراحت نہیں فرمائی بعض لوگوں سے اپنی سیاحت وغیرہ کا تذکرہ کیا تو اس میں بھی ایسے ہی واقعات بیان فرمائے جن سے ہندو نصالح ٹکٹے تھے یا عجیب و غریب چیزوں کا انکشاف ہوتا تھا حکیم محمود علی صاحب فنجوی نائل ہیں کہ مجھے ایک معمر بزرگ مافظ عبدالقادر صاحب روایت کرتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور پُر نور سے روم و شام کے حالات پوچھے تو حضور انور نے بہت سے واقعات عجیب و غریب ارشاد فرمائے اور لوگوں کے مرید ہونے کا تذکرہ کیا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ اس کا پتہ لگنا ناممکن ہے کہ حضور انور کے فیوض و برکات سے کس حد تک اور کس درجہ تک لوگوں نے فائدہ حاصل کیا جیسا کہ جوع خلافت کے باب میں جناب شاہزادہ غلام محمد صاحب ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ دگرودہ وارفی ایک ایسا بستان غیر متناہی ہو جس کا پتہ لگنا بہت دشوار ہے اس جنگل میں لاکھوں کروڑوں اقسام کے ذخیرے ہیں جن کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ بعض مواقع پر حسن اتفاق سے ایسے افراد نظر آتے ہیں جو بالکل غیر معروف ہیں مگر ان کو حضور انور سے خاص نسبت و محبت حاصل ہے۔

چنانچہ مولانا مولوی عبدالغنی صاحب قبلہ وارفی بہاری مدظلہ العالی (مترجم طبقات الکبریٰ و احکام الروایہ وغیرہ) تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور ٹیچی میں رونق افروز تھے ایک تہ بند پوش عورت بنگلہ سے آئی اور حضور انور سے قدمبوس ہوئی اور رو کے التجا کرنے لگی کہ بھوکہ کھین بٹھا دیا جائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ دعا بھی نہیں ابھی نہیں اور اسکو حکم دیا کہ زمانہ میں جا کر ٹھہرو، زمانہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ عورت ایک چھوٹا سا کپڑا بٹھا کر بیٹھ گئی جو عورت اس کے پاس آتی تھی اسکو منع نہیں کرتی تھی مگر ایام میں جو ہوتی تھی اسکو اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتی تھی اور کبھی تھی تو ناپاک ہے اور واقعی ایسا ہوتا تھا۔

اس میں ایک نقص بھی تھا کہ جو عورتیں اسکو روپیہ دواتی جواتی اٹھتی دیتی تھیں وہ لے لیتی تھی جب حضور پُر نور ٹیچی سے تشریف لیجانے لگے۔ تو مردانہ مکان کے سامنے بہت آدمی جمع تھے اور حضور انور ایک کنارے پر الگ کھڑے ہوئے تھے لیکن سارے مجمع میں آپ ہی سب سے اونچے معلوم ہوتے تھے اور چہرہ مبارک ماہتاب کی طرح چمکتا تھا جب پنس پر سوار ہونے لگے تو سارے مجمع پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ پھر کسی کو گھٹنوں تک ہوش نہیں رہا۔ اسوقت یہ بنگالہ والی عورت اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ دوسروں پر بھی اسکی گریہ وزاری کا پورا اثر تھا،

اس قسم کے اکثر افراد اب آخر زمانہ میں جب حضور پُر نور نے پیرائہ سالی کی وجہ سے دیوہ شریف میں مستقل اقامت فرمائی تھی نظر آجاتے تھے جنکو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ یہ کب اور کس وقت میں حضور انور سے مستفید بیعت ہوئے اور معلوم نہیں ان کو کس قسم کی کیا تعلیم ہوئی ہے۔

سید معروف شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں خدمت عالی میں حاضر تھا میں نے دیکھا کہ ایک رویش خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور پُر نور نے ایک بہت دور دراز مقام کا نام لیکر فرمایا

حضرت مولانا نے ایک ایسے فعل کو جائز کیا ہے اور جس سے سوال کا الزام بنگالہ کی اس قانون پر عائد نہیں ہوتا لفظ نقص سے تعبیر فرمایا ہے اس سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ کے مرید میں خاص میں توکل و استغفار کا کس قدر گہرا اثر ہے۔



(مقام کا نام مجھے یاد نہیں رہا) کہ تم وہاں سے کب چلے آؤ گے؟ انھوں نے عرض کیا کہ دو گھنٹے ہوئے اس کے بعد حضور انور نے اُن سے کچھ ارشاد فرمایا اور نصرت کر دیا۔ میں اس قدر دور دراز کی مسافت اتنی جلدی طے کرنے پر متحیر تھا۔ اس لیے حضور انور کے آستانہ عالی کے قریب ایک گلی میں آکر کھڑا ہو گیا جب وہ جانے لگے تو میں نے پوچھا کہ تم نے اس قدر جلدی یہ منزل کیونکر طے کی تو وہ مسکرائے اور مجھے چلکر دکھایا تو واقعی وہ جس طرح تیز ہوا میں پتہ اڑتا ہے اس طرح جاتے تھے اُن کے قدم زمین سے اڑ پڑاؤ میں حلق نظر آتے تھے میں نے اُن سے کہا کہ تمہارے جسم میں یہ لطافت و نفاست کس طرح پیدا ہوئی تو انھوں نے جواب دیا کہ مجاہدہ نفس سے۔ کم کھانے سے۔ کیونکہ شکم سیر ہو کر کھانا روح کے لئے باعث ازیت ہے اور جب روح کو ازیت ہے تو روحانی طاقت کیا پیدا ہو سکتی ہے۔

سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے کانوں کو گیا تھا جس کا نام نہرول ہے تو وہاں اُن دنوں ایک مالنگ شاہ نامی درویش رہتے تھے وہ میرے پاس آئے اور بہت محبت سے ملے اور مختلف باتیں کرتے رہے اور نہایت عاشقانہ لب و لہجہ میں طرح طرح کی فرمائشیں کیں کہ میری طرف سے حضور انور کی خدمت میں یہ عرض کرنا اور وہ عرض کرنا اسی اثنا میں کہنے لگے کہ دیوے کی گلیوں میں کنکر پتھر بہت ہیں اور زمین بھی اونچی نیچی ہے جب وہ چلتے ہیں تو اُن کے نازک تلووں کو تکلیف ہوتی ہے میرے دل پر بڑا صدمہ گذرتا ہے حکم ہو جاوے تو دیوہ کے سب مکانات کو گرا کر زمین کو ہموار کر دوں۔ نئے سرے سے مکانات بن جائیں اور گلیاں ایک سی ہو جائیں اسکے بعد نہایت ذوق و شوق کے عالم میں انھوں نے کہا کہ میری طرف سے اُن کو پیار بھی کر لینا مجھ کو ادب کے خلاف یہ جملہ ناگوار گذرا اور میں نے اُن سے کہا کہ آپ کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں ادب و تہذیب کے خلاف ہے عشق و محبت میں پاس ادب بھی ضروری ہے وہ چلے گئے اور دوسرے روز میں بھی دیوہ شریف میں آگیا۔ جو تھے روز ملنگ شاہ خود حضور پر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ اور نہایت ادب سے اپنی عرض معروض کرنے لگے جب سب کچھ کھ چکے اور تسلی بخش جواب پا چکے تو کہنے لگے کہ حضور دیوہ کی گلیوں میں کنکر پتھر بہت ہیں جو تکلیف دہ ہیں حکم ہو تو سب مکانات کو گرا کر زمین کو ہموار کر دوں تاکہ نہایت سٹھرائی سے یہ قصبہ از سر نو آباد ہو آپ کی اس گفتگو پر ناراض ہوئے اور جانے کا حکم دیا۔

آخر زمانہ کے مکتوب نویس ہارگاہ وارثی حاجی ادگٹ شاہ صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں نے موسم تہار دن کے چار بجے ہون گے آستانہ شریف کے باہر کچھ لوگ ٹاٹ پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ ایک درویش آئے جنکی وضع قطع ہندوؤں کی سی تھی کانڈھے پر کھاروے کی خود جی تھی بالوں کی چوٹی بہت اونچی گتھی ہوئی تھی ڈاڑھی اور موچھوں کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے تو نبی اور چٹا ہاتھ میں تھکا لباس میں نیم آستین اور دھوئی تھی انھوں نے آتے ہی کہنا شروع کیا کہ مجھے حضور انور کی خدمت عالی میں پہنچا دیجئے میں نے کہا ایسی کیا حالت ہے ٹھہرو پہنچا دئے جاؤ گے اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کہا مگر انھوں نے کسی کی نہ سنی اور بہت اضطراب کی حالت میں کہنے لگے کہ مجھے لیچلو آج حضور کے دربار سے حصہ تقسیم ہو رہے ہیں مجھے جنگلی شاہ سے کہا ہے کہ جلد پہنچو ورنہ تقسیم ہو جائیں گے۔ میں تبدیل گھنڈے سے چلا آ رہا ہوں مجھے اسی وقت پہنچاؤ خود جی سے لوٹا نکال کر وہ کٹو میں رکھئے اور ٹھہرا ٹھہر دھوئے اسکے بعد حضور انور کی خدمت عالی میں پیش کئے گئے

وہاں ان سے حضور انورؐ نے کچھ فرمایا جسکو وہی سمجھ سکے مگر اتنا دیکھنے میں آیا کہ وہ حضور انورؐ کا ارشاد سنتے ہی نہایت شاد و مسرور ہو کر باہر آئے اپنی اپنی تونبی اور چمٹا سنبھال کر شاہ فضل حسین صاحب دارفی سجادہ نشین حضرت کنز المعرفۃ کی مسجد میں گئے اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی ظاہری وضع ہندوؤں کی سی تھی مگر یہ دراصل مسلمان تھے۔ (یہ تو ایسا واقعہ ہے کہ طالب حضور پر نورؐ کی خدمت میں پہونچنا اور پہونچ کر اس نے اپنا حصہ مانگا۔ بعض واقعات ایسے بھی پیش آئے کہ سمجھ میں نہ آسکا کہ طالب کیوں آیا اور کیا لے گیا)۔

ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب دارفی رئیس ملاولی (جو ایک ذاکر و شاعر بزرگ ہیں) ناقل ہیں کہ مجھے حضرت شاہ فضل حسین صاحب دارفی سجادہ نشین حضرت کنز المعرفۃ بیان فرماتے تھے کہ ایک عرب میرے پاس نشریوں لائے جو سستہ حال معلوم ہوتے تھے مجھے حضور انورؐ کے آستانہ عالی کا پتہ پوچھنے لگے اور کہنے لگے کہ مجھے حضرت سے ملنے کی سخت ضرورت ہے میں نے کہا آپ قیام کیجئے میں خود آپ کو پہونچا دوں گا مگر وہ ایسی جگہ میں تھے کہ نہیں ٹھہرے اور پتہ پوچھ کر چلے گئے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو گیا۔ جب وہ آستانہ عالی پر پہونچے تو دروازہ بند تھا ابھی وہ کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ دفعۃً بند دروازہ سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جسکو انھوں نے نہایت ادب سے بوسہ دیا اور رخصت ہو گئے میں نے ہر چند ان کو روکا اور ٹھہرانا چاہا مگر وہ نہیں ٹھہرے اور چلے گئے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا معنا تھا۔ اس قسم کے واقعات اکثر پیش آئے اور آنیوالوں کے کچھ تفصیلی حالات احاطہ نہیں ہو سکتے تھے۔ حاجی اوگٹ شاہ صاحب دارفی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز آستانہ عالی کے باہر جو ترے پر ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب فقیرانہ لباس میں آئے اور بیٹھ گئے ان سے دریافت کیا گیا کہ شاہ صاحب کہاں سے آئے تو کہنے لگے جہان سے سب آئے پھر کہا گیا کہ کہاں جاؤ گے وہ بولے کہ جہان سب جائیں گے پھر پوچھا کہ آپ کا مکان کہاں ہے تو کہا اس کی خبر نہیں۔ اسکے بعد انھوں نے حضور انورؐ کی خدمت عالی میں پہونچنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ بعد نماز مغرب حضورؐ کی خدمت عالی میں ان کو پیش کیا گیا۔ حضور انورؐ نے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ ان کو چھ خوراکین دی جائیں وہ پلٹ آئے مجھے کہنے لگے کہ میں ایک رات کو بچھراؤں میں ٹھہرا تھا اور سہرا ب شاہ کی مسجد میں قیام کیا تھا وہاں سب بھی طرح ہیں میں نے ان سے نام دریافت کیا تو جنگلی شاہ نام بتایا اور ہالے قیام بتانے سے انکار کیا اسکے بعد رخصت ہو کر چلے گئے اور شام کو اگرچہ خوراکین طلب کیں جو میں نے دیدیں۔ میں نے کہا آپ تو تنہا ہیں یہ چھ حقے کیسے لے چلے تو ہنس کر کہا میرے ساتھ پانچ شخص اور ہیں جنکو بستی کے اندر آنے کا حکم نہیں ہے۔ پھر صبح کو یہ نہیں آئے۔ خدا جانے وہ کن مجاہدات میں منہمک تھے کہ بستی سے ایک جنگلوں میں قیام رکھتے تھے۔

ایسے واقعات بھی بعض لوگوں نے دیکھے جن سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے مجاہدین غیرہ حضور انورؐ کے تابع فرمان ہیں۔ چنانچہ مولوی احمد حسین صاحب متوطن رہرائون ضلع بارہ ٹکلی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انورؐ لکھنؤ کی سڑکے امین آباد میں قیام پذیر تھے آپ نے خود بخود ارشاد فرمایا کہ محمد علی شاہ سے ملیں گے محمد علی شاہ ایک مشہور اور مجذوب رویش تھے جو امین آباد میں رہا کرتے تھے جیسے ہی آپ نے دروازہ پر ہم مبارک رکھا دروازے دیکھنے میں آیا کہ ایک شخص آ رہا ہے حضور نے دریافت فرمایا کہ کون ہے مگر وہ

بہت دور قہاجب قریب آیا تو اُس کی رفتار کبھی آہستہ ہو جاتی تھی اور کبھی مستون کی طرح جھومتا ہوا چلتا تھا جب بالکل قریب آگیا تو سنا گیا تو اُس کی زبان پر یہ صدا ہے کہ وہ پل تک پل تک، آپ نے اُس کی صدا کو سنکر ارشاد فرمایا کہ وہ پیل تک پیل تک، مگر اُس نے پل تک ہی کہا آپ نے پھر مگر فرمایا کہ وہ پیل تک پیل تک، اس پر بھی اُسکی وہی صدا رہی تو آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا وہ محمد علی شاہ پیل تک پیل تک، محمد علی شاہ مجذوب کی آنکھیں بند تھیں انھوں نے یہ ارشاد سُننے ہی آنکھیں کھول دیں اور بموجب ارشاد عالی پیل تک پیل تک صدا لگائے شمال کی جانب چلے گئے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا راز تھا اسکے بعد آپ اندر تشریف لے آئے۔

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرامی (وکیل بارہ بنگی) تحریر فرماتے ہیں کہ منشی محمد حسین صاحب وارثی مرحوم کا واقعہ ہے جو انھوں نے خود مجھے بیان کیا تھا کہ میں ضلع بستی میں محکمہ بندوبست میں ملازم تھا وہاں ایک مجذوبہ آتی تھیں اور سب کو فحش گالیاں دیکر پیسے وصول کرتی تھیں مجھ کو بھی گالیاں دیکر پیسہ مانگا تو میں نے اُن سے زیادہ گالیاں دیں اور غصہ میں جوتے مارنے کی دھمکی دی اور اسی حالت میں میں نے اُن سے کہا کہ میں تمہارا معتقد نہیں ہوں جانتی ہو کس کام پر ہوں وہ خاموش ہو گئیں مگر اسی ہفتہ عشرہ میں میری شکایت میں بکثرت عرضیاں گزر گئیں آخر کار رخصت لیکر میں نہایت سراسیمگی و پریشانی کی حالت میں دیوبند شریف حاضر ہوا اور عرضیاں گزرنے کا حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تم کسی کو گالیاں نہ دیا کرو نہ جوتے مارنے کو کہا کرو، اس وقت مجھ کو خیال آیا کہ یہ اُس مجذوبہ کا معاملہ ہے اسکے بعد میں اپنی ملازمت پر واپس آیا تو کل عرضیاں داخل دفتر ہو چکی تھیں وہیں مجذوبہ پھر آئیں اور کہنے لگیں کہ اب تو جوتے مار دیں نے کہا اب تو گالی دو وہ مسکرا کر خاموش ہو گئیں۔

ایسے اکثر واقعات بیش آئیں ہیں جن سے یہ معلوم ہوا کہ حضور انور کے اثرات ولایت سب پر محیط تھے اور مجازیب بھی جو ہر وقت مدہوشی کی حالت میں رہتے ہیں آپ کے سامنے باہوش ہو کر اور باادب حاضر ہوتے تھے چنانچہ منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ دارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع راسہ بریلی لکھتے ہیں کہ جب حضور پُر نور درجہ تک تشریف لے گئے ہیں تو اُس زمانہ میں وہاں بستی کے باہر کربلا میں (جہاں تعزیرے دفن ہوتے ہیں) ایک جہاز و شاہ نامی مجذوب رہا کرتے تھے اور درختوں کے سایہ میں اُن کا قیام رہتا تھا حضور انور کے درجہ تک پہنچنے کے عین روز قبل وہ شہر میں آئے اور جا بجا اپنے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر کہنے لگے یہاں تاشہ بیگیا یہاں اوگن بیگیا یہاں روشن چو کی بیگیا اور اسی طرح کہتے ہوئے نواب صادق علی خان صاحب نواب انور علی خان صاحب کی کوٹھی تک پہنچے اور کھڑے ہو کر پھاٹک کی طرف دیکھ کر کہنے لگے یہ پھاٹک آدمی و سکیلینگے پھر اپنی پوری زبان میں عجیب انداز سے صدا لگانے لگے دھک دھک آوت ہے جواب شراب نہ پیوے، او کہی نہ پیوے اور وہاں کہوں نہ ملے، تمام شہر میں ہر گلی کوچے میں یہی صدا لگاتے پھرتے تھے۔ حالانکہ اس وقت تک باشندگان شہر کو حضور کی آمد کا علم بھی نہ تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ باجون وغیرہ کا کچھ انتظام ہے۔

(انریبل) مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ دارثی اور دیگر معززین و عائدین نے اعلیٰ بیانہ پر حضور انور کی آمد میں انتظامات کئے تھے اور جن باجون کے نام جہاز و شاہ مجذوب نے لئے تھے وہ سب تھے تمام شہر میں

بجلی کی روشنی کرائی گئی تھی اور بھی ہر قسم کے ساز و سامان تھے جب حضور پرنور شہر مین داخل ہوئے تو لاکھوں آدمی حضور انور کے ہمراہ تھے اور پالکی کی خاک کو آنکھوں سے لگاتے تھے حضور انور نواب صادق علی خان صاحب کے جہان ہوئے۔ وہ جھاڑو شاہ مجذوب جنکی بزرگی سے تمام اہل قہر واقف تھے جو کبھی کربلا سے ملتے ہی نہ تھے اُس روز نواب صادق علی خان صاحب کی کوٹھی کے دروازہ پر زینہ کے قریب (حضور بالانانہ پر مقیم تھے) بیٹھے ہوئے تھے اور جو کوئی اندر جانے کا قصد کرتا تھا وہ نہایت جلال مین اور درشت ہوجے بیٹھو کہتے تھے دو تو کہتا ہے حاجی صاحب آئے ہیں، اُن کی ہیبت سے چند لوگ یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے ہم نہیں کہتے اسی اشارہ مین مرزا منعم بیگ صاحب وارثی (جو مقربین خاص مین سے ہیں) کسی ضرورت سے بچنے آئے اور جب پھر بالا خانہ پر جانے لگے تو اسی طرح وہ غضبناک ہو کر ان پر بھی دوڑے اور کہنے لگے دو تو کہتا ہے حاجی صاحب آئے، مرزا منعم بیگ صاحب نے کہا کہ مین کہتا ہوں کہ حاجی صاحب آئے ہیں اور تو اندھا ہے تو نہیں دیکھتا کیوں لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے مرزا منعم بیگ صاحب سے یہ سنکر جھاڑو شاہ کہنے لگے تم شہنشاہ کے ہمراہی ہو تم سے مین کیا کہہ سکتا ہوں اس قدر سردراتجا ہے کہ حضرت کی قدیموسی کرا دو مرزا منعم بیگ صاحب اُن کی اطلاع کرنے کے لئے جانے لگے اور دو تین زینوں تک پہنچے ہوں گے کہ گھبرا کر جھاڑو شاہ صاحب نے آواز دی اور کہا کہ کیا کہو گے مرزا صاحب نے کہا یہ کہو ننگا کہ ایک فقیر صاحب حضور کی ملاقات کے لئے آئے ہیں وہ بولے خوب ہوا مین نے آپ کو واپس بلالیا آپ صبرت اتنا کمدتیجئے درجیلا داتا کو ہم شاہ کا غلام آپ کا قدم چومنے کے لئے حاضر ہے، اس کے سوا ایک لفظ عرض نہ کرنا اُنھوں نے جا کر یہی عرض کر دیا آپ نے حاضر ہونے کی اجادت عطا فرمائی سکتے ہی مجذوب صاحب اُٹھے دروازہ پر ایک سپاہی وردی پہنے ہوئے اور عمامہ باندھے کھڑا تھا مجذوب صاحب نے جلدی سے اُسکے سر پر سے عمامہ اتار کر اپنے جسم کو چھپالیا اور نہایت ادب سے حاضر ہو کر آستانہ بوس ہوئے حضور انور نے یہ ارشاد فرما کر کہ ملاقات ہو گئی، رخصت فرما دیا۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ مجاذیب وغیرہ حضور انور کے تابع فرمان تھے۔

اسی طرح سلب کیفیت کے واقعات ہیں کہ ایسے لوگوں کو جو سلوک مین رہنے کے قابل ہیں اور بار علاق رکھتے ہیں اگر جناب کی کیفیت پیدا ہو گئی تو آپ نے آنا فانا اُس کیفیت کو بدل دیا۔

چنانچہ مولوی رونی علی صاحب دارفی الرزاقی اپنے والد ماجد شاہ مقصود علی صاحب پیٹھے پوری کا واقعہ لکھتے ہیں کہ ان کو حضرت حاجی شاہ منصب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کی خدمت مین رہنے کا بہت اتفاق ہوا تھا جب حاجی شاہ منصب علی صاحب کا وصال ہو گیا تو شاہ مقصود علی صاحب کی درمغلوبہ حال، اور مجذوبانہ کیفیت ہو گئی دو سال تک اسی حالت مین پھرتے رہے حسن اتفاق سے ایک دن حضور انور کا سامنا ہو گیا آپ نے ایک لگاہ اُن کی طرف ڈالی مٹا اُن کا جذبہ بدلہ سلوک ہو گیا اور وہ اپنے ہوش مین آ گئے اُسی روز حضور انور کی بیعت سے مشرف ہوئے اور حضور انور کے خاص مہبان صادق مین اُن کا شمار ہوا۔ قاضی رحمت علی صاحب کبر آبادی لکھتے ہیں کہ محلہ غالب پورہ اگرہ کے رہنے والے ایک صاحب کو دم بخش نامی چلہ کشی کے بڑی عادی تھے یہاں تک کہ اسی حالت مین اُن کی حالت دیوانگی کی ہو گئی ہر وقت اُن کے منہ سے کھٹ جاری رہتا تھا اور لوگوں کو اُن سے بہت کراہیت آتی تھی اتفاق سے



حضور انور میرے مکان پر رونق افروز ہوئے لوگوں نے اُن کو میرے مکان کے صدر دروازہ پر لاکر کھڑا کر دیا جب حضور انور باہر تشریف لائے تو لوگوں نے جلدی سے اُن کو آپ کے قدموں پر ڈال دیا۔

حضور انور نے اُن کی پشت پر دست مبارک رکھا اور تین مرتبہ فرمایا ”ہوشیار ہوشیار ہوشیار“ یہ فرماتے ہوئے رخصت ہو گئے کوئم بخش صاحب کو اُسی وقت ہوش آگیا وہ اب تک زندہ ہیں اور اُنکی حالت بہت اچھی ہے۔ یہ حضور انور کے فیوض ولایت تھے کہ ایک نظر میں کسی کو بیہوش اور کسی کو باہوش بنا دیتے تھے اور آپ کی ذات سے ہر قسم کے فوائد نمایاں ہوتے تھے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ تمام و کمال صفات برتر کا ظاہر کرنا محالات میں سے ہے اور حضور انور کے ہر قسم کے فیوض و برکات اور واقعات و محالات کا سراغ لینا دشواری نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ لاکھوں کروڑوں بندگان الٰہی مختلف ممالک و بلاد و امصار میں اُس ذات فیض آیات سے مستفیض ہوئے ہیں۔

**برکات بیعت** جس طرح حضور انور کے فیضان ولایت نامحدود ہیں اور اُن کے تمام و کمال اقسام نہ ہمارے علم میں ہیں نہ احاطہ تحریر میں آسکتے ہیں اُسی طرح برکات بیعت کے متعلق تمام و کمال پتہ لگنا دشوار ہے کہ آپ کی بیعت و ارادت سے کس کس قسم کے کیا کیا فوائد لوگوں کو پہونچے اتنا ضرور دیکھا جاتا ہے کہ عام مریدین کے قلوب درود محبت سے آشنا ہیں اور علی قدر مراتب ہر ایک کو حضور کی بارگاہِ عالی سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملا ہے۔ اور جو لوگ آپ سے نسبت رکھتے ہیں وہ نہایت کامیاب نظر آتے ہیں۔ آپ جنسِ لفت کے خریدار تھے اور یہی اس سلسلہِ عالیہ کی سند ہو اور یہی تعلیم تھی کہ ”محبت ہے تو ہزار کوس پر بھی ہم پاس ہیں“ پس جس کو بس قدر آپ سے محبت ہے جتنا یقین و اعتقاد زیادہ ہو اُسی قدر فلاح و بہبود کی صورت ہے یا وجود اسکے کہ پیر کا یہ کام ہے کہ وہ منزلِ طریقت کی راہ بتائیے آپ اپنے مریدین کے دین و دنیا میں کفیل ہو جاتے تھے چنانچہ چودھری خدا بخش صاحب وارثی (جو ایک معمر اور واجل احترام بزرگ ہیں) بیان کرتے ہیں کہ حضور انور کی زبانِ مبارک سے یہ ارشاد میں نے اکثر سنا ہے کہ

”یہاں دین بھی ہے اور دنیا بھی ہے جسکا جوچی چاہے لے لے اور اگر دونوں کی ضرورت ہو تو دونوں ہیں“ چنانچہ بکثرت لوگوں کے ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ وہ جس غرض اور نیت سے مرید ہوئے اُس میں کامیاب ہوئے اور اگر کوئی غرض نہ ہوئی اور بعض حضور انور کی شان و عظمت کو دیکھ کر شرف بیعت سے مستفید ہوئے یا خدمتِ عالی میں خلوص سے حاضر ہوئے تو خود حضور پر نور نے اُن کی ہر طرح مدد فرمائی اور آپ کی تاثیراتِ بیعت نے اُن کو من مانی مراد سے بہرہ ور کیا۔ حاجی محمد شاہ کر خان صاحب وارثی (خلعتِ ارشد مولوی محمد ناصر خان صاحب پشتر کورٹ انسپکٹر و رئیس رائے بریلی) ناقل ہیں کہ ایک شخص خدا بخش خانساں حضور انور کی بیعت سے مستفید ہوا اُسکی بیوی کو خدا جانے کیا مرض تھا کہ ہمیشہ بعد نماز مغرب بیہوش ہو جاتی تھی اور رات بھر بیہوش رہتی تھی مرید ہونے کے بعد خدا بخش کے مکان سے خطا آیا کہ اب خود بخود وہ حالتِ رفع ہو گئی اور فلان تاریخ سے بالکل وہ حالت نہیں ہوئی جو تاریخ اُس مرض کے جانے کی خط میں لکھی ہوئی تھی اُسی دن اور تاریخ کو یہ خوش نصیب خدا بخش حضور انور کے سلسلہِ غلامی میں داخل ہوا تھا۔ یہ تاثیرِ بیعت تھی جسکا فوراً ظہور ہوا۔

شیخ محبوب علی صاحب رحمانی جو کلکتہ کے ایک مشہور و نامور فیاض رئیس ہیں اُن کے بھائی شیخ محمود علی صاحب مرحوم کا واقعہ ہے کہ اُن کے گھر میں اسقاطِ حمل ہو جایا کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ سخت پریشان تھے کوئی تیزیر کار گر نہ ہوتی تھی بالآخر وہ دیوہ شریف میں حاضر ہو کر حضور انور کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور بیعت ہونے کے بعد اپنے مکان کو واپس چلے گئے۔ اُن کے برادرِ مکرم شیخ محبوب علی رحمانی خود تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ محمود علی صاحب کے گھر میں بیعت کے بعد یہ بات جاتی رہی اسقاطِ حمل نہیں ہوا اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نیاز وارث رکھا گیا جو بفضلہ موجود ہے (خدا اُسکی عمر و زاد کرے آمین) یہ فیوض و برکات بھی صرف بیعت ہونے پر منحصر نہ تھے بلکہ جو خواہشمند ہوتا اور حضور سے امید رکھتا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا چنانچہ حکیم مرزا فتح علی بیگ صاحب نقشبندی مجددی متوطن - حداباد ضلع تھرا لکھتے ہیں کہ میرے برادرِ طریق محمد خان صاحب متوطن اگرچہ جو ایک نہایت ذاکر و شاعر بزرگ تھے یہ واقعہ اپنا چشمہ دید بیان فرماتے تھے کہ اگرچہ میں ایک صاحب نہایت خوشحال تھے مگر غمِ فرزند نے اُن کو پریشان کر رکھا تھا وہ شب و روز اسی جستجو میں رہتے تھے کہ کسی طرح میں صاحب اولاد ہو جاؤں حُسنِ اتفاق سے حضور انور اگرچہ میں تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر اُنھوں نے خیال کیا کہ ان بزرگ کو اپنے مکان پر لانا چاہیئے کیا عجب ہے کہ ان کے مبارک قدموں کی برکت سے میرا نخل مراد بار آور ہو۔ چنانچہ اُنھوں نے حضور انور کی خدمت عالیٰ میں دعوت کے لئے استدعا کی جو آپ نے قبول فرمائی وہ عقیدت مند نہایت مسرت سے اپنے مکان کی صفائی اور آرائش میں مصروف ہوئے راستہ سے دروازہ تک خوب چھڑکاؤ ہوا اور حضور کی آمد میں سب گھر والے نہایت شاد و مسرور تھے مگر ضرورت دیوانی ہوتی ہو۔ صاحب خانہ کو اُن کی خواہش نے دیوانہ بنا رکھا تھا اُنھوں نے کسی عامل کے کہنے سننے سے صدر دروازہ پر کوئی ٹوٹکا یا نقش اولاد پیدا ہونے کے لیے زمین میں دفن کر رکھا تھا۔ جسوقت حضور پر نور تشریف لائے تو خاص اُسی مقام پر قدم مبارک رکھ کر رُک گئے اور ارشاد فرمایا دیکھ کیا شیطانی حرکت ہے اسکو ابھی نکال کر پھینک دو، چنانچہ صاحب خانہ نے اُسی وقت تعمیل ارشاد کی اور نہایت گرمجوشی سے حضور کو اپنے مکان میں لے گئے میں نے اور بیشتر حاضرین نے دیکھا کہ اُس چھڑکاؤ کی ہوئی زمین سے گزر کر آپ نے سفید چاندنی پر بے تکلف پاؤں مبارک رکھے اور تسست فرمائی کوئی نشان چاندنی پر نہیں آیا نہ مصیبت لگا یہ کرامت سنار کرتے تھے اُسوقت اُنھوں سے دیکھی حضور انور کی برکت سے صاحب خانہ کی امید کے موافق اُن کی مصیبت دور ہو گئی اور وہ صاحب اولاد ہو گئے۔

اس قسم کے واقعات اکثر و بیشتر پیش آتے تھے اور ہزاروں نامراد آپ کے فیوض و برکات سے ہامراد ہو جاتے تھے حضور انور کا قول ہے کہ وہما فوق کا مرید بے ایمان نہیں مرنے، چنانچہ اس ارشاد فیض بنیاد کی تصدیق بھی چند لوگوں کی عینی شہادت سے ہوتی ہے کہ جو لوگ بولنے تک سے مجبور تھے وہ بھی نہایت صفائی سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

مولوی حکیم محمود علی صاحب فتحپوری ناقل ہیں کہ مجھے شیخ حامد علی صاحب جگوری روایت کرتے تھے کہ اُن کے مکان میں ایک خادِمہ تھی فطرتاً اُسکی خلقت ایسی واقع ہوئی تھی کہ صاف بات اُسکے منہ سے نہیں نکلتی تھی ہمارے سب گھر نے کوشش کی کہ اُسکو کلمہ طیبہ سکھا دیں مگر کسی طرح اُسکی زبان سے ادا نہ ہو سکا حُسنِ اتفاق سے حضور پر نور تشریف لائے تو اُسکو بیعت کرا دیا گیا اُسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ مریض الموت میں گرفتار ہو گئی نزع

کے وقت اُسکے عجیب و غریب حالات مشاہدہ کئے گئے اُسکی زبان سے کلمہ طیبہ اسطرح جاری تھا کہ لوگ نماز دیکھتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پڑھا لکھا شخص نہایت فصاحت سے کلمہ طیبہ پڑھ رہا ہے اور برابر کلمہ طیبہ پڑھتی ہوئی راہیئے ملک بھاہوئی۔ ایسے لوگوں کو بھی دیکھا گیا جنگی ساری عمر سیاہ کاری میں گزری مگر حضور انور کی بیعت کی برکت سے اُن کا خاتمہ بخیر گیا۔ چنانچہ مولوی سید شرف الدین صاحب قبلواری (آنریبل ممبر الیگز بلٹیو کونسل بہار) ناقل ہیں کہ حبیب اللہ خان ساکن پٹنہ بڑے شہرانی اور عیاش تھے مگر مرنے کے وقت اُن کی عجیب کیفیت ہوئی انتقال سے تھوڑی دیر قبل اُنھوں نے اپنے عزیزوں سے کہا کہ مجھے ہنلاؤ اور کپڑے بدلواؤ غسل کے بعد انھوں نے پلنگ پر بیٹھے سے انکار کیا اور زمین پر لیٹ رہے اور اپنے قریب ایک دوسرا بستر بچھوایا اور کہا کہ حضور انور تشریف لاتے ہیں اسی حالت میں وہ کلمہ پڑھتے پڑھتے دُنیائے رخصت ہو گئے۔ مولوی رونق علی صاحب دارنی الرزاقی جیسے پوری لکھتے ہیں کہ میرے ایک عزیز کی ایک خادمہ تھی اور حضور انور سے اُسکو بیعت تھی وہ عورت بہت خائف رہا کرتی تھی اور جب حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوتی تو موت کا خوف ضرور ظاہر کرتی اتفاق وقت سے وہ کسی شخص سے ناجائز طور پر ملوث ہو گئی اور حرام کا عمل قرار پایا صاحب خاتمہ نے اُسکو بہ اکراہ اپنے مکان سے نکال دیا اُسکا ایک جھونپڑے میں وضع عمل ہوا اور اس کے بعد وہ بیمار ہو گئی اور سرسام کا زور ہو گیا اُسکی اہتر حالت دیکھ کر بعض لوگوں کو ترس آ گیا اور انھوں نے یہ سمجھ کر مسلمان ہو گئے جس نہ مر جائے اُسکی طہارت کرادی جب اُسکا نزع کا وقت آیا تو وہ بالکل ہوش میں آ گئی اور بتایا کہ پکارا اُٹھی کہ میرے پیر تشریف لاتے ہیں قدم پکڑو اور کلمہ پڑھتے پڑھتے اُسکی روح پرواز کر گئی جسوقت اُسکی تجنیز و تکفین کی گئی لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ اُسکا چہرہ بہت نورانی تھا۔ یہ برکت بیعت تھی کہ خاتمہ بخیر ہوا۔

نصیب ماست بہشتی و خدا شناس برو	کہ مستحق کرامت گناہگار اند
--------------------------------	----------------------------

اسی طرح بعض واقعات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعد بیعت جن لوگوں نے آپ سے قطع تعلق کر لیا اُن کی بھی آپ نے دستگیری فرمائی اور وقت مرگ ہاتھ پکڑنے کی لاج رکھ لی۔

چنانچہ مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ بالقابہ بیان فرماتے ہیں کہ خان بہادر مولوی فضل امام صاحب سے مجھ کو بہت محبت تھی وہ میرے عموزاد بھائی تھے اُن کو حضور کے دست مبارک پر مجھے پہلے شرف بیعت نصیب ہوا خان بہادر صاحب موصوف کو حضور انور سے بدرجہ غایت محبت و عقیدت تھی جب حضور پٹنہ تشریف لاتے تو اُنھیں کے ہمان ہوتے تھے ایک مرتبہ مولوی فضل امام صاحب کی خواہش ہوئی کہ کربلائے معلیٰ جائیں وہ حصول اجازت کے لیے دیوہ شریف میں حاضر ہوئے اور بعد اجازت کربلائے معلیٰ روانہ ہو گئے اُنکی روانگی کے بعد میں دیوہ شریف میں حاضر ہوا تو حضور انور سے کچھ خان بہادر مولوی فضل امام صاحب کا ذکر بھی آ گیا آپ نے فرمایا کہ ”در فضل امام کربلا تو گئے ہیں کہیں شیعہ نہ ہو جائیں“ میں نے عرض کیا حضور نے یہ کیا فرمایا تو ارشاد ہوا کہ ”در مقدرات کا جواب نہیں“۔

چنانچہ یہی ہوا کہ بعد معاودت مولوی فضل امام صاحب نے اپنے تبدیل مذہب کا علانیہ اظہار کر دیا۔ باوجود اسکے کہ انھوں نے اپنا طریق مذہب بدل دیا لیکن اُنکو حضور پرنور کی ذات بابرکات سے وہی محبت تھی مگر یا تو شرم و حجاب کی وجہ سے یا لوگوں کے بہکانے سے وہ شیعہ ہوجانے کے بعد حضور انور کی خدمت عالی میں

حاضر نہیں ہوئے جب مولوی فضل امام صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں اُن کی عیادت کو روزانہ جاتا تھا انتقال سے دس پندرہ روز پیشتر انھوں نے مجھے دریافت کیا کہ اُن کے مرض کی نسبت یہ کیا خیال ہو صحت ہوگی کہ نہوگی اُن کا خیال تھا کہ ڈاکٹر اور طبیب اُن کو صحیح خبر نہیں دیتے۔

میں نے کہا کہ بھائی مرنا برحق ہو آپ کو مردانہ طریقہ سے تیار ہو جانا چاہیے کیونکہ اگر صحت ہوگی تو ہزار ہزار شکریہ اور اگر موت ہی ہو تو مردانہ وار ہونا بہتر ہے یہ سُکر وہ سکوت میں آگئے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگے کہ بھائی تم نے خوب کہا اور بڑا احسان کیا۔ اب میں مرنے کے لیے بالکل تیار ہوں اُن کی موت دو تین دن پہلے میں وکالت کے پیشے کی وجہ سے باہر جانے والا تھا اُن کی عیادت کے لیے گیا تو اُن کی یہ حالت تھی کہ کبھی ہوش آتا تھا کبھی بیہوش ہو جاتے تھے۔ مجھے اُنھوں نے پہچانا اور کہا کہ بھائی میرے نزدیک آ جاؤ مجھے تسکین ہوتی ہے میں نزدیک کیا تو وہ پھر بیہوش ہو گئے۔ اُس وقت میں نے حضور انور کو یاد کیا اور دل ہی دل میں عرض کیا کہ یہ شیعہ ہوں یا سنی آپ ہی کے ہیں اور اس وقت کون کام آسکتا ہے یہ خیال کر کے میں اُنکے پاس سے چلا آیا اور جہان جاتا تھا چلا گیا اسکے تیسرے دن اُنھوں نے انتقال کیا وہ مغرب کا وقت تھا مجھے عین اُسی وقت اطلاع ہوئی میں نہیں کہہ سکتا کہ کیونکر ہوئی وہ ایک قلبی معاملہ تھا میں نے اپنا دل تمام لیا اور اُنکے کھڑکڑاہو گیا اور بیساختہ زبان سے نکلا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مولوی غنی حیدر صاحب دارنی وکیل گیا اس وقت موجود تھے اُنھوں نے کہا کہ خیریت ہے میں نے کہا کہ مولوی فضل امام صاحب کا ابھی انتقال ہو گیا۔ میرے عزیز سرسید علی امام بھی موجود تھے مگر وہ اُس وقت مکان کے اندر تھے اُنکو خبر ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے میرے خیمہ میں آئے اور مجھ سے کہا کہ یہ صرف آپ کا تخیل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب میں پٹنہ گیا تو معلوم ہوا کہ وہی وقت اُن کے انتقال کا تھا انتقال کے وقت جو لوگ اُن کے پاس تھے اُنھوں نے بیان کیا کہ جسدِ مولوی فضل امام صاحب کا انتقال ہوا ہے اُنھوں نے کہا کہ اب میرا آخری وقت ہو ایک آدمی میرے کان کے پاس آیتہ الکرسی پڑھے اور دوسرا کلمہ توحید پڑھے انتقال سے چند گھنٹے قبل یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ ہوش میں آگئے اور اپنے مصاحب رجب خان سے کہا کہ اُٹھو کھڑے ہو جاؤ تعظیمِ بالا حضرت حاجی صاحب قبلہ تشریف لائے ہیں دوبارہ پھر غصہ سے یہی کہا تو رجب خان کھڑے ہو گئے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کو ہاتھ پکڑنے کی کسی لاج تھی۔ خواہ مرید آپکو بھول جائے مگر آپ کو اُسکی یاد رہتی اور آپ ہر حالت میں اُسکے مدد و معاون رہتے تھے۔

بھولے بیٹھے ہیں ہم اُن کو چاہتے ہیں وہ ہمیں اُلٹی موج میں مارتا ہے اے حسن دریاے عشق ایسے اکثر واقعات ہیں کہ حضور انور کو اپنے مریدین کے پاس وقتِ نزع تشریف لائے ہوئے لوگوں نے بچشمِ خود دیکھا جن میں بعض واقعات دیگر حالات میں ناظرین کی نگاہوں سے گزیریں گے اس موقع پر صرف برکاتِ بیعت کا ذکر ہے کہ آپ سے بیعت ہونے کے بعد کیسے فوائدِ دینی و دنیوی ظاہر ہوتے تھے اور اُن فوائد کے مختلف اقسام میں سے بعض کا تذکرہ مثلاً کیا گیا ہے ورنہ اس قسم کے اور واقعات بھی اکثر لوگوں کے چشمِ دید ہیں کہ سیاہ کاری و گناہ کاری کی حالت کو آپ نے چشمِ زدن میں بدل دیا۔ اور اُن کی تاریکی زندگی کا رُخ پلٹ دیا۔

مولانا تاجدار فی عینِ الیقین میں لکھتے ہیں کہ ستر کھ ضلع بارہ بنگی کے زمیندار دن میں سے ایک صاحب



حضور انور سے بیعت تھے اور شراب سے بہت شوق رکھتے تھے ایک مرتبہ وہ خواب میں حضور انور کے دربار کا نقشہ دیکھ کر حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور قدم مبارک پکڑ کر رونے لگے خدا جانے وہ کس نیت اور خیال سے رونے لگے تھے کہ اُن کی شراب کی عادت اسطرح ترک ہوئی کہ جب مے نوشی کا ارادہ کیا تو حضور انور کو سامنے دیکھا اور ادب اور خوف کی وجہ سے جام شراب ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ پھر دوسری جگہ جاکر یہ شغل مے نوشی کرتے تو وہاں بھی یہی واقعہ پیش آتا ناچار شراب چھوٹ گئی اور یہ خیال بھی ترک ہو گیا۔

شیخ حسین علی صاحب نواب دار فنی زمیندار ساوہ مؤناقل ہیں کہ ایک شخص واحد خان نامی ساکن نانپارہ حد درجہ کا شرابی تھا اور اُس نے حضور انور سے بیعت کی حضور سفر میں تھے اور ہم لوگ ہمراہ تھے واحد خان بھی ساتھ ہو گئے۔ بہرائچ میں حضور پرنور شیخ رحیم الدین صاحب کے مکان پر رونق افروز تھے میں ایک کمرہ میں سو رہا تھا واحد خان نے شراب کی بوتل لاکر میرے بستر کے قریب رکھ دی۔ میں بیدار ہوا تو بوتل دیکھ کر مجھ کو سخت ناگوار ہوا میں نے دریافت کیا تو نور محمد شاہ صاحب خادم نے مجھے کہا کہ یہ بوتل واحد خان نے رکھی ہے ان سے ہر چند کہا جاتا ہے مگر یہ یہاں سے نہیں اٹھاتے ہیں میں غصہ کی حالت میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ واحد خان نے بستر کے قریب شراب کی بوتل رکھ دی ہے اگر گر پڑی تو ہم لوگوں کے کپڑے خراب ہو جائیں گے حضور نکلو دین گے کہ ان کے کپڑوں سے شراب کی بو آتی ہے حضور انور نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”وہ شراب پیتا ہے“ یہ سنکر میں خاموش ہو رہا آپ نے اُسی وقت واحد خان کو بلایا اور فرمایا کہ ”تم شراب پیتے ہو خوب پیو جو کام آدمی کرے حد کو پہنچا دے“

دوسرے دن حضور نے گنڈارہ کا عزم فرمایا تو حضور انور کی پالکی کے سامنے واحد خان شراب کی بوتل ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑے تھے آپ نے فرمایا کہ واحد خان گنڈارہ چلو گنڈارہ چلو گنڈارہ میں حضور نے ایک دن قیام فرمایا وہاں بھی واحد خان نشہ میں مخمور رہے اسکے بعد مقام بڑن پور بہرام گھاٹ میں ایک شخص نے حضور کی دعوت کی وہاں بھی واحد خان شراب لائے جب یہاں سے رخصت ہوئے تو حضور پرنور کے روہرو واحد خان نے حاضر ہو کر سلام کیا تو آپ نے فرمایا ”واحد خان اب تو خوب پی چکے اب تم کو کیا کرنا چاہیے بس ہو چکا“ واحد خان نے عرض کیا حضور بان فرمایا ”واحد خان اب تم اپنے دروازہ پر بیٹھے رہو تم کو کسی سے کیا کام واحد خان نے یہ ارشاد سنتے ہی بوتل اور گلاس اُسی وقت توڑ ڈالا اور سیدھے اپنے مکان پر نانپارہ چلے گئے اور وہاں جا کر اپنے دروازہ پر بیٹھ گئے شراب بالکل چھوٹ گئی اور کسی اور ہی نفس کی ترنگ آنے لگی۔ شیخ حسین علی صاحب لکھتے ہیں کہ چھ ماہ کے بعد میں اُن سے ملنے گیا تو ان کی عجیب پر کیف حالت تھی ہر وقت محویت واستغراق میں رہتے تھے انھوں نے مجھ کو پانا بھی نہیں اور مجھ کو کیا کہی کو بھی نہیں پہچانتے تھے اکل شراب بھی بے پروا تھے کسی نے کھلا دیا تو کھا لیا ورنہ کچھ پروا نہیں۔ اُن کی حالت دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ یہ وہی واحد خان ہیں جو ہر وقت نشہ شراب میں سرشار رہتے تھے اب یہ حالت ہے کہ نئے عشق کا کیف ہر وقت آنکھوں سے نمایاں ہے۔ ایسے واقعات بھی ہیں کہ چشم زدن میں لوگوں کی حالت بدل گئی۔

مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ دار فنی (سابق وکیل سرکار و رئیس گیا) ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پرنور خان بہادر مولوی سید نصیر الدین صاحب دار فنی سی آئی اے کے دولت خانہ پر مقیم تھے اور حسب معمول حضور پرنور کی زیارت

وقف مہوسی کے لئے مجمع کثیر تھا اور دروازہ پر بھٹی تھی۔ مولوی سجان علی خان صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر متوطن آ رہے  
ضلع شاہ آباد بھی حضور کی بیعت سے مستفید ہوئے اور بارہا کر جہان کرسیان بھی ہوئی تھیں بیٹھ گئے۔

حاضریں اور ان کے دوستوں نے مبارکباد دی ان کے ایک دوست مولوی یار حسین صاحب وکیل گیا بھی  
پہونچ گئے جو حضور انور کے نہایت سختی کے ساتھ منکر تھے انھوں نے بجائے مبارکباد کے مولوی سجان علی  
خان صاحب سے طعن کے لہجہ میں کہا کہ دو لوگ اب کیا ہی اب تو چھوٹ کھیلو، سامعین جو عقیدت و محبت کے  
نہ سے لے رہے تھے ان پر یہ طنزیہ فقرہ بہت شاق گذرا اور مولوی سجان علی خان صاحب پر تو خاص اثر ہوا۔

وہ بہت شکستہ خاطر ہوئے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک خادم دوڑتا ہوا آیا اور مولوی سجان علی خان صاحب  
کو بلا کر لے گیا جب وہ حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ ”بیٹھ جاؤ“ جب بیٹھ گئے تو فرمایا ہاتھ لاؤ، انھوں نے گھبرا کر  
عرض کیا حضور میں ابھی مرید ہو چکا ہوں حضور پر نور خاموش رہے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کچھ خاص طریقہ سے خود پڑھا  
اور مولوی سجان علی خان صاحب سے بھی پڑھوایا اور بعد تجدید بیعت ان کی پشت پر ایک گھونسا مار کر فرمایا کہ

”جاؤ اب چھوٹ کھیلو“ یہ سنکر مولوی سجان علی خان صاحب ڈپٹی کلکٹر متحیر رہ گئے اور اس تجدید بیعت کا سبب  
ان کی سمجھ میں آیا مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ سن ۱۹۱۸ء میں یہ واقعہ خود مجھ سے

مولوی سجان علی خان صاحب نے بیان فرمایا تھا جب وہ گیا میں ڈپٹی کلکٹر تھے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے  
دل پر اس وقت اس تجدید بیعت کا کیا اثر ہوا اور امتداد زمانہ سے کیا اثر ہے انھوں نے کہا مجھے اپنے حال پر

تاسف ہوا کہ میں ایسا ہوں جو میری تجدید بیعت کی ضرورت ہوئی مجھے حضور پر نور کے کلمات طیبات کی یہ تاثیر ہوئی  
کہ بجائے چخوف ہونے کے خوف دودھ ہو گیا اور اس خوف کا اثر میرے تمام کاروبار اور معاملات دنیا و دین اور اعمال

وغیرہ میں ظاہر ہو رہا ہے حضور انور کی یہ برکت بیعت تھی کہ ایک شخص نے جو حضور انور سے بیعت ہونے پر طعن  
کیا تو حضور نے اپنے مرید کی زندگی کا رخ ہی پلٹا دیا۔ اور طعنہ دینے والے خود شرمندہ و نادم ہو گئے یہ تجدید بیعت

گویا ان کی تجدید حالت پر مبنی تھی کہ وہ ایسی دولت سے سرفراز ہوئے جو قسمت سے ہاتھ آتی ہے خوف الہی کا پیدا ہونا  
اور عملاً و اصولاً اسپر کار بند رہنا اختیاری نہیں ہے جب تک فضل ایزدی شامل حال نہ ہو۔

اس طرح آپ بعض کارِ مخ مجاز سے حقیقت کی طرف بھی بدل دیتے تھے آپ کی بیعت سے مختلف اقسام کی  
تاثرات پیدا ہوتی تھیں مگر آخر کار راہِ راست ہی نصیب ہوتی تھی۔ آپ کے برکاتِ بیعت میں یہ بات بھی

خاص تھی کہ تاثراتِ عشق سے ہر شخص کو کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا تھا دستِ مبارک کو تھامتے ہی اور آپ سے  
ارادت و عقیدت پیدا ہوتے عشق کے وہ جذبات جو قلب میں مخفی رہتے ہیں اور جن میں راگِ سننے

سے یا کسی حسین صورت یا اچھی چیز دیکھنے سے اشتعال ہوتا ہے۔ وہ مادہ نیکی یا بدی کی طرف مائل  
ہو جاتا ہے حضور انور کے دستِ اطہر کی یہ تاثیر تھی کہ اُسکو تھامتے ہی اُس مادہ میں غیر معمولی حرکت پیدا

ہو جاتی تھی اور اُسکا آخری نتیجہ عشقِ حقیقی ہوتا تھا۔ ایسے اکثر واقعات سننے میں آئے مگر مفصل دریا فت  
نہ ہو سکے۔ حافظِ پیاری صاحب کا واقعہ بطور مثال خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جسکو چند صاحبوں کے

اصرار سے انھوں نے خود لکھوایا ہے اس سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پرتی ہے کہ پیر سالک کس طرح  
سے یہ چھوٹ کھیلو کا محاورہ بہار میں ایسا ہی ہے جیسا کہ کھنڈ وغیرہ میں کھل کھیلو ۱۲۔

عشق مجازی سے نکال کر عشق حقیقی کی طرف مریہ کولتا ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس واقعہ کا کسی قدر تفصیل سے اس موقع پر ذکر کیا جائے کیونکہ حضور انور کی تاثیر و تربیت میں عشق اور منزل عشق ہی کو درجہ خصوصیت حاصل ہے۔ اور یہ بجائے خود ایک داستان عشق ہے اور حضور انور کے مبارک تذکرہ سے اس واقعہ کو اس سبب سے خصوصیت بھی حاصل ہے کہ حضور انور کی توجہات باطنی کے ارشادات طبعیات بھی اس میں شامل ہیں۔

**حافظ پیاری کا واقعہ**  
**انہیں کی زبانی۔**  
 حافظ پیاری صاحب کا بیان ہے کہ میری عمر پندرہ سولہ برس کی ہوگی میں لکھنؤ میں پڑھتا تھا۔ حضور انور کے والد ماجد سیدنا قربان علی شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کے عرس شریف کی تقریب میں دیوبند شریف حاضر ہوا اور میں اپنے ایک رشتہ کے چچا کے مکان پر مقیم ہوا۔

حضور انور سے میں پہلے بیعت ہو چکا تھا اسلئے قدیموسی کی غرض سے حاضر ہوا میرے وطن موضع بڑاگاؤن کے کچھ لوگ حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور میرے حقیقی عم مکرم مولوی نور کریم شاہ صاحب قدوائی کی نسبت عرض کیا کہ حضور کے تہ بند پوش فقیر مولوی نور کریم شاہ کا انتقال ہو گیا اب ہمارا گاؤن حضور کے فقیر سے خالی ہو گیا۔ آپ نے یہ سکر ارشاد فرمایا کہ وہ فقیر کی جگہ خالی نہیں ہوتی جو مستحق ہوتا ہے وہ پاتا ہے۔

اُس وقت حضور پُر نور نے ایک کتاب مجھ کو مرحمت فرمائی جس میں یہ مضمون تھا کہ دو کوئی امیر کسی رئیس کی لڑکی پر عاشق ہو گیا اور اُسکے عشق میں بہت مصائب و تکالیف کا سامنا ہوا اور راستہ میں اُسکے مکان کا چکر لگانے لگا۔ برسوں تک اُسکی یہ حالت رہی بعد ازاں ایک درویش سے اُسکی ملاقات ہوئی اور وہ سکون کی حالت میں ایک جگہ بیٹھ رہا۔ فقیرانہ زندگی اختیار کر لی اُس لڑکی کو جس کا وہ عاشق تھا خیال پیدا ہوا کہ کیون اُس نے ایک دم سے مجھ کو فراموش کر دیا۔ اس خیال میں وہ بھی اپنے مکان سے نکل کھڑی ہوئی اور اپنے عاشق کے پاس پہونچ کر سبب کشیدگی دریافت کیا تو اُس نے خدا جانے کیا کہا کہ وہ بھی پاؤن توڑ کر ایک جگہ بیٹھ گئی۔

یہ اُس کتاب کے مضمون کا مختصر خلاصہ ہے آپ نے اس کتاب کو مرحمت فرمائے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دو اسکودومرچہ روز پڑھ لیا کرو، اور کچھ شیرینی بھی مرحمت فرمائی۔ میں بہت خوش خوش اپنے چچا صاحب کے مکان پر پہونچا اور اپنی چچی صاحبہ سے تذکرہ کیا کہ آج حضور نے مجھ کو شیرینی عطا فرمائی اور یہ کتاب مرحمت کی اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ دو اسکوروز ایک دومرتبہ پڑھ لیا کرو چنانچہ گھر کی سب مستورات کو اُس کتاب کے سننے کا اشتیاق پیدا ہوا اور میں سنانے لگا پھر تو یہ ہوا کہ روزانہ اُس کتاب کو پڑھنا اور سب کو سنانا پڑتا تھا۔ میری چچی صاحبہ کی لڑکیاں قرآن شریف پڑھتی تھیں ایک روز چچی صاحبہ نے کہا کہ میری لڑکیاں بڑی ہو گئی ہیں اب باہر کے آدمی سے پڑھوانا مناسب نہیں معلوم ہوتا تم گھر کے لڑکے ہو قرآن شریف پڑھا دیا کرو۔ میں پڑھانے لگا اُن کی ایک لڑکی جس کو سب ”پیاری“ کہتے تھے تیسرا بار پڑھتی تھی وہ میرا بے شعوری کا زمانہ تھا مگر مجھے اُسکو کلام نجد پڑھانے میں خاص لطف آتا اور یہی دل چاہتا تھا کہ

یہ قرآن شریف پڑھے جائے اور میں سُنے جاؤں۔ اور یہ چاہتی تھی کہ یہ دن بھر اُس کتاب کو (جو حضرت اقدس سے عطا ہوئی تھی) پڑھے اور میں سنوں۔ غرض شریف کے ختم ہونے پر کچھ دنوں میں نے یہاں قیام کیا بعد ازاں اپنے موضع بڑا گاؤں کو چلا گیا۔ وہاں پہونچکر دو ایک روز کے معلوم ہوا کہ میری حقیقی ہمشیر کی شادی عنقریب ہونے والی ہے اور اُس میں تمام اعزہ جمع ہوں گے۔ چنانچہ اُس تقریب میں میرے چچا صاحب آئے، چچی صاحبہ آئیں اور اُن کی سب لڑکیاں بھی آئیں۔ بعد ختم تقریب سب نے قصد روانگی کیا تو چچی صاحبہ کو اور اُن کی لڑکیوں کو میرے والدین نے روکا۔ چچی صاحبہ نے کہا میں تو نہیں رہ سکتی مگر لڑکیوں کو اس شرط سے چھوڑ سکتی ہوں کہ حافظ عبدالکریم قرآن شریف پڑھا دیا کریں (حافظ پیاری صاحب کا نام عبدالکریم ہے) میری والدہ نے کہا کہ وہ تمہارا ہی لڑکا ہے بسر و چشم کلام مجید پڑھائے گا۔ چنانچہ اُن کی والدہ لڑکیوں کو چھوڑ کر چلی گئیں اور میں نے نہایت جانفشانی سے کلام مجید پڑھایا اور بہت جلد ختم کر دیا۔ مگر روزانہ آتشِ محبت سینہ میں مشتعل ہوتی گئی۔ اور یہی دل چاہتا تھا کہ وہ پیاری کی دلفریب صورت نگاہوں کے سامنے رہے اور میں قرآن شریف پڑھاتا رہوں۔

میری سرگرمی کی وجہ سے اس خواندگی کی شہرت بھی بہت ہو گئی لیکن کسی نے لحاظ کی وجہ سے یہاں کچھ نہ کہا مخفی طریقہ سے اُس لڑکی کے والدین کو اس حالت کی خبر دی۔ چنانچہ ایک روز یکایک کہاں سواری لیکر آہونچے۔ آہ وہ وقت بھی عجیب مصیبت کا وقت تھا جو قلوبِ دردِ محبت سے آشنا ہیں وہ انداز کر سکتے ہیں کہ معشوق کو نصرت کرنے کا وقت کس قدر سوہان روح اور مصیبت کا ہوتا ہے میری جو حالت تھی خدا ہی خوب جانتا ہے مگر اُس لڑکی کی حالت بھی نہایت خراب ہونے لگی تمام مستورات ہم دونوں کی حالت دیکھ کر خوش ہو گئیں چلتے وقت اُس لڑکی نے مجھے کہا کہ بھائی آپ دیوہ شریف کسبِ یں گے میں نے نہایت بیقراری کے عالم میں جواب دیا کہ تمہارے جانے کے بعد میں بھی آتا ہوں۔ چنانچہ سادہ مٹو میں قیام کر کے دوسرے دن زنانہ سواریاں دیوہ شریف میں پہونچ گئیں اور میں بھی اُسی روز شام کے وقت اُن کے مکان پر پہونچا میری اور اُس لڑکی کی یہ بات طے ہو چکی تھی کہ قرآن شریف ختم ہونے کا تذکرہ اپنی والدہ سے نہ کرنا بلکہ یہ کہہ دینا کہ ابھی کچھ باقی ہے اُس لڑکی نے اپنی والدہ سے یہی کہا اُس کی والدہ نے کہا کہ اب بقیہ کلام مجید کیسے ختم ہو۔ میں نے کہا میں روز بڑا گاؤں سے آکر پڑھا جا کر ونگا۔ چچی صاحبہ نے کہا اتنی مسافت روزانہ طے کرنے پر لوگ کیا کہیں گے۔ میں نے کہا لوگوں سے کیا مطلب ولوں اور نیتوں کا دیکھنے والا خداوند عالم ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا میں کیا کہوں صرف لوگوں کا خیال ہے۔

میں روزانہ بعد نماز مغرب بڑے گاؤں سے چلتا تھا اور آٹھ نو بجے شب تک دیوہ شریف میں آجاتا تھا اور یہاں قرآن شریف پڑھاتا تھا اور کچھ رات رہے یہاں سے چل دیتا تھا۔ صبح کی نماز بڑا گاؤں میں جا کر ادا کرتا تھا و وڈھائی سال تک یہی انداز رہا اب دیوہ شریف کے باشندوں میں بھی چہ میگو بیان ہونے لگیں اور لوگوں نے اُس لڑکی کے والدہ سے کہا کہ حافظ عبدالکریم کے روزانہ تمہارے مکان پر آنے کی کیا وجہ ہے۔ ایسی بھی کیا عزت داری! اُس لڑکی کے والدین است جاگیر آباد میں ملازم تھے وہاں سے آئے اور اگر اُنھوں نے اپنے مکان میں نہایت تہدید اور فحاشی کی کہ وہ ہمارے مکان پر ہرگز نہ آنے پائے اُس روز میں حسبِ عادت



شب کے وقت پہونچا تو اُس لڑکی کی والدہ نے مجھ کو گھر میں آنے سے روکا۔ وہ لڑکی ایک کتاب دینے کے بہانے سے دروازہ پر میرے پاس آئی اور مجھے کہا کہ سب کا خیال ہو کہ اس مکان کے بالا خانہ پر جن رہتے ہیں اب تم مجھ کو دیکھنا چاہتے ہو تو شب کو بھیس بدل کر اور چن بنگر آؤ۔ لیکن اگر خبر ہو گئی تو دشمنوں کی جان پر آسنے کی مین نے کہا اس کا کچھ غم نہیں مین سب انتظام کر کے دو تین روز مین آتا ہوں۔ اتنے مین چچی صاحبہ نے اُس لڑکی پر بھی غلطی کا اظہار کیا اور اُس کو بلالیا۔ مین نہایت پریشانی و بدحواسی کے عالم مین وہاں سے رخصت ہوا آہ۔ ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتیم مین اُس مکان کے بالا خانہ پر جنات کے رہنے کی شہرت پہلے بھی سُن چکا تھا مگر یہ ترکیب اُس کرشمہ حُسن نے حضرت عشق کی مدد سے ایسی بتائی جس دانائی و حکمت اور فہم و فراست پر مین دل ہی دل مین آفرین کہتا تھا اور ہر مین مو سے اسکی داد دیتا تھا۔ مین نے دل مین ٹھان لی کہ مین جن ضرور بنوں گا خواہ وہ سچے مَیج کے جنات مجھے مار ہی کیوں نہ ڈالیں اور گھروالے مجھے کتنا ہی ذلیل کیوں نہ کریں آہ وہ وقت بھی عجیب وقت تھا جب دل نے مجبور کیا تھا کہ اُسی سران کی تعمیل فرض مین ہے جو بارگاہِ حُسن سے صادر ہو مین پہلے اپنے مکان پر بڑا گائون مین گیا اور مکان سے کچھ روپیہ لیکر لکھنؤ پہونچا اور جن بٹے کے لیے سلمان خریدنے لگا۔ مختلف قسم کے عطر اور اگر وغیرہ کی تیان۔ شیرینی۔ کونلے۔ اور دیاسلانیان اور دو دو ہاتھ کی لابی موٹی موٹی سات آٹھ سلاخیں لوہے کی بنوائیں دیہ اس لیے کہ دیوار مین گاڑ کر آسانی سے اُن کے ذریعہ سے کوٹھے پر چڑھ جاؤں) ایک پورا تھان کپڑے کا خرید کیا جس مین یہ سب چیز مین باندھ لیں اور دیوہ شریف پہونچا مگر مین وہی تھان باندھ لیا اور اُسی مین نیچے کی طرف سب سامان رکھ لیا کہ اوپر جا کر کھینچ لوں گا۔ اور اُن سلاخوں کے ذریعہ سے اوپر پہونچ گیا۔ اُس وقت جو قلب کی حالت تھی اور جوشنی خیز کیفیت تھی وہ لفظوں مین بیان نہیں ہو سکتی آہ۔

طریق عشق مین کوئی نہیں جو آبرو رکھے خداوند اُسی کی پست رہے گی جس کی تور کھے مین نے اوپر پہونچ کر کسی جگہ اگر کی تھی اور لوہان وغیرہ سلگا یا کہ مین چراغ روشن کر دیا کہ مین عطر اور گلاب چھڑک دیا۔ غرض کہ تمام چھت خوشبو سے مہک گئی اُس وقت خود بخود دل مین آیا کہ اگر زینہ سے اس مکان مین اترے تو کوئی جن نہ سمجھے گا۔ چھت پر سے کود پڑنا چاہیے یہ خیال آئے ہی مین کو ٹھہرے سے لا الہ کہ مگر کو دپڑا (وہ لڑکی تو واقعت ہی تھی) اور سب گھر کی آنکھیں کھل گئیں اور جب قدر مستورات تھیں سب حواس باختہ ہو گئیں اور نہایت بیتابی کے عالم مین اُنھوں نے کہنا شروع کیا۔ یا حاجی صاحب۔ یا خواجہ صاحب یا شاہ منع صاحب۔ یا شاہ عبدالرزاق بانسوی ہماری مدد کرو۔ اُس لڑکی کی والدہ نے خون و دہشت کی وجہ سے چراغ بھی گل کر دیا کہ جن کی بھیانک صورت سے بچنے نہ ڈر جائیں مین والا مین پہونچ گیا اور مین نے کہنا کہ چراغ جلاؤ اور ہماری صورت دیکھو تم روز کہا کرتی تھیں کہ ہم نے جن کی صورت نہیں دیکھی اور خوشامد کہ مین کہ ہم صورت دیکھنا نہیں چاہتے براے خدا ہم ہر دم کیجیے مین نے کہا تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم اس وجہ سے آئے ہیں ہمارے آنے کی دراصل یہ وجہ ہے کہ وہ حافظ جو بڑا گائون سے آتا تھا اور اُس سے یہ لڑکی قرآن شریف پڑھاتی تھی جو ہم بھی سنا کرتے تھے۔ اب کیا وجہ ہو کہ تین دن سے قرآن خوانی نہیں ہوتی اس پر مستورات کہنے لگیں کہ

حافظ کو ہم نے اپنے پرانے کی لاج کی وجہ سے روک دیا ہو اگر آپ قرآن سننا چاہتے ہیں تو جہالت کے لیے حکم دین یہ لڑکی اسی وقت تلاوت کیا کرے میں نے کہا کہ مجھ کو قرآن شریف سننے سے مطلب ہو حافظ سے غرض نہیں میں شب کو روز آؤنگا یہ قرآن سنائے ہم دو بھائی ہیں اور دونوں مدت سے یہاں رہتے ہیں۔ انھوں نے یہ بات منظور کر لی اور میں روزانہ اسی طریقہ سے خوشبو کی چیزیں چھت پر لگا کر اور بچے کو دھڑاتا تھا۔ مگر اوپر زمین ہی کی طرف سے چڑھتا تھا اس واقعہ کی تمام ہستی میں شہرت ہو گئی اور حضور انور کی خدمت عالی میں بھی عرض کیا گیا آپ نے فرمایا ”ہاں ہاں پڑھا جن سے پڑھا جن ہے“ حضور کے ان لفظوں کو کوئی نہ سمجھا اور سب کو یہی خیال استحکم رہا کہ جن ہے تقریباً اسی طرح جن بکر میری آمد و رفت رہی اور درمیان میں اکثر پہلے کی طرح یعنی حافظ عبد الکریم کی صورت میں بھی وہاں کے طریقہ پر آیا جب اس طرح آتا تھا تو پہلے سے گھر والوں سے جن بکر کہہ دیا کرتا تھا کہ اب فلاں فلاں مقام پر عرس ہے ہم وہاں جائیں گے اور کچھ دنوں نہ آسکیں گے۔

چنانچہ اسی مہانداری کے زمانہ میں اُس لڑکی کی والدہ نے اس خیال سے کہ یہ محبت پاک ہے اور قابل اطمینان ہے کہ نہیں یہ قصد کیا کہ حضور پر نور میرے مکان پر تشریف لائیں اور اس کے متعلق کوئی اشارہ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں تو خدا شہ رفع ہو جائے۔ اس سبب سے اُسکی والدہ نے مجھے کہا کہ سرکار میں حاضر ہو کر عرض کرو اگر تشریف لائیں تو سب زیارت کر لیں۔

میں عرصہ سے شرمندہ محبت تھا خوف کی وجہ سے حاضری کی نوبت نہیں آتی تھی راستہ گلی میں جب حضور کو دیکھتا تو نیچی نگاہ کر کے ادب سے سلام کر لیتا اور قدمبوس ہو جاتا کرتا تھا۔ اور حضور پر نور میری طرف غلط انداز سے دیکھتے اور تبسم فرماتے ہوئے اس قدر ارشاد فرماتے تھے کہ وہ حافظ حافظ تم خطیب کے ہاں ٹھہرے ہو ایک خون ایک جگر کا معاملہ ہے، اُس لڑکی کے دادا کا نام لیکر فرماتے تھے اُس لڑکی کی والدہ کے اصرار سے میں حضور میں حاضر ہوا اور پیام عرض کیا حضور انور نے فرمایا اچھا اچھا یہ کہو چلیں گے، میں نے اگر اطلاع دیدی سب مستورات نے بل جل کر مکان کی صفائی وغیرہ شروع کر دی اور حضور انور کے لئے نشست کی جگہ کو آراستہ کیا۔ یہ پہر کو میں حضور میں حاضر ہوا آپ تشریف لائے اور بستر پر استراحت فرمائی میری چچی صاحبہ اور اُن کی لڑکیاں ہاتھ پاؤں دبانے لگیں اور نکھانچنے لگیں۔ میں اس وقت تھوڑے سے فاصلہ پر دیوار سے سہارا لگائے دم بخود بیٹھا ہوا تھا میرے قلب کی حالت اس وقت بہت نازک تھی اور بے اختیار رقت طاری ہو رہی تھی اس وقت حضور انور نے کئی مرتبہ دریافت فرمایا کہ وہ حافظ کہاں گیا حافظ کہاں گیا، اُس لڑکی کی والدہ نے اشارہ سے بتایا کہ وہ بیٹھے ہیں۔ اتنے میں اُس لڑکی نے کہا کہ بھائی تم بھی آکر حضور کے پاؤں دباؤ یہ سنکر ڈرنے ڈسنے میں قدموں کے قریب پہنچا میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت مجھ پر کیا عالم بخودی طاری تھا اور کس قدر رقت کے ساتھ محویت کا غلبہ تھا کہ باوجود اپنے مقدور بھر ضبط کی کوشش کرنے کے از خود فٹکی میں اُس لڑکی کی اور میری یہ حالت ہو گئی کہ میں اُسکے پاؤں دبار ہا تھا اور وہ میرے پاؤں دبار ہی تھی اور حضور پر نور زیر لب تبسم فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضور انور نے اُس لڑکی کی والدہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

دوہم نے بہت سیر کی ہے اور تمام ملکوں میں پھرے ہیں ایک مقام پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ ایک شخص کسی لڑکی پر عاشق ہے مگر اسکا عزیز ہے لوگوں نے اسکی حالت دیکھ کر بدنامی کا خیال کیا اور اسے آنے جانے کی ممانعت کرنے کے لیے مشورہ کرنے لگے یہ بات طے پائی کہ یہ کسی کے کہنے سننے سے نہیں مانے گا جس کا یہ عاشق ہے اگر وہ لڑکی خود کہدے کہ تم میرے پاس نہ آیا کرو ان جائیگا اس کے عزیزوں نے اس لڑکی کو سمجھا یا اور مجبور کیا کہ اس سے خود کہے جیسے ہی وہ آیا اور اسے کہا اس عاشق نے جواب دیا کہ سچ کہتی ہو میں نہ آؤں تین مرتبہ اسے تکرار کی اور اسے جواب دیا کہ ہاں نہ آؤ۔ جیسے ہی تیسری مرتبہ آنے کو کہا عاشق کی روح قالب سے پرواز کر گئی اپنے عاشق کی یہ حالت دیکھ کر وہ لڑکی بھی جان بحق تسلیم ہو گئی یہ فرما کر حضور انور نے فرمایا دو سئو سنو پاک عشق میں خدا مدد کرتا ہے اگر ہزار کیجائی ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا یہ فرماتے ہوئے آپ اٹھ بیٹھے اور اس لڑکی کی پشت پر اور میری پشت پر ایک ایک گھونسار سید کیا۔ اس واقعہ کے بعد سے میری چچی صاحبہ کی بدگمانی جاتی رہی۔ اور وہ میری خاطر کرنے لگیں مگر میری مدد و نصرت کی شہرت عام تھی اور جیسا دنیا کا قاعدہ ہے لوگ طرح طرح کے الزامات سے متہم کرتے تھے اور میں حسب دستور یہاں سے بعد ہائی بڑا گانوں گیا اور وہاں سے جن بنگر پہلے کی طرح روزانہ شب کو آنے جانے لگا میں نے ایک روز اسی جگہ فی شکل میں اس لڑکی سے کہا کہ میں لکھنؤ جاتا ہوں جن بے کاسمان لانا ہی تمہیں جو منگنا ہو بنا دو لیتا آؤں گا۔ اس نے ایک عقیق البحر کی تسبیح کے لیے کہا۔ میرا خیال تھا کہ اس وقت سب کھرسور ہا ہے مگر حقیقت میری چچی صاحبہ بیدار تھیں اور وہ چپکے چپکے میری باتیں سن رہی تھیں انھوں نے میری گفتگو کا یہ مطلب سمجھا جو مجھ کو بعد کو معلوم ہوا کہ حافظ نے میرے یہاں کے جنات کو غل وغیرہ پڑھ کر اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اور جن بنگران کی مدد سے آتا ہو مگر جنات کا خیال دل سے دور نہوا۔ لیکن اسکا پورا تھین ہو گیا کہ یہ ضرور حافظ ہے مگر انھوں نے کبھی مجھ سے یہ خیال ظاہر نہیں کیا۔ میں بدستور جن بنگر آتا جاتا رہا اور تین چار ماہ کے بعد وہاں بنگر گیا تو چچی صاحبہ نے میری اسی لڑکی کو مجھ سے پردہ کر لیا اور سب لڑکیاں میرے سامنے آئیں اس وقت مجھ کو بیت پریشانی ہوئی مجھ کو بیٹھے ہوئے دس پندرہ منٹ کا عرصہ گزرا ہو گا کہ وہ لڑکی دفعہ پردہ سے باہر نکل آئی۔ اور جہاں میں بیٹھا تھا وہیں آکر کھڑی ہو گئی اسکی بڑی ہمشیرہ نے کہا کہ اتاجان نے تمکو باہر آنے سے منع کیا تھا پھر کیوں باہر آئیں اسے جواب دیا کہ اتاجان کی یہ بات خلاف عقل ہے حافظ میرے رشتہ میں بھائی ہیں اور مجھ کو قرآن شریف بھی پڑھایا ہے اور تمام بستی جانتی ہے کہ ان سے پردہ نہیں ہے پھر اس پردہ میں میری بدنامی ہے کہ نہیں۔ آخر پردہ کی وجہ کیا ہی یہ شکر سب مستورات دم بخود رہ گئیں مگر میں بہت پریشان ہوا اور میری طبیعت الجھ گئی۔ میں اسی وقت رخصت ہوا اس لڑکی کی والدہ نے بہت روکا مگر میں نہیں ٹھہرا اور اسی واقعہ کے خیال میں چل دیا۔ طرح طرح کے منصوبے دل میں پیدا ہوتے تھے کہ آج جن بنگر خوب ان سب کو درست کرنا چاہیے بدجواسی کے عالم میں قدم نہیں اٹھتے تھے میں راستہ سے پھر بیٹھا اور دیوہ شریف کو واپس آیا۔ اور اس مکان پر پہونچا جب اندر گیا تو ایک ستائے کا عالم تھا۔ وہ لڑکی نہایت پریشان بیٹھی ہوئی تھی میں نے اس کی بہنوں سے سبب دریافت کیا تو انھوں نے بیان کیا کہ آپ کے جانے بعد اتاجان نے

پردہ سے باہر آنے کے جرم میں ان کو خوب مارا ہے۔ مگر یہ اب بھی کہتی ہے کہ میں اُن سے پردہ نہیں کروں گی۔ اس واقعہ سے مجھ کو اور بھی وحشت ہو گئی اور میں چلا آیا۔ جب رات ہوئی تو حسب دستور میں جن بنکر کوٹھے پر گیا اور اُسی طرح کو دہڑا اُن کی والدہ کو سخت تعجب ہوا کہ کل تو یہ کہہ گئے تھے کہ ہم اجمیر شریف جاتے ہیں۔ آج کیسے آگئے ہیں نے پہلا سوال یہ کیا کہ تم نے اپنی لڑکی کا حافظہ سے پردہ کیوں کرایا۔ اور جب وہ چلا گیا تو لڑکی کو کیوں مارا ہم کو اسکی خبر ہو گئی اور ہم اسی وجہ سے واپس آئے ہیں۔ ہم بیشک حافظہ کے قبضہ میں ہیں اب تمہارے ہاں حافظہ کبھی نہیں آئیگا۔ بلکہ تمہاری حرکت سے بہت رنج ہوا حافظہ جو مدت ہم سے لیگا ہم اسکی بجا آوری کے لیے تیار ہیں۔ یہ سنکر سب متوحش ہو گئیں اور خوشامد سے خطامعات کرانے لگیں مگر جن صاحب اپنی ہی بات پر قائم رہے۔ دوسرے روز میں پھر وہاں بنکر آیا اور اپنے دوسرے چچا صاحب کے مکان پر مقیم ہوا جو اُس مکان سے متصل تھا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا میرے آنے کی خبر جب اُس لڑکی کی والدہ کو ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ ہمارے ہاں نہیں آیا اور دوسری جگہ ٹھہرا ہو تو جنات کی خلقی کے خیال سے اُنہیں اور وحشت ہوئی کہ کہیں نئی مصیبت نہ نازل ہو دیکھے جنات ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اُنہوں نے اس خوف کی وجہ سے کئی مرتبہ اپنی ماماؤں کو بھیجا کہ جس طرح ہو سکے محکومے آئیں مگر میں نہیں گیا جب روزہ کھولنے کا وقت ہوا تو افطاری اُس مکان سے بھی آئی جہاں میں ٹھہرا تھا اور اُس لڑکی کی والدہ نے بھی بھیجی ہیں نے اس خیال سے کہ چچی صاحبہ کے ہاں کی افطاری میں وہ ہاتھ لگے ہوں گے وہی افطاری کھائی اور اس افطاری میں سے جو جائے قیام سے آئی تھی اُٹھا کر جتنی کھائی تھی اُس میں شامل کر دی تاکہ اُس لڑکی کی والدہ کو بھی علم ہو کہ ہمارے ہاں کی افطاری نہیں کھائی ہے ہوا کہ جب چچی صاحبہ نے اپنے سب برتنوں میں بدستور افطاری دیکھی تو وہ اور متوحش ہوئیں کہ میرے یہاں کی افطاری بھی واپس کر دی بالکل نہیں کھائی جب شب کو سب تراویح میں چلے گئے اور میں تنہا رہ گیا تو پھر چچی صاحبہ کے یہاں سے کھانے کے لیے ماماؤں بلانے آئیں مگر میں نے انکار کر دیا بالآخر خود آکر پکڑے گئیں اور اپنے گھر لجا کر اُس لڑکی کے قریب بٹھا دیا اور کہا کہ ان کو کھانا کھلاؤ وہ لڑکی کھانا لائی میں کھانا کھانے لگا دفعۃً اُن کی والدہ کے حواس بگڑنے لگے اور خود بخود انتشار کے باعث یا خدا جانے کیوں اُنکی مجنونانہ حالت ہو گئی اور وہ اپنے گھر میں سب کو مارنے لگیں مگر مجھے اور اُس لڑکی سے کچھ نہیں کہا۔ اور خود بخود کھوپڑی میں گرنے کے لیے چلنے لگیں سب نے اُن کو پکڑ لیا یہ حالت اُن کی بڑھتی رہی اور ۱۲ بجے شب تک قائم رہی وہ لڑکی بھی اس حالت کو دیکھ کر بہت پریشان ہوئی اور مجھے کہنے لگی کہ حافظہ بھائی تمہنے تو کچھ نہیں کر دیا۔ میں نے کہا تم اطمینان رکھو میں نے کچھ نہیں کیا شاید ان کی حرارت قلب سے ایسا ہوا ہے یہ کہہ میں باہر چلا آیا تو پڑی دیر کے بعد میری چچی صاحبہ کی بڑی لڑکی نے مجھ کو بلا کر کہا کہ ایک خط لکھو تاکہ ملازم کے ہاتھ بھیج کر جہانگیر آباد سے والد صاحب کو بلا لیا جائے میں نے کہا اچھا اور یہ کہہ کر باہر چلا آیا۔ باہر جا کر میں نے خط تو لکھ دیا مگر یہ خیال کیا کہ اگر یہ آدمی گیا تو وہ فوراً آجائیں گے اور اُن کے آنے پر نہیں معلوم کیا واقعہ پیش آئے اس لیے پہلے اس آدمی سے دریافت کرنا چاہیے کہ اسکا کیا خیال ہے اُس ملازم کا جو باہر کے کاروبار کے لیے تھا عظمت نام تھا۔ میں نے اسے علیحدہ لیجا کر اُس سے کہا کہ عظمت تم بھی کچھ جانتے ہو کہ یہ کیا معاملہ ہے



اور کیون ایسا ہوا اُس نے کہا مجھ کو سب معلوم ہے میں نے کہا کیا معلوم ہے اُس نے جواب دیا کہ آپ کی ناراضی کی وجہ سے یہ سب حالت ہو رہی ہے جب تک وہ لوگ آپ کو خوش نہ کریں گے اسی آفت میں رہیں گے کیونکہ آپ کے قبضہ میں جن میں وہی ان لوگوں کو پریشان کیے ہوئے ہیں۔ میں دل ہی دل میں بہت خوش ہوا کہ خدا کا شکر ہے یہ بھی جنات کا قائل ہے میں نے اُس سے کہا آج شام سے میں جنات کو سمجھا رہا ہوں مگر وہ میری ایک نہیں سنتے اُس نے کہا خدا خیر کرے ان لوگوں سے سخت غلطی ہوئی ہے۔ میں نے کہا عظمت مجھے تمہارا بہت خیال ہے اور مجھے خوف ہے کہ مبادا تم خط لیکر جاؤ تو میرے بھی وہ کوئی وار کریں اُس نے کہا کہ اگر لاکھ روپیہ کالاچ بھی دین تو میں نہ جاؤنگا میں نے کہا کہ اگر ایسا کرو گے تو تمہاری ملازمت جاتی رہے گی۔ اُس نے کہا اسکی مجھے کچھ پروا نہیں جان ہے تو جہاں ہے میں نے کہا میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں تم اسپر عمل کرو تو ملازمت بھی نہ جاؤنگی اور جانے سے بھی بچ جاؤ گے۔ وہ ہاتھ جوڑ لگا اور کہنے لگا اور کہ جلدی فرمائیے میں نے کہا تم ڈیوڑھی پر جا کر خط مانگ لو اور مکان کے پیچھے اُس خط کو لیکر خود بخود گر پڑو اور لوٹنے چلانے لگو بس سب کو معلوم ہو جائیگا کہ خط لیکر جاتا اسپر چن مسلط ہو گئے اگر سچ چج جنات نے تم کو آدیا تو بڑی مشکل ہوگی کیونکہ وہ غیظ و غضب کی حالت میں ہیں۔ میں اس طرح کرنے سے وہ تمہیں خود مجبور سمجھیں گے اور الگ رہیں گے اُس نے کہا میں ابھی تعمیل حکم کرتا ہوں خدا کے لیے مجھ کو بچائیے وہ فوراً ڈیوڑھی پر گیا اور خط لیکر روانہ ہو گیا تھوڑی دور چلکر اُس نے لکڑی اور لاٹھی سب پھینک دی اور بدحواسی سے زمین پر سرخ بسل کی طرح تر پنے لگا۔ اسوقت میں چادر اور سے ہوئے لیٹا تھا بارہ بجے شب کا وقت ہو گا۔ ایک میراثی ہمسایہ میں رہتا تھا وہ اُس کے شور و غل سے چونک پڑا اور اُس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ میان عظمت لوٹ رہے ہیں۔ اُس نے عظمت سے پوچھا کیسی طبیعت ہے تو عظمت نے اُٹھ کر ایک طمانچہ مارا۔ وہ میراثی بھی پریشان ہو کر بھاگا اور اُس مکان پر پہونچ کر آواز دینے لگا اُس مکان میں ایک عزیز اسوقت آگئے تھے جو میری چچی صاحبہ کے دیور ہوتے تھے وہ اُنکی طبیعت سننے کے لیے تدبیر بن کر رہے تھے۔ وہ باہر نکل آئے اور دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے اُس نے کہا کہ عظمت کو جانے کیا ہو گیا ہے وہ عظمت کے قریب پہونچ کر اُسکی حالت دیکھنے لگے اور کہنے لگے اب کیا ہے ایک آدمی تھا اُنکی بھی یہ حالت ہو گئی۔ اندر مستورات کا الگ خراب حال ہے یہ حافظ جو چاہے کرے اسی نے سب گھر کو پریشان کر رکھا ہے یہ کہتے ہوئے میرے ہانگ کے قریب آئے اور مجھ کو اُٹھا کر کہنے لگے بھائی خطا معاف کرو تم کیا کوئی خون کراؤ گے کیا مستورات بے پردہ ہو جائیں گی جب خوش ہو گے میں نے کہا میں نے کیا کیا اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ سب آفت تمہارے ہی باعث آرہی ہے میری اُن کی گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنے میں عظمت نے ڈیوڑھی پر اگر آواز دی کہ دیکھو تم نے حافظ جی کے خلاف کوئی بات کی تو نتیجہ اچھا نہ ہو گا میری چچی صاحبہ جو مغبوط الحواس ہو رہی تھیں کہنے لگیں کہ میں ہرگز خلاف نہ کرونگی سو وہ کہیں گے وہی کرونگی۔ اسوقت وہ کچھ سہولیت میں آگئی تھیں صبح کو میں بڑا گاؤں جانے کے لیے آمادہ ہوا اور ایک صاحب جو میرے رشتہ کے چچا تھے اور اُن کے خاص عزیز تھے وہ میرے ساتھ چلے راستہ میں مجھے اور اُن سے بہت باتیں ہوئیں اُنھوں نے ظاہر کیا کہ جہاں آباد جاتا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو۔

میں جنات اور حافظ دست لگین کے ٹکی کے ہیں گیا کی گے بن صہ ہں نہہ ور لگا تات ی یایا ہر غہ اتو نے لیے ہے

یہ واقعہ جو رات کو میرے سامنے پیش آیا ہے اسکا اُن سے ذکر کروں گا اور اس بات کا اُن پر زور دوں گا کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی تمھارے ساتھ کر دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو رسوائی کے سوا کسی کا خون بھی ہو جائیگا میں اُن کے ساتھ چلا گیا وہاں پہونچ کر اُنھوں نے اُس لڑکی کے والد صاحب سے شرب کا تمام واقعہ بیان کیا اور کہا کہ حافظ کے قبضہ میں دو جن ہیں غرض کہ اُنھوں نے نہایت تفصیل سے سب سرگزشت بیان کی۔ اُس لڑکی کے والد کو طیش آگیا اور اُنھوں نے جواب دیا کہ کچھ ہو جائے ہم ہرگز شادی نہ کریں گے۔ اور نہایت برہمی کی حالت میں میرے قریب آئے اور مجھے کہنے لگے کہ دو جن تم نے اپنے قبضہ میں کیا کر لیے ہیں کہ خدائی پر قبضہ ہو گیا۔ تمام گھر کورات سے پریشان کر رکھا ہے اب ہم اسی وقت جاتے ہیں دیکھیں جن ہمارا کیا کرتے ہیں۔ میں نے نہایت بے پردائی سے جواب دیا کہ وہاں جانے کی کیا ضرورت ہو جن تو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں ابھی تماشہ دیکھ لیجئے یہ بیساختہ جواب سنکر میان عبدالرؤف صاحب بہت گھبرائے اور کہنے لگے کیا یہاں بھی آبرو کے خواہاں ہو۔ میں نے کہا آپ خود ہی اُن کے مقابلہ کا ارادہ کرتے ہیں وہ اس وقت میرے ہمراہ ہیں اور تیار ہیں اُنھوں نے جواب دیا کہ خدا کے لیے معاف رکھو اور تیسرے دن مجھے بلنا اس وقت میں تم سے کچھ باتیں کروں گا۔ اب میں جہانگیر آباد سے بڑا گاؤں گیا اور تیسرے دن پھر اُن کے پاس جہانگیر آباد آیا۔ یہاں بہت لوگ جہان تھے جو اُن کے رشتہ دار تھے مگر مجھے کسی نے کوئی بات نہیں کی میں کھانا کھا کر یہاں سے بڑا گاؤں واپس چل دیا میرے ساتھ اُس لڑکی کے چھو بچا ہو گئے۔ جہانگیر آباد سے تھوڑی دور چل کر مجھے کہنے لگے کہ بڑے افسوس کی بات ہے تمھاری وجہ سے ایک خون ہو گا یہ سنکر مجھے وحشت ہوئی میں نے کہا خون کیسا اُنھوں نے جواب دیا کہ اُس لڑکی کے والد اور چچا کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم دونوں طالب و مطلوب ہو اور شریف آدمیوں نے ایسے واقعات سے زیادہ کون سی بات قابل شرم ہوگی اسی وجہ سے اُنھوں نے عزیزوں کو جمع کیا تھا۔ یہ مشورہ ہوا ہے کہ اُس لڑکی کو مار ڈالنا چاہیئے ابھی وہ دونوں بھائی دیوہ شریف گئے ہیں۔ اور ایسا کریں گے۔ میں اس خبر سے بے حد پریشان و بدحواس ہو گیا وہ کہنے لگے اب تم کو بھی اپنی جان دیدینا چاہیئے تم ایسی حالت میں زندہ رہ کر کیا کرو گے یہ سنکر میں نے کہا اب میں بڑا گاؤں نہ جاؤں گا دیوہ شریف جاتا ہوں اور اُن سے راستہ ہی سے رخصت ہوا۔ راہ میں طرح طرح کے خیالات دل میں پیدا ہوتے تھے مگر دل میں یہی خیال جا ہوا تھا کہ اب زندگی بیکار ہے۔ تنکو بھی جان دینی چاہیئے اور اُنھیں کے مکان میں جو کنواں ہے اُس میں گر کر جان دو۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو گئی میں دیوہ شریف پہونچا اور اُن کے مکان پر گیا تو بالکل سناٹا تھا کسی کی آواز نہیں آتی تھی دروازہ بند تھا وہ سب پہر کا وقت ہو گا اس سناٹے سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ ان لوگوں نے ضرور اُسکو مار ڈالا کئی چکر میں نے اُس مکان کے لگائے مگر نہ کھڑکی کھلی نہ دروازہ کھلا اس وقت کے انتشار قلبی کا ذکر لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتا۔ میں اسی بدحواسی کے عالم میں شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین شاہ منعم کے ہاں گیا اور میں نے کہا مجھے گرمی بہت معلوم ہوتی ہے اُنھوں نے فرمایا کہ غسل کر لو اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ مجھے غسل کرائے اسکے بعد میرے جسم میں عطر لگایا۔ یہاں سے اُنھوں نے سید معروف شاہ صاحب وارثی کے مکان پر گیا اُس نے وکر میں پھر اسی مکان کی طرف چلا رمضان شریف کے دن تھے اور میں روزہ سے تھا اور اب مغرب کا وقت بھی بالکل قریب تھا

جس وقت اُس مکان پر پہنچا دروازہ کھل گیا تھا میں لا الہ کھڑے مکان کے اندر چلا گیا اور سر کے بجل کٹوین میں گر پڑا مگر خدا کی قدرت کہ کٹوین کے اندر جب پہنچا ہوں تو سیدھا کھڑا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے مجھ کو سنبھال لیا مگر دونوں ہاتھوں میں سخت چوٹ آئی ایک ہاتھ کی ہڈی باہر نکل آئی دوسرے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی یہ ہاتھ اب بھی ٹیڑھا ہے اور سیدھا نہیں ہوتا اُس لڑکی کی والدہ نے جو مجھ کو گرتے دیکھا تو فوراً شور و غل مچایا ہمسائے کے لوگ جمع ہو گئے اور سب گھر والوں نے اور اعزہ نے اُس لڑکی کو ایک کوٹھری میں بند کر کے قفل لگا دیا اور کٹوین میں اینٹیں اور پتھر بربسا شروع کر دیے ایک عام شور و غل ہو گیا اور سید معروف شاہ صاحب واری کو بھی اطلاع ہوئی وہ مع دیگر معززین دیوبند شریف میری اعانت کے لیے آئے اور اُس لڑکی کی والدہ پر اظہار ناراضی کیا بہت کچھ بُرا بھلا کہا اور سید معروف شاہ صاحب قبلہ نے کٹوین کے قریب آکر آواز دی کہ حافظ زندہ ہو تو بولو اور بھی مختلف آوازیں میرے قانون میں پہنچیں اُس کٹوین میں میرے گھنٹوں تک پانی تھا وہ لڑکی نہایت بیتابی سے اندر سے آواز دے رہی تھی کہ آج حافظ بھائی کی تم لوگوں نے جان لی خدا کے لیے دروازہ کھول دو میرے قانون میں بھی وہ آواز پہنچی اور اُس آواز سے قلب میں تقویت پیدا ہوئی اُس وقت جان میں جان آئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ زندہ ہے مگر میں نے آواز دی کہ میں زندہ ہوں مجھ کو جلدی نکالو۔

چنانچہ رستی میں کھٹولا باندھ کر کٹوین میں ڈالا گیا اور میں باہر نکلا نکلتے ہی میں نے ایک نفرہ مارا کہ دمزا ہے پیاری کا۔ اُس وقت سید معروف شاہ صاحب قبلہ مجھ کو اپنے مکان پر لے آئے دودھ اور پھنکری پلائی اور مجھے فرمایا کہ میں کہاروں کو بھلاتا ہوں وہ ٹکوپا لگی ہیں بٹھا کر بڑا گاؤں تمہارے مکان پر پہنچا دینگے میں نے کہا میں ہرگز مکان کو نہ جاؤں گا۔ اُنھوں نے فرمایا نہیں اُس لڑکی کے والد اب جہانگیر آباد سے یہاں آجائیں گے خدا جانے تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے لڑکی کا معاملہ ہے سب بستی کے لوگ اُنھیں کے ساتھ ہوں گے میں نے کہا میں نے تو جان دے ہی دی تھی اب وہ بچ گئی تو یہ میرے بس کی بات نہیں ہے میں جان سے نہیں ڈرتا اُس وقت میرے رشتہ کے چچا میان نوروز علی صاحب وہاں موجود تھے وہ مجھ کو اپنے مکان پر لے آئے اُسی روز شب کے وقت اُس لڑکی کے والد بھی آگئے میری یہ حالت تھی کہ نہ مجھ کو چوٹ کا احساس تھا نہ کسی تکلیف کا اسی خیال محبوب میں صبح ہو گئی۔ صبح کو معلوم ہوا کہ حضور انور اسی وقت دیوبند شریف تشریف لارہے ہیں اُس وقت میری یہ کیفیت تھی کہ جو حضور میں لوگ تھے میں اُن کی طرح سے خوشامد کرتا تھا کہ خدا کے لیے اگر میرے خلاف کوئی حکم دین تو کوئی شمش کرنا اور مجھے دیوبند سے نہ نکلنے دینا مگر سب قانون پر ہاتھ دھرتے تھے اور کوئی شریک حال نہ ہوتا تھا۔ مجھے اُس زمانہ میں حضور انور کا صرف اتنا اعتقاد تھا کہ یہ ایک بزرگ ہیں میرے پیر ہیں اور خالفت اسوجہ سے تھا کہ ان کے سب مطیع و فرمانبردار ہیں اگر اُنھوں نے حکم دیدیا تو مجھے دیوبند میں کوئی پھٹکنے بھی نہ دیگا۔

صبح کے آٹھ بجے ہوئے جب سید معروف شاہ صاحب مع دیگر معززین دیوبند شریف حضور کے استقبال کے لیے گئے آپ جب حضرت سیدنا قربان علی شاہ صاحب قبلہ کے مزار مبارک کے قریب آئے تو معروف شاہ صاحب اور دیگر ہمراہیوں کی طرف دیکھ کر تبسم کیا اور ارشاد فرمایا کہ وہ کیوں کیوں حافظ کٹوین میں کو دپڑا کیوں ایسا

کہا جو وہ کو دپڑا،، (خاص سید معروف شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر) ”مٹا سنا محبت ایسی تو ہو جیسی حافظ کو ہے،“ سید معروف شاہ صاحب نے سب واقعہ عرض کیا اور جانین کی کیفیت بیان کی اور حافظ کی بیٹابی کا یہ عالم تھا اُدھر وہ لڑکی تفل میں بند تھی اور بیٹاب تھی آپ نے فرمایا دو ہان بان دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دو پاک محبت ہے پاک محبت ہے مگر دنیا کے لوگ نہیں مانینگے اور انکی بنامی ہوگی حافظ عاشق ہے حافظ عاشق ہے،“ حضور انور کے یہ الفاظ سنکر لوگوں نے میری طرقداری کی باتیں شروع کر دیں جب مجھ کو حضور انور کی رائے باتوں کا علم ہوا تو میں آستانہ اقدس پر حاضر ہوا اسوقت دروازہ بند تھا میں نے دستک دی تو نور محمد شاہ نے عرض کی کہ حافظ بن آپ نے فرمایا دو حافظ مستان حافظ مستان،، اسوقت میں وہی خون آلود کپڑے پہنے ہوئے تھا جو اُس کنوین میں گرنے سے اور چوٹ آنے سے ہو گئے تھے آپ نے دروازہ کھلویا میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا آپ نے فرمایا دو حافظ حافظ ضبط نہیں ہوا کنوین میں پھاند پڑے کو نسا ہاتھ ٹوٹا کو نسا ہاتھ ٹوٹا، یہ کہتے کہتے میرے ہاتھ کو پکڑ کر ایک جھٹکا جو دیا تو ہڈی بالکل جڑ گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ دو حافظ حافظ وہ لوگ تمھارے دشمن ہو گئے ہیں اب اُن کے گھر نہ جانا، میں نے اس ارشاد کو خاموشی کے ساتھ سن تو لیا مگر دل کو ارشاد کی بجائے اُوری کے لیے حاضر نہ پایا۔ میں نے خیال کیا کہ میں ضرور جاؤ لگا مگر آپ نے پھر بھی کئی مرتبہ فرمایا کہ دو تم نہ جانا وہ لوگ مار ڈالیں گے،، میں اُسی وقت حضور سے رخصت ہو کر باہر آیا۔ عشق کا جن سر پر سوار تھا کوئی بات ذہن میں نہیں آتی تھی چنانچہ اُسی وقت بیٹا بانہ اُس مکان میں گھس گیا وہاں میری خوب مرمت ہوئی اور میں ابھی طرح سے پٹ کر باہر نکلا اب وہاں کچھ پاسبان بھی وائند ملازم رکھے گئے اور مکان پر پہرہ چوکی مقرر ہو گیا اُس لڑکی کی حفاظت بھی کچھ مستورات ہر وقت کرتی تھیں۔ میں بیٹابی کے عالم میں یہ صدا لگاتا پھرتا تھا کہ دو وارثا ترے دربار میں آیا مدد کر دیجو شاہا، ایک روز میں اُس کے مکان کے گرد یہ صدا لگا رہا تھا اور عاشقانہ اشعار پڑھ رہا تھا کہ وہ لڑکی یکا یک کوٹھے پر چڑھ آئی اُسکو بڑی ذلتوں سے کچھ عورتیں نیچے لے گئیں اور اُسی وقت مکان کے زینہ کو بالکل شکست کر دیا گیا اب یہ حالت ہو گئی کہ گلی کو چون میں پٹنے لگا اکثر لوگ آکر کہتے تھے کہ پیاری کا حکم ہی میرے نام سے سو جوتے مار دو۔ میں سر جھکا دینا تھا وہ لوگ جوتے مارتے تھے اس واقعہ کی اطلاع جب حضور انور کی خدمت عالی میں ہوئی تو آپ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ دو تم کسی کے کہنے سننے میں نہ آیا کرو نہ کسی کی بات کا اعتبار کرو جب وہ خود آکر کہے تو یقین کرو،، میں یہ ارشاد سنکر چلا آیا میں اُس مکان کے چاروں طرف چکر لگا کر صدا لگا کر جاتا تھا۔ جس سے اُس مکان کے طواف کی صورت پیدا ہو جاتا کرتی تھی۔ میں جب قدمبوس ہوتا تو حضور انور یہ اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ دو جاؤ شاہ منعم صاحب کے مزار پر صدا لگاؤ،، میں اکثر شاہ منعم صاحب کے مزار پر حاضر ہوتا اور صدا لگاتا تھا۔ اور دیوان حافظ کے مختلف اشعار پڑھتا تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں اُس مکان کے گرد صدا لگاتا ہوا پھر رہا تھا کہ اُس لڑکی کی والدہ معہ دیگر مستورات کے حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حافظ ہم لوگوں کو بدنام کرتا ہے اور لڑکی کا نام علی الاعلان لیتا ہے پٹنے فرمایا



وہ ایسا ہے تو ہم ابھی دیوہ سے نکلوا دیں گے۔ نور محمد شاہ کو حکم دیا کہ ابھی پکڑ لاؤ، نور محمد شاہ نے جب مجھے آکر سب واقعہ بیان کیا تو میں ایک چاقولیکر حضور انور کے دروازہ پر جا کر بیٹھ گیا اور ارادہ کر لیا کہ اگر اپنے نکل جانے کا حکم دیا تو آپ ہی کے سامنے اپنی جان کو ہلاک کر دوں گا۔ مجھ کو حضور انور نے اس حالت میں ملاحظہ فرمایا تو کوئی بات ایسی ارشاد نہیں فرمائی جس سے ناامید ہوتا میں اس زمانہ میں اکثر پتنگ اڑایا کرتا تھا اور اس لڑکی کے مکان میں گرا دیا کرتا تھا اور جلدی سے دوڑ کر گھر میں گھس جاتا تھا کہ ہماری پتنگ گری ہے اور دن میں کئی کئی مرتبہ خوب پتنگ اڑا کر اس مکان سے نکلتا تھا جب حضور کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بلا کر مجھے ارشاد فرمایا کہ وہ تم ہمارے کوٹھے پر پتنگ اڑایا کرو۔ انھیں پریشان ہونے اور مصیبتوں کو جھیلنے ہوئے تین برس کا عرصہ گزر گیا اور بہت سے واقعات پیش آئے اتنے عرصہ کے بعد ایک روز حضور انور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مدحافظ حافظ تم ہماری صورت دیکھا کرو، اور یہ بھی فرمایا کہ دغخن اقرب الیہ من جبل الودید، میں نے عرض کیا حضور اس سے زیادہ دنیا میں کوئی حسین ہی نہیں ہے کس کو دیکھوں آپ اس سے زیادہ خوبصورت ہوں تو دیکھوں بہ شکر آپ تبسم ہوئے اور مجھ کو گلے سے لگالیا اور فرمایا کہ دو عاشق کے سوا کسی کی یہ جرات نہیں ہو سکتی،

ایک روز کا واقعہ ہے کہ فتح پور میں مستقیم شاہ صاحبہ کے مکان پر حضور پُر رونق افروز تھے میں بھی ہمراہ تھا مولانا مولوی شاہ نذیر علی صاحب اس زمانہ میں ایک بڑے پایہ کے بزرگ فتح پور میں رہتے تھے وہ حضوؤا سے ملنے کے لیے آئے انھوں نے بڑی دیر تک میری صورت کو دیکھا انھیں کے سامنے حضور انور نے مجھ کو بلایا اور فرمایا کہ مدحافظ حافظ آج دیوہ میں مان بیٹی میں خوب جوتی پزار ہوئی وہ لڑکی تمام گھر کو پریشان کیے ہوئے ہے،

میں یہ شکر باہر چلا آیا اور مولانا بھی رخصت ہو گئے اسکے بعد پردہ ہو گیا آپ نے مستورات سے فرمایا کہ مدحافظ کو ایک صد بتائیں اگر وہ اس صدا کو لگانے لگیں تو اچھا ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور ان سے محبت کرتے ہیں تو بکرا کر تادیب کیجئے آپ نے فرمایا ”نہیں نہیں ہم نہ کہیں گے ان عورتوں نے کہا کیا صدا ہے ہمیں کو معلوم ہو جائے تو تعمیل حکم کریں آپ نے فرمایا تم بتا دو وہ صدا یہ ہے ۵

یہ مقرر حدیث میں آیا یعنی حضرت نے ہے یہ فرمایا بے مشقت بہشت کو پایا صدق دل سے زبان پہ بولایا کَلِمَۃٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے محمد مراد رسول اللہ

ایک بی بی نے دروازہ پر مجھے بلوایا اور یہ صدا بتادی میں اسی روز دروازہ پر کھڑا ہو کر یہ صدا لگانے لگا حضور اس صدا کو سکر خوش ہوئے اور مجھ کو اندر بلا لیا اور فرمایا مدحافظ حافظ سیکھ لی اچھا صد لگاؤ، میں برابر وہی صد لگاتا رہا دوسرے روز بھی صد لگاتا ہوا بینس کے ساتھ دیوہ شریف تک آیا یہاں آکر معلوم ہوا کہ اس لڑکی کے علاوہ تمام گھر کو خون کے دست آرہے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی اسکا علم ہوا اور وہ سب لوگ حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بہت بری حالت ہے آپ نے مجھ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ مدجب مزاروں پر جایا کرو تب یہ صد لگایا کرو دیوہ میں نہ لگایا کرو ان لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، میں ارشاد سکر چلا آیا اور تعمیل کی اسی حالت میں

ایک عرصہ گزر گیا۔ ایک روز آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ حافظہ حافظ خدا و رسول تم کو ملیں وہ لڑکی ملیا بلے، میں نے گھبرا کر عرض کیا نہیں حضور مجھے کچھ نہ ملے وہ لڑکی مل جائے اگر خدا و رسول کو بھی اسی صورت میں دیکھوں گا تو مازن گا ورنہ میں سب سے باز آیا یہ سکر حضور نے فرمایا کہ دعا شوق کے سوا کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا، اس زمانہ میں میں یہ صدائے زیادہ لگاتا تھا دمیر، پیاری کا، اور دیوانہ حافظ کے اشعار پڑھا کرتا تھا۔ اکثر لوگوں سے میں نے یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ اگر وہ لڑکی کسی وقت حضور کی قدمبوسی کے لیے جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ ایک روز بعد زمانہ میری مجھے خبر ہوئی کہ وہ لڑکی اور اس کی والدہ حضور کی قدمبوسی کو گئی ہیں میں زمانہ حصہ مکان کے قریب پہونچ کر صدا لگانے لگا حضور انور نے اسی وقت ان دونوں کو رخصت کر دیا۔ مگر جب مجھ کو دروازہ پر ٹپٹے دیکھا تو وہ ٹھٹھک کر پکڑی ہو گئیں اور مرزا منعم بیگ صاحب وارثی کو بلا کر انھوں نے کہا کہ حافظ کو دروازہ سے ٹال دو مرزا صاحب میرے پاس لے آؤ اور مجھے کہنے لگے کہ یہ زمانہ دروازہ ہے یہاں کیونکہ کھڑے ہو جاؤ مردانہ کی طرف صدا لگاؤ۔ ادا حضرت استورات قدمبوسی کے لیے آتی ہیں۔ میں نے کہا میں زمانہ مردانہ نہیں جانتا جہاں جی چاہتا ہے صدا لگاتا ہوں آپ کون ہیں انھوں نے مجھ کو بہت بُرا بھلا کہا اور یہ بھی کہا کہ میں ابھی حضور پر نور کو اطلاع کر کے تمہیں نکلواتا ہوں میں نے کہا تم خدا سے کہ دو میں نہیں جانتا وہ کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے تھے یکبار کی وہ لڑکی خود مکان سے باہر نکل آئی اور کہنے لگی۔ حافظ بھائی کسی سے کچھ کہتے تھوڑا ہی ہیں۔ یہ وقت بھی عجیب وقت تھا۔

کہ عشق ان پر دہ عصمت برون آرزو زینارا  
اُس لڑکی کے نکلتے ہی اُس کی والدہ بھی باہر آ گئیں اور دونوں اپنے گھر چلی گئیں مرزا منعم بیگ صاحب کو اپنی حکم عدولی کا سخت رنج ہوا اور وہ اُسی وقت رحیم شاہ صاحب کے پاس گئے چنانچہ رحیم شاہ صاحب اور مرزا منعم بیگ صاحب حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور میری شکایت کرنے لگے یہ خبر سکر میں بھی وہاں پہونچ گیا تو حضور انور میری جانب نظر کر کے مسکرائے اور فرمایا نور محمد شاہ نور محمد شاہ! عبدالرؤف کے گھر میں کہ دو کہ اپنی لڑکی کو نیکر ہمارے ہاں نہ آیا کرین حافظ عاشق ہیں کسی روز پکڑ لیا تو قیامت تک چھوٹنا مشکل ہے، اس شد و مد کی شکایت کا بھی چند لفظوں میں فیصلہ ہو گیا اور میں بدستور اُسی عشق و محبت کے افسون کا دیوانہ رہا۔

میں کیا بیان کروں کہ عشق میں انسان کی کیا حالت ہوتی ہے جب اُس وقت کا خیال آتا ہے تو میرے خود کو اس غائب ہو جاتے ہیں اُس لڑکی کے ناخن لیکر نائن میرے پاس آتی تھی کنگھی چوٹی میں جو بال خارج ہوتے ہیں وہ لیکر آتی تھی اور میں بیدار بیچ روپیہ دیتا تھا دھوبن اُسکے کپڑے لاتی اُس کی بوسہ لگتا اور مست و مدہوش ہو جاتا تھا۔

غرض کہ بہت مال و متاع میں نے اسی دھن میں صرف کیا۔ اپنے مکان سے روپیہ لاتا اور یہاں اسطرح خرچ کر ڈالتا تھا۔ میں اکثر حضور پر نور کی خدمت میں طرح طرح کی مٹھائیاں اور تحائف پیش کیا کرتا تھا جسکی یہ غرض ہوتی تھی کہ حضور کے ہاتھوں سے چیرین تقسیم ہو جاتی ہیں کیا عجب ہے اُسکے حصہ میں بھی کوئی چیز آجائے۔ میں جس وقت جو چیز پیش کرتا تھا آپ اسے قبول فرما کر بچنے اُسی لڑکی کے

مکان پر پہنچنے کا حکم دیتے تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ مجھے ایک صاحب نے فرمایا کہ ”حافظ اگر پانسو روپیہ تم ہم کو دو تو ہم تمہیں اُس سے ملا دین“ میرے پاس سوقت کچھ نہ تھا اس لیے میں خاموش رہ گیا اُنھوں نے کہا کہ ان دنوں مولوی عبد الحمید صاحب رئیس تیورہ (جو انریبل جسٹس مولوی سید شرف الدین صاحب جارجی بالقاہ کے بھائی تھے) آئے ہوئے ہیں اُن کی جیب میں ایک سو فی کی نہایت بیش قیمت گھڑی ہے وہ تم کسی مدبر سے لا دو تو ہم ملاقات کر دین اُس وقت دن کے دس گیارہ بجے ہوں گے وہ کوٹھے پر ٹھہرے تھے میں وہاں پہونچا اور نہ میں نے کسی سے کچھ بات کی نہ کچھ کہا اُن کی جیب سے نہایت عجلت کے ساتھ گھڑی نکال کر کوٹھے سے کود پڑا وہ چلانے لگے کہ حافظ گھڑی کہاں لیے جاتے ہو مگر کون سنتا تھا یہ سنکر نور محمد شاہ وغیرہ خادمان بارگاہ نے محکوم پکڑ لیا اور گھڑی کے ساتھ محکوم حضور انور کے روبرو پیش کر کے واقعہ بیان کیا اُس وقت حضور پُرنور نے ارشاد فرمایا کہ ”حافظ کو نکال دو یہاں نہ آنے پائیں اور نور و علی سے بھی کہہ دو کہ اپنے مکان پر نہ رہنے دین ہم کو بدنام کرتے ہیں لوگ کہیں گے کہ یہی چوری کرتے ہیں انکی بھی شرکت ہوگی“ چنانچہ میں اُسی وقت نکال دیا گیا۔ نور و علی صاحب جگہ مکان پر رہتا تھا اُنھوں نے بھی نصحت کر دیا۔ رات بھر ادھر ادھر بسر کی صبح کو معلوم ہوا کہ حضور انور قصبہ سہالی تشریف لے گئے ہیں میں بھی وہاں پہونچا اور دروازہ پر جا کر صدالنگائی تو لوگوں نے محکوم خدمت عالی میں پیش کر دیا آپ نے فرمایا کہ دو سئو ستمو حافظ اب تم دیوہ میں نہیں جا سکتے ہماری بدنامی ہوتی ہے۔“

میں نے دل میں کہا کہ کچھ ہو جائے میں ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ میں دیوہ شریف میں آ گیا دن بھر ادھر ادھر پھرتا تھا اور شب کو اُس لڑکی کے مکان پر چھوڑے دیوار سے سر لگائے ہوئے پڑا رہتا تھا۔ جب لوگوں نے اس حالت میں بھی تنگ کیا تو ایک روز میں خود بخود الہ آباد کو چل دیا وہاں پہونچ کر کئی باغ کی طرف جانکا اور وہاں کے پھولوں کی سیر دیکھنے لگا مگر

گل بے رُخ یا رخسار نباشد      بے یار بہار رخسار نباشد

پشمرہ ولی کی حالت میں اُس بہار سے کیا شگفتگی ہو سکتی تھی میں سرد آہن بھرتا ہوا ادھر سے ادھر پھرتا تھا کہ حسن اتفاق سے مسٹر کالون صاحب میر سٹر آگئے وہ خود بخود مجھے باتیں کرنے لگے میں نے اُن سے اپنا سب حال بیان کر دیا اور اپنی بیٹی سب کھ سنائی۔ اُن کو خدا جانے کیوں میرے حال پر رحم آ گیا کہ وہ اپنی ٹم ٹم میں سوار کرا کے مجھے اپنی کوٹھی پر لے گئے اور نہایت غور سے میری داستان سننے رہے۔ میں دو تین دن اُنکا ہمان رہا اُنھوں نے یہ میری خاص تواضع کی کہ ایک خلوائی کی دوکان کی سب مٹھائی پیاری کے نام سے اُٹوا دی اور محکوم پانسو روپیہ دیکر یہ مشورہ دیا کہ تم برات لیکر اُس کے مکان پر پہونچ جاؤ خواہ دو ایک ہی آدمی برات میں کیوں نہوں اور اُس لڑکی کے مکان پر باجہ بجوا دو پس اُنکا کام کرو اور ہم کو اطلاع دو مقدمہ جیت کر لڑکی کو تمہارے حوالہ کر دینا ہمارا کام ہے۔ وہ میرے ساتھ اس حد درجہ محبت سے پیش آئے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ محکوم اُن سے خاص خاص ہو گیا تھا اکثر میں بھی اُسے اپنے لیے لے جایا کرتا تھا میں پانسو روپیہ لیکر وہ شریف آیا۔

یہاں معلوم ہوا کہ حضور انور دہلی شریف میں قاضی منظر الحق صاحب کے مکان پر تشریف رکھتے ہیں اور عبدالرؤف صاحب کے گھر میں یہ منت مانی تھی کہ حافظ نکال دیا جائے تو حضور کو تہ بند بدلوائیں اور دعوت کریں چنانچہ اب حضور کی تشریف آوری پر دعوت و احرام کی تیاری ہوگی یہ خبر سنتے ہی میرے ہاتھوں کے طوطے اڑا گئے اور دل میں خیال آیا کہ باپ سے بچوانے سے پہلے چکر قدمیں ہو جائیں۔ دیکھوں قسمت یاوری کرتی ہے کہ نہیں کسی صورت سے خاص دیوہ میں دعوت قبول ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔

میں وہاں پہونچا اور میں نے حاضر ہو کر صدا لگائی کہ دو مزا ہے پیاری کا، اور خدام سے ملاؤں کو کچھ تحائف وغیرہ بھی دئے اور دعوت کا پیام دیا۔ انھوں نے میری اطلاع کی اور عرض کیا کہ حافظ دیوہ شریف میں حضور کی دعوت کا انتظام کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا کہ دو دیوہ میں کیا دعوت کرینگے وہ چوری سے بدنام ہو گئے اور ہکو بھی بدنام کرتے ہیں، اسوقت تو وہ لوگ چلے آئے مگر شب کو پھر کوشش کر نیکا وعدہ کیا رات کو ان لوگوں نے موقع پا کر سب واقعہ بیان کیا حضور انور نے فرمایا دو چھا بلاؤ، میں بلا گیا تو آپ نے سب حال پوچھا اور اس کے بعد فرمایا کہ

دا اگر تم سے کوئی یہ کہتا کہ ان کی داہنی جانب اشارہ فرما کر اگر دن مار دو تو ہم اس لڑکی سے ملا دیں گے، یہ سنکر میری زبان سے نہایت بیباکی کے ساتھ بیساختہ نکلا کہ حضور میرا پس ہوتا تو ضرور ایسا ہی کرتا آپ میری اس جسارت پر زرب بسم فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ جاؤ دیوہ میں ہم تمھاری دعوت کھائیں گے۔ میں چلا آیا اور حضور انور قمری حبیبہ کی ۲۲- تاریخ کو دیوہ شریف تشریف لائے اس لڑکی کے اعزہ کی طرف سے دعوت کا اہتمام شروع ہو گیا اور تہ بند کا جلوس ٹھاپن بھی اسوقت آستانہ عالی پر پہونچ گیا اور اپنی صدا لگائی کہ دو مزا ہے پیاری کا، جسوقت وہ تہ بند اور شیرینی بارگاہ عالی میں پیش ہوئی میں خیال کر رہا تھا کہ اس شیرینی میں ضرور اس کے ہاتھ لگے ہونگے خدا کرے مجھے بھی ملے۔ مگر عجیب بات ہوئی کہ حیم شاہ صاحب جو تقسیم کر رہے تھے انھوں نے سب کو تقسیم کی مگر بھی کو کچھ نہ دیا کیارگی حضور انور میری جانب مخاطب ہو کر فرمایا

دو حافظ حافظ تم کو حقہ نہیں ملا، اور اپنے دست مبارک سے تین لب بھر کر مجھ کو مٹھائی عطا فرمائی۔ تھوڑی دیر میں وہیں سے کھانا آیا تو کھانے میں سے بھی مجھ کو عطا فرمایا فیوض کی رکابیان جوڑی کی تھیں وہ بھی مجھ کو عطا ہوئیں تو میں توڑ توڑ کر ان رکابیوں کو بھی کھا گیا۔ اسکے بعد میں نے دعوت کا اہتمام کیا اور اس کے مکان کے چاروں طرف پھر کر تہ بند لایا حضور انور نے اسکو زیب جہم فرمایا اور جو کھانا میں نے پیش کیا اُس میں سے کچھ کھانا اس لڑکی کے مکان پر بھی بھیج دیا۔ اسی زمانہ میں پھر لوگوں کی زبانی میری شکایتیں سنکر آپ نے مجھ کو دیوہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اور سوا مینہ تک میں دیوہ کے باہر پریشان پھرتا رہا ایک روز علویا لیکر حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا خدام سے اطلاع کرنے کے لیے کہا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ ایک پنچابی جو نووارد تھے انھوں نے جا کر اطلاع کی کہ ایک عاشق آیا ہے حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ

دعاشق کو کون روک سکتا ہے آنے دو، میں حاضر ہوا تو حضور نے زرب لب بسم فرمایا میں نے علویا پیش کیا تو اسکو اس لڑکی کے مکان پر بھیجنے کا حکم دیا اس لڑکی کے چچا مکان پر آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے مجھ کو بلوایا میں نہایت غرضی سے وہاں گیا دوپہر کا وقت تھا چو لے کے اندر دست پناہ گرم ہو رہا تھا انھوں نے مجھ کو پہلے تو سمجھایا کہ تم اس لڑکی کا نام لینا چھوڑ دو اور دیوہ کا قیام ترک کر دو جب میں نے



نہ مانا تو محکوم دست پناہ سے داغنا شروع کیا ایک شخص نے محکوم اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا وہ خائف ہو گیا کہ کہیں ان کو یہ لوگ مار نہ ڈالیں چنانچہ اُس نے مستقیم شاہ صاحبہ کے مکان پر جا کر ماما کو بلایا اور اپنا خیال ظاہر کیا وہ ماما گھبرائی ہوئی حضور انور کی خدمت عالی میں پہنچی اور عرض کیا کہ لیجیے فیصلہ ہو گیا۔ آج حافظ اُن کے گھر میں بند ہے مار ڈالا ہو گا آپ نے فرمایا کہ وہ عاشق کا مار ڈالنا دگلی نہیں ہے، یہ فرماتے ہوئے دروازہ پر تشریف لائے اُس وقت خدام بہت گھبرائے اور کہنے لگے عاشق ہیں گھر میں گھس گئے ہونگے۔ آپ واپس چلے گئے اور خدام اُس مکان پر پہنچ کر محکوم لے آئے اُس وقت میں اُس لڑکی کے ہاتھ کا سلا ہوا کرتا پہنے ہوئے تھا اُسکے پھٹ جانے سے سخت بدحواس تھا۔ داغنے اور مار پیٹ کا کچھ ہوش نہ تھا حضور انور نے محکوم کو لپیٹ لیا اور ان کو رمارنے سے کیا نائدہ ظلم کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا، یہ واقعہ بھی ہو چکا اور بات آئی گئی ہوئی میں اپنی اُسی حالت میں نعرے لگاتا ہوا زندگی بسر کرنے لگا ایک مرتبہ بارش کے زمانہ میں خوب پانی برس رہا تھا حضور انور فتحپور بسوہ میں رونق افروز تھے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ تم بہرائچ جاؤ اور کل آکر ہم سے پیٹھے پورہ میں بلو اُسی وقت پیرا وہ پابہرائچ پہنچا اور حضرت سید سالار کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا دیاں بیٹھ گیا تو کچھ غفلت سی ہماری ہونے لگی اُسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ بڑا گاؤں میں اپنے مکان پر بیٹھا ہوں حضور انور تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ”حافظ تم ہماری دعوت کرو تو بیماری لے ۱۱۔ تاریخ اور دو شنبہ کا دن ہونا چاہیے

اب ہم دیوہ جاتے ہیں تم ہمارے ساتھ چلو، میں اسی خیال میں دیوہ شریف پہنچا اور وہاں حضرت شاہ منعم صاحب کی درگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ تعویذ مزار نہیں ہے شاہ منعم صاحب بیٹھے ہوئے قرآن شریف پڑھ رہے ہیں میں نے اُنکا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا یہ تو فرمائیے بیماری کب ملیگی اُنھوں نے فرمایا کہ چادر چڑھاؤ گے تو ملیگی اسکے بعد مجھے رخصت کر دیا آنکھ جو کھلی تو وہی حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا مزار مبارک تھا۔ وہاں سے اُٹھ کر باہر آیا تو ایک اجنبی شخص نے محکومین تنگور و پیہ دے میں وہاں سے چل دیا اور دوسرے روز پیٹھے پورہ میں پہنچا اُس دن چاند رات تھی حساب جو لگایا تو پیر کے دن گیارہویں تاریخ ہوتی تھی اب میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ۱۱۔ تاریخ کو پیر کے دن حضور کی دعوت کرو لگا فرمایا کہ وجہ کو کرو پنا، میں نے عرض کیا حضور ہی نے پیر کا دن پہلے مقرر فرمایا تھا سکر اگر فرمایا د اچھا یہی سہی، میں دیوہ شریف میں حاضر ہوا اور حضرت شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین شاہ منعم صاحب کی خدمت میں گیا اور سب واقعہ بیان کیا تو میں نے جو شبیہ مبارک حضرت شاہ منعم صاحب کی بتائی اُسکی اُنھوں نے پوری تصدیق کی۔

میں نے ۱۱۔ تاریخ کو ہجے صبح کے حضور پُر نور کو تہ بند بدلوا یا اور دستل بجے کھانا حاضر کیا حضور انور نے چادر چڑھانے کی نسبت دریافت فرمایا میں نے عرض کیا اب چڑھاؤں گا اسکے بعد میں باہر آیا اور حضرت شاہ منعم صاحب رحمہ کے مزار پر حاضر ہو کر چادر چڑھائی مزار مبارک کے باہر آ کر خیال ہوا کہ آج گھر میں گھس کر پکڑ لاؤ جو ہو سو ہو اُسی حالت میں دیوان حافظ کی ایک غزل پڑھتا ہوا چلا جسکا پہلا شعر یہ ہے

اے کبت اک جیات دو سے قدت ہر و چن اے رخت غور شید خا و روے خلعت مشک ختن

راستہ میں حضور انور کا آستانہ عالی تھا وہاں پہنچ کر رک گیا اور خیال کیا کہ پہلے قدم بوسی کر لوں دیکھا تو دروازہ کھلا ہوا ہے میں اندر چلا گیا وہاں حضور تو لڑھکے آئے مگر کیا کہوں کہ کیا نظر آتا۔ میں نے

تعجب نگیز نگاہوں سے کسی کو دیکھا اور مثل آئینہ حیرت زدہ ہو گیا اسی عالمِ تحیر میں اُس بادشاہِ حسن کا میری طرف سر اٹھا کر دیکھنا تھا کہ بس ۵

نگاہیں بول اٹھیں وہ لے لیا دل

میں نہیں کہہ سکتا وہ انعامِ حسن تھا یا کرمِ عشق کہ جس نے مجھے جو تحیر کر دیا اور میری آنکھیں کھلکی کھلکی رہ گئیں میں نے دیکھا کہ وہی نقشہ ہے وہی رنگ ہے وہی پیاری ہے جو کانونِ بین بلیان اور گلے میں چندن مار پٹے ہوئے گلابی دوپٹہ اوڑھے بیٹھی ہے یہ منظر دیکھ کر عجیب عالم ہوا اور میں سر بسجود ہو گیا۔ سر جو اٹھاتا ہوں تو نہ وہ پیاری تھی نہ وہ صورت تھی حضورِ انور ہی بیٹھے ہوئے تھے پیاری کا پتہ بھی نہ تھا۔ میں نے کہا یہ کیا تو سنا یا یہی صورت ہے اسی کے ساتھ تھا راحشر ہے اور جہان کہیں دیکھو گے اسی صورت کو دیکھو گے میں کیا کہوں کہ اسوقت کیا حالت تھی۔ میرے تمام خیالات ایسے پلٹ گئے جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔ اور یہ بات پتھر کی لکیر ہو گئی کہ جو کچھ میں ہی بہن ہی صورت ہے اسکے سوا کچھ نہیں۔ اپنی حالت میں ہی ایک نمایاں تغیر پسند ہو گیا۔ میں نے اپنی دلی مراد پائی اور حضورِ انور کی شکل میں وہی صورت دیکھی جس کا دیوانہ تھا۔ ہر ایک خیال دل سے مٹ گیا اور وہی حسنِ عالم اقرو ز پیشِ نظر ہو گیا ۵

اب کون رہا ہے جس کو دیکھوں | اک تم تھے سو آگئے نظر میں

حافظِ پیاری صاحب نے اس آخری منظر کو دیکھنے کے بعد پھر پیاری کے گھر کا رخ نہیں کیا۔ اور اس وقت تک نہ کبھی اُس کا ذکر ہے نہ فکر ہے بان زبان پر یہ صدا ضرور رہتی ہو کہ ”مزا ہی پیاری کا اور سب بھول ہو“

حافظِ پیاری صاحب سال میں دو مرتبہ نہایت اہتمام سے نکلتا اور غلاف اور چادر حضورِ انور کے مزار مبارک پہنچا کرتے ہیں اسوقت حافظ صاحب کی حالت عجیب عبرتناک منظر پیش کرتی ہے۔ سر پر آنکھیں بند رکھی ہوتی۔ قوالی ہوتی جاتی ہے حافظ صاحب کی آنکھوں سے آنسو منہ سے کھٹ جاتی۔ دونوں آنکھیں حیرت زدہ کھلی ہوئی۔ تمام جسم غیر متحرک دو آدمی اُنکو سنبھالے ہوئے۔ بالکل سناٹے کا عالم۔ اس حالت سے وہ حضورِ انور کے دربار میں پہنچتے ہیں۔ اور لوگ چادر وغیرہ چڑھا کر اُن کو اسی حالت میں واپس لاتے ہیں مُردہ کی سی حالت ہو جاتی ہے گھنٹوں ہوا دیکھتی ہے اور گلاب وغیرہ سونگھا یا جاتا ہے جب ہوش آتا ہی اسوقت مبارک سلامت کی آوازیں سننے میں آتی ہیں۔ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی وکیل درمیں گیا بیسان فرماتے ہیں کہ حضرت مخدوم الملک بہاریؒ کے غرس شریف کے موقع پر ایک چادر کے ساتھ (جو چاند شاہ صاحب کی طرف سے جارہی تھی) جب یہ اسی حالت سے حاضر ہوئے تو ان کے منہ سے خون جاری تھا۔ اور تمام راست جاری رہا۔ سیروان خون نکل گیا غرض کہ حضورِ انور کی ادنیٰ توجہِ عالی سے حافظ صاحب کی زندگی کا رخ پلٹ گیا۔ اب محبوب کی صورت میں اُن کو وہ حسن و جمال نظر آیا جو عارضی نہیں ہے اور غیر فانی ہے جسکے مقابل وہ رنگِ روپ بے ثبات اور نقشِ بر آب ہے یہ وہ حسنِ خدا داد ہے جسے حافظِ پیاری صاحب سے زیادہ سیکڑوں ہزاروں کو دیوانہ بنا دیا اور جس کا منظر ہر وقت آستانہِ عالی پر لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا تھا ۵

شہیدِ خنجرِ عشق تو گلاب دارا نند | فتادہ در سر کوئے تو شہسوارا نند

سیرِ معلقہ زلفِ تو رہت گارا نند | غلامِ تر گیس مست تو اجدار نند

خوابِ بادۂ مل تو شہسوارا نند

اس جمال عظیم المثل کو ماہتاب سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ اسکی چارون کی چاندنی ہوتی ہے۔ اس حسن کی بہار کو اس پھول سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی جو باد تند کے ایک ہلکے سے جھونکے سے مہر جھجاتا ہے یہ وہ پائدار حسن ہے جسکے دائمی نقوش ہر زمانہ میں یادگار رہیں گے۔  
یہ وہ پیاری صورت ہے جو حیرت و حسن و جمال کو ناز ہے

مزے کہ لین کلیم اب بن پڑی ہے | بڑی اونچی جگہ قسمت لڑی ہے |  
اس واقعہ سے اس مسئلہ کی تحقیق کے علاوہ کہ پیر کامل بطرح عشق غازی سے حقیقت کی طرف مرید کو لاتا ہے اور کن کن دشواریوں کے بعد کامیابی کی مبارک صورت دیکھنی نصیب ہوتی ہے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضور انور نے باوجود قوت و اقتدار و نون طرف سے کسی کو مجبور نہیں کیا کہ شادی کر لیں اور چونکہ دونوں مرید تھے اسلئے دونوں مہی کا ساتھ بھی دیا یہ بات مشہور ہے کہ ۵  
کہتے ہیں جسے عشق وہ از قسم جنوں ہے  
عشق و محبت میں انسان کا دماغ بالکل بیکار ہو جاتا ہے اور محبت کی خاصیت یہی ہے کہ وہ اندہا کر دیتی ہے مگر فریقین سے کس قدر ثابت قدمی کا اظہار ہوا اور پاک جذبات عشق و محبت قائم رہے۔ انسانی جذبات سے الگ آخر کو ہی قوت ایسی ہے جس نے آخر وقت تک دونوں کو پاک دامن رکھا حقیقت یہی برکات بیعت ہیں جو مختلف اشکال میں ظاہر ہوئے اور حضور انور کے تمامی مریدین کو برکات بیعت کا احساس ہے اور وہ اپنے اپنے ظرف کے موافق حضور انور کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ راقم الحروف کو صدر ہالوگوں سے قسم قسم کے واقعات برکات بیعت سننے کا اتفاق ہوا ہے یہ تذکرہ ایسا نہیں کہ چند اوراق میں ختم ہو سکے۔ جبکہ خوش نصیبی سے حضور انور کا دست مبارک نصیب ہوا ہے کچھ وہی جانتا ہے اور صرف وہی نہیں بلکہ جنگوگوں کو شرف حضوری نصیب ہوا ہے خواہ وہ مرید ہوے یا غیسر مرید۔ آپ اُن کے مدد و معاون ہو گئے۔

**تبدیل شکل** | حافظ پیاری صاحب کا واقعہ حسن و عشق کی ایک داستان ہونے کے علاوہ اپنے آخری حصہ سے جس سے کہ اُن کی زندگی کا بیج پلٹ گیا حضور انور کی ایک خرق عادت اور کرامت پر بھی مبنی ہے کہ آپ نے اُن کی خواہش کے موافق اُنھیں کے خیال اور اُنھیں کے مذاق عشق کے بموجب اُن کے محبوب مرغوب کی صورت اپنی شکل میں دکھا کر اپنی طرف مائل کیا۔ اور ہمیشہ اُسی صورت میں اُن کے سامنے رہے۔

ایسے واقعات بھی اکثر پیش آئے ہیں کہ حضور انور نے دوسری شکلوں میں لوگوں کی رہنمائی فرمائی ہے چنانچہ مولانا بخیر واری کتاب عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ ایک طالب زیارت اپنے ذوق و شوق میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ راستہ میں دریا حائل تھا۔ ساحل پر کوئی کشتی بھی نہ ملی وہ سخت متوحش تھا کہ ایک شخص کے پکارنے لگی واز آئی وہ اُس کی طرف چلا تو دیکھا کہ ایک لڑکا ہے اُس نے ان کو اپنے ساتھ لیا اور کہا کہ ایک راستہ ایسا ہے جو کسی کو معلوم نہیں آؤ میں تم کو اُس راہ سے پار اتار دوں وہ مسافر اُس لڑکے کے ساتھ ہو گیا وہ لڑکا پار اُتار کر گنگا ہوں سے غائب ہو گیا یہ زائر محبت حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ”وہ لڑکا کتنا چالاک تھا“ اُس شخص نے بیان ختم کر دیا کہ حضور ہی تھے آپ تبسم ہو کر خاموش ہو گئے۔

قاضی رحمت علی صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ حضور پر نور قصبہ ملاؤلی ضلع میں پوری میں رونق افروز تھے جب میں شرف تہذیبی سے مستفید ہو کر گراہ آیا تو یہاں سے اٹھ آدمی بوقت شب حضور کی قدمبوسی کے لئے چل دئے۔ رات کا سفر تھا راہ سے بھٹک گئے اور تمام شب جنگل میں حیران و پریشان پھرتے رہے۔ آخر ایک دہقانی کو دیکھا کہ کاندھے پر ایک موٹا لٹھ لئے ہوئے سامنے سے نمودار ہوا اور خود بخود پوچھنے لگا تم کیا حاجی صاحب سے ملنے جاتے ہو؟ مخفون نے جواب دیا کہ ہاں۔ اُس نے کہا ہمارے ساتھ چلو چنانچہ سب اُس کے ساتھ ہو گئے۔ دو ایک کھیت کی مسافت طے کی ہوگی کہ وہ اشارہ سے بتانے لگا دیکھو وہ سامنے کوٹھی ہے اُسی میں حاجی صاحب ٹھہرے ہیں وہاں چل جاؤ ہم سب لوگ وہاں پہنچ گئے جب صبح کو خدمت عالی میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ دو تم لوگ راستہ بھول گئے تھے، یہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے معلوم ہوا کہ رہبر آپ ہی تھے۔ ایسے اکثر واقعات ہیں اور حضور انور کے مختلف اقسام کے فیوض و برکات میں ایک قسم یہ بھی شامل ہے مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ مظلہ العالی (آنسریل جیسٹس پٹنہ ہائی کورٹ) جنکو حضور انور کی ذات محمودہ الصفات سے ایک خاص عشق و محبت کا درجہ حاصل ہے اپنے عینی مشاہدہ سے مطلع فرماتے ہیں کہ میرا مسلک حسن پرستی ہے مجھے حضور انور کے حسن و جمال کو دیکھ کر جبکہ عالم ہری میں دیکھا ہے ہمیشہ ایک خیال گذرتا تھا کہ میں نے حضور پر نور کو کسینی میں نہیں دیکھا۔ مہراچ میں میں حضور انور کے ہمراہ تھا ایک مرتبہ میں خدمت عالی میں حاضر تھا اور حضور انور اُس وقت نہایت شاد و مسرور تھے کچھ شیخی نوی مولانا دم اور کبھی پدماوت سنا تے تھے اُس وقت بھی میں اسی خیال میں بیٹھا تھا کہ اس ضعیفی میں تو یہ قیامت کا حسن تو کسینی میں کیا ہوگا حضور انور اُس وقت بیٹھے ہوئے تھے احرام شریف کا دامن اٹھا کر منہ پر ڈال لیا اور پھر بٹایا تو میں نے حضور انور کو بلا ڈاڑھی اور بلا سونچو کے چودہ بند رہ برس کے سن میں دیکھا اُسی وقت میں سجدہ شکر بجالایا اور وہ صورت زیبا دیکھی ہے کہ نہ بھولوں نہ بھولوں گا حضور انور نے بسم فرما کر مجھ کو رخصت کر دیا۔ اچھی صورت کے ساتھ یہاں عجز بھی تھا مبارک ہیں وہ آنکھیں جن میں اُس حسن و لطف کی مختلف تیرنگیاں سمائی ہوئی ہیں

تیرے جلوہ کی تو کیا بات ہی سجانا اللہ	دیکھنا یہ ہے کہ ہے دیکھنے والا کیسا
---------------------------------------	-------------------------------------

اسی طرح ایسے واقعات بھی ہیں کہ حضور انور نے ایسے اہم مواقع پر اپنے مریدین میں بھی اپنی ہی شان کا ظہور دکھا دیا چنانچہ مکتوب نویس بارگاہ وراثی حاجی اوگھٹ شاہ صاحب قبلہ کہتے ہیں کہ جس سال حضرت شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین شاہ منعم فرغیہ حج ادا کر نیلے بیت اللہ شریف گئے تھے اُسی مرتبہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ بھی گئے تھے اور اُسی سال مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ مہاجر کی رحمت اللہ علیہ سے مستفید بیعت ہوئے تھے۔ شاہ فضل حسین صاحب وارثی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مکان ہی پر قیام پذیر ہوئے۔ حضرت شاہ فضل حسین صاحب خود اس واقعہ کو بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے اور مولانا رشید احمد صاحب سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوگئی کہ شیخ کامل صورت و سیرت بدل سکتا ہے مگر مولانا رشید احمد صاحب میرے اس بیان کی تردید فرماتے تھے۔ مولانا حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ نے اس کے متعلق اپنی زبان سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا خاموش سنتے رہے جب نماز ظہر کا وقت آیا اور سب حرم شریف میں گئے تو عجیب نظارہ پیش نظر آیا کہ لوگ مجھ پر گرنے اور میری دست بوسی کرنے لگے عام شہرت ہوگئی کہ حضور انور اس سال تشریف لائے ہیں آپ کے مریدین و معتقدین نے مجھ کو گھیر لیا اور ایک ایک دریافت کرتا تھا کہ حضور کب آئے ہیں اسی حالت حیرت



واستعجاب میں بعد نماز ظہر مکان پر واپس آیا تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر ملی نے فرمایا کہ لیجئے آج حاجی صاحب نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا شیخ کا اپنی صورت کا بدلنا تو ایک طرف رہا میری بھی صورت بدل سکتا ہے۔ حضور پُر نور کے ایسے واقعات بہت ہیں اور جو حیرت انگیز باتیں کتابوں میں نظر آتی ہیں ان کا آپ کی ذات بابرکات میں عینی مشاہدہ ہوتا تھا اور یہ بات حضور انور کی خصوصیات میں تھی کہ جیسا سوال ہوتا ویسا ہی جو اب دیتے تھے اور جو باتیں احاطہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں اور استدلال وغیرہ سے ان کا یقین نہیں ہو سکتا انکام مشاہدہ کر دیتے تھے۔

حضور انور کے صفات کمالیہ میں کیفیت باطنیہ ایک قابل امتیاز درجہ رکھتی ہے اور اس سے **کیفیت باطنیہ** اس بات کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ آپ کی حق میں نگاہوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں تھی اور حاضر و غائب کے حالات سے آپ باخبر رہتے تھے۔ جیسا کہ اکثر واقعات و حالات سے ظاہر ہے۔ یہ ظرفِ عالی کی خوبی تھی کہ کبھی کسی کا نقص یا عیب ظاہر نہ فرماتے نہ کوئی ایسی بات ارشاد فرماتے تھے جس سے کوئی کچھ خیال کر سکے۔ حالانکہ ہر ایک بات کا علم رکھتے تھے اور کوئی بات آپ سے مخفی نہ تھی حتیٰ کہ اشارہ بھی کوئی بات زبان مبارک سے ایسی ارشاد نہیں ہوتی تھی جس سے معلوم ہو کہ کسی رازِ سب سے آپ واقف ہیں۔ ہمیشہ لوگوں کے کہنے سننے پر ہر ایک بات کا اعتبار کر لیتے شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ شریعت ظاہر پر حکم دیتی ہے۔

کسی شخص کی کیفیت بتا دینا یا کسی مخفی حال کو بیان کر دینا اہل تصوف کے نزدیک کشف کے نام سے موسوم ہے جو ابتداء سے پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے مگر اُس کشف میں یہ خاص بات ہے کہ جو سامنے آیا اُس کا حال بتا دیا یا کسی واقعہ کی پیشین گوئی کر دی۔ مگر روحانی مدارج طے کرنے کے بعد جو بصیرت پیدا ہوتی ہے یا قدرتاً جن مقدس نفوس کو وہ چشم بینا عطا ہوتی ہے جو ظاہر و باطن حاضر و غائب کو یکساں دیکھے اُس کشف میں اور اُس کشف میں آفتاب و ذرہ کا فرق ہے اس وقت علوم مغربی کے نئے دور نے تحقیق و تدقیق میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھتی اور ایکس ریز کے ذریعہ سے مخفی چیزوں کے دیکھنے پر بھی ان کو کامیابی حاصل ہوئی قدرت نے دنیا میں ایسے لوگوں کو بھی ظاہر کیا جنکی آنکھوں میں یہ قوت دیکھی گئی۔ چنانچہ چیزِ ہر رو و زمین میں ایک لڑکی ہے جسکے متعلق اکثر جو اُمد میں یہ خبر دیکھنے میں آئی کہ وہ لوگوں کے اندرونی خیالات معلوم کرنے اور کثیف و غیر شفاف چیزوں کے آرا پارہ دیکھنے میں عجیب طاقت رکھتی ہے اکاڈمی آف مدلسین اور اکاڈمی آف سائنس کے مشہور ڈاکٹر جان کوکمن پوس نے اُس کا بڑے عجز و نفق سے معاینہ کیا اور دو گھنٹے متواتر معاینہ کرنے کے بعد بیان کیا کہ لڑکی میں یہ حیرت انگیز طاقتیں موجود ہیں جنکو عام طور پر ایکس ریز کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مگر ایکس ریز کی طاقت بھی حاضر شخص کی حالت دیکھنے کے لئے مخصوص ہے اور خدا کی اُس طاقت کے سامنے کوئی ہستی ہمیں رکھتی جو وہ اپنے مقبول و برگزیدہ بندوں میں ظاہر کرتا ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

آئینہ دل چون شود صافی و پاک - نقشہا بینی بیرون از آب و خاک

حضور انور کی ذات مستبح الصفات میں دیگر خوبیوں کے علاوہ کیفیت باطنیہ بھی۔ اس قدر وسیع تھی جو حیرت انگیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی بات میں کیفیات باطنی کا ظہور ہوتا تھا۔ چنانچہ مختلف کیفیات باطنیہ کا تدریج ذکر کیا جاتا ہے جنکو نہ کشف کی طاقت سے مثال دی جاسکتی ہے نہ ایکس ریز کی قوت سے۔ جب طرح آپ کی نگاہ حاضر و غائب کو یکساں دیکھتی تھی اُسی طرح آپ کا قلب اس قدر مجلی اور مصفا تھا کہ اُس پر دوسروں کے خیالات کا فوراً عکس پڑتا تھا

نہ غور و تامل کی ضرورت تھی نہ قوت ارادی صرف کرنیکی حاجت ہوتی تھی۔

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگر اجماعی (دکیل بارہ ٹکلی) اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں لکھنؤ میں عربی پڑھتا تھا اسی زمانہ میں مجھ کو ملازمت کا شوق پیدا ہوا مگر کہیں کچھ سلسلہ پیدا نہ ہوا تو میں نے قانون یاد کرنا شروع کیا انھیں دنوں میں حضور پور لکھنؤ تشریف لائے اور سرسے امین آباد میں شیخ فضل حسین کی قہر و گاہ پر قیام فرمایا میں خدمت عالی میں حاضر ہوا تو ایک سفید پوش حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر تھے حضور انور نے مجھ کو دیکھ کر خود بخود ارشاد فرمایا کہ ”ایک شخص آگرہ میں ملاشی روزگار تھا وہ پہلے پانچ روپیہ کا نوکر ہوا پھر تو سیکڑوں ہزاروں کی آمدنی ہوئی“ میں سمجھا کسی شخص کا تذکرہ فرما رہے ہیں مگر وہ سفید پوش جو حضور کی خدمت عالی میں حاضر تھے انھوں نے مجھے کہا کہ تمہارے لئے ارشاد ہے سلام میں نے اس وقت سلام کیا یا قدم پوس ہوا۔ اسی ہفتہ عشرہ میں پانچ روپیہ کی ملازمت مل گئی اور اس شرط سے ملی کہ دو تین مہینہ میں کاغذات مرتب کرو اور حساب کتاب درست کرو تو مختار عام کر دئے جاؤ گے۔ اور تنخواہ بڑھادی جائیگی میں اُس زمانہ میں اپنا کام بھی کرتا اور قانون بھی یاد کرتا تھا ارادہ تھا کہ وکالت کا امتحان دو دن جب میں دوبارہ حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو خود بخود فرمایا کہ کہاں وکالت کرو گے لکھنؤ میں یا بارہ ٹکلی نواب گنج میں میں نے عرض کیا ابھی تو قانون یاد کرتا ہوں چنانچہ اسی سال تین مہینے کے بعد امتحان ریونیو ایتھٹی میں پاس ہوا۔ پہلے لکھنؤ میں رہا پھر میں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ بارہ ٹکلی جانے کا ارادہ ہے حضور پور نے فرمایا ”بہتر ہے وہاں جلدی جلدی ملاقات ہو کر لیگی“ چنانچہ میں بارہ ٹکلی میں اپنا کام کرنے لگا اور حضور انور کا جو ارشاد تھا وہ پورا ہوا۔ وہی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور قصبہ نگر امین میرے مکان پر رونق افروز تھے مجھے ارشاد فرمایا کہ ”ناور حسین اگر تم نہ ہو تو نور الحسن سب انتظام کرے“ یہ سن کر مجھے خیال ہوا کہ اب میری موت آگئی اس خیال کا آنا تھا کہ حضور پور نے بیٹا باندہ ارشاد فرمایا ”ناور حسین جیسے تم نواب گنج میں ہو اور تم کو مقدمات کے سبب سے نگرام آنے کی فرصت نہ ملے اور ہم نگرام امین تو نور الحسن سب انتظام کرے“

میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فی الحقیقت حضور انور کے اس ارشاد کا یہ مفہوم تھا کہ جسطرح مولوی نادر حسین صاحب حضور انور کے فیوض و برکات سے اس قابل ہوں گے۔ اس ارشاد کا نتیجہ ہوا کہ شیخ نور الحسن صاحب انٹرنیٹ میں کر کے حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے تو آپ نے خود بخود ارشاد فرمایا کہ ”پچھلا تک تک پہنچ گئے“ انھوں نے عرض کیا کہ جی ہاں مولوی نادر حسین صاحب کا بیان ہے کہ میری سمجھ میں اس ارشاد کا مطلب نہیں آیا۔ میں نے باہر آکر نور الحسن سے دریافت کیا کہ پچھلا تک تک پہنچنے کا کیا مطلب ہے تو انھوں نے کہا کہ انٹرنیٹ کے معنی پچھلا تک کے ہیں۔ شاید اسی کی طرف اشارہ ہے چنانچہ پھر ان کی تعلیم الین اسے وغیرہ کی نہیں ہوئی اگر کلچر پاس کر کے ملازمت شروع کر دی اب نائب تحصیلدار ہیں اور تحصیلداری میں انتخاب ہو گیا ہے یہ حضور انور کی دینی برکتیں ہیں اور ایسے صد ہا واقعات سننے میں آتے ہیں حضور انور سب کی خواہشات سے خود یا خبر رہتے تھے اور ارادہ فرماتے تھے۔

مولوی شیخ منیر حسین صاحب قدوائی (سیر سٹریٹ لا مقیم انگلستان) رئیس گدیہ ضلع بارہ ٹکلی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے جب کہ رمضان شریف کا مہینہ تھا حضور انور گدیہ میں رونق افروز تھے میں شب کے وقت خدمت عالی میں حاضر ہونے کے لئے چلا۔ میرے مکان کے قریب ایک مسجد ہے اس میں تراویح ہو رہی تھی اس وقت قرآن پاک کے الفاظ آنے لگے مولوی نادر حسین صاحب کے صاحبزادہ کا نام ہے۔

مجھے محکوم کیا کچھ دیر بعد کے باہر کھڑا ہوا سنتا رہا پھر خیال آیا کہ حضور انور کی خدمت میں جاتا ہے کہیں دیر نہ ہو جائے مگر دل قرآن شریف کی طرف متوجہ تھا میں حاضر ہوا تو آپ استراحت فرما رہے تھے مجھے دیکھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ”آؤ مشیکو قرآن سناؤ“ میں حیرت میں رہ گیا کہ آج یہ نئی بات کیسی اور کبھی تو ایسا ہوا نہیں انھیں انھیں حضور پر نور نے مجھ کو مختلف قرأتوں سے قرآن شریف سنایا۔ یہ واقعہ بھی شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اگر وہ وغیرہ کی طرف سے سیاحت کو گیا تو اگر وہ سے شک تراشی کی چیزیں لیتا آیا ایک چھوٹا سا صندوق بھی تھا حضرت اُس زمانہ میں گدیہ میں رونق افروز تھے۔ دل میں آیا کہ اُس صندوق کو حضور کی خدمت میں پیش کر دوں۔ مگر پھر یہ خیال آیا کہ آپ کیا کریں گے کسی کو دیدین گے اسلئے اسکو مکان ہی میں رکھوں لیکن پھر دل نے یہی طے کیا کہ حضور انور کی خدمت میں نہ کر دوں چنانچہ اسکو لیکر حاضر ہوا تو آپ نے اٹھا کر دیکھا بہت پسندیدگی کا اظہار فرمایا خوشی ظاہر فرمائی اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ ”مشیر اسے تم رکھو تمھاری خوشی ہو گئی ہم نے لے لیا“ یہ بھی بالکل نئی بات تھی مگر ظاہر ہو کر کیوں حضور انور کی یہ باطنی کیفیت تھی کہ قلبی حالت پر آپ کو فوراً اطلاع ہو جاتی اور اوی کے موافق ارشاد فرماتے تھے۔

مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری مظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی سید رحیم الدین صاحب ایڈیٹر انجنگ پور کا واقعہ ہے کہ جب حضور انور بہار تشریف لائے تو مولوی رحیم الدین صاحب کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ حضور انور کی پالکی کے ساتھ ۱۹ میل تک دوڑتے ہوئے بلجھی تک آئے کسی نے مولوی رحیم الدین صاحب کے خاندان والوں سے یہ کہہ دیا کہ مولوی صاحب فقیہ ہونے کو گئے ہیں اس خبر سے اُن کے گھر میں کھرام مچ گیا اور اُن کے بڑے بھائی نے مولوی صاحب کے دوستوں کو خطوط لکھے اور مجھے بھی ایک شخص کی زبانی کہلا بھیجا کہ رحیم الدین کو مرید ہونے سے منع کر دو حاجی صاحب کا طریقہ خلاف شرع ہے اور اس قسم کی باتیں ہمیں اس سفر میں حضور انور کا یہ معمول دیکھا گیا کہ روزانہ صبح کو منٹوی منٹوی پڑھتے تھے اور اسوقت سید عبداللہ شاہ صاحب اور نصیحت شاہ صاحب وغیرہ کو طلب فرماتے چنانچہ جس دن بلجھی میں شام کو میرے پاس مولوی رحیم الدین صاحب کے بھائی کا پیام پہنچا ہے اُسکی صبح کو حضور پر نور نے مولوی رحیم الدین صاحب کو بھی طلب فرمایا اور میں بھی اُس جلسہ میں حاضر ہوا تو حضور انور جو شعر جس کے حسب حال ہوتا اُسکی طرف مخاطب ہو کر اُس کا مطلب بیان فرماتے تھے چنانچہ ایک شعر کا یہ مضمون تھا ”کو کا کین کا نین کرتا ہے“ آپ نے مولوی رحیم الدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا ”دوست رحیم الدین کو“ کی عادت ہی کا نین کا نین کر نیکی ہے۔ اُسکی طرف خیال نہ لگایا۔ جب حضور پر نور بلجھی سے رخصت ہو کر بہار تشریف لگے تو مولوی رحیم الدین صاحب کے ایک دوست جو میرے بھی دوست ہیں حضور پر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے آپ نے ان کو بھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ان سے کسی نے تعارف کرایا تھا لیکن اُن کے بیٹھے ہی حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رحیم فرماتے ہیں ۵

چون قلم در دست عذارے بود

لاجرم منصور بردارے بود

اور ایک شخص نے اس کا ترجمہ اسطرح کیا ہے ۵

جب قلم ہو ہاتھ میں عذار کے

کیون نہ ہو منصور او پر دار کے

مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ میرے ان دوست کا بیان ہے کہ اس ارشاد سے مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ ارشاد مولوی رحیم الدین صاحب کے بھائی کے خط کی طرف ہے اس کے بعد مولوی رحیم الدین صاحب

بہت کوشش کی اور خود لکھ کر کئی درخواستیں پیش کیں مہرا ہیوں سے شفا رشیدین کراہیں مگر آپ نے اُن کی بیعت نہیں لی۔

حاجی محمد شاکر خان صاحب وارثی (خلف الرشید مولوی محمد ناصر خان صاحب نیشنل کورٹ انسپکٹورس راکہ بریلی) لکھتے ہیں کہ میرے والد ماجد کے خالہ زاد بھائی حضور پُرنور سے بیعت کر نیکی غرض سے خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے تو ہم لوگ بھی ہمراہ تھے۔ راستہ میں اُن کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ حضور بیعت لیتے وقت یہ کیوں کھلواتے ہیں کہ وہ ہاتھ پکڑتا ہوں پختہ پاک کا، جس وقت وہ حاضر ہو کر مرید ہونے لگے تو حضور انور نے حسب معمول مرید فرمایا مگر یہ جملہ نہیں کھلایا جس کا اُنکو بعد میں بہت خیال رہا اور اس بات کا افسوس رہا۔

حضور انور کی یہ کیفیت باطن تھی کہ عرض حاجت کی ضرورت ہی نہ تھی سب کا حال آئندہ تھامشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع راسہ بریلی تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور انور کی خدمتِ عالی میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ حضور انور کو اپنے مکان پر لاؤں۔ مگر سے چلتے وقت حسب دستور مستورات نے طرح طرح کی فرمائشیں کر دیں کہ لکھنؤ سے ہمارے واسطے فلان فلان چیزیں لیتے آنا۔

میں جب دیوہ شریف حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضور پُرنور موضع چوراسی ضلع لکھنؤ میں رونق افروز ہیں میں وہیں حاضر ہوا اور خدمتِ عالی میں عرض کیا تو آپ نے بہت قریب کی تاریخ ارشاد فرمائی کہ کل پانچ دن درمیان میں تھے اسوجہ سے مجھکو خیال ہوا کہ اب لکھنؤ وغیرہ ہوتے ہوئے جانا مناسب نہیں ہے۔ براہ راست مکان کو چلنا چاہیے کیونکہ انتظام کرنا ہے اور حضور انور کی تشریف آوری کا وقت قریب ہے۔ یہ خیال کر کے میں نے حضور انور سے رخصت کی اجازت مانگی۔ تو آپ نے نور محمد شاہ صاحب خادم سے فرمایا کہ دوہ کنگھی اور رام پور کا سوتہ غنی خان کو دیدو اور جن مستورات کی فرمائشیں تھیں اُنھیں کی نسبت ارشاد فرمایا کہ ”اُن کو دیدیتا“ میں رخصت ہو کر چند قدم چلا تھا کہ پھر حضور نے طلب فرمایا اور ایک نہایت نفیس خاصدان عطا کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ فلان ”بی بی کو دیدیتا“ مجھے خاصدان کی بالکل یاد نہیں تھی غرض کہ جو چیزیں جس کی فرمائش تھی وہ سب تمام بنام حضور انور نے اپنی طرف سے مرحمت فرمائیں اور میں یہ اطمینان مکان کو واپس گیا۔ حضور انور کے روبرو حاضر و غائب کے حالات آئینہ تھے۔ یہ کیفیت باطنیہ خاص ہے اسکو اس کیفیت سے کوئی مناسبت نہیں ہے جسکو کشف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ اُس کشف میں صحت و غلطی کا احتمال ہے چنانچہ حضور انور ہی کے ایک واقعہ سے اسکا فرق معلوم ہوتا ہے۔

مولوی حکیم محمود علی صاحب فچپوری ناقل ہیں کہ میرے مامون صاحب قبلہ میر رحمت علی مرحوم مغفور جو نہایت ثقہ بزرگ تھے مجھے میری والدہ صاحبہ قبلہ کا واقعہ بیان فرماتے تھے جو یہ ہے کہ وہ تب کہ میں مبتلا ہو میں ہر چند علاج و معالجہ ہوا مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور روز بروز حالت خراب ہوتی گئی جب بالکل مایوسی ہوئی تو ایک مجذوب درویش جکا نام جھاڑ و شاہ تھا اور فتح پور کے لوگ اُنکو بہت ماتے تھے وہ اُن کی خدمت میں گئے تو اُنھوں نے صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ ”سید بابا جس مانی کی دعا کے واسطے آیا ہے وہ ابھی بہت زندہ رہیگی اور اُسکی اسقدرا و لادین ہوگی کیون پریشان ہے جا مانی ابھی ہو جائیگی“ میرے مامون صاحب قبلہ یہ سن کر خوش خوش مکان پر آئے اتفاق سے اُسی روز حضور بھی فتح پور میں تشریف لائے۔



مامون صاحب قبلہ حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے مگر اُن کے دل میں اُس وقت خیال یہی تھا کہ کاش حضور انور میری ہشیرہ کی نسبت کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ دل مطمئن ہو جائے حضور پُر نور اُن کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ”رحمت علی رحمت علی اِذَا جَاءَ أَجْلَهُمْ لَا يَسْتَاخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ“۔ مٹا سنا ولی بنی سب مجبور ہیں وہ بے نیاز ہے۔ مامون صاحب کہتے تھے کہ یہ سنتے ہی میری جان نکل گئی اور سمجھ گیا کہ اب ہمیشہ کا بچنا محال ہے چنانچہ دوسرے ہی روز اُن کا انتقال ہو گیا۔

حضور انور کے سامنے تمام حالات کا انکشاف حقیقی تھا زبان مبارک سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ لسان الغیب کی طرح ہوتے تھے اور وہی ہوتا تھا جو آپ فرماتے تھے۔

مولانا محمد ناظم علی صاحب فضل (نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ) تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا حافظ سراج یقین صاحب نبیرہ و صاحب سجادہ حضرت شاہ نجات اقدس صاحب صادق قدس سرہ نے اپنے صاحبزادہ کی تقریباً ۱۵۰۰ نشینی اپنی حیات میں فرمائی۔ اُس زمانہ میں حضرت شاہ نجات اللہ کا عرس بھی تھا اسوجہ سے حضرت حاجی صاحب اور حضرت مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی قدس سرہ بھی شریک جلسہ تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے حافظ سراج یقین صاحب سے ملتے ہی صاحبزادہ کی سجادہ نشینی کی بابت مسکرا کر مکرر ارشاد فرمایا کہ ”بھروسہ کیا پیال کے پاؤں کھڑے کرت ہو“ چنانچہ اُس شجاذگی کا کسی اعتبار سے کچھ نتیجہ نہ ہوا اور وہ صاحبزادے حافظ سراج یقین صاحب کے سامنے ہی قضا کر گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور انور کے سامنے کوئی بات مخفی نہ تھی ظاہر و باطن کی من و عن خبر تھی۔

مرزا محمد ابراہیم بیک صاحب شیدا وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب کاتب کا سلیقہ تھا دائرین کا مجمع کم ہوا تو ایک خادم نے اُس خیال سے آستانہ عالی کا دروازہ بند کر دیا کہ تھوڑی دیر حضور پُر نور آرام فرمالیں مگر اُس وقت آپ نے نہایت جلال میں آکر ارشاد فرمایا ”دروازہ کھول دو ہم احسان فرموش ہمیں مائیں“ خادم نے دروازہ کھول دیا پھر جمع ہو گیا مگر چہرہ اقدس پر آثار جلال نمایاں تھے اور آپ بار بار دروازہ کی طرف دیکھتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے اسی عرصہ میں دیکھا گیا کہ ایک عرب آیا جس کی تین پینتیس برس کی عمر ہوگی سیلے اور پوسیدہ لباس میں تھا حضور انور اُس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور معاف فرمایا اور کہا ”کیا شہقت دریافت فرمایا کہ“ ابو سعید تمھارے کون تھے، اُس نے عرض کیا میرے دادا تھے اُن کا اور میری وادی کا عرصہ ہوا کہ انتقال ہو گیا ارشاد فرمایا کہ ”حسن تمھارے باپ زندہ ہیں“ اُس نے عرض کیا کہ اُن کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور آخر وقت میں مجھ کو یہ وصیت کی تھی کہ حضور انور کے حلقہ غلامی میں داخل ہو جانا اسی واسطے میں عرب سے آیا ہوں حضور انور نے اُس کو مرید فرمایا تہ بند اور شیرینی وغیرہ مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ جب ہم نیکو بنیں گے تھے تو ان کے دادا نے ہماری بہت خاطر کی تھی۔

مولوی نادو حسین صاحب وارثی نگرامی (وکیل بارہ بکلی) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پُر نور موسم گرما میں میرے مکان واقع نگرام میں تشریف لائے بستی کے اکثر و بیشتر باشندے حضور انور کو لینے کے لئے دو میل تک گئے میں کہا روں کے ساتھ بالکی اٹھائے ہوئے آ رہا تھا جمعہ کا دن تھا حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے مکان کے قریب مسجد ہے میرے چچا صاحب نے عرض کیا کہ نادو حسین کے مکان کے پاس مسجد ہے پھر ارشاد

فرمایا کہ ”سایہ ہے“، عرض کیا گیا کہ سایہ ہے دوبارہ پھر حضور پُر نور نے فرمایا کہ ”سایہ ہے“ تیسری مرتبہ پھر میری دریافت فرمایا تو میں بالکی کا کندہا بدلو کر سامنے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مسجد اچھی اور سایہ دار ہے۔ حضور انور یہ شکر خاموش ہو رہے میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ کیا حضرت کو معلوم نہیں ہے کہ مسجد میں سایہ دار ہوتی ہیں یہ کیا معلوم تھا کہ کیوں بار بار دریافت فرماتے ہیں۔ جب حضور انور مکان پر تشریف لائے تو قاضی سید احمد حسن صاحب جو مسجد کے پیش امام تھے حاضر خدمت ہوئے آپ نے اُن کی نسبت ارشاد فرمایا کہ ”قاضی تو بچے جیسے ہیں“، پھر اُن سے فرمایا کہ مختصر خطبہ اور چھوٹی سورتیں پڑھنا۔ قاضی صاحب رخصت ہو کر مسجد کو چلے گئے جب حضور انور مسجد کو تشریف لگے تو میں نے دیکھا کہ صدر مستورات حضور کی زیارت کے لئے اپنے شیرخوار بچوں کو گود میں لئے ہوئے مسجد کے باہر درختوں کے سایہ میں کھڑی ہیں بہت سخت دھوپ کی تابش تھی اسوقت خیال آیا کہ حضور انور کا بار بار دریافت فرمانا کہ مسجد سایہ دار ہے ان کی تکلیف کے خیال سے تھا۔ جب حضور پُر نور فینس سے اتر کر مسجد میں تشریف لگے تو اندر باہر جب قدر نمازی تھے سب قدمبوس ہونے لگے ناپارمین نے اور چند شخصوں نے حلقہ بنا لیا کہ حضور کو یہ آسانی منبر کے قریب پہنچا دیں ہم لوگ حلقہ بنا رہے تھے نگاہ جو کرتے ہیں تو آپ منبر کے پاس پہلی صف میں بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب حلقہ بناے ساکت و دم بخود کھڑے رہ گئے پہلی صف میں جہاں حضور پُر نور تشریف رکھتے تھے میں نہ پہنچ سکا جب خطبہ ختم ہو چکا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش اس وقت نماز میں حضور کی قربت نصیب ہوتی تو اس نماز کی عظمت مکہ معظمہ میں نماز پڑھنے کی برابر ہوتی۔ اس خیال کا تھا کہ حضور انور نے میری جانب نگاہ فرمائی اور میرے برابر دیکھا فوراً حضور انور کے برابر ایک شخص کی جگہ خالی ہو گئی۔ اور میں خاص حضور ی میں نماز جمعہ ادا کی الحمد للہ علی ذالک۔

مولانا مولوی مفتی ابودر صاحب وارثی سنبھلی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بعض علما کا خط آیا کہ عبدالمجلیٰ ۲۹ راجع کے چاند سے ہوتی چاہئے مگر حضور انور یہی فرماتے رہے کہ ”نہیں نہیں ہم تو یس ہی کے حساب سے پڑھیں گے“ میں نے عزیز علی المکرّم حکیم افاقہ صاحب دار الشیخہ مرحوم سے کہا کہ حضرت فتوے کے مقابلہ میں کیوں ہٹ کرتے ہیں۔ عزیز مرحوم نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا جو کچھ اُن کی مرضی ہے وہی درست ہو میں تو اُن کے ہر امر کو تسلیم کر چکا اور قدرے کبیدہ خاطر ہو کر کہہ لگا کہ اگر ۲۹ ذی الحجہ کو نماز عید پڑھیں گے تو میں بھی جب ہی پڑھوں گا ابھی وقت نہیں آنے پایا تھا کہ اُنھیں علما کا خط آیا کہ وہ خبر غلط تھی اُنھیں کا چاند نہیں ہو کسی نے بھوپال سے ویسے ہی لکھ دیا تھا اُس وقت خواجہ حافظ شیراز رحمہ اللہ علیہ کا یہ شعر یاد آیا

بہ سے سجادہ رنگین کن گرت پریشان گوید | کہ ساکب بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منتر لہا

مجھے اپنے خیال پر ندامت ہوئی اور میں تائب ہوا۔

جناب مولوی حکیم محمد وصی علی صاحب علوی قادری قلندری کا کوری بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے خود بخود فرمایا کہ در شاہ تراب علی صاحب قلندر قدس سرہ الخیر کے خاندان میں ہوا چچا اچھا برادری کا واسطہ ہے، یہ فرما کر نہایت شفقت سے پیش آئے اور ایک رومال بھی تیر کا عنایت فرمایا۔ مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ جب میرے والد بزرگوار مولانا مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی نور اللہ مرقدہ آپ سے ملے تو آپ نے معاف فرمایا اور ایک تہ بند عنایت کیا اور فرمایا کہ شاہ کاظم صاحب قلندر رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہوا ایک ہی معاملہ ہے، اس واقعہ میں ایک خاصیت قابلِ غور

حضرت شاہ کاظم صاحب قلندر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت شاہ تراب علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔  
پس حضور انور نے بھی مولانا مولوی محمد حبیب علی صاحب قبلہ کو اور اُن کے فرزند رشید مولوی محمد وصی علی  
صاحب کو اسی ترتیب سے مخاطب فرمایا۔ یہ حضور انور کا مذاق طبع تھا اور یہ بات آپ کے اندازِ حکلمن بھی داخل تھی  
مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانہ تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والدین اولاد کی جانب سے  
مایوس ہو چکے تھے حتیٰ کہ مین پیدا ہوا چونکہ اکثر حضرت حاجی صاحب قبلہ کُرسی مین تشریف لاتے تھے میری رشتہ کی  
بھوپھی صاحبہ نے آیام شیرخوارگی مین مجھ کو حاجی صاحب کی خدمت مین پیش کیا۔ آپ نے جیسے ارشاد فرمایا کہ بڑا بھوکا  
بوڑھا بھوکا، چنانچہ اس وقت میری عمر قریب پچاس سال کے ہے کئی بار ایسی سخت علالتیں اٹھائیں کہ دو ایک  
مرتبہ موت کی بھی خبر مشہور ہو گئی لیکن ابھی وقت نہیں آیا ہے آثارِ پیری نمودار ہیں۔

حضور انور کی خدمتِ عالی مین جو شخص جس غرض سے آتا آپ اسکی ضرورت کفالت فرماتے ماؤشما کا کوئی فرق نہ تھا  
اور روزانہ سیکڑوں آدمی حضور انور کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے تھے اور آپ بغیر کچھ پُسنے خود بخود  
امید افزا الفاظ مین اُن کی تشفی فرمادیتے تھے حضور انور کی روحانیت اور کیفیتِ باطن کے یہ تحریرات صرف  
مسلمانوں ہی کو نہیں ہیں بلکہ ہنود بھی اسکے قائل ہیں۔

چنانچہ چوبے بنا تک راؤ صاحب رئیس سمتمر (جو ضلع اٹاواہ کے معزز و مقتدر اور قدیم رؤسا مین ہیں) نے نہایت  
عقیدت اور محبت بھرے انداز سے اپنا واقعہ راقم الحروف کو لکھایا جو حسب ذیل ہے چوبے صاحب موصوف کا زمانہ  
شباب نہایت عیاشی و باوہ نوشی مین گذرا جسکو اب وہ خود نہایت بد وضعی و آوارگی کا زمانہ بتاتے ہیں۔

چوبے بنا تک راؤ صاحب کا بیان ہے کہ مین حضور انور کے اکثر محامد و محاسن سنا کرتا تھا سمتمر کے لال محمد صاحب  
حضور انور سے بیعت تھے وہ حضرت کی نہایت ثنا و صفت کیا کرتے تھے مگر چونکہ مجھ کو مذہب و تصوف سے کوئی  
سرکار نہ تھا اس لیے کبھی حاضری کا خیال بھی نہیں ہوا اسی اثنا مین اعزہ و اقارب کی علالتوں کا سلسلہ نہایت  
طویل پکڑنا چلا گیا سخت پریشانیوں کا سامنا ہوا ایک ایک سال مین چھبیس چھبیس ہزار روپیہ کا کھانا طبیبوں  
اور ڈاکٹروں کے خرچ کا پڑا۔ ریاست پر قرض کا بھی مہنت بار ہو گیا اور مصائب کے ختم ہونے کی کوئی صورت  
نظر نہیں آتی تھی ہر طرح کی کوششیں کی گئیں کوئی تدبیر سود مند نہ ہوئی اُس پریشانی کی حالت مین مجھ کو

لال محمد صاحب وارثی کی باتوں کا خیال آیا اور حضور پر نور کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ایک روز مین  
نے سنا کہ آپ اٹاواہ مین تشریف لاتے ہیں چنانچہ مین ریلوے اسٹیشن پر گیا اسوقت اسٹیشن پر بہت ازہم تھا  
شام کو مین آپ کی فردگاہ پر حاضر ہوا اسوقت کچھ لوگ آپ کے پائے مبارک و بارہے تھے میرے دل مین خیال

راستہ سے پیدا ہو گیا تھا کہ آپ مسلمان ہیں مین ہندو ہوں اگر میری کوئی خاص وقعت نہ ہوئی تو میرے لئے  
شرم کی بات ہوگی چنانچہ جیسے ہی مین حاضر ہو کر آداب بجالایا کسی شخص نے عرض کیا کہ حضور یہ میڈل جی ہیں  
آپ فوراً اٹھ بیٹھے اُس زمانہ مین مجھ کو رامائیں دیکھنے کا بہت شوق تھا آپ نے مجھ کو مخاطب فرما کر ہدایت و

کے کچھ اشعار سنائے جن مین توحید کا کچھ بیان تھا اسوقت کی کیفیت گفت و شنید سے الگ ہے عجیب روحانی  
مسرت تھی مین جس غرض سے حاضر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ مین جس کامرید ہوں مین اسی کا ہوجاؤں اُس کے سوا کچھ  
نظر نہ آئے۔ دوسری بات یہ تھی کہ مین جو زیر بار اور پریشان ہوں۔ یہ پریشانی کب تک جاگیگی تیسرے

یہ کہ میرے خاندان کی علالتوں کا سلسلہ کب تک رفع ہوگا۔ مگر میں نے خدمتِ عالی میں کچھ عرض نہیں کیا حضور انور نے اشعار وغیرہ سنانے کے بعد مسکرا کر فرمایا کہ ”نیرت جی ہمارے یہاں بھی آنا“ میں نے عرض کیا کہ کب حاضر ہوں ارشاد فرمایا کہ ”ایک مہینہ کے بعد“ میں اُس روز سے دن گنتے لگا اور ٹھیک ایک مہینہ گزرنے پر دیوہ شریف کی حاضری کا قصد کیا۔ جب بارہ بجی کے اسٹیشن پر پہنچا تو اتفاق سے اُس کے اور گاڑیاں سب رُک گئیں۔ چاروں طرف نظر کر کے دیکھا کوئی خالی سواری نظر نہ آئی اور تلاش سے بھی نہ ملی اُس وقت میں دل میں خیال کرتا تھا کہ میں تو بلایا ہوا آیا ہوں کیا پامیادہ ہی دیوہ شریف تک بلانا منظور ہے اسی خیال میں تھا کہ ایک شخص آیا اور اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں جائیں گے۔ میں نے کہا دیوہ شریف جاؤنگا۔ اُس نے کہا آپ چپ چاپ میرے ساتھ چلے آئیں میں اُس کے ساتھ ہو گیا و رختوں کی آڑ میں اُس کا اتکا کھڑا تھا اُس نے مجھے لیجا کر بہ آرام تمام سوار کرا دیا اور یہ آسائش دیوہ شریف تک پہنچا دیا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ چلوگ حضور انور کی خدمت میں آتے ہیں اُنکو لنگر سے کھانا ملتا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ یہ انتظام غربا کے لئے ہوگا مجھے خود انتظام کرنا چاہئے چنانچہ میں نے بازار سے کھانا منگا کر کھالیا جب میں خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو اُس وقت آپ زمانہ مکان میں تھے جہاں مستورات آپ کی زیارت سے مستفید ہو رہی تھیں جب آپ باہر تشریف لائے تو جیسے ہی مجھ کو دیکھا نہایت شفقت سے گلے لگا لیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم تم سے بہت خوش ہوئے اس مکان کے بالاخانہ پر قیام کرو۔ چنانچہ میں حسب الارشاد عالی ٹھہر گیا حضور انور کے لنگر کی جنس اپنے اُسی خیال سے میں نے استعمال نہیں کی شب کو مجھے سو اٹھنی کی شکایت ہو گئی اور دست آنے لگے بڑی پریشانی ہوئی اُسی حالت میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ اسکی سزا تو نہیں ہے کہ میں نے آپ کے لنگر کی جنس سے گریز کیا۔ چنانچہ میں نے سید معروف شاہ صاحب قبلہ سے اس کا تذکرہ کیا تو اُنھوں نے مسکرا کر فرمایا کہ آپ کا خیال صحیح ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ہوئی ہے اچھا اب تجربہ کیجئے اور لنگر کی جنس منگا کر استعمال کیجئے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا آپ کے لنگر سے خشک جنس آئی اور آدمی نے کھانا پکا کر مجھ کو اُسی حالت میں کھلایا میں ہمیں کہہ سکتا کہ وہ کھانا تھا یا داروے شفا تھی کہ مٹا آرام ہو گیا اور خود بخود سب شکایتیں دفع ہو گئیں دو روز میں دونوں وقت حاضر خدمت ہوا مگر جو میری غرض تھی اُس کے متعلق آپ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا اور مجھ کو خلائق کے باعث مجھ کو بھی زبانی عرض کرنے کا موقع نہیں ملا تیسرے روز جب میں رخصت ہونے کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ ”نیرت جی جانا چاہتے ہو“ میں نے عرض کیا جب حکم ہو آپ نے فرمایا کہ ”دو دنوں میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ اچھے نصیب ہوئے ہیں تو آپ سے آپ ہو جاتا ہے اور نیرت جی برس و و برس کی تو کوئی بات نہیں ہے“ یہ فرما کر آپ نے نور محمد شاہ صاحب خادم کو حکم دیا کہ نیرت جی کو بیل بھی دو لاور سیوہ بھی دو چنانچہ مجھ کو دو قسم کے میوے عطا ہوئے۔ میں حضور کے خاص دستِ مبارک سے تبرک لیکر قد مبوس ہوا اور چلا آیا۔ آپ کے ارشاد سے اُس وقت قلب بالکل مطمئن تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا سب کام ہو گیا اور اب برس و برس سے زیادہ کی یہ پریشانی نہیں ہے۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کے بموجب دو ہی برس میں سب مصائب دور ہو گئے اور مجھے ایک گروہ ماراج کے درشن ہوئے جن سے میں بیعت ہوا اور



میری جو خواہشات نہیں وہ سب پوری ہو گئیں۔ حضور انور کا مرقع جو جھکو دستیاب ہوا تھا میرے مندر میں موجود ہے۔ ایسے واقعات روزمرہ میں داخل تھے اور بارگاہِ عالی سے کوئی خالی ہاتھ نہیں آنے پاتا تھا حضور انور کی کیفیات باطنی کا جھلو گون کو احساس ہے وہ واقعہ ہیں کہ آپ کے سامنے حاضر و غائب کے حالات آئینہ تھے اور نگاہوں سے کوئی مخفی نہ تھا۔

حاجی فیضو شاہ صاحب خادم بارگاہ و ارثی ناقل ہیں سگریے لینے کے لئے نیپال گیا تو واپسی میں ایک تھارو کی دوکان پر جنس لینے لگا اُس نے مجھے دریافت کیا کہ کہاں رہتے ہو میں نے کہا لکھنؤ کے اطراف میں وہ ”اطراف“ نہیں سمجھا اور پوچھنے لگا کہ اطراف کیا میں نے کہا تم کو اس سے کیا غرض تم جنس دید و اُس نے مجھے بہت ضد کی اور خدا جانے وہ اطراف کے کیا معنی سمجھا کہ مجھے گالیاں دینے لگا۔ میں نے بھی اُسکو ترکی بہ ترکی جواب دیا وہ وہاں بڑا جادوگر مشہور تھا لوگوں نے مجھکو ڈرایا کہ ہلاک ہو جاؤ گے مگر میں بڑی سرکار کا خادم تھا۔ میں کس کی سنتا تھا اُس نے ایک کہی تو میں نے چار کہیں۔ لوگوں نے جج بجاؤ کر دیا۔ جب میں حضور انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ ”ہم نے تم کو سیر کرنے کے لئے بھیجا تھا یا لڑنے کو“ میں نے عرض کیا اُس نے مجھے گالیاں دین میں نے اُسے گالیاں دیں۔ جادو کی دھمکی میں بھلا میں کیا آسکتا تھا حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ”جھلو گون کو خاندان قادریہ سے نسبت ہے اُن پر جادو ٹوٹنے کا اثر نہیں ہوتا“ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ غائب پر بھی پوری نظر تھی۔

حضور انور کی کیفیتِ باطنی کی طرح آپ کا تاثر بھی قابلِ حیرت ہے اور متذکرہ بالا واقعہ حضور انور کے تاثر کی بھی خبر دیتا ہے حضور انور کے بعض ایسے واقعات بھی ہیں کہ آپ اپنے ناویدہ مشائقوں کے روبرو بغیر کسی ظاہری اطلاع وغیرہ کے خود پہنچ گئے۔ چنانچہ منشی یعقوب خان صاحب ساکن رنجیت پورہ ناقل ہیں کہ حضور انور بنا رس تشریف لیگئے تو میں وہیں موجود تھا حضور انور سیر کے لئے جا رہے تھے۔ میں بھی تھا دیگر زائرین بھی ہمراہ تھے اور خدام بھی ساتھ تھے۔ آپ خود بخود ایک گلی میں تشریف لیگئے اُس گلی میں ایک عالی شان مکان نظر آیا آپ نے ہم سب ہلڑیوں کو باہر ٹھہرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اور خود اندر تانہ مکان میں چلے گئے وہ ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر کا مکان تھا جو کسی دوسرے شہر میں تھے خدام اور سب ہمراہی نہایت متحیر کھڑے ہوئے تھے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہندو ڈپٹی کلکٹر بھی اتفاقاً بحصولِ رخصت اُسی وقت بنا رس آئے اور اپنے مکان پر لوگوں کا مجمع دیکھ کر نہایت تعجب سے دریافت کرنے لگے کہ تم کون ہو اور کیوں بیان کر رہے ہو ہم نے کہا کہ حضرت قبلہ اندر تشریف لیگئے ہیں ہم اُن کے ہمراہ ہیں اُنھوں نے کہا کون حضرت قبلہ ہم نے حضور انور کا نام نامی بتایا وہ یہ سنتے ہی طیش میں آگئے اور اپنے مکان میں اندر چلے گئے ہم لوگوں میں سے بھی بعض خوف زدہ ہوئے اور اندر جانے کا قصد کیا مگر ایک صاحب نے روکا۔ تھوڑی دیر میں وہ ڈپٹی صاحب ہمارے خاطر و مدارات کے لئے باہر آئے اور نشست کا انتظام کیا اُسی وقت اُنکی آنکھیں پر نم تھیں اور عجیب پر کیفیت حالت تھی غرض کہ ہمارے سامنے سارے گھر نے اسلامی عقیدہ قبول کیا اور حضور انور کی بیعت میں داخل ہوئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اُن ڈپٹی صاحب کی بیوی (یہ نہیں معلوم کہ خواب میں کچھ دیکھ کر بلکہ تھارو۔ نیپال کی طرف ایک قوم ہے۔

یا تشریف شکر حضور انور کی زیارت کی یہ متمنی تھیں حضور پر نور کی یہ کیفیت باطن تھی کہ خود اُن کے مکان پر اُن کے سامنے جا کھڑے ہوئے اکثر خدام حاضر باش نے دیکھا ہے کہ حضور انور کا جب کوئی مرید یا متوسل کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا تو آپ کو بھی بخینی ہو جاتی تھی مگر زبان مبارک سے کچھ ارشاد نہیں فرماتے تھے۔ بس حضور کی بتیا بنہ حالت سے تپہ چلتا تھا کہ کوئی نہ کوئی رنج و مصیبت میں ہے۔

نشی عبدالغنی خان صاحب وارثی رئیس پور وہ غنی خان ضلع رائے بریلی لکھتے ہیں کہ مجھے خدام حاضر باش رحیم شاہ صاحب و نور محمد شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضور انور محلہ امین آباد واقع لکھنؤ کی سرامین قیام پذیر تھے آدھی رات کا وقت تھا حضور پر نور استراحت فرما رہے تھے کہ یکایک نہایت بتیابی کے عالم میں اٹھ بیٹھے اور پھر لیٹ رہے صبح تک یہی کیفیت رہی صبح ہوتے ہی ارشاد فرمایا کہ جیل کی سیر دیکھیں گے۔ ہم لوگ ساتھ ہوئے آپ کی تشریف آوری کی جب خبر ہوئی تو جیل کا سب عہدہ باہر آگیا اور حضور انور کو اندر لیکے۔ آپ سیدہ وہاں پہنچے جہاں بھانسی کے دو ملزم بند تھے جن میں ایک ہندو تھا اور دوسرا مسلمان تھا۔

آپ کا رنج اُس ہندو کی طرف تھا اُس ہندو کا یہ واقعہ سننے میں آیا کہ اُس نے فیض آباد میں حضور انور کی زیارت کی تھی اور عام طور پر لوگوں کو حضور کے قدموں پر گرتے ہوئے دیکھا تھا اُس کے دل میں بھی آپ کی شان عظمت کا سیکہ جم گیا اور عقیدت ہو گئی۔ وہ جیل میں مقید تھا جب اُسکی بریت کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو وہ اُس رات میں نہایت بتیابی سے آپ کو یاد کرنے لگا۔ اور پورے طور پر رجوع ہو گیا کہ اب آپ ہی میری مدد کو پہنچیں۔ ادھر اُسکو حضور کی یاد میں بخینی ہوئی اور ہر آپ بھی بخینی ہو گئے۔ اور صبح کو اُسکے سامنے جا کھڑے ہوئے وہ حضور انور کو دیکھتے ہی اپنے مذہب کے موافق رسم تحیت و تعظیم پالایا۔ اور ایک پائون سے کھڑا ہو گیا اور آپ کی معج و صفت کرنے لگا اس واقعہ کی نسبت سید معروف شاہ صاحب قبلہ نے بھی راقم الحروف سے بیان فرمایا ہے کہ اُس وقت میں بھی حضور انور کے ہمراہ تھا آپ نے فرمایا کہ ”معروف شاہ خدا کو اختیار ہے

چاہے اس عالم میں منراوے چاہے اُس عالم میں اُس کو سب قدرت ہے چاہے تو معاف کر دے“ میں نے عرض کیا کہ حضور بجا ہے یہ فرما کر آپ چلے آئے اُسی دن آخری پیشی تھی مقدمہ پیش ہوتے ہی وہ چھوٹ گیا اور چھوٹے ہی آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اُس وقت اُس کا عجیب ذوق و شوق کا عالم تھا بار بار قہقہے کرتا تھا اور کہتا تھا کہ تم پر میشر روپ ہو۔ جب تک زندہ رہا ہر سال دیوہ شریف میں آتا رہا۔ نشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی نے بھی اُس برہمن کو دیکھا ہے اُن کا بیان ہے کہ حضور انور کی محبت میں اُسکی عجیب باسوز و گداز کیفیت تھی۔

حضور انور کی شفقت و عنایت جو مریدین و متوسلین کے حال پر تھی اُس کا ذکر لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتا۔ مان باپ سے زیادہ حضور انور کے قلب پاک میں در و مندی اور بخینی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور کسی تکلیف و مصیبت کو محسوس فرماتے تھے۔ مگر تسلیم و رضا کی پابندی زبان سے اُت نہیں کرتے دیتی تھی ہاں آپ کا کریمانہ برتاؤ اور دردمندانہ اندازہ دیکھ کر ضرور آپ کی شفقت و محبت کا منظر پیش نظر ہو جاتا تھا۔ آہ وہ قلب پر نور جو دنیا کے تمام کمپیٹرون سے آزاد ہو وہ ذات اقدس جس کے ساتھ کسی فکر و پریشانی کا لگاؤ نہ ہو مگر اپنا نام لینے والوں کے لئے بخین رہے۔ اور بخین ہی نہیں شریک حال اور صرف شریک حال ہی نہیں بلکہ اُن کے

مصائب و تکالیف کا بار اپنے سر اقدس پر لینے کے لئے تیار اُن کا مددگار و بخوار وہ نام لیں یا نہ لیں مگر اُس بات مبارک کو دستگیری ضروری ہے حضور انور اگرچہ نظر سے صورتِ ثناء و جمل ہوں مگر اپنی شفقت سے معنا سامنے ہیں۔ اگر کوئی مرید یا بھی نکرے تو آپ کا احساس یا ظنی اُس کی مصیبت میں ہمدردی کرتا تھا آپ اُس کے حال سے ہر وقت خبردار تھے اُس پر ظاہر ہو یا نہ ہو آپ کی معاونت ضرور اُس کے شامل حال تھی چنانچہ مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ دار ثقی مدظلہ العالی (انریبل ممبر ایگزیکٹو کونسل بہار) فرماتے ہیں کہ حضور انور بستی تشریف لے گئے تو میں بھی ہمراہ تھا۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ تم واپس جاؤ میں نے عرض کیا کہ ابھی ریل کے آنے میں دو تین گھنٹے کی دیر ہے۔ فرمایا دیکھو ایسا نہ ہو کہ ریل گاڑی چھوٹ جائے میں نے حضور انور کی اس تاکید سے کسی خاص امر کی جانب اشارہ سمجھا اور حضور پُر نور سے رخصت ہو کر مع حکیم یعقوب بیگ صاحب کے اسٹیشن پر آیا ریل گاڑی بہت دیر میں آئی اور حکیم صاحب ایک درجہ میں سوار ہو گئے۔ حکیم صاحب نے مجھے کہا کہ یہاں بڑا ظلم ہوتا ہے میں نے دریافت کیا تو وہ کہنے لگے کہ چند لڑکے امتحان دینے کے لئے گئے تھے اور واپسی کے وقت بجلت میں اعلیٰ درجہ میں سوار ہو گئے وہ بیچارے گرفتار کر لئے گئے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک صاحب پلیٹ فارم پر بہتہ پادوڑے چلے جاتے ہیں حکیم صاحب نے کہا یہی اُس لڑکے کے ساتھ ہیں۔ میں گاڑی سے اُتر اور اُن سے پوچھا کہ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں اُنھوں نے کہا ہم مولوی صفدر حسین صاحب وارثی (سب جج و رئیس گورکھپور) کو کیا متھو دکھائیں گے اُن کے لڑکے محمود کو یہاں پکڑ لیا ہے یہ مسکرمین اُس طرف گیا اور محمود کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لایا اور گاڑی میں سوار کر کے گورکھپور پہنچا دیا۔ اُس وقت حضور پُر نور کے ارشاد فیض بنیاد کا مطلب سمجھ میں آیا کہ اس کام کی وجہ سے تاکید تھی رد اتنا قبل جاؤ کہ گاڑی نہ چھوٹ جائے یہ حاضر و غائب پر نظر تھی اور یہ حضور انور کی کیفیت باطن تھی کہ حقیقتہً نگاہوں سے کوئی غائب ہی نہ تھا۔

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیخ وارثی ناقل ہیں کہ ایک شخص نے حضور انور کی خدمتِ عالی میں قریب دہر کے مونگ پھلی پیش کی اُس زمانہ میں یہاں مونگ پھلی اس کثرت سے نہیں ہوتی تھی اُس نے پیش کرتے وقت یہ بھی عرض کیا کہ یہ کلکتہ اور بمبئی میں ملتی ہیں حضور انور نے حسبِ عادت اُن کو تقسیم کر دیا اور مجھے فرمایا کہ تم اسی وقت بمبئی چلے جاؤ اور ایک من خرید لاؤ۔

میں فوراً تیار ہو گیا رخصت ہوتے وقت حضور پُر نور نے ایک لنگوٹ اور ایک ہتھ بندہ بھی مجھ کو دیا اور ارشاد فرمایا کہ ”بمبئی میں اسکی ضرورت آئیگی تو دیدینا“ جس وقت میں بمبئی پہنچا تو میرے ایک قدیم دوست مولوی ضیاء الدین صاحب ناریل بازار میں ہیں اُن کے مکان پر ٹھہر گیا مولوی صاحب موصوف نے مجھے بیان کیا کہ آپ کے ایک پر بھائی درویش یہاں ہیں وہ بہت بیمار ہیں اور قریب مرگ ہیں اُنکو دیکھ آئے میں اُسی وقت مولوی صاحب کے ہمراہ گیا تو دیکھا کہ ایک معذور درویش ہتھ بندہ سے ہوئے بستر پر بیہوش پڑے ہیں۔ اور چند آدمی اُن کی تیمارداری اور خدمت میں مصروف ہیں میں نے اُن شاہ صاحب کو قبل اسکے نہیں دیکھا تھا۔ مگر اُن کی لباس کی وضع سے سمجھا کہ یہ فقراء وارثیہ میں سے ہیں۔ اور قلب میں اُن سے ایک خاص اُنس کا احساس بھی ہوتا تھا تھوڑی دیر میں شاہ صاحب ہوشیار ہوئے اور مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ بھائی تم آگئے اور اُسی حالت میں منافقہ کیا۔ اور پھر خاموش ہو گئے۔ میں بھی مولوی صاحب کے ہمراہ واپس چلا گیا دو گھنٹہ کے بعد اُن کے

خادم نے آکر مجھے کہا کہ شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ کی نسبت اُن کی یہ وصیت ہے کہ انھیں کی راے سے چھتر و تکفین ہو۔ اور کفن بھی وہی دین گے میں وہی لنگوٹ اور تہ بند جو مجھے حضور نے مرحمت فرمایا تھا لے کر گیا اور وہی کفن اُن کا ہوا اور چھتر و تکفین کرادی۔ دوسرے روز منہی سے ایک من مونگ پھلی لیکر دیوہ شریف پہونچا اور حضور سے کل واقعہ عرض کیا آپ نے چند محلے ارشاد فرمائے جنکا مفہوم یہ تھا کہ دخیرونک پھلی کے بہانہ سے شاہ جی کو کفن تو پہونچ گیا، حسرت موہانی ۵

نہ دیکھے اور دل عشاق پر پھر بھی نظر رکھے

قیامت ہے نگاہ یار کا حسن خبر داری

حضور انور کی یہ کیفیت باطن تھی کہ مرید خواہ کمین ہو اُس کے حالات سے خبر رکھتے تھے اور مدد فرماتے تھے بارگاہ عالی میں ایسے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے تھے۔ اور حضور پُر نور کی اس روشن ضمیری کیفیت باطنی کا تجربہ صرف مریدین عقیدت گزین ہی کو نہیں ہو بلکہ دیگر سلاسل کے افراد بھی اس کے شاہد ہیں۔ چنانچہ مولوی سید فرزند حسین صاحب وکیل و رئیس خان پور ضلع اٹاواہ (جو ایک معمر اور ثقہ بزرگ ہیں اور حضرت مولانا شاہ سرفراز علی صاحب قبلہ مسعودی شکر گنجی سے بیعت ہیں) بیان کرتے ہیں کہ میں کبھی آپ کی خدمت عالی میں حاضر نہیں ہوا تھا اور نہ بظاہر آپ مجھ سے واقف تھے۔ مگر ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۵ھ کا واقعہ ہے کہ حضور انور اٹاواہ میں ایک مقام پر کھڑے ہوئے تھے اور میں راستہ سے گزر رہا تھا آپ نے خود بخود مجھ کو بلالیا اُس زمانہ میں میرے چچا حاجی سید خادم حسین صاحب اور میرے خالو شیخ خیر الدین صاحب (جو حضور انور سے بیعت تھے) فریضہ حج ادا کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دو تم خیر الدین کے بھانجے ہو انکا کل مکہ معظمہ میں انتقال ہو گیا اور بہت اچھے رہے، یہ فرما کر رخصت کر دیا میں نے اہلی وقت آپ کا یہ ارشاد اور تاریخ وغیرہ نوٹ کر لی۔ جب میرے چچا حاجی خادم حسین صاحب فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مکان پر واپس آئے تو انھوں نے شیخ خیر الدین صاحب کے انتقال کی وہی تاریخ ۲۴ ذی الحجہ اور مکہ معظمہ کا مقام بیان کیا جو حضور پُر نور نے ارشاد فرمایا تھا۔ حضور انور کی روشن ضمیری کے یہ واقعات ہیں جو کیفیت باطنیہ کے زیر عنوان درج کئے گئے مگر حقیقتہً ان کل واقعات میں سے بعض ایسے ہیں جو حضور انور کی باطنی امداد بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو واقعات معمولاً روزمرہ پیش آتے ہوں اُن کو خصوصیت سے نہیں لکھا جاسکتا آپ کی جو بات تھی وہ عامی ہے مگر غائبانہ تصرفات کے تحت میں بعض وہ تصرفات بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں جو حضور انور کی ذات اقدس سے صرف غائبانہ طور پر ظاہر ہوئے۔

### غائبانہ تصرفات

بالکل خبردار تھے۔ اور تمامی واقعات و حالات حضور انور کی کیفیت باطن کی خبر دے رہے ہیں مگر اس موقع پر بعض ایسے واقعات لکھے جاتے ہیں جو بالکل تصرفات غائبانہ یا امداد باطن سے تعلق رکھتے ہیں حضور انور اپنے مریدین و متوسلین کی جیسی خبر گیری فرماتے تھے وہ اکثر واقعات سے ظاہر ہوتی ہے مگر غائبانہ تصرفات کے تحت میں بعض وہ تصرفات بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں جو حضور انور کی ذات اقدس سے صرف غائبانہ طور پر ظاہر ہوئے۔

نشی عید الغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع راے بریلی لکھتے ہیں کہ میرے ہمراہ خورد علی محمد خان صاحب وارثی رسالہ ریحہ کا واقعہ ہے کہ اُن کا رسالہ چچا دنی میرٹھ سے تبدیل ہو کر جالندھر کو جا رہا تھا



اٹھائے راہ میں جب منزل پر ٹھہرا ہوا تو ایک شخص محفوظ علی خان چوہدری کا سوار تھا اُس نے دوسری تربی کے سواروں کے ہمراہ پانی پلانا شروع کر دیا۔ اُسکو کچھ اور حکم دیا گیا تھا جسکے خلاف وہ کر رہا تھا اسلئے اُسکو روکا گیا اور مکرر کہہ کر روکنے پر وہ بدزبانی کرنے لگا اُسکی گستاخی سے چونکہ دوسروں کے لئے ایک بُری مثال قائم ہوتی تھی اسلئے علی محمد خان صاحب رسالدار نے اُسکو قید کر لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ کوتل گارڈ میں قید کر لیا گیا۔ اسی حالت میں اتفاق سے اُسکے ہاتھ ایک بندوق آگئی (اُسوقت علی محمد خان صاحب کھوڑوں کے سنٹر میں چل قدمی کر رہے تھے) ایک شخص نے محفوظ علی کے ہاتھ میں بندوق دیکھ کر آواز دی کہ اسکے ہاتھ میں بندوق ہے ہٹ جا اسپر رسالدار صاحب نے محفوظ علی کو آواز دی کہ وہیں ٹھہر جاؤ یہ سننے ہی اُس نے ایک فیر کر دیا۔ اور رسالدار صاحب کے واسطے بازو میں گولی لگی جس کے سبب سے وہ بہت زخمی ہوئے۔ مگر رسالدار صاحب موصوف کا بیان ہے کہ مجھکو اُسوقت تک بالکل گھبراہٹ پیدا نہ ہوئی بلکہ میں نے ارادہ کیا کہ اُسکو جلد ہی جا کر پکڑ لوں مگر درمیان میں بہت سے گھوڑے بندھے ہوئے تھے جنکی وجہ سے میں جلدی نہ ہو بیچ سکا میرے دیکھتے دیکھتے اُسے دوسرے فیر کی تیاری کر دی اُسوقت مجھے حضور انور کی ذات کے سوا اور کوئی سہارا نظر نہ آتا تھا۔ میں حضور انور کی جانب متوجہ ہو گیا میرا متوجہ ہونا کہ محفوظ علی سوار اندھا ہو گیا۔ ادھر ادھر بھرتا تھا اور اُسکو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ فوراً پکڑ لیا گیا بعد میں محفوظ علی نے خود بیان کیا کہ پہلے فیر تک تو مجھکو کچھ دکھائی دیتا تھا مگر دوسرے فیر پر آنکھوں کی بصارت بالکل جاتی رہی۔ یہ حضور انور کے غالبانہ تصرفات تھے کہ یاد کرتے ہی امداد پر آمادہ نظر آتے ہیں۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی ناقل ہیں کہ مجھے حضور انور کے خدام حاضر باش رحیم شاہ صاحب و تراب علی شاہ صاحب و نور محمد شاہ صاحب نے یہ واقعہ اپنا چشم دید بیان کیا کہ سفر پنجاب میں ہم لوگ حضور انور کے ساتھ تھے ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضور انور کی خدمت عالی میں ایک مسلمان پنجابی بیوی کو ساتھ لیکر حاضر ہوا اور نہایت جوش عقیدت سے قدمبوس ہوا جب ہم لوگوں کے ساتھ اُسکی نشست ہوئی تو انہوں نے گفتگو میں اُس نے اپنا واقعہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور انور کی غلامی کا شرف رکھتا ہوں۔ اور عرصہ ہوا جب میں مرید ہوا تھا مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت ہے۔ عرصہ ہوا جب وہ سخت علیل ہو گئی تھی مرض کو کسی طرح افاتہ نہیں ہوتا تھا روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک روز سب کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ مر گئی مجھے اس واقعہ سے سخت رنج و الم ہوا اُسوقت کی پریشانی کا عالم بیان سے باہر ہے اُسی بدحواسی میں مجھکو خیال ہوا کہ مجھے اُسکی تجہیز و تکفین نہ دیکھی جائیگی۔ اب کسی طرف نہ چل دینا یا نہ ہرکھا کر مرنے کا چاہئے تاکہ اُسی کے ساتھ میں بھی دفن ہو جاؤں پھر خیال آیا کہ مجھے مرنے سے پہلے حضور انور کی زیارت سے مشرف ہونا چاہئے۔ چنانچہ دماغ و عقل تو معطل ہو ہی رہے تھے میں نے اپنے گھر میں سب سے تاکید کر دی کہ جب تک میں دیوہ شریف سے واپس نہ آؤں اُسکی تجہیز و تکفین نہ کی جائے یہ کہتے ہی چل دیا گھر میں ایک کمرام چھا ہوا تھا میرے مکان سے ریلوے اسٹیشن بہت دور ہے میں شام کو مکان سے روانہ ہوا تھا اندھیری رات تھی کچھ رات گئی ہو گی کہ ایک موضع میں پہنچا اور ایک شخص کے دروازہ پر ٹھہر گیا شب بھر بے آب و دانہ وہاں پڑا رہا علی الصبح وہاں سے روانہ ہوا دور سے دیکھا کہ کچھ آدمی اسے بہت قریب پہنچاؤ

دیکھا کہ خود حضور انور میں مبتلا ہی سے چل کر حضور پر نور سے قدمبوس ہوا اور بے اختیار رونے لگا۔ اضطرابی حالت تھی اسوقت منہ سے کچھ بات ہی نہ نکل سکی۔ پس بار بار کیسی کے عالم میں حضور کے قدموں کو چومتا تھا اور روتا تھا حضور انور نے خود بخود مجھے ارشاد فرمایا "تمہاری بیوی کو سکتہ ہو گیا ہے تم واپس جاؤ، میں حضور کا ارشاد سنتے ہی مکان پر واپس آیا تو اپنی بیوی کو دیکھ کر متحیر رہ گیا وہ نہایت صحیح و تندرست بیٹی تھی میں نے پوچھا کہ اسوقت اسکو صحت ہوئی تو ٹھیک وہی وقت بتایا جو میری قدمبوسی اور حضور پر نور کے ارشاد کا وقت تھا میں اسوقت نہایت شاد و مسرور و مطمئن ہو گیا اور مجھے خیال ہوا کہ آج کل حضور انور اسی فوج میں ہیں۔ چل کر قدمبوس ہونا چاہئے میں حضور کی تلاش میں مکان سے نکلا تو معلوم ہوا کہ حضور انور دیوہ شریف میں ہیں عہدہ دار سے اسطرف تشریف نہیں لائے یہ حضور انور کی غائبانہ آمد تو تھی کہ جو مرید جہان اور جسوقت یاد کرتا آپ سکی مدد کو وہیں اور اسوقت پہنچ جاتے تھے۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی یہ واقعہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضور پر نور شرکہ ضلع بارہ نکی میں جو دمیری عبداللہ صاحب کے باغ میں رونق افروز تھے میں بھی ہمراہ تھا اور حضور انور کے خرقہ پوش فقیر کریم شاہ صاحب بھی ساتھ تھے۔ ہم لوگ باہر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور حضور پر نور اندر کمرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اندمیری رات تھی آسمان پر ابر محیط تھا بجلی چمک رہی تھی آپ نے کریم شاہ صاحب کو اندر طلب کیا اور ارشاد فرمایا کہ باغ کی روش پر دیوار کے کنارے چلے جاؤ تم کو ایک ضعیفہ بیٹی ہوئی ملیگی اسکو اپنے ہمراہ لے آؤ۔ کریم شاہ صاحب حضور انور کے ارشاد کے موافق چل دئے تو کچھ دور پر جا کر دیکھا کہ ایک ضعیفہ بیٹی ہوئی کہہ رہی ہے کہ میان مجھ کو کنوئین سے نکال کر جانے کہاں چلے گئے اب اس اندمیری رات میں مجھ کو راہ نہیں ملتی کہ ہر سے جاؤں کریم شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے تو اس نے کہا کہ میں اندمیری رات میں راستہ بھول کر اسطرف چلی آئی تھی اور اتفاق سے اس کنوئین میں گر پڑی میں ڈوبنے نہیں پائی تھی کہ مجھ کو میان نے اوپر ہی سے اٹھا لیا بجلی کی چمک میں میں خوب پہچان لیا کہ حضور ہی تھے۔ مگر مجھ کو جیسے ہی نکال کر اوپر بٹھایا آپ غائب ہو گئے اُن کے سوا ہماری کون خبر لینے والا ہو سیکر رونے لگی کریم شاہ صاحب نے کہا حضور ہی نے مجھ کو تحصیل لینے کے لئے بھیجا ہے اب تم میرے ساتھ چلو وہ ان کے ساتھ چلی آئی اور جیسے ہی حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئی حضور انور کے قدموں پر سر رکھ کر زار زار رونے لگی۔ اور اُس حالت میں بار بار کہتی تھی کہ میان اب مجھ کو نہیں ہو گیا جس طرح حضور نے میری بہانہ مدد فرمائی ہے اُسی طرح قبر میں اور حشر میں بھی مدد فرمائیں گے جب اُسکی وقت کم ہوئی تو حضور انور نے اسکو منع فرمایا کہ زبان سے کچھ نہ کہو جو ہوا وہ ہوا مگر اسوقت حاضرین کی تعداد پچاس سے کم نہ ہوگی چنگے سامنے یہ ضعیفہ حاضر ہوئی تھی۔

منشی مانت خان صاحب وارثی مرزا پوری تحریر فرماتے ہیں کہ مٹھا کر پنچ سنگہ صاحب رئیس ملاؤلی ضلع میں پوری کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ مٹھا کر صاحب موصوف کو چکر آگیا اور قریب تھا کہ منہ سے کلمہ نکلتا میں گھر میں۔ مٹھا کر پنچ سنگہ صاحب وارثی خود فرماتے ہیں کہ اسوقت میں نے بچہ خود دیکھا کہ وہ منہ سے حضور پر نور کا دست مبارک نمودار ہوا اور گرتے سے مجھ کو پٹ دیا نہ گرا نہ چوٹ آئی۔

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ دار فی مظلہ العالی (انریبل ممبر ایکٹریٹو کونسل) فرماتے ہیں کہ ہمارے  
صوبہ بہار میں ایک قصبہ شیخ پورہ ہے جہاں ڈاکٹر اور حکیم بہت ہیں۔ میرا برادر حسین صاحب رئیس شیخ پورہ  
اور ان کا تمام گھر حضور پرنور سے شرف بیعت رکھتا ہے۔ ایک مرتبہ میرا برادر حسین صاحب کی  
کی اہلیہ کو مرض فالج ہوا اطباء نے غذا ایک دم بند کر دی۔ صرف مارا غسل دیا جاتا تھا مریضہ کی بھوک پیاس  
سے بڑی حالت تھی میرا برادر حسین صاحب کی یہ کیفیت تھی کہ ایک قدم مکان کے اندر تو ایک باہر۔  
مریضہ کی حالت سے سخت پریشان تھے ایک مرتبہ جو اُس مکان میں گئے جہاں مریضہ تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ  
پلنگ سے اُتر کر نیچے فرش پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ اور منہس رہی ہیں اُن کے دونوں ہاتھوں میں دو وہ  
یا بالائی اور پانی کے کچھ آٹا رپاے جاتے ہیں اُنھوں نے میرا برادر حسین صاحب سے کہا کہ تم نہ مجھے پانی  
دیتے تھے نہ کھانا دیتے تھے حضور انور نے تشریف لاکر مجھے سب کچھ دیا چنانچہ وہ اس وقت تک صحیح ہیں۔  
حضور انور کے غالباً نہ تصرفات کے متعلق مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب خیر واری کتاب عین الیقین  
میں تحریر فرماتے ہیں کہ باندھ میں دو شخصوں کے مابین یہ عہد ہو گیا تھا کہ ہم دونوں ایک بزرگ سے بیعت  
ہوں گے ان دونوں میں سے ایک شخص تو باندھ ہی میں تھا اور دوسرا کسی دوسرے شہر میں چلا گیا تھا اسی  
زمانہ میں حضور انور باندھ میں رونق افروز ہوئے تو وہ شخص حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور حال  
عَدیم المثال کو دیکھتے ہی اُسکو حقیقت پیدا ہو گئی کہ حضور پرنور سے بیعت ہونا چاہئے مگر جو عہد واثق اپنے  
دوست سے کر چکا تھا اُس کا خیال کر کے متاثر ہوا اور دو متضاد خیال اُس کے قلب میں پیدا ہو گئے۔  
یہ بھی سوچتا تھا کہ عہد کو نہیں توڑنا چاہئے اور پھر یہ بھی خیال کرتا تھا کہ مبادا یہ وقت پھر نصیب نہو  
انھیں خیالات کی الجھن میں تھا کہ حضور پرنور نے حکم دیا کہ ”باہر بیٹھو“ اور تھوڑی دیر میں اُسکو اندر  
طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ ”دو بھارا دوست مرید ہو گیا“ یہ سنتے ہی وہ شخص قدمبوس ہوا اور بکمال  
ذوق و شوق حضور انور کی بیعت سے مشرف ہوا دو تین گھنٹہ کے بعد اُسکو اپنے دوست کا تار ملا جہاں  
لکھا تھا کہ میں حضور پرنور کی بیعت سے مشرف ہو گیا غالباً حضور باندھ تشریف لیجاؤ تم بھی بیعت ہو جاؤ۔  
یہ تار لیکر وہ شخص بادیدہ پیر غم حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا اور ہمیشہ توجہ عالی مبذول رہنے  
کے لئے ملتجی ہوا آپ نے فرمایا کہ ”محبت ہو تو سب کچھ ہے لاکھ کوس بھی ہو تو نزدیک ہے“  
مولانا خیر رحمتہ اللہ علیہ یہ واقعہ بھی عین الیقین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو عرب حضور انور کی  
خدمت عالی میں حاضر ہوئے ایک نے عرض کیا کہ امسال آپ حج کو تشریف لیگئے تھے تو زیارت  
نصیب ہوئی تھی (دوسرے عرب کی طرف اشارہ کر کے) یہ بھی اسی سال حضور انور سے بیعت ہوا ہے  
حاضرین نے کہا کہ حضور تو عرصہ دراز سے حج کے لئے تشریف نہیں لیگئے۔ عرب صاحب نے کہا واللہ  
امسال آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھا ہے حضور پرنور نے مسکرا کر ارشاد فرمایا ”کوئی دوسرا ہوگا“ ایک قوت  
میں مختلف مقامات میں حضور انور کا طور فرمانا اکثر لوگوں نے دیکھا ہوا اور دیگر سلاسل کے بزرگوں کے  
مشاہدہ میں بھی ایسے تصرفات غالباً نہ حضور انور کے گذر سے ہیں چنانچہ شیخ نہال الدین صاحب متوطن کر سی  
شلیح بارہ ٹکی کا بیان ہے کہ مولانا مولوی حاجی صادق الیقین صاحب کا واقعہ ہے جو ایک عالم خیر وچون عالم



بزرگ تھے اور جبکہ والد ماجد حضرت مولانا حافظ سراج الیقین صاحب نے اپنی حیات میں انکو حضرت مولانا شاہ خجالت اللہ صاحب محب صادق قادری کے مقدس سجادہ پر بٹھانے کی رسم ادا فرمائی تھی۔ وہ اپنے غلوئے شریعت کے باعث حضور انور سے خوش اعتقاد نہ تھے اور اکثر لوگوں کو حضور انور سے احتراز کرنے کی ترغیب دیتے تھے جس اتفاق سے مولانا صادق الیقین صاحب نے تحصیل علوم کی غرض سے ہندوستان سے سفر کیا۔ اور عرصہ تک بعد اومین تعلیم پائی اور بعد ازاں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مستفید ہوئے اور سات برس تک بیت اللہ شریف میں مقیم رہے اسکے بعد ہندوستان کا قصد فرمایا اور اپنے وطن یعنی قصبہ کرسی میں آنے سے قبل نہایت عقیدت و محبت سے مولانا حضور پرنور کی خدمت عالی میں دیوہ شریف میں حاضر ہوئے مولانا کی ابتدائی مخالفتوں کی وجہ سے لوگوں کو بے رغبت ہوا کہ کیا معاملہ ہے اور انھوں نے گرویدگی کا سبب پوچھا تو مولانا صادق الیقین صاحب نے بیان کیا کہ میں حضور پرنور کے غلوئے مرتبت سے واقف نہیں تھا میں نے سات برس تک مکہ معظمہ میں نماز پڑھی اور ہر وقت کی نماز میں برابر اپنے داہنی جانب حضور انور کو دیکھا۔ اس عینی مشاہدہ سے میں اپنے خیالات سے تائب ہوا۔ شیخ نہال الدین صاحب کا بیان ہے کہ اس واقعہ کو مولانا نے گونڈہ میں بھی بیان فرمایا اور میرے علاوہ اُس وقت شیخ خلیل الدین صاحب و منشی امتیاز علی صاحب و منشی محمد اسماعیل صاحب ساکنان قصبہ کرسی ضلع بارہ نکی بھی موجود تھے۔

**حالت تنوع میں امداد** مختلف مقامات میں بیک وقت حضور انور کا ظہور فرماتا اکثر واقعات سے معلوم ہوتا ہے اور یہ مشاہدات بھی لوگوں کی نگاہوں سے گزر رہے ہیں اکثر ایسے واقعات راقم الحروف کی معلومات میں بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں نے حضور انور کو اپنے متوسلین کے پاس وقت مرگ دیکھا ہے۔ مگر چونکہ اُن روایتوں کی کامل صحت کے متعلق راقم الحروف کو تشفی بخش سند نہیں ملی اسلئے میں انکو نظر انداز کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں حضور انور کے تمامی تصورات فیض آیات کے بیان کرنیکا اوقامین نے نہیں کیا ہے اور نہ کوئی شخص کر سکتا ہے البتہ جو کچھ مستند روایات سے ثابت ہوا ہے اُسکو حوالہ قلم کرتا ہوں۔ چنانچہ بعض روایات حسب ذیل ہیں۔

شیخ محمد شفیع صاحب دارفی مرزا پوری (جبکا نام پشتہ لالہ بدھو لال تھا اور اب وہ ایک نہایت سچے اور سچے مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے ہر ایک کام میں پیش رہتے ہیں اور خدمت اسلام میں دل و جان سے سعی کرتے ہیں) ناقل ہیں کہ سیدہ امینہ بدر النساء بی بی صاحبہ (جو ناظر عبد الکریم صاحب رئیس مرزا پور کی صاحبزادی تھیں) نے بر سبیل تذکرہ اپنے اعتراف سے حضور انور کا ذکر خیر سنا اور اُن نیک نہاد بی بی نے ایک عریضہ حضور پرنور کی خدمت عالی میں اشتیاق زیارت اور حاضری کے لئے ارسال کیا حضور انور کی طرف سے اُس درخواست کا یہ جواب آیا کہ حاضری کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے وہ ہماری مرید ہیں۔ جواب خط کے بعد وہ آرزو مند زیارت عالم رویا میں حضور انور کی زیارت سے مستفید ہوئیں۔ اور حضور پرنور نے اُن کو بیعت سے مستفید فرمایا اس واقعہ کو ایک سال کا عرصہ گزرا ہو گا کہ اُن بی بی صاحبہ کو دق کا عارضہ شروع ہو گیا۔ عرصہ تک مرزا پور میں علاج ہوتا رہا مگر صحت نہ ہوئی اس کے بعد علاج کی غرض سے اُن کے اعتراف انکو تبارس لیگئے وہاں بھی افانہ کی صورت نظر نہ آئی جس روز اس عرصہ



خاتون کا انتقال ہوا ہے اُس دن یہ واقعہ پیش آیا کہ قریب دو بجے شب کے اُن بی بی نے اپنے شوہر محمد حسن صاحب مرحوم مغفور سے کہا اس کمرہ سے جوتے وغیرہ الگ کرادیے جائیں۔ اور سب لوگ باہر چلے جائیں حضور پُرنور تشریف لاتے ہیں لوگ باہر چلے گئے اور یہ ناچیزین وہاں سے ہٹا دی گئیں اور عرصہ تک اُس مکان میں تنہائی رہی قریب صبح کے چار بجے ہوں گے کہ وہ حضور انور کا جمال عظیم المثال دیکھتے دیکھتے جان بحق تسلیم ہو گئیں۔

بچہ ناز رفته باشد ز جهان نیا ز مندرے

کہ بوقت جان سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قباہ وارثی بہاری، نظام العالی، مترجم طبقات الکبریٰ والکلیہ الارواحیہ وغیرہ) تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی سید رحیم الدین صاحب نقشبندی (ڈاٹا ٹیرا انج) مرحوم مغفور جو ایک ذاکر و شاغل شخص تھے یہ واقعہ اپنا چہرہ پر بیان کرتے رہے کہ مولوی سید شرف الدین صاحب وارثی (ممبر اکیڈمیٹو کونسل بہار) کے حقیقی چھوٹے بھائی سید ذوالحسین صاحب کے زمانہ علالت میں اُنکے پاس میں بھی موجود تھا جس رات کو اُن کا انتقال ہوا۔ میں نے چشم خود تین مرتبہ دیکھا کہ حضور پُرنور اُس سر پرانے تشریف لائے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور انور کے تصرفات روحانی ضرب المثل ہیں اور وہ صرف مریدین عقیدت گزین ہی کی بیان کردہ روایات پر مبنی نہیں ہیں بلکہ دیگر سلاسل کے محترم بزرگوں کے چشم دید مشاہدات سے بھی اُنکی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ زینت آرائے مرید رشید و ہدایت مہر سپہر علوم شریعت و طریقت حضرت مولانا مولوی سید کریم رضا صاحب چشتی نظامی اشرفی (دہلوی) (متوطن تھیوٹولوجیالیا و مقیم حال دہلی) ایک والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

دو حضرت حاجی صاحب قبلہ کے واقعات و حالات کرامات آیات حضرت کے مریدوں اور غیر مریدوں سے بہت کچھ سُننے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اُنہیں سے کوئی بھی یاد نہیں رہا۔ ہاں ایک واقعہ جو معتبر راوی سے سُننا ہے وہ ہر یہ خدمت کیا جاتا ہے۔ میرے ایک دوست حاجی احمد حسن صاحب۔ (جو حضرت حافظ سید بہادر علی شاہ صاحب جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور وہ مرید و خلیفہ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی کے تھے) یہ بیان فرماتے ہیں کہ ۱۳۳۵ھ میں حج کو گیا مقابر و عرفہ عرفات کے میدان میں ناگاہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کو برای العین دیکھا اور تھوڑی دیر میں نظروں سے غائب ہو گئے۔ اُس وقت یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی مرید حضرت کا مرگیا ہے غالباً ایسے تنگ اور سخت وقت میں اُس مرید کی مدد کے لئے آپ وہاں تشریف لائے تھے،

حالات متذکرہ بالا اور دیگر واقعات سے حضور انور کے تصرفات غایبانہ کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں حضور پُرنور کی مقدس روحانیت سے کس قدر رحمت انگیز فیوض و برکات اہل دنیا کو حاصل ہوئے اور ظاہر و باطن حاضر و غائب سب کی دستگیری فرماتے رہے۔

یہاں انھیں کے سبب سیڑیوں اسیر ہو  
نجات ہو گئی جس کے یہ دستگیر ہوئے

تصرفات ظاہری حضور انور کے ظاہری تصرفات جو حضور انور کا وسیلہ کپڑے سے متعلق ہیں یا ارشاد عالی سے علاقہ رکھتے ہیں وہ بھی بطور مثال جیہ ناظرین کرام کے جانتے ہیں مولوی بشیر الزمان خان صاحب نہیں منہ پایہ ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے چھوٹے دادا صاحب قبلہ کے بڑے صاحبزادہ شیخ امتیاز الزمان صاحب مرحوم مخفور کو حضور پر نور سے خاص محبت تھی ایک مرتبہ شیخ امتیاز الزمان صاحب ایک مہاجن کے قرضہ کی غلٹ میں دیوانی کی طرف سے جیل میں محبوس ہوئے داروغہ مجلس شیعہ مذہب تھا اور حضور انور کی جانب سے خوش اعتقاد نہ تھا وہ شیخ امتیاز الزمان صاحب کے خیالات سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ یہ حضور پر نور کے عاشق صادق ہیں اُس نے شیخ امتیاز الزمان صاحب سے نا ملائم الفاظ میں حضور پر نور کا ذکر چھیڑا اور گفتگو نے یہاں تک طول کھڑا کہ داروغہ مجلس نے کہا کہ اگر فی الحقیقت تمہارے مرشد ایسے ہی عالی منزلت ہیں جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو تم کو اس مصیبت سے بچا دیتا کیونکہ نہیں دلاتے۔ اُنھوں نے کہا یہ سترے اعمال ہے وہ چاہیں تو چشم زدن میں بڑا پاؤں بجائے داروغہ مجلس نے کہا کہ چھ مہینے کی خوراک مہاجن نے صحیح کرادی ہے غیر ممکن ہے کہ چھ ماہ کے اندر تم خلاصی پا جاؤ شیخ امتیاز الزمان صاحب کو غصہ آگیا اور اُنھوں نے کہا کہ اس وقت کی بات یاد رکھو میں اُنھیں کچھ سہارے پر کہتا ہوں کہ تین دن سے زیادہ یہاں نہ رہوں گا اُس نے جواب دیا کہ تمہاری خام خیالی ہے۔ اگر تین دن میں رہا ہو جاؤ تو میں اپنا مذہب چھوڑ دوں اور اُن سے بیعت ہو جاؤں۔ یہ گفتگو ختم ہو چکی تو شیخ امتیاز الزمان صاحب نے نہایت بتیابی کے ساتھ حضور انور سے مدد مانگی دوسرے دن بوقت شب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی بارگاہ ہے جہاں نقیب و چوہدار وغیرہ اپنے اپنے قاعدہ سے کھڑے ہوئے ہیں اور میں دروازہ پر روکا گیا ایک شخص نے مجھے کہا کہ یہ بارگاہ عالی حضور سرور عالم فخر بنی آدم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ بغیر حکم کوئی اندر نہیں جاسکتا تھوڑی دیر کے بعد کسی نے میرا نام لیکر آواز دی اور میں اُس بارگاہ عالی میں حاضر ہوا۔ میں نے وہاں جاکر دیکھا تو ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا اور سب سرنگو و خاموش کھڑے ہوئے تھے شہ نشین پر کار چوٹی پر کھڑے ہوئے تھے اور زیر شہ نشین متعدد دکرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اُن پر چند نقاب پوش بزرگ تشریف فرما تھے۔ تھوڑی کے بعد حضور پر نور تشریف لائے اور دست مبارک کے اشارے سے ٹھہرنے کا حکم دیا میں ساکت کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر میں ایک نقاب پوش کرسی سے اُٹھے اور پردہ کے قریب جا کر عرض کیا کہ کیا حکم ہوتا ہے اندر سے آواز آئی کہ اب صاحبزادہ کی ضد ہے تو اُسکو رہا کر دو۔ یہ سنکر حضور انور میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ”مبارک ہو کل رہا ہو جاؤ گے تمکو حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ شیر خدانے خلاصی سطا فرمائی اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی اُس وقت اتنا اطمینان قلبی اور فرحت و سرور ملی حاصل تھا جس کا بیان احاطہ تحریر سے باہر ہے جس وقت میں بیدار ہوا ہوں صبح صادق کا وقت تھا اُسی وقت میں نے داروغہ مجلس کو بلایا اور یہ پورا خواب بیان کر کے اپنی خلاصی کا مژدہ سنایا میں نے دیکھا کہ اس خواب کو سنکر اُسپر ایک خاص اثر مرتب ہوا اور وہ حیرت سے میرے منہ دیکھنے لگا اور اسی حالت میں اُسکی زبان سے نکلا کہ دیکھئے جب حکم رہائی آجائے چنانچہ کچھ پری کھٹنے پر دس بجے دن کے بعد رہائی کا حکم آگیا۔ اور میں بفضلہ تعالیٰ رہا ہو گیا اس واقعہ داروغہ مجلس کے دل میں

خوش عقیدگی پیدا ہوئی اور وہ نائب ہو کر حضور انور کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ بظاہر یہ صورت پیش آئی کہ وارنٹ گرفتاری میں کوئی بے ضابطگی ہو گئی جس کا نتیجہ رہائی ہوا۔

حضور پرنور کا وسیلہ عجیب وسیلہ ہے جو اس زمانہ میں بے نظیر و بے عدلی ہے اور کسی طرح اپنے متوسل کو ناکام نہیں چھوڑتا۔ یہ بات بھی ہے کہ اگر آپ کا نام لینے والا سو اے آپ کے کسی اور ذریعہ کو وسیلہ بناے تو اسکی کامیابی مشکل ہو جاتی ہے۔ غیرت و ارثی کا اقتضایہ ہے کہ اُن کا دست گرفتہ کسی اور کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔

چنانچہ منشی نواب حسین صاحب مارہروی مرحوم مغفور بیان کرتے تھے کہ میں بارہنگی میں کو تو ال شہر تھا میں ریلوے اسٹیشن پر کچھ لوگوں کو دیکھاجنگلی وضع قطع اسطرن کے باشندوں سے الگ تھی میں نے اُن کے پاس جا کر دریافت کیا تو اُنھوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ سورت کی طرف کے رہنے والے ہیں یہاں آنے کا بہ سبب ہے کہ ہم حضور پرنور سے بیعت رکھتے ہیں ہم چند مقدمات میں ماخوذ تھے ہم نے اپنی پریشانی و مصیبت میں اکثر بزرگوں سے رجوع کی اور در در مارے پھرے مگر مصائب میں فرتہ برابر کمی نہ ہوئی۔ ایک بزرگ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ تم بیعت کہاں ہو ہم نے حضور پرنور کا اسم گرامی بتایا اُن بزرگ نے فرمایا تم اُنھیں کی طرف رجوع ہو جاؤ جب ہم حضور انور کی جانب رجوع ہونے تو غیب سے مدد ہوئی اور وہ مقدمات جن سے کسی طرح چھٹکارے کی امید نہ تھی اُن سب سے بری ہو گئے اُس وقت اس بات کا احساس ہوا کہ حضور انور کو چھوڑ کر جو دوسروں سے خواہاں امداد تھے اسکی وجہ سے پریشانی تھی اب ہم لوگ اظہار شکر گزاری و قدیموسی کے لئے دیوہ شریف جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے کسی متوسل اور دست گرفتہ کے حال سے بیخبر نہ تھے اور اس حالت میں وہ اگر آپ کے خیال سے بے خبر ہو جائیں تو یہ اُنکا قصور ہے۔

او تبو مصروف و تو مشغول غیر۔ | کھ سوے کعبہ روئی گھ سوئے دیر |

حضور انور کے ظاہری تصرفات بھی باطنی تاثیرات سے مملو ہیں۔ مولوی رونی علی صاحب و ارثی المرزائی پیچھے پوری ناقل ہیں کہ ڈاکٹر الہی بخش صاحب متوطن آگرہ متعین شفا خانہ فقچور ضلع بارہنگی حضور انور سے شرف بیعت رکھتے تھے اور علاج معالجہ کے لئے ریاست بلہرہ ہٹوا مٹو میں اکثر آتے رہتے تھے وہاں کے احباب سے اُنھوں نے بیان کیا کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے کہ ایک مرتبہ حضور انور کی دعوت دار و غہ جیل لکھنؤ کے یہاں تھی۔ اُس وقت آپ جیل دیکھنے کو بھی چلے گئے ایک کوٹھری کی جانب تشریف لیگئے تو آہنی سیخوں سے ہاتھ بڑھا کر ایک قیدی نے حضور انور کے قدم مبارک پکڑ لئے اور رو کر عرض کرنے لگا کہ اب میں قدم نہ چھوڑوں گا میں حضور کا مرید ہوں اور بے تصور جرم قتل کا مرتکب بنایا گیا ہوں۔ حضور انور نے جیل صاحب سے فرمایا کہ اس کا اپیل منجانب سرکار ہو اسے اُنھوں نے کہا نہیں۔ چنانچہ قاعدہ کے بموجب اُنھوں نے اپیل چاہا بحث اور عذر کا پہلو اپیل میں نہ تھا۔ اپیل میں صرف اس قدر لکھا گیا کہ اُس شخص کا اپنے پیر و مرشد سے ملنے کا یہ واقعہ ہے۔ عدالت اپیل نے صرف اسی واقعہ پر اُسکو رہا کر دیا۔

مولوی رونق علی صاحب دار فی الرزاقی تھے پوری لکھتے ہیں کہ حافظ محمد شبیر صاحب مہاجر مدینہ منورہ جو محمد و مراد کے اور نہایت وجیمہ و خوبصورت شخص تھے حضور انور سے بہت محبت رکھتے تھے اتفاقاً وقت سے ایک مقدمہ قتل میں ماخوذ ہوئے کوئی صورت بریت کی نظر نہ آئی حضور انور سے اُن کی مصہبت کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مروجہ جھوٹے نہیں بولا اقبال کیا سلیج کو انچ کیا ایسا آدمی پکڑا نہیں جانا چنانچہ مقدمہ کی رویداد ایسی مرتب ہوئی کہ وہ بری ہو گئے اور حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر قید میں آئے اور پھر حیدر آباد وکن میں جا کر ملازمت کر لی وہاں سے واپس آیا جب ہو کر حج کو چلے گئے۔ اور پھر دوبارے فریضہ حج دیار رسول یعنی مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کر لی۔ مدینہ منورہ میں ایک کنواں بھی اُنھوں نے تیار کر لیا حضور انور کے مریدین جو ہندوستان سے زیارت کے لئے جاتے تھے اُن کی بہت خاطر و مدارات کیا کرتے تھے مولانا مفتی ابو فرح صاحب وارثی سنبھلی فرماتے ہیں کہ ایک صاحب شیخ نیا بہت علی نامی سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا تو مجھے حضرت اقدس کا ذکر خیر آیا اُنھوں نے بیان کیا کہ میرا ہندو جمل کے جرم میں ماخوذ تھا اور اُسکو سات سال کی سزا کا حکم ہو چکا تھا۔ عدالت سے فیصلہ کی قتل حاصل کی گئی کہ اپیل دائر کیا جائے مگر جس وکیل نے فیصلہ دیکھا اُس نے یہی رائے دی کہ اپیل بے سود ہے۔ اندیشہ ہے کہ اور مزید جبر دیا جائے مایوس ہو کر ہم لوگ دیوہ شریف میں حاضر ہوئے اور حضور انور کی خدمت عالی میں عرض حال کیا تو فرمایا کہ جیل خانہ میں اُس لڑکے سے جا کر ملو اور اُس سے بچنگی کے ساتھ توبہ کرو تو توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اس ارشاد فیض نبیاد کی تعمیل کی گئی اور ایک معمولی شخص سے اپیل لکھا کر پیش کیا وہی ہوا کہ لڑکا صاف چھوٹ گیا حضور انور کی بات بات میں معتدہ کشائیاں ہوتی اور لب اعجاز نکالتے جو الفاظ ادا ہوتے تھے وہ حقیقتہً اپنی حیرت انگیز تاثیرات میں جواب نہیں دیتے تھے اور لطف یہ ہے کہ اشارات و استعارات میں حضور انور باتین کرتے تھے۔

چنانچہ شیخ عظمت اللہ صاحب تعلقہ دار سید پور ضلع بارہ نکی (جو حضور انور سے شرف بیعت رکھتے تھے) کا واقعہ ہے کہ اُن پر ایک خون کا مقدمہ قائم ہو گیا جس سے اُن کے بیان بڑی پریشانی پھیل گئی۔ شیخ عظمت اللہ صاحب کی اہلیہ صاحبہ حضرت مولانا شاہ سید علی حسن صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی مسند آرا کے کچھ چچہ شریف ضلع فیض آباد سے شرف بیعت رکھتی تھیں چنانچہ اس واقعہ کو خود حضرت ابو محمد مولانا شاہ سید علی حسن صاحب قبلہ مظاہر العالی تحریر فرماتے ہیں کہ جب میری مریدہ (یعنی اہلیہ شیخ عظمت اللہ صاحب وارثی) آپ کی خدمت میں بمقام دیوہ شریف حاضر ہوئیں تو آپ نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ”ان کو چوڑیاں پہنادو“ یہ فرما کر مسیم ہوئے اور اصرار کیا کہ ان کو چوڑیاں پہنے کا حکم ہوا اور اُن کے شوہر کو حاکم عدالت نے مقدمہ خون سے رہا کر دیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خود مجھے میری مریدہ (زوجہ شیخ عظمت اللہ صاحب وارثی) نے بیان کیا اس واقعہ سے سیدنا معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی اور مولوی احمد حسن صاحب ارثی نے بھی مطلع فرمایا ہے اور شیخ مظہر علی صاحب قدوائی کا بھی چشم دید ہے۔

حضور انور کے تصرفات فیض آیات بات کی بات میں ظاہر ہوتے تھے۔ وہاں نہ گنتا تھا نہ تعویذ عمل



نہ وعائد و اس اشارات تھے اور وہ بھی تشبیہات و استعارات کی طرح ادا ہوتے تھے اور لوگوں کی ادا کرنے کے مختلف طریقے تھے۔ جیسا کہ واقعات متذکرہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے۔

ظاہری تصرفات میں بھی حضور نور فیوض باطنی سے الامال کر دیا کرتے تھے اور جو دنیاوی مجبور یاں لوگوں کو حاصل ہوتی تھیں ان کا من کل الوجوہ خیال ملحوظ فرماتے تھے۔

چنانچہ شیخ حسین علی صاحب نواب دار فی زمیندار ساوہ منوکا واقعہ ہے کہ شوال کے مہینے میں ان کے ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ اُس کے پھوپھول اٹھانے کے بعد وہ حضور نور کی خدمت مالی میں حاضر ہوئے اور جیم شاہ صاحب کے ذریعہ سے حج کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تو حضور نور نے شیخ حسین علی صاحب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ”مطلب سے مطلب ہے اگر تم باؤگے تو تمہاری بیوی لڑکے کے غم میں روئیں گی اور کہیں گی کہ میان چلے گئے نہ معلوم کہاں ہوں تو سنا سنا دل کو دل سے راہ ہوتی ہے تمہارے دل میں یہ خیال ہوگا کہ لڑکا مر گیا بیوی کو چھوڑ کر آیا ہوں روتی روتی ہوگی بس سے

نہ خدا ہی ملا نہ وصل الہ منہ نہ ادمہ کے ہوئے نہ ادمہ کے رہے

حالت اور ہوگی دل مکان پر ہوگا چ کیا ہوگا حسین علی موقع نہیں ہے خدا مالک ہے، شیخ حسین علی صاحب کا بیان ہے کہ اس ارشاد کے آٹھویں دن شب جمعہ تھی کہ میں خواب میں مدنیہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے حاضر ہو کر حضور میں عرض کیا تو آپ نے حالت وجد میں ارشاد فرمایا کہ ”مشتوق کے در پر تو پہنچ گئے۔“

اس کے بعد جیم شاہ صاحب سے فرمایا کہ ”مستقیم شاہ کے پاس سے خلافت کعبہ اور قدم رسول لاؤ“ جب وہ لائے تو آپ نے مجھے بوسہ دلوایا اور پھر فرمایا کہ ”مطلب سے مطلب ہے“ میں واپس آیا تو شب جمعہ ہی میں حضرت نبی کریم علیہ التَّحیۃ والتَّسْلیم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اُس روز سے اپنی حالت بدلی ہوئی پائی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ علاوہ امداد باطنی کے حضور نور دنیا داری کے طریق زندگی کا اس قدر احساس فرماتے تھے۔ حالانکہ آپ فرمانروائے مملکت عشق تھے اور آپ کی ذات مستغنی عن الصفات سبق آموز تفرید و تجرید تھی۔ غلبہ محویت و استغراق میں سب کچھ فراموش تھا مگر ابوالوقت تھے اور ہر کیفیت و حالت پر کامل طریقہ سے غلبہ رکھتے تھے۔

عام مخلوق الہی کی ضروریات کا اس قدر احساس فرماتے تھے جو حضور نور کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے حیرت انگیز معلوم ہوتا تھا حضور نور کے اشارات و اشادات دنیوی برکتوں میں بھی ضرورت المثل ہیں۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع رائے پری لکھتے ہیں کہ حضور نور میرے مکان پر کئی مرتبہ تشریف لائے تھے مستورات میں اکثر حضور نور کے تذکرے ہوتے رہتے تھے ایک مرتبہ حضور نور میرے یہاں مقیم تھے کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں ان میں سے ایک نے کہا کہ اب تک غنی خان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی حضور غنی خان کو بہت چاہتے ہیں مگر اسکی کچھ پرواہ نہیں ہے چنانچہ بعض مستورات کا ارادہ ہوا کہ حضور پر نور سے اس کے متعلق کچھ عرض کریں۔ مگر میں خوب سمجھتا تھا کہ حضور پر نور سے کچھ عرض کرنا مناسب نہیں ہے۔ وہاں تسلیم و رضا کے سوا کیا ہے۔ مگر وہ مستورات

یہی خیال لیکر حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں اُن کے حاضر ہوتے ہی حضور پُر نور نے ارشاد فرمایا کہ کسی کو سوہل کا نا آتا ہے، وہ عورتیں خاموش رہیں ایک میرا شن بھی حاضر تھی حضور نے اُس کو طلب فرما کر سوہل کے چند الفاظ خود زبان مبارک سے ارشاد فرمائے اور حکم دیا کہ اُس کو سب بلکر گانا اور رخصت کر دیا۔ اُن عورتوں نے کچھ عرض کرنے کا موقع بھی نہ پایا اور نہ سمجھ سکیں کہ ایسا ارشاد کیوں ہوتا ہے۔ اُن عورتوں نے حضور پُر نور کے حکم کی تعمیل کی اور حضور انور رخصت ہوئے۔ میں پہونچانے کے لئے گیا اشنائے راہ میں مجھ کو محسوس ہوتا تھا کہ میرے حسیم کا وزن دونا ہو گیا ہے۔ میں حضور پُر نور کو پہونچا کر واپس آ گیا۔ وہاں کچھ میرے گھڑن لڑکا پیدا ہوا تمام مستورائین حضور انور کی اس نئی ترکیب کے تذکرے تھے کہ نہ کنرا نہ ثعود نہ دعا بندہ دوا۔ کہاں سوہل کا گانا اور کہاں لڑکے کی ولادت۔

شیخ نہال الدین صاحب متوطن کرسی ضلع بارہ بنکی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پُر نور منکا پور جاتے ہوئے گونڈہ میں قیام پذیر ہوئے۔ اُس وقت مسٹر جانسٹن صاحب بہادر گونڈہ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے صاحب موصوف کی اولاد ضائع ہو جا یا کرتی تھی۔ مولوی تہور علی صاحب تحصیلدار گونڈہ اور مولوی انعام بخش صاحب انسپکٹر پولیس گونڈہ (جواب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہیں) نے صاحب سپرنٹنڈنٹ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ حضور انور سے ملیں اور اس بارہ میں عرض کریں۔ چنانچہ مسٹر جانسٹن صاحب بہادر حضور انور کی خدمت عالی میں گئے آپ نے اُن کو ایک رومال عطا کیا اور ارشاد فرمایا کہ دجیب بچہ پیدا ہو تو اُسکے گلے میں یہ رومال باندھ دینا، صاحب موصوف اور اُن کی میم صاحبہ نے نہایت ادب و احترام سے اُس رومال کو لیکر بحفاظت رکھ لیا اب خدا کے فضل و کرم سے صاحب موصوف کی اولاد موجود ہے اور مسٹر جانسٹن صاحب بہادر اور اُن کی میم صاحبہ حضور انور سے نہایت خوش اعتقاد ہیں۔ حضور انور کے ہر قسم کے تصرفات ایک خاص انداز رکھتے ہیں اور وہی استعارات و تشبیہات کا لطف اُنہیں پایا جاتا ہے۔ جس طرح عبارت میں مطلب اور الفاظ میں معنی درمزن نکات ظاہر ہوتے ہیں اُسی طرح حضور انور کے اشارات میں اعجازِ معنی ظاہر ہوتا تھا۔

حضور انور نے کبھی نماز کی امامت نہیں فرمائی اکثر دوسرے لوگوں کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے چنانچہ شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین کنڑا المعروف اور حافظ عبدالقیوم صاحب کرنالی اکثر پیش امام ہوتے تھے اور دیگر حضرات نے بھی امامت کی ہے۔ جیسے حسین علی صاحب نواب وارثی حافظ احمد شاہ صاحب وارثی اکبر بادوی وغیرہ۔

آخر زمانہ میں شیخ عنایت اللہ صاحب تعلقہ دارسید پور عیداضلی کے موقع پر خاص اہتمام کرتے تھے اور حضور انور کو اپنے مکان پر لاتے تھے اور حضور پُر نور کے ایمائے مبارک سے امامت کے لئے حضرت ابو محمد مولانا شاہ سید علی حسن صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی مستر آرائے کچھوچھو شریف کو بلایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سید محمد ابراہیم شاہ صاحب دنواسہ حضرت قبلہ عالم سید تاجی خادم علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی حُسن اتفاق سے نماز عیداضلی کی امامت کی ہے شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ مکنو ناقل ہیں کہ اُس وقت اکثر لوگ موجود تھے۔ شیخ عنایت اللہ صاحب

تعلقہ دار سید پور جناب بادشاہ حسین خان تعاقہ دار کبر۔ اور محفوظ اشرف صاحب وغیرہ۔ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب سید محمد ابراہیم شاہ صاحب خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر بکھڑے ہوئے تو وہ خطبہ نہایت فنی خط میں اور نہایت بوسیدہ باجاسے پڑھا ہوا تھا کہ میں کہیں سیاہی کے دھبے بھی پڑے تھے جب میں دیکھا تو عینک بھی ندار تھی وہ نہایت سراسیمہ و پریشان ہو گئے۔ اس واقعہ کو راقم الحروف سے خود سید محمد ابراہیم شاہ صاحب بھی بیان فرماتے تھے کہ اس وقت میری عجیب پریشانی کی حالت تھی۔ میں نے یہ بات دل میں ٹھان لی کہ اگر اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی اور یہ خطبہ نہ پڑھا جاسکا تو اس وقت کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ میں نے یہ خیال ہی کیا تھا کہ حضور انور نے میری جانب دیکھا رانگشت مبارک کو اپنے لعاب دہن سے نہ فرمایا اور اپنی دونوں آنکھوں پر پھیر لیا میں نے جو خطبہ کی طرف نگاہ کی تو نہایت روشن اور جلی خط میں خطبہ لکھا ہوا نظر آیا اور میں بے تکلف پڑھتا چلا گیا۔

جب میں نماز و خطبہ سے فارغ ہو گیا تو حضور میں حاضر ہو کر قد مبسوس ہوا تو حضور انور نے ارشاد فرمایا دبراہیم نماز تو پڑھا ہے مگر خطبہ خوب پڑھا، سید صاحب نے عرض کیا کہ حضور ہی کا تصرف تھا اور قریبوں پر گر پڑے حضور پُر نور نے دست شفقت سے اٹھایا حضور انور نے ظاہری تصرفات بھی باطنی خوبیوں سے آراستہ تھے سید علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین ساڈی ضلع ہر دوئی لکھتے ہیں کہ منشی عظمت علی صاحب ساکن ملانوان ضلع اٹناؤ جو ایک ثقہ شخص ہیں مجھے بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضور انور قنوج تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا وہاں سیکڑوں شخص حضور پُر نور کے دست مبارک پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے وہاں سے واپسی میں حضور انور وضع میوہ کے ایک باغ میں ٹھہر گئے میں پانی کے لئے کنوین پر گیا۔ ہولی کا دن تھا گاؤں کی عورتیں رنگ پاشی کر رہی تھیں۔ مجھے جو دیکھا تو میری طرف بھی رنگ ڈالنے کے لئے دوڑیں میں بہت پریشان ہو گیا اور میں نے حضور انور کی طرف نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں جیسے ہی وہ عورتیں میرے قریب آئیں اور رنگ ڈالنے کا قصد کیا۔ یکدم سے معہ رنگ کے وہ سب کی سب منہ کے بھل کر پڑیں میں اطمینان کے ساتھ پانی لیکر حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو آپ نے تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ ”وہ عورتیں کیا کر پڑیں“ میں نے عرض کیا حضور ہی کا تو تصرف تھا مولوی تفضل حسین صاحب وکیل ضلع اٹناؤ کا واقعہ ہے جو خود لکھنؤ نے لکھا کہ پنچ سنگہ صاحب رئیس ملاؤنی ضلع میں پوری سے بیان کیا تھا کہ میں نے بڑی محنت سے وکالت کا امتحان دیا تھا اتفاق سے ناکامی ہوئی ایک روز حضور انور کے روبرو خیال آگیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کیا ہے تو مولوی تفضل حسین صاحب نے ناکامی امتحان کا حال عرض کیا حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ”کیا بغیر امتحان وکالت نہیں ہو سکتی“ انھوں نے عرض کیا کہ حضور نہیں حضور پُر نور نے ارشاد فرمایا کہ ”تم پاس ہو جاؤ گے“ چنانچہ اس ارشاد کا نتیجہ ہوا کہ مجھ پر حصہ کے بعد اُن کے پاس وکالت کی سند آگئی۔ سچ ہے۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔

حضور پُر نور کسی کو رنجیدہ و ملول نہیں دیکھ سکتے تھے چنانچہ ناکامی معلوم ہونے سے کئی ماہ بعد اُنکو

کامیابی کی خبر معلوم ہوئی اور سندیلی یہ حضور انور کا ادنیٰ تصرف تھا۔

خانجی محمد ارادت خان صاحب نقشبندی متوطن مریان ضلع علی گڑھ جو ایک عمر بزرگ بہن شریف فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پرنور تمام کامان ریاست بہت پور میں میان قمر الدین شاہ صاحب کے یہاں مقیم تھے علی الصباح آپ کا ایک مرید نہایت متوحش حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا آج شب میرے مکان میں چوری ہو گئی ہے آپ نے فرمایا کہ ”چور تو اکثر گرفتار بھی ہو جاتے ہیں۔“ حضور اعرصہ گدرا تھا کہ وہ چور نہایت پریشان و بدحواس خود بخود حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور انور کے قدموں پر گر پڑے اور بہت منت و حاجت سے اپنا قصہ بیان کرایا۔ سب حاضرین متعجب تھے اور چوروں نے خود بیان کیا کہ ہم مال لیکر جدھر جاتے تھے خون کا دریا نظر آتا تھا جس سے سفر کی کوئی صورت نظر نہ آتی ناچار سب مال سے دست بردار ہونا پڑا اسوقت رہائی کی راہ معلوم ہوئی اس واقعہ سے سب کو حیرت تھی۔

سید معروف شاہ صاحب قبلہ و ارثی ناقل ہیں کہ غدر سے شہداء کا واقعہ ہو جب غدر ہو چکا تو دیوہ شریف کے کچھ رؤسا یعنی مولوی رحیم الدین صاحب منصف اور منشی محمد بخش صاحب تحصیلدار رخصت لیکر مکان پر آئے (اور اُن کے ساتھ مفتی عنایت احمد صاحب صدر امین متوطن بہلی بھی تھے) چونکہ یہ دیوہ عامہ دار تھے اور زیادہ تر پردیس میں رہتے تھے اسلئے اُن کے ساتھ اسباب بھی بہت تھا ان کی آمد کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی لوٹروں کے ایک بڑے گروہ نے آکر ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ مردوں کو تو گرفتار کر لیا اور عورتوں اور بچوں کو کمروں کے اندر قید کر دیا۔ اور مال اسباب تلاش کرنے لگے اُس زمانہ میں حضور پرنور دیوہ شریف ہی میں تشریف رکھتے تھے سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ محلہ لالہ پور میں حضور کے غلاموں کے مکان لٹ رہے ہیں مگر وہاں تسلیم و رضا کے سوا کیا تھا جو زبان مبارک سے حرف شکایت نکلتا آپ خاموش رہے اور شاہ فضل حسین صاحب و ارثی سجادہ نشین منعم کے باغ میں جا کر بیٹھ گئے وہاں کچھ باغی آپہنچے اور انھوں نے دیکھا کہ ایک نہایت حسین و خوبصورت درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ حضور پرنور کے قریب پہنچے تو کہنے لگے کہ آپ صورت سے امیر اور رئیس معلوم ہوتے ہیں۔ جان بچانے کے لئے لباس و ردیشی پہن لیا ہے چلئے آپ کو ٹھاکر صاحب بلاتے ہیں۔ یہ کہتے کہتے وہ لوگ حضور انور کو نہایت اصرار سے اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں پہونچ کر آپ نے فرمایا کہ ”ہم کو جس نے بلایا ہے اسکو بلاؤ“ وہ لوگ اندر گئے تو اُسی وقت اسباب میں ایک نہایت بیش قیمت دو شاہ پر آمد ہوا اُس پر کئی شخصوں کی نیت ہوئی کہ ہم کو قتلنا چاہئے اور اسی گفت و شنید میں بات بڑھ گئی یہاں تک کہ سیف زنی کی نوبت آگئی اور آپس میں جنگ ہونے لگی جب قتل و خون کا بازار گرم ہوا تو مال و اسباب سب چھوڑ چھوڑ کر وہ لٹیرے خود بھاگنے لگے اُن لٹیروں کا سردار وہ ٹھاکر جو باسر نکلا تو اُس نے حضور انور کو دیکھا وہ دیکھتے ہی حضور کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا جو شخص حضور کو لایا اُس نے بہت بڑا کیا میں خواستگار معافی ہوں آخر کار سب مال و اسباب وہیں رہ گیا اور لٹیرے کچھ مارے گئے اور کچھ جان سلامت لیکر بھاگ گئے حضور انور نے واپس آکر سید معروف شاہ صاحب سے فرمایا کہ وہاں جا کر کمروں کی کُنڈیاں کھول دو مستورات اور بچے بند ہیں۔ سید معروف شاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں جسوقت اُس مکان میں گیا ہوں تو لاشوں کا فرش بچھا ہوا تھا اور خون ہی خون



نظر آتا تھا یہ حضور انور کا تصرف تھا کہ موزی گروہ اپنے ہاتھوں آپ ہلاک ہوا۔

حضور انور کے تصرفات بجز و بشیامین اور ظاہری تصرفات بھی باطنی تاثیرات ظاہر کرتے ہیں اسی طرح آپ کے وہ تصرفات فیض ایات ہیں جو خشکی و تری میں ظاہر ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کی امداد فرمائی۔

## بحری و ببری تصرفات

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ رئیس پورہ وغنی خان ضلع رائی پور  
تحریر فرماتے ہیں کہ وزیر علی چاکس سوار نے مجھے خود اپنا واقعہ بیان کیا

کہ میں ٹھا کر کلیان سنگھ صاحب تعلقہ دارجر گاؤں کے یہاں ملازم تھا ایک بیش قیمت گھوڑے کو تعلقہ دار صاحب موصوف نے اپنی سواری کے لئے مخصوص کیا تھا۔ مگر وزیر علی کو اُس کے پھیرنے کی اجازت تھی ایک مرتبہ ٹھا کر کلیان سنگھ صاحب کے یہاں سے ضلع گونڈہ کو برات گئی راستہ میں دریائے گھاگرا پڑا تھا واپسی کے وقت وہ گھوڑا کشتی پر سوار نہیں ہوا ہرنچ کو کشتی کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی برسات کی وجہ سے دریائے گھاگرا طغیانی پر تھا مجبوراً بڑی کوشش سے اُس گھوڑے کو کشتی میں باندھ کر تیرا لیا اور وزیر علی اُس کی گردن کے بال بکڑے ہوئے کشتی پر بیٹھا رہا۔ نصف دریا تک تو گھوڑا تیرتا رہا اور اپنی طاقت سے سیدھا رہا مگر آگے چل کر اُس نے اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ڈال دیئے اور اٹھا ہو گیا وزیر علی بھی اُس کے بال بکڑے بکڑے تھک گیا تھا اور انگلیاں سُرخ ہو گئی تھیں اس لئے اُس کے ہاتھ سے بھی بال چھوٹ گئے وزیر علی نے خود بیان کیا کہ اُس وقت حالت اضطراب میں مجھے حضور انور کی یاد آئی۔ اور میں بہت بیتابی کے ساتھ خواہان امداد ہوا مگر اُس وقت کی کیفیت کیا بیان کروں میں دریائے حیرت میں غرق ہوں کہ مدامنگتے ہی اُس دریا میں جہان بانس ملی کچھ نہیں لگتی تھی وہاں کشتی خود بخود زمین سے لگ گئی اور پھر گئی گھوڑا آپ سے آپ کھڑا ہو گیا اُس وقت گھاگرا میں کمر تک سے زیادہ پانی نہیں معلوم ہوتا تھا تمام لوگ جو ہمراہ تھے حیران و ششدر رہ گئے کہ کیا ماجرا ہے جہان پانی کی تھا نہ نہیں ملتی وہاں کیا ایک اسفند رکم پانی کس طرح ہو گیا۔ جب گھوڑا اچھی طرح سنبھل گیا اور بہ اطمینان تمام کشتی میں باندھ لیا گیا تو پھر بدستور کشتی چلنے لگی اور پانی کے زور شور کی بھی وہی کیفیت ہو گئی اس واقعہ سے سب کو حیرت تھی اور ایک دوسرے کا منہ تکتا تھا وزیر علی سے حضور سے امداد مانگنے کا اور فوراً یہ واقعہ پیش آنے کا سب لوگوں کو سبب معلوم ہوا چنانچہ اس واقعہ کی بنا پر اکثر ہندو مسلمان جو اُس موقع پر موجود تھے حضور انور کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور اس کا ایک عام چرچا ہو گیا جب وزیر علی نے حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کیا تو حضور پُر نور نے وزیر علی کی پشت پر ایک گھونسا مار کر فرمایا کہ ”جاؤ جاؤ خوشی سے رہو“

منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی ناقل ہیں کہ ایسا ہی ایک اور واقعہ بھی وزیر علی چاکس سوار پر گذر ہے وزیر علی کا بیان ہے کہ ٹھا کر کلیان سنگھ صاحب تعلقہ دارجر گاؤں کے ہمراہ میں میلہ کو جاتا تھا۔ راستہ میں گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے مین تالاب پر لے گیا۔ کنارہ پر سے گھوڑا پھسل گیا۔ اور پانی کے اندر گر پڑا اُسکے گرتے ہی مین بیتابی کے ساتھ کود پڑا اُس وقت تالاب میں بار بار گھوڑا ڈوب کر اچھلتا تھا مین نے دل ہی دل میں حضور کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ اب آبرو آپ ہی کے ہاتھ ہے۔ مین اُس وقت کے حیرت انگیز واقعہ کو جب یاد کرتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ دفعۃً ایسا معلوم ہوا کہ کسی زبردست طاقت نے

کھوڑے کو اٹھا کر اوپر پھینک دیا۔ اُسوقت تالاب پر بہت سے لوگ جمع تھے سب متحیر تھے کہ کیا واقعہ ہے  
 ہر شخص مجھے دریافت کرتا تھا کہ یہ کیا ہوا میں نے جو حقیقت بتائی وہ بیان کر دی اس واقعہ سے لوگ بے حد  
 متاثر ہوئے اور دیکھنے والوں میں سے بیشتر اشخاص حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت  
 سے مشرف ہوئے خود اٹھا کر کلیان سنگہ صاحب تعلقہ دارچرگا ٹوٹن بھی حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر  
 قدمبوس ہوئے اور ہمیشہ آتے رہے۔

حاجی عباس حسین خان صاحب تعلقہ داربا پور ضلع سیتاپور جو حضور انور سے شرفِ ارادت رکھتے  
 ہیں بیان فرماتے ہیں کہ میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے بیت اللہ شریف گیا تو واپسی پر دریائے سقوطہ  
 میں بہت زور شور کا طوفان آیا۔ تمام جہاز والوں میں سر اسکی اور پریشانی پھیل گئی میں اسی پریشانی  
 کی حالت میں ایک بچہ پر لٹا ہوا تھا اور دل ہی دل میں آپ کو یاد کر رہا تھا۔ دفعۃً میں نے چشم خود دیکھا  
 کہ حضور پر نور جہاز کے کنارے کھڑے ہیں۔ یہ دیکھتے دیکھتے چشم زدن میں طوفان دور ہو گیا۔ اور جہاز  
 بخیر و خوبی اپنی اصلی رفتار پر آگیا۔ میں واپسی پر حضور انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور  
 جہاز کو خوب طوفان سے پار کرتے ہیں۔ آپ یہ سنکر مبسم ہوئے اور زبانِ مبارک سے کچھ ارشادِ ندین فرمایا  
 سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ برسات میں حضور پر نور شیخِ صمصام علی صاحب  
 تعلقہ دارگنڈارا کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ راستہ میں دریائے گھاگرا پڑتا ہے جو برسات کی  
 وجہ سے طغیانی پر تھا جب آپ بہرام گھاٹ پر پہنچے تو ساحل کا داروغہ موجود نہیں تھا ملا حون نے کشتی  
 چھوڑنے سے انکار کیا اور کہا کہ تھوڑی دیر حضور آرام فرمائیں پھر پار اُتار دے جائیں گے پار اُتارنے  
 کے فقرہ پر حضور نے تبسم کیا اور ہمارے ہون سے ارشاد فرمایا کہ تم بسم اللہ کہتے ہوئے ہمارے ساتھ چلے آؤ چنانچہ  
 حضور پر نور معہ خدام و ہمراہیان بخیر و خوبی پار اُتر گئے۔ پانی ٹھٹھون ٹھٹھون معلوم ہوتا تھا۔ اس واقعہ پر  
 ہر شخص متحیر تھا اور اُسوقت سیکڑوں شخص موجود تھے۔ مندرجہ بالا واقعہ سے مولوی حکیم سید شاہ علی نقی صاحب  
 نقشبندی مجددی نے بھی راقم الحروف کو مطلع فرمایا ہے۔

و یہ شرفِ میں آستانہ عالی سے متصل شرقی جانب ایک کنواں ہے جو اب بچتہ بن گیا ہے۔ یہ واقعہ اکثر لوگوں کا  
 چشمِ دید ہے جن سے راقم الحروف نے سنا ہے اور سید معروف شاہ صاحب وارثی کے بھی سامنے کا ہے کہ پیشتر اس  
 کا پانی بہت کھاری ہوتا تھا ایک مرتبہ حضور پر نور سے عرض کیا گیا کہ اس کا پانی کھاری تو آپ نے اپنا جھونٹا پانی  
 عنایت فرمایا اُس کو لیا کر اُس کنوئین میں ڈال دیا گیا اُس روز سے اس کنوئین کا پانی نہایت شیرین ہو گیا  
 یہ کنواں آستانہ عالی کے متصل موجود ہے۔

مفتی محمد اکبر خان صاحب وارثی متوطن شکوہ آباد ضلع میں پوری کا بیان ہے کہ میں کانپور میں سٹیشن پر  
 کورٹ آف وارڈ میں تھا۔ شہر میں خبر مشہور ہوئی کہ حضور انور علی گڑھ جارہے ہیں چنانچہ کانپور کے  
 بکثرت ہندو مسلمان اسٹیشن پر قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ گریوین کا موسم تھا اس لئے اکثر اُترنے  
 نہایت اعلیٰ پیمانہ پر اسٹیشن پر زائرسین کے لئے برف کا انتظام کیا تھا حضور انور کے لئے بھی خود بخود لوگ چند  
 گلاسوں میں پانی لیکر حاضر ہوئے حضور انور برف کا پانی کبھی نہیں پیتے تھے اس لئے انکار تو نہیں کیا مگر یہ شہاد

فرمایا کہ ”ہماری صراحی میں برف سے زیادہ ٹھنڈا پانی جو خام نے صراحی میں سے پانی پیش کیا تو آپ نے پیا اُس وقت کچھ اور لوگوں کی بھی خواہش ہوئی کہ اُس صراحی سے پانی لے تو سب نے چنانچہ خادم نے لوگوں کو پانی دیا اور میں نے بھی پانی کو پیا تو واقعی حیرت تھی کہ چند گھونٹ پانی پینا دشوار تھا اُسکی خشکی سے دانت سے دانت سجتے تھے برف کی اُس کے سامنے کوئی حقیقت نہ تھی اکثر لوگوں نے وہ پانی پیا اور برف کے مقابل اُسکی خشکی دیکھ کر انگشت بدندان رہ گئے۔“

سید علی حامد شاہ صاحب حشتی قادری سجادہ نشین سائڈی ضلع ہر دوئی لکھتے ہیں کہ منشی عظمت علی صاحب متوطن ملا نوان جو ایک راست گو اور دیندار شخص ہیں روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور انور قصبہ ملا نوان میں قیام پذیر تھے اور اس سبب سے کہ کئی روز سے آسمان پر ابر و باد گہرا ہوا تھا اور پانی کی ساٹھون بہاؤں کی طرح جھڑی بند ہی ہوئی تھی حضور انور کو کسی نے رخصت نہیں ہونے دیا۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ اب ہم جائیں گے حاضرین حضور انور کے عزم مصمم سے پریشان ہونے لگے۔ اور عرض کیا کہ ایسی بارش میں دل نہیں چاہتا کہ حضور رخصت ہو پانی برس رہا ہے اور ابر خوب گھرا ہوا ہے آپ نے فرمایا ”نہیں نہیں اب تو پانی برس چکا“ اور یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے تو نہ آسمان پر ابر تھا نہ بارش ہو رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی ہی نہیں برسنا ہر شخص کو اس واقعہ سے حیرت تھی۔

اسی طرح حضور انور کے وہ تصرفات ہیں جو زمین پر ظاہر ہوئے۔ سید معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ ان کا مکان گر گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک خدا نکلوا اپنے خزانہ غیب سے نہ وہ مکان نہ بنوانا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد جو باغیچہ مکان کے احاطہ میں ہے وہ کھودا گیا تو اُس میں ایک برتن نکلا جس میں اشرفیان رکھی ہوئی تھیں جو محمد شاہی سکہ کی تھیں۔ اُنھوں نے یہ اطمینان مکان بنوا لیا اور حضور انور کے ارشاد کے بموجب کچھ قرض وغیرہ نہیں لینا پڑا۔

مولانا سید عبدالکاشمیر شاہ تیر وارثی رحمۃ اللہ علیہ عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ حضور پر نور کی خدمت عالی میں ایک سائل حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا کہ کسی طرح بیت اللہ شریف پہنچا دیجئے تو حضور پر نور نے ارشاد فرمایا کہ ”دو روزانہ کسی درخت کے نیچے کھود لیا کرو ایک دن کی خوراک کے قابل تھیں مل جائے گا کسی سے سوال نہ کرنا“ وہ اسی طرح پیا و پرا و نہ ہو گیا روزانہ زیر درخت زمین کھودتا تھا اور اپنی خوراک کی قیمت لے لیتا تھا وہ حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر اسی طرح درختوں کے نیچے کی زمین سے اپنی خوراک کی قیمت وصول کرتا ہوا ہندوستان واپس آیا لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ اس حالتِ غربت میں تم کیونکر گئے تو اُس نے یہ واقعہ بیان کیا۔

سید معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ مولوی محمد احسن صاحب رئیس ٹپہ حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور کچھ قلمی آم جو وہ اپنے ہمراہ لائے تھے حضور پر نور کی خدمت عالی میں پیش کئے حضور پر نور نے اُنہیں سے چند آم مجھ کو بھی مرحمت فرمائے۔ آم نہایت نفیس تھے دوسرے دن جب میں حضور انور کی قدمیوسی کے لئے حاضر ہوا تو حضور پر نور نے دریافت فرمایا کہ ”میں نے آپ کو آم کیسے دیے تھے“

مین نے عرض کیا کہ بہت اچھے تھے۔ فیض شاہ صاحب خادم کے پاس کچھ آم رکھے تھے انھوں نے چار پانچ آم خدمتِ عالی میں پیش کئے۔ وہ آم اُسی وقت تراشے گئے آپ نے ایک تاش تناول فرمائی۔ اور سب قاشین اور آم تقسیم کر دئے مجھے بھی دو تین قاشین اور ایک آم اُس وقت اور بلا حضور انور نے آم دیتے وقت ارشاد فرمایا کہ ”معروف شاہ آم اچھا ہے تم اپنے باغیچہ میں لگا دو“ مین نے عرض کیا کہ حضور اسمین بجلی نہیں ہے قلمی آم ہے حضور انور نے فرمایا ”تمہارے ہاتھ سے تو درخت لگ جاتا ہے“ جب حضور پر نور نے یہ فرمایا تو مین ساکت ہو گیا اور اُس آم کی گٹھلی اپنے ہاتھ سے باغیچہ میں بودی اور روزانہ جاکر دیکھنے لگا۔ سوین روز درخت نمودار ہوا اور وہ اس قدر جلد بڑھا کہ تیسرے سال اُس میں پانچ آم نظر آئی مین نے بہت احتیاط سے پتیلیاں لگوا دیں جب وہ پک گئے تو مین نے لیجا کر حضور انور کی خدمتِ عالی میں پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ اُسی درخت کے آم ہیں۔

حضور پر نور نے متبسم ہو کر فرمایا کہ ”دیہ آم اُن آمون سے بھی اچھے ہیں اور نایاب ہیں“ اس کے بعد فرمایا کہ ”معروف شاہ ایسی چیز رہتی نہیں ہے“، سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مین اس ارشاد پر کھٹک گیا آخر اُسکی جڑ میں کیرا لگ گیا اور وہ تھوڑے ہی عرصہ میں سوکھ سوکھ کر گر پڑا۔

یہ حضور انور کے تصرفات زمین پر تھے کہ ایک قلمی آم کی گٹھلی سے درخت نمودار ہوا اور اُس نے پھل دیا۔ مولانا تھیر وارثی رحیمین الیقین مین لکھتے ہیں کہ ایک لڑکے کی آنکھیں خراب ہو گئی تھیں اُس کی ماں نے حضور انور کے قدموں میں اُسے ڈال دیا آپ نے فرمایا ”یہ تو اچھا ہے اسے لیجاؤ“ چلتے وقت وہ تھوڑی سی خاک اٹھا لیگی اور اُس کو آنکھوں میں لگاتی رہی اُس لڑکے کی آنکھیں بالکل اچھی ہو گئیں۔

رحمت حق بہا نبی جوید      رحمت حق بہا نہ می جوید

مولوی نادر حسین صاحب دار فی نگر امی (دکیل بارہ بنکی) ناقل ہیں کہ مجھے محمد حسین صاحب لودھی ساکن زمیندار دیوہ شریف نے بیان کیا کہ ایک شخص دیوہ شریف مین بہت علیل ہو گیا وہ حضور انور کا سخت مخالف تھا۔ مگر حضور انور تو اخلاقِ مجسم تھے آپ اپنے خادم رحیم شاہ صاحب کو لیکر اسکی عیادت کے لئے تشریف لیگئے۔ جب مکان کے اندر گئے تو اُس مریض نے اپنا منہ چھپا لیا آپ نے فرمایا کہ کیسے ہو اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور نہ اپنا منہ کھولا اسکی ہمشیرہ بھی حضور انور سے عداوت رکھتی تھی اُس نے حضور انور سے کہا کہ تخت پر بیٹھ جاؤ کیا یہاں کوئی دیکھتا ہے آپ نے فرمایا ”ہم نے کسی کے دکھانے کو تخت وغیرہ پر بیٹھنا نہیں چھوڑا“ یہ کہتے ہوئے آپ واپس چلے آئے تھوڑی دیر کے بعد مریض مذکور کا انتقال ہو گیا اور اُسی وقت تمام چہرہ سیاہ ہو گیا۔ یہ حالت جو دیکھی تو لوگوں نے داد و ہش شروع کی اور حضور انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے۔ مگر اُس وقت آپ نے دروازہ بند کر دیا تھا جو لوگوں کی کوشش سے بھی نہ کھلا۔ سید معروف شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ کا حضور بہت لحاظ فرماتے تھے اسلئے اُن سے کہا گیا اور وہ حاضر خدمتِ عالی ہوئیں تو فوراً دروازہ کھل گیا انھوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”بعض اوقات مرتے وقت منہ سیاہ ہو جاتا ہے غسل



دیتے وقت سیاہی مٹ جاتی ہے غسل دلاؤ،

چنانچہ جب غسل دیا گیا تو سیاہی جاتی رہی اس واقعہ کو دیکھ کر اُسکی ہمشیرہ اور بھی برا فروختہ ہوئی اور حضور انور کی شان میں بدکلامی کرنے لگی جس کا یہ انجام ہوا کہ جب اُس کا انتقال ہوا اور اُسکو قبر میں دفن کر کے تختہ لگائے گئے تو مٹی دیتے وقت تختوں کے اوپر جو بخود لاش آگئی اُس وقت مٹی دینا بند کر دیا گیا۔ اور پھر لاش کو قبر میں رکھ کر تختہ لگائے گئے تو پھر وہی معاملہ پیش آیا کہ لاش اوپر اور تختے نیچے جب سہ بارہی حالت ہوئی تو لوگوں نے مجبوراً اُسی طرح تختوں کے اوپر مٹی دیدی۔ کرسقہ رعبرت کا مقام ہے کہ زمین نے لاش کو قبول نہیں کیا۔ یہ اُسی گستاخی کا نتیجہ ہے کہ تخت پر بیٹھ جاؤ کیا یہاں کوئی دیکھتا ہے ۷

اگر خدا خواہد کہ پردہ کس درو میلش اندر طعنے پا کاں برد

حضور انور کے تصرفات بڑی مین یہ لاکھوں کروڑوں شخصوں کا مشاہدہ ہے کہ باوجود بھرمنہ پانی رہنے کے حضور انور کے پائے مبارک آلودہ گل نہوتے تھے۔ جسکا ذکر ہو چکا ہے مگر برسبیل تذکرہ اشارۃً اس موقع پر بھی لکھا گیا۔

## واقعات جنات

جس طرح حضور انور کے ظاہری و باطنی تصرفات مجرب و برین جاری تھے اور عالم اجسام میں اُن کے مشاہدات نظر آتے ہیں اُسی طرح عالم برزخ پر بھی حضور انور کے تصرفات ولایت جاری تھے۔

راقم الحروف نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ حضور انور کی خدمت عالی میں جنات بھی حاضر ہوتے تھے بعض واقعات جو معتبرا ویوں کے بیان کردہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

مولوی حکیم محمود علی صاحب فچپوری لکھتے ہیں کہ میرے خالو چودھری محمد عبداللہ صاحب رئیس سترکہ جو ایک صاحب زہد و اتقا بزرگ ہیں (اور جنگی عُمر اس وقت قریب سو سال کے ہے) بیان فرماتے ہیں کہ میرے ابتدائے عمر میں جب حضور پُر نور کا زمانہ شباب تھا تو حضور انور ایک مرتبہ حسب دستور قصبہ سترکہ میں رونق افروز ہوئے ایک روز قریب ۴ بجے دن کے حضور پُر نور نے مجھے فرمایا کہ ”عبداللہ چلو تقریب کر آئیں“ چند خدام حضور پُر نور کے ہمراہ تھے اور میں بھی تھا حضور انور باغ کے قریب ایک وسیع میدان میں پہنچے اور وہاں کھل بچھانے کا حکم دیا خدام نے کھل بچھا دیا حضور انور اُس پر رونق افروز ہوئے خدام وغیرہ بھی ایک طرف ادب سے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سیاہ کُتا وہاں معلوم ہوا اور وہ کچھ دور ہٹ کر سلیقہ سے بیٹھ گیا بیان تک کہ چار گتے ایک ہی رنگ اور ایک ہی قدر و قامت کے موجود ہو گئے مگر دریافت کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ اور سب خاموش بیٹھے رہے تھوڑی دیر کے بعد حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ”عبداللہ گھر چلو“ یہ سنتے ہی وہ گتے بھی رخصت ہو گئے اور حضور انور مع ہمراہیوں کے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ سب ہمراہی ایک دوسرے کا منہ دیکھتے تھے کہ یہ

کیسا معاملہ ہے حضور پُر نور نے خود ہی ہلوگوں کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ”یہ گتے نہیں تھے جنات ہیں اور ہمارے مرید ہیں“ چودھری محمد عبداللہ صاحب رئیس سترکہ کا بیان ہے کہ اُس شب کو یہ واقعہ پیش آیا کہ حضور انور نے شام کے قریب ارشاد فرمایا کہ حجرہ خالی کر دیا جائے کوئی شخص حجرہ میں

نہ رہے۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے اسکے بعد حضور پُر نور نے اپنے دست مبارک سے حجرہ کی کنٹری چڑھا دی  
اُس وقت تمام حاضرین کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حجرہ میں ہزاروں آدمی باہر سے آکر داخل ہوتے جاتے ہیں  
جسکے پانوں کی چاپ معلوم ہوتی تھی اور بات کرنے کی آواز مطلقاً نہ آتی تھی تقریباً ایک گنٹھ تک یہ حالت رہی  
اسکے بعد مکان میں بالکل سکون ہو گیا حضور پُر نور نے حجرہ کی زنجیر کھول دی۔ لوگوں کو متحیر دیکھ کر حضور پُر نور نے  
فرمایا کہ ”جنت جو ہمارے مرید ہیں وہ آئے تھے“

منشی عبدالغنی خان صاحب دار ثقی رئیس پورہ وغنی خان ضلع راسہ بریلی ناقل ہیں کہ حضور انور جب پہلی  
مرتبہ بروج تشریف لائے ہیں تو سید معروف شاہ صاحب دار ثقی کے مکان کے بالا خانہ پر اقامت پذیر تھے سید  
معروف شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ حضور انور کو بھائی کہتی تھیں۔ اور حضور انور انکی بہت توقیر فرماتے تھے  
ایک روز اُنھوں نے حضور پُر نور سے عرض کیا کہ میں منتی ہوں جنت بھی آپ کے مرید ہیں۔ ہمیں جن  
دیکھا دیجئے حضور انور نے فرمایا دس بجے دو کو بالا خانہ پر آنا چنانچہ چار بیسیان دس بجے دن کو حضور انور  
کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں ایک تو معروف شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ تھیں اور دوسری سید معروف  
شاہ صاحب کی ہمیشہ صاحبہ تھیں تیسری معروف شاہ صاحب کی اہلیہ صاحبہ تھیں اور ایک اور بی بی تھیں  
حضور پُر نور نے غلی کو ٹھہری میں بیٹھنے کا حکم دیا اور سامنے پردہ کرا دیا اور ارشاد فرمایا کہ ”دخاموش رہنا“  
لیبار کی ان خواتین نے دیکھا کہ زینہ کی طرف سے تین شخص نہایت حسین و خوبصورت نمودار ہوئے۔  
وہ نہایت ادب سے حاضر ہوئے اور پائے مبارک دبانے لگے اسکے بعد حضور پُر نور سے رخصت ہو کر  
زینہ تک گئے۔ اور زینہ سے غائب ہو گئے اُن مستورات سے ارشاد فرمایا کہ تم نے دیکھا یہ جنت تھے  
اُنھوں نے عرض کیا یہ تو انسان تھے حضور پُر نور نے ارشاد فرمایا مد تمہارے زمانہ مکان میں غیر آدمی  
دن کے وقت کس طرح آسکتے ہیں ان کی اصل صورت ہبیت ناک ہے تم دیکھو گی تو ڈر جاؤ گی اسی وجہ سے  
آدمی کی صورت میں بلائے گئے جسمیں تم کو خوف و دہشت نہ ہو۔

مولانا تحیر دار ثقی عین الیقین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک طبیب کی تجویز سے حضور پر نور شب کو دودھ  
اور سہاگہ استعمال فرماتے تھے ایک شب کا واقعہ ہے کہ سید معروف شاہ صاحب حسب معمول دودھ  
اور سہاگہ لیکر حاضر خدمت عالی ہوئے۔ تو صدر دروازہ پر اُنھوں نے ایک کتے کا پلا دیکھا اور  
ان کے دیکھتے دیکھتے وہ بڑا ہو گیا اور دونوں اگلے پانوں میں نے اونپر کی چوکھٹ پر رکھ دئے اور سید  
کھڑا ہو گیا یہ کیفیت دیکھ کر سید معروف شاہ صاحب پریشان ہو گئے اندر سے حضور پُر نور نے آواز دی  
کہ چلے آؤ دروہین پھر تو وہ نظر ہو گئے اور اطمینان سے حضور پُر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے  
سید معروف شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ددیہ بیان کا محافظ ہے۔

واقعات متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ جنت بھی جو عالم برزخ کی ایک مخلوق ہے حضور پُر نور کے تصرفات  
فیض آیات سے مستفید ہوتے تھے۔ اسی طرح حضور انور کے قدم مبارک کی برکت سے رو بلا کے واقعات  
ظہور میں آتے تھے چنانچہ جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شید اکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ شیخوہ ضلع نگر  
میں میرا برادر حسین صاحب رئیس نے حضور پُر نور کی دعوت کا اہتمام کیا۔ اور اپنے مکان کے بالا خانہ پر

ایک وسیع کمرہ حضور پر نور کے قیام کے واسطے آراستہ کیا۔ شب کو مجھے اس بات کا علم ہوا کہ اس کمرہ میں کسی خیمیت یا جین کا دخل ہے۔ اور شخص اس میں رہتا ہے وہ اسکو تکلیف دیتا ہے اور میرا ابراہیم صاحب نے اسی وجہ سے یہ کمرہ حضور پر نور کے لئے مخصوص کیا ہے کہ آپ کے قدم میمنت لزوم کی برکت سے یہ بلا دفع ہو۔ اور کمرہ صاف ہو جائے مگر اس خبر سے مجھکو انتشار ہوا اور میں نے نہایت عاجزی سے حضور پر نور کی خدمت عالی میں عرض کیا کہ آپ اس میں قیام نہ فرمائیں۔ حضور انور نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ «خدا جس کا محافظ ہوتا ہے اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا»۔ تمام رات ہم لوگ متردد رہے مگر کوئی نئی بات نہیں معلوم ہوئی صبح کو جب میں حضور انور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ بہت بڑے دو بچھو حضور انور کے بستر کے قریب مرے ہوئے پڑے ہیں حضور انور نے میرا ابراہیم صاحب کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ دران کو پھینک دو تمہارا کمرہ صاف ہو گیا، حضور انور کے قدم مبارک کی برکت سے مردم آزار بلاتین بھی دور ہو جایا کرتی تھیں چنانچہ منشی عبدالغنی خان صاحب دار ثنی رئیس پور وہ غنی خان ضلع راسہ بریلی ناقل ہیں کہ مولوی نور کریم صاحب قدوائی جو حضور انور کے خاص فقرائین سے تھے اُن کا واقعہ ہے کہ وہ خرقہ پوشی کے قبل نواب گنج ضلع بارہ بنکی کے تحصیلدار کے یہاں معلم تھے تحصیلدار صاحب کشمیری پنڈت تھے۔ مولوی نور کریم صاحب قدوائی کو چونکہ تحصیلدار صاحب سے خاص ربط تھا اسلئے اُن سے ملنے کے لئے گئے۔ اتفاق سے اُسی روز تحصیلدار صاحب نے ایک نیا مکان کرایہ پر لیا تھا اُس میں وہ تھے اور اُسی کے مردانہ حصہ میں مولوی نور کریم صاحب قدوائی جو حضور انور کے فقیر تھے ٹھہر گئے نصف شب کا واقعہ ہے کہ زمانہ مکان سے متواتر شور و غل کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ چنانچہ دو تین آدمی اُس مکان کے بالا خانہ پر گئے تو کسی زبردست طاقت نے اُن کو بھی نیچے ڈھکیل دیا۔ اسوجہ سے اور لوگ بھی ششدر ہو گئے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ زینہ پر قدم رکھے اور بالا خانہ کا یہ واقعہ تھا کہ سب پلنگ الٹ گئے تھے۔ اور سب اسی حالت میں چلا رہے تھے مولوی نور کریم صاحب قدوائی بھی اُس واقعہ کو سنکر وہاں گئے۔ ان کے جاتے ہی خود بخود پلنگ سیدھے ہو گئے اور تحصیلدار صاحب کی بیوی کی زبان سے یہ بات سننے میں آئی کہ مولوی صاحب اگر آپ حضرت حاجی صاحب کے فقیر نہ ہوتے تو میں آپ کی بھی خبر لیتا مگر کیا کمون آپ ہمارے شہنشاہ کے دیکھنے والے ہیں۔ اسلئے ہم کو اب کتنا ضرور ہوا مولوی نور کریم صاحب قدوائی نے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ آپ ان لوگوں کو نہ ستائیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ان لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ ہم کو بھی تکلیف نہ دین۔ اگر یہ بھی آپ منظور نہ کریں تو ہم خود تکلیف اٹھائیں مولوی صاحب نے فرمایا تحصیلدار صاحب تمہاری جگہ نہ لین گے جہاں تک بتاؤ چھوڑ دین اُس نے جواب دیا کہ صرف یہ کمرہ چھوڑ دین اس قسم کی چند باتیں کر کے پاٹ لے اور تحصیلدار صاحب نے وہ مکان چھوڑ دیا۔

منشی عبدالغنی خان صاحب دار ثنی لکھتے ہیں کہ حضور پر نور استراحت فرما رہے تھے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہاتھ پاؤں دبا رہے تھے میں بھی حاضر خدمت عالی تھا اتنے میں ایک شخص آجیس کی وضع قطع معلوم کی سی تھی اور غل میں ایک چادر دبی ہوئی تھی وہ نہایت عقیدت کے ساتھ حضور سے قدمبوس ہوا اور ہلوگوں کی طرح بیٹھ کر ہاتھ پاؤں

دبانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جھومنے لگا اور ناک سے اس زور کے ساتھ سانس لیتا تھا کہ اُس کے دم کی ہوا حضور پر نور تک پہنچنے لگی جب اُسکی حالت زیادہ متعیر ہونے لگی تو حضور انور نے سر مبارک اٹھایا اور پیار سے ایک گھونسا اُسکی پشت پر مارا اُس گھونسے کے ساتھ ہی وہ سر بسجود ہو گیا اور سانس کی شدت جاتی رہی کچھ عرصہ تک وہ بیہوش پڑا حضور نے بھی فردا ڈر مہلی کچھ دیر میں حضور انور نے پھر سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ ”داجھجا جاو پھر ملاقات ہوگی“ وہ رخصت ہو گیا ہم لوگ دیکھ رہے تھے کہ دروازہ بند ہے مگر وہ چند قدم چل کر غائب ہو گیا اور دروازہ بدستور بند رہا۔ لوگوں کو سخت حیرت تھی کہ یہ کون شخص ہے اور یہ کیا معاملہ ہے حضور انور نے سب کو متحیر دیکھ کر فرمایا کہ ”دعجب کیا ہے یہ آدمی نہیں تھا جن تھا“

جَنّات کے اکثر واقعات لوگوں کے چشم دید ہیں بعض واقعات قصداً اتم الحروف نے درج کتاب نہیں کئے اس لئے کہ ایک ہی قسم کے واقعات کو کثرت سے نقل کرنا بیفائدہ کتاب کا حجم بڑھا دیتا ہے مگر یہ بات معتبر روایات سے ثابت ہے کہ انسانوں کی طرح جنّات بھی حضور پر نور سے شرف بہت رکھتے تھے اور اکثر لوگوں نے بعض جنّات کو خود دیکھا ہے بعض واقعات ایسے ظہور میں آئے کہ قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن ہوں گے مگر حضور پر نور نے اپنی زبان مبارک سے اُن کے متعلق کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ چنانچہ مکتوب نویس بارگاہ وارثی حاجی اوگھٹ شاہ صاحب قبلہ ناقل ہیں کہ ایک شب کا واقعہ یہ جبکہ ۱۲ بجے تھے اور آستانہ عالی کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا مین حیم شاہ صاحب کے پاس باہر کے حصّہ مکان میں تھا میرا منہ پورب کی جانب تھا۔ اندھیری رات تھی مجھ کو دور سے دوچاند چمکتے ہوئے نظر آئے۔ جن میں ایک زیادہ روشن تھا یہ دونوں میرے قریب ہوتے جاتے تھے جس وقت وہ دونوں چوتراہ پر چڑھے آئے تو معلوم ہوا کہ آدمی مین مگر اُنکے چہرے نہایت روشن اور چمکدار ہیں یہ دونوں سیدھے دروازہ پر چلے آئے مین اُس وقت حیم شاہ صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا اندر سے حاجی فیض شاہ صاحب آکر دروازہ کھول دیا۔ اور مجھ سے کہا کہ صدر دروازہ کے کواڑ کھول کر اون دونوں کو بلا لومین نے پچھانک کھو لکر اُن دونوں کو بلا لیا مگر وہ دونوں جو کھٹ پر سر رکھے ہوئے تھے۔ اور اُٹھتے ہی نہ تھے۔ فیض شاہ صاحب نے اُگرا کر کہا تھ کپڑے اور اندر لے گئے مین نے دیکھا کہ یہ دونوں تہہ پارے ہاتھوں کو جوڑے ہوئے حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے تو حضور پر نور نے اُن سے کچھ ارشاد فرمایا جس کو شکر وہ اُٹے پاٹوں نہایت ادب سے واپس آئے اور چل دئے یہ عقدہ حل نہ ہو سکا کہ یہ کون تھے کیون آئے تھے اور کہاں گئے۔ حقیقت حضور انور کے واقعات نہایت حیرت انگیز ہیں اور جنھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں وہ خود متحیر ہیں۔

جس طرح جن و انس حضور انور کی محبت کا دم بھرتے تھے اسی طرح ہوائی و آبی جانور و ن سے بھی حضور انور کی محبت کا اظہار ہوا ہے اور کیوں نہ ہو

پرنند و چرنند پر حضور انور کے تصرفات

چون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت چون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ مین نے خود دیکھا ہے کہ درند و پرند حضور انور سے وحشت نہیں کرتے تھے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ اکثر جب آپ صحران کی طرف جاتے تو طیور صحرائی کو ترفا خیت وغیرہ حضور کے قریب آجاتے اور جیم اظہر سے لپٹ جاتے تھے نہریا حوض کے کنارے جب آپ کھڑے ہوتے



تو مچلیاں کنارے پر آجانی تھیں۔

پرنس جانورون کے اکثر ایسے واقعات دیگر معتبر روایات سے بھی متحقق ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور پر انسانوں کی طرح طیور وغیرہ بھی خرفیہ تھے۔

مولانا تھیر وارثی عین الیقین مین لکھتے ہیں کہ حضور پر نور دہلی شریف مین رونق افروز تھے کہ ایک قسم کی چڑیاں جسکو شاما کہتے ہیں بہت کثیر تعداد مین آنا شروع ہوئیں۔ وہ حضور پر نور کے جسم اطہر پر بیٹھ گئیں اور چپکے لگین حاضرین محفل نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا بات ہے تو آپ نے متبسم ہو کر ٹال دیا وہ سب اوڑ گئیں۔

سید معروف شاہ صاحب کا واقعہ ہے کہ ان کو لالون سے بہت شوق تھا ایک بہت بڑے پنجرے مین اُنھوں نے کثرت کے ساتھ لال پال رکھے تھے۔ حضور انور اُن کے مکان مین تشریف رکھتے تھے آپ نے پنجرے کی تیلی کھول دی وہ سب لال اُڑ گئے یہ واقعہ دیکھ کر سید معروف شاہ صاحب کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اُنھوں نے پریشانی ہو کر عرض کیا کہ میری سب محنت رائگان گئی مین نے بڑی تلاش و جستجو سے اتنے لال مہیا کئے تھے حضور انور نے فرمایا ابھی تو دو ورثین گئے ہوں گے ہلا لال اُنھوں نے عرض کیا وہ پرنس جانور ہیں کہ مین کے کہیں پہنچے ہونگے آپ نے دفعۃً پلٹ کر فرمایا کہ یہ کیا کہا اس قدر ارشاد فرماتا تھا کہ وہ سب لال حضور انور کے جسم مبارک پر آکر بیٹھ گئے۔ اسوقت آپ بار بار فرماتے تھے کہ پکڑ لو۔ سید معروف شاہ صاحب قبلہ نے سر تسلیم خم کر کے عرض کیا کہ جب حضور ان کو آزاد کر چکے تو مین قید کر نیا لال کون ہوں جانے دے اُس روز سے سید معروف شاہ صاحب قبلہ کا یہ شوق ترک ہو گیا۔

مولانا تھیر وارثی عین الیقین مین لکھتے ہیں کہ حضور پر نور فتح پور مین تھے مین بھی قد مبوس کی غرض سے حاضر خدمت عالی ہوا اور بھی کچھ لوگ اسوقت حاضر تھے۔ ایک صاحب نے تذکرہ کہا کہ جنگل کی طرف مین نے ایک جوڑا جنگلی چکور کا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم مین سے کوئی پائے گا۔ حاضرین مین سے ایک شخص نے خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ پکڑ لاؤ جبوقت وہ اُس جوڑے کو پکڑنے گیا تو اُس نے جا کر کسی رکھی ہوئی چیز کی طرح اُٹھالیا۔ چکورون نے اپنے مقام سے جنبش نہیں کی۔ حضور انور کے حکم سے چکورون کے یہ آسانی آجانے پر اسوقت ہر کہہ و مہ کو حیرت تھی۔

عین الیقین مین ہے کہ حضور انور دہلی شریف مین قیام پذیر تھے اور زمانہ مکان مین استراحت فرما رہے تھے کہ ایک چوہنیاں آنے لگیں۔ اور اُن کی اس قدر کثرت ہوئی کہ چھت اور فرش اور مکان کی سب دیواروں مین ہی نظر آتی تھیں۔ مستولات گھبرانے لگیں اور عرض کرنے لگیں کہ چوہنیوں سے پناہ نہیں ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ”کہان ہیں“ یہ فرمانا تھا کہ ایک دم سے سب غائب ہو گئیں۔

سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ مین نے دیکھا ہے کہ اکثر آپ کے بستر پر چوہنیاں کثیر تعداد مین چھاتی تھیں۔ تو آپ فرماتے تھے کہ مکان کے کونوں مین شہر مینی ڈال دو جو شیاں مین مین حیا پر قبیل ارشاد کی جاتی تھی اور اسکے بعد وہ چوہنیاں خود بخود غائب ہو جاتی تھیں۔

اسی طرح دیگر جانوروں کے بھی واقعات ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ حسب ذیل ہے شیخ حسین علی صاحب نواب دارنی زمیندار سادہ مئوبر وایت شیخ رحیم بخش صاحب متوطن گدیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور پرنور ایک مرتبہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے تشریف لائے تو ایک دن گدیہ میں بھی ہمارے مکان پر قیام پذیر ہوئے حضور انور کے شباب کا زمانہ تھا۔ ہمارے دروازہ کے سامنے نیم کے سایہ میں حضور پرنور نے استراحت فرمائی۔ شیخ رحیم بخش صاحب کا بیان ہے کہ میں اور میرے بھائی منصب علی اور کچھ اور لوگ بھی وہیں حضور کی خدمت میں حاضر رہے اور جب نیند آنے لگی تو کچھ فاصلہ سے ہم لوگ پڑ کر سو رہے۔ نصف شب کے بعد بھائی منصب علی بیدار ہوئے تو آنکھوں نے دیکھا کہ حضور پرنور کے بستر پر پڑ پڑا ہے وہ یہ دیکھ کر گھبرانے لگے اور شور و غل مچانے لگے سب جاگ اُٹھے وہ بھاگ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ خود حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تھا۔ مولوی احمد حسین صاحب دارنی متوطن بہر انوان ضلع بارہ نکی ناقل ہیں کہ ایک سگادہ میری پروردہ تھی مجھے اُس سے اُنس تھا جب حضور پرنور میرے مکان پر تشریف لائے تو حضور انور کے سامنے جسوقت خاصہ پیش ہوا آپ نے اپنے دست مبارک سے دسترخوان سے اُٹھا کر ہر ایک چیز اُسے عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ”یہ کتیا بڑھی ہو گئی ہے اسکو مونگ کی کھچڑی دینا چاہئے۔“ پڑھی دانتوں سے نہیں چبا سکتی۔ جب رات کو حضور پرنور کے سامنے کھانا آیا تو وہ موجود نہ تھی۔ اور کھانا پڑھانے وقت تک نہیں آئی۔ جب بعد میں آئی تو میں نے اُسکو کھانا دیا۔ مگر اُس نے نہیں کھایا۔ میں نے حضور انور سے عرض کیا کہ وہ اسوقت کچھ نہیں کھاتی آپ نے فرمایا کہ ”بڑھی ہو گئی ہے“ دوسرے دن صبح کو حضور پرنور تشریف لے گئے میں بھی بڑا گاؤں تک حضور پرنور کے ہمراہ گیا۔ اور دوسرے روز واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے پیچھے بھی اُس نے کچھ نہیں کھایا میں نے اپنے خواہزادہ سے یہ کیفیت بیان کی تو اُس نے کہا کہ حضور انور کے ارشاد کے بموجب اسکو مونگ کی کھچڑی دی جائے چنانچہ کھچڑی پکوا کر دی گئی تو اُس نے تھوڑی ہی کھائی اور تھوڑی آنے دو نوں ہاتھوں میں لیکر جہان حضور انور شہست و استراحت فرماتے تھے وہاں پہنچی اور پہنچ کر اُسی مقام پر اپنا سراپہ ہاتھوں پر لیکر سرنگون ہوئی اور دم توڑ دیا۔ میں نے اُسکو مرنے کے بعد دفن کیا۔ اللہ اکبر اُس وقت عجیب عالم تھا اُس کے انداز سے ایسی جان بخشیاری و محبت مقرر ہوئی تھی کہ میں اب بھی جب خیال کرتا ہوں تو حیرت میں رہ جاتا ہوں۔

غشی نواب حسین صاحب مارہروی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پرنور کے والد ماجد سیدنا قربان علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا عرس تھا۔ میں بھی دیوہ شریف میں حاضر ہوا حسب معمول بہت بڑا مجمع تھا۔ میں بازار میں موجود تھا کسی شخص نے چالاکی سے ایک دوکان پر سے ہید اُٹھا لیا اور چل دیا۔ سیر راہ ایک سیاہ کتیا سر نیچے کئے ہوئے پڑا تھا وہ کیبا رگی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس شخص کا ہاتھون پکڑ لیا۔ اور چھوڑنے سے بھی نہیں چھوڑا تو اُس شخص کو کچھ خیال ہوا اور وہ دل ہی دل میں کچھ سمجھ کر اُس ہید کی قیمت ادا کرنے کے لئے دوکان کی طرف چلنے لگا۔ تب اُس کتے نے اُس کے ہاتھون چھوڑ دئے اور وہاں سے چل دیا۔ اُس شخص نے اُس ہید کی قیمت ادا کر دی۔ اسوقت میں بھی اس واقعہ کو دیکھ رہا تھا کچھ اور لوگ بھی

شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ منو نازل ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا قربان علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے عرس شریف میں ایک چوبے کا گھوڑا چوری چلا گیا۔ لوگوں کو بڑی تلاش و جستجو ہوئی سب پریشان و متفکر پھرتے تھے اسی حالت میں میں بھی اسطرح جانکلا تو میں نے کہا کہ حضور انور کی خدمت عالی میں جا کر عرض کرو وہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ”سیکر کے آجا یگا“ تمام لوگ میلہ میں تلاش کرتے کرتے ہار گئے مگر اُسکا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا بالآخر وہ چوبے اور اُس کے سب ہمراہی مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ شام کو دیکھتے کیا ہیں کہ خود بخود گھوڑا اپنے تھان پر آ موجود ہوا۔

ہر شے میں حضور انور کے تصرفات فیض آیات کا ظہور تھا اور درند و پرند سب پر آپ کی باطنی حکومت کا اثر تھا۔ وہ موزی جانور جو بغیر ایدہا پہونچاے باز نہیں رہتے اُن کے زہر آلود حملہ سے یہی حضور انور محفوظ رہے۔ اور اُس موزی جانور کو اپنی ایدہا سانی کی قدرت کی طرف سے سزا ملی چنانچہ سید معروف شاہ صاحب وارثی نازل ہیں کہ آستانہ عالی کے قریب منور علی سپاہی کا گھر تھا اُسکے مکان میں ایک مرتبہ حضور انور استراحت فرما رہے تھے کہ ایک بہت بڑا کالا چمٹ پر سے حضور انور کے اوپر گر پڑا جسکو دیکھ کر سب مستورات متوحش ہو گئیں۔ مگر آپ نے اسکو دست مبارک سے اٹھا کر پھینک دیا۔ اٹھاتے وقت اُسے حضور انور کے انگوٹھے میں کاٹ کھایا اُسی وقت آپ نے پانی سنگایا اور غسل فرمانے لگے اُس سانپ کی یہ کیفیت ہوئی کہ وہ سامنے پڑا ہوا خود بخود سر ٹپکتا تھا اور آخر کار سر ٹپکتے پٹکتے بغیر کسی کے مارے آپ ہی مر گیا۔ اس خبر کو شکر میں بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھی بہت سے لوگ آگئے اور عرض کیا کہ کچھ دوا وغیرہ جلدی ہونی چاہیے۔ آپ نے تبسم سے ارشاد فرمایا کہ دو بس نہ لینا کافی ہے، اُسکے بعد فرمایا کہ دو عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے نہ سانپ کا زہر اثر کر سکتا ہے نہ شیر کھا سکتا ہے حضور انور کے قہر فیض آیات کے جو اثرات مترتب ہوتے تھے اُن کا بیان نہایت مشکل ہے۔ آپ کی بات بات میں غیر معمولی خوبیاں نمایان ہوتی تھیں۔ اور بغیر قصد و بلا ارادہ آپ کی ذات محمودہ الصفات سے خوارق عادت کا ظہور ہوتا تھا۔ آپ کی بشمار کرستین زبان زد خاص و عام ہیں۔

## برکات دعوت

یہ تو ظاہر ہے کہ حضور انور از سر تا پا حسن و عشق کی مجسم تصویر تھے اور ہر کہ دمہ آپ پر رخا رہتا تھا۔ حضور انور کی طرف مخلوق اتنی ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی تھی جس طرح خیم کے گرد پرواٹے قربان ہوتے ہیں اُسی طرح اُس لعل شجر اُغ دلاہت کے گرد انسانوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ اور جو دیکھتا تھا اُس کے دل میں یہ جو صلہ اور اوستا پیدا ہو جاتی تھی کہ میں کس طرح اس محبوب و عدیم المثال صورت پر قربان ہو جاؤں کو نسی نایاب چیز اسوقت دستیاب ہو جو ہر قربان کردون۔ کہان سے دولت ہاتھ آجائے جو ان پر گناہوں۔ غرض کہ عجیب فریقگی کا عالم ہوتا تھا اور جان نثاری و فریقگی میں ایک دوسرے پر بیعت لیجانلی کوشش کرتا تھا۔

اسلام عالیہ و ارشد میں بفضل تعالیٰ بڑے بڑے ذی قدرت صاحب دولت و فروت رہا ہوا ایسے موجود ہیں کہ سب کے سب ان کے ہزاروں کیا لاکھوں روپے صرف کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔







اُسکے پاس عین گز گاڑے کے سوا اور کچھ نہ تھا اور حضور انور کی ہمانداری کچھ آسان نہ تھی ایک ابھوہ کثیر ساتھ چلتا تھا اور سیکڑوں شخص جا بجا سے ہمراہ ہو جاتے تھے۔

وہ اسی پریشانی میں تھا کہ اُس کے ایک عزیز نے آکر کچھ روپیہ اور زیورہ دیکر کہا کہ یہ روپیہ اور زیورہ رکھ لو چند ماہ کے بعد مجھے ضرورت ہوگی جب بے لوگیاں چھوڑ دینا چاہو گے لیکن اُنھوں نے مشروط کر دیا اس لیے اس غریب کو خیال پیدا ہوا کہ یہ غیبی امداد ہے کچھ دنوں بعد میں فکر و کوشش سے اتنا روپیہ جمع کر لیا۔ اس وقت اس روپیہ سے حضور انور کی ہمانداری کرنی چاہیے۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا جب حضور انور رخصت ہونے لگے تو ارشاد فرمایا کہ مد پر اٹے مال سے ہمان نوازی کرتے ہو، اُس نے عرض کیا کہ حضور نے عطا فرمایا ہے مگر میں سب ادا کروں گا حضور انور نے فرمایا مد ہان ہان قرار داد کے بموجب سب دیدینا، چنانچہ حضور انور کی ارشاد کی برکت سے بہت جلد اُس غریب کے پاس روپیہ جمع ہو گیا اور اُس نے امانت کو امانت کی صورت میں رکھ لیا۔ اور طلب کرتے ہی دیدیا۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غریب میں کس قدر جذبات محبت اور کتنی حوصلہ مندی تھی کہ وہ اپنی بساط سے زیادہ حضور انور پر مال قربان کرنے کا حوصلہ کرتے تھے۔ مال والوں کا مال خرچ زیادہ تر قابلِ تعریف نہیں ہے کیونکہ وہ بفضلہ استطاعت رکھتے ہیں اسی لیے اس قابل میں اُن پر خدا کی طرف سے بھی حج و زکوٰۃ و قربانی و صدقہ فرض ہے۔ مگر جسکے پاس کچھ نہیں ہے اُس کی جان نثاری اور قربانی دیکھنے کے لائق ہے۔ حقیقت یہی غلبہ عشق و محبت ہے ۵

رتبہ شہید عشق کا قربان جائے | قربان جانے والے کے قربان جائے

غریب کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے برتن اور سامان زندگی کی ضروری چیزوں کو بیچ ڈالتے تھے اور حضور پر نور پر خوار کرتے تھے۔ حالانکہ حضور انور یہ فعل پسند نہیں فرماتے تھے کہ کوئی شخص زیر بار ہو اور وہ اپنی قدرت سے زیادہ خرچ اخراجات کرے مگر متوسط الحال لوگ بھی قرض لیتے زیورہ ہن رکھتے تھے اور آپ پر زرو مال قربان کئے بغیر باز نہیں آتے تھے۔

چنانچہ شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی متوطن سادہ موناقل ہیں کہ حضور پر نور نے مجھے بارہا اظہار ناراضی فرمایا کہ تم قرض نہ لیا کرو جو گھر میں موجود ہو وہ ہمانوں کے سامنے پیش کر دیا کرو، مگر اپنے جوش و غروش میں ہر شخص محو تھا اور یہی خیال کرتا تھا کہ ہم کہاں سے خزانے لائیں جو حضور انور پر خوار کر دیں۔ جو لوگ حضور انور کی دعوت میں کرتے وہ غیر برکت کا بے انتہا ظہور دیکھتے تھے حضور انور جہان تشریف لیجاتے راستہ سے ادھر ادھر سے زائرین کی بھیڑ لگ جاتی تھی راہ چلتا و غوار ہو جاتا تھا حضور پر نور جسکے یہاں صحت فاضل فرماتے تھے اُسکے یہاں کے کھانے میں بے انتہا برکت ہوتی تھی یہ ایک عام بات تھی اور ہر جگہ ایسا ہوتا تھا کہ جتنے آدمیوں کے کھانے کا انتظام ہے اُن سے کہیں زیادہ ہمان موجود ہیں۔

مکوئی علی احمد خان صاحب وکیل آگرہ لکھتے ہیں کہ ۱۳-۱۴ اپریل ۱۹۱۵ء کو حضور پر نور ایسے وقت میں آگرہ تشریف لائے کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور کچھ رات بھی گئی تھی۔ پہلے سے تشریف آوری کی اطلاع ملی تھی حضور کا عہدِ نبوت آسانی سے تیار ہو گیا مگر ان کی کثرت ہو گئی جو کھانے کے

وقت بھی دوڑھائی سو آدمیوں سے کم کا مجمع نہ ہوگا۔

اس وقت جلدی میں یہ خیال آیا کہ جسقدر کھانا مسلمان باور چیون کی دوکانوں پر مل جائے وہ خرید لیا جائے۔ چنانچہ نا وقت ہونے کی وجہ سے کھانا بھی قلیل دستیاب ہو سکا جو کھانا خرید اگیا وہ کسی طرح سب ڈائریں کے لیے کافی نہ تھا۔ مگر مجبوری سے اسی کھانے کو کھانا شروع کیا۔ قوسب کو کافی ہو گیا اس واقعہ پر بہت تعجب تھا مگر اس لحاظ سے کچھ تعجب بھی نہیں ہے کہ مجھے میرے عزیز حکیم امجد علی خان صاحب فیروز آبادی اور ان کی ہمیشہ صاحبہ نے بیان کیا کہ جب کبھی حضور پرنور فیروز آباد تشریف لائے تو کبھی دس سیر اور بیس سیر سے زیادہ جنس کا کھانا تیار نہیں ہوا اور حضور انور کے سب ہمراہیوں نے شکم سیر ہو کر کھالیا خواہ وہ کسی تعداد میں ہوں مگر کھانا کم نہیں پڑا حالانکہ حضور انور کے ہمراہ کثیر مجمع ہوتا تھا۔ منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی ناقل ہیں کہ جب حضور پرنور میری استدعا سے میرے پورے وہ بین تشریف لائے۔ تو میں راستہ وغیرہ میں سب ہانڈوں کے لیے کھانے کا انتظام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میرے ایک عزیز جو بڑے رئیس اور دولت مند شخص تھے اُنھوں نے مجھے اصرار کیا کہ جب حضور تمہارے یہاں تشریف لیجائیں تو راہ میں میرا موضع ہے یہاں ضرور ایک روز قیام فرمائیں۔ سب ہانڈوں کے لیے بہت اچھی طرح کھانے وغیرہ کا انتظام رہیگا۔ اُنھوں نے اتنا اصرار کیا کہ میں مجبور ہو گیا۔ اس لیے جب میرے پورے وہ بین تشریف لیجائے گئے تو میں نے اُنکو اطلاع دیدی اور بالکل بے فکر ہو گیا۔ مگر احتیاطاً چار سیر آٹا چار سیر چاول اور اسی مناسبت سے دال گھی گوشت وغیرہ اپنے ہمراہ لے لیا۔ جب حضور انور لائے بریلی تشریف لائے تو یہاں سے تقریباً تین سو آدمی حضور پرنور کے ہمراہ ہو گئے۔ جب اُس موضع کے قریب پہونچے تو مولوی ابراہیم حسین صاحب وکیل سے حضور انور نے فرمایا کہ جا کے دیکھو تم لوگوں کے ٹھہرنے کا بھی کہیں انتظام ہے۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی کا بیان ہے کہ محکو تو کامل یقین تھا کہ وہاں سب انتظام درست ہوگا مگر تعمیل ارشاد عالی میں بھی گیا تو عجیب ماجرا دیکھا کہ نہ تعلقہ دار صاحب ہیں۔ نہ اُنکا کوئی سپاہی یا چوکیدار ہو۔ نہ خدمتگار ہے کوٹھی میں بھی قفل پڑے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر مجھے جو ندامت و پریشانی تھی وہ حد بیان سے باہر ہے۔ میں دل ہی دل میں کہتا تھا کہ اب اسقدر جلدی کہاں سے ڈیرے نیچے آئیں جو ہمراہیوں کی آسائش کا انتظام ہو۔ کیونکہ حضور انور کو وابستگان و امن دولت کا بہت خیال ہے۔ اس وقت جب کوئی ٹھکانا نظر نہ آیا تو میں کورٹ آف وارڈس کے دفتر میں گیا۔ اور مکان خالی کرایا حضور انور خود بخود وہاں تشریف لے آئے اور استراحت فرمانے لگے۔ میں نے وہ جنس جس کا مجموعی وزن دس سیر سے زیادہ نہ تھا اپنے ملازموں کو دمی اور تاکید کی کہ جلدی کھانا تیار کریں۔ مجھے عجلت تھی کہ میں کسی طرح حضور پرنور کے سامنے دسترخوان پیش کر دوں۔

جیسے ہی کھانا تیار ہوا میں نے حضور پرنور کے روبرو پیش کیا۔ حضور انور نے حسب معمول اُسکی قلیل مقدار میں چوبہ ہونے کے برابر ہوتی تھی تنا دل فرمایا۔ اسکے بعد میں نے بیس آدمیوں کو بھانپا تو اُنھوں نے بھی کھالیا اور کھانے میں کوئی کمی نہ معلوم ہوئی۔ چنانچہ دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا۔

بٹھایا گیا پھر بھی کھانا کم نہ ہوا۔ جب ساٹھ آدمی کھا چکے تو مین سمجھا کہ اب ہمانوں کی میزبانی خود حضور ہی فرما رہے ہیں۔ مین نے مین بیالون مین سالن اور وال نکلو اکر رکھ دی۔ اور تقریباً دو تلو آدمیوں کو ایک دم سے بٹھا دیا۔ اسپر بھی کھانے مین کوئی کمی نہیں معلوم ہوئی پھر اسی قدر اور آدمیوں نے بھی وہ کھانا کھایا اور بدستور بچ رہا۔ تین سو آدمی سے تو کم حضور انور کے ہمراہ نہ تھے اور سو سو آدمیوں کے قریب اسی موضع سے آگئے تھے۔ کہاں دینا سیر جنس اور کہاں چار سو سو چار سو جہان۔ اور سب اچھی طرح آسودہ ہو گئے۔ ان سب کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی کھانے کی وہی مقدار تھی جو بچ رہی۔ اور وہ رات کو صرف ہوا۔ یہ واقعہ ایسا حیرت انگیز تھا کہ ہر شخص کی عقل کچھ کام نہیں کرتی تھی کہ کیا ماجرا ہے۔

شیخ حسین علی صاحب نواب دارفی زبندار سادہ منو لکھتے ہیں کہ حضور پُر نور میرے یہاں تشریف لائے تو مین نے سو آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا مگر آپ کے ہمراہ زائرین کا کثیر مجمع تھا تقریباً چار سو آدمی ہون گئے آپ نے فرمایا کہ ”حسین علی جمع بہت ہے“ مین نے عرض کیا کہ حضور کوئی سرج نہیں ہے۔ تھوڑی دیر مین حضور پر نور نے ایک فقہ پیر اور مرید کا بیان فرمایا کہ مرید بہت پریشان حال تھا اُسکے یہاں آدمی زیادہ آگئے مرید نے پیر کے قدموں پر سر رکھ دیا کہ آبرو آپ کے ہاتھ ہے پیر نے کہا تم ہماری چادر روٹوں پر ڈال دو اور بسم اللہ کہہ دیتے رہو اسنے یہی کیا اور سب نے کھا لیا، مین اس ارشاد عالی کا مطلب سمجھ گیا اور بلبوس مبارک کو کھانے پر ڈال دیا۔ سب نے بفضلہ خوب آسودہ ہو کر کھلایا۔ مجھے یہ بارہا تجربہ ہوا ہے کہ حضور انور جب جہان ہونے تو کھانے مین حیرت انگیز برکت ہوئی۔

چودھری خدابخش صاحب دارفی متوطن اگرہ مقیم اٹاوہ بیان کرتے ہیں کہ میری لڑکی کی شادی تھی۔ جہان سے برات آئی وہ بہت دولت مند گھر تھا۔ مجھے خیال تھا کہ برات مین بہت آدمی آئین لے اور شادی بیاہ کا معاملہ ہے کہ مین ایسا نہ کہ کوئی بدنامی کا سبب ہو جائے۔ اس لیے مین حضور کی خدمت عالی مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری لڑکی کی شادی ہے اور بڑی جگہ سے برات آئیگی آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ مین چلا آیا اور اندازہ لگا کر کھانے وغیرہ کا انتظام کیا۔ فیروزی کی قشتری اور دوسرے برتن خاص تعداد مین تھے جب برات آئی تو امید سے کہ مین زیادہ جمع تھا۔ مین نے حضور انور کا بلبوس مبارک کھانے پر ڈال دیا اور کھانا شروع کیا۔ تعجب پر تعجب یہ تھا کہ فیروزی کی قشتری ان جوئی کس ایک کے حساب سے تھیں۔ اور سب چیزیں اس مقدار مین تھیں جو بیکر خراب ہنوں۔ ان مین اس قدر برکت ہوئی کہ ایک ایک شخص نے چار چار مرتبہ فیروزی کی قشتری ان اور اسی طرح دوسری چیزیں طلب کیں اور سب کو دی گئیں مگر وہ بھی کم نہ ہوئیں اور سب کھانے تقسیم کئے گئے۔ مجھے کو نہیں سب منتظرین اور برات والوں کو حیرت تھی حضور انور کے ارشاد عالی کا یہ نتیجہ تھا۔

**شفائے امراض** | حضور پُر نور کی ذات محمود الصفات سے دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکات کا ظہور ہوتا تھا جس طرح حضور انور امراض روحانی کے طبیب عاذق تھے اسی طرح امراض جسمانی بھی آپ کے ایک اشارے سے داخل ہوتے تھے۔

یہ عجیب طبع ہے کہ آپ نہ کوئی دوا بتاتے نہ دعا فرماتے نہ سلب مرض کا کوئی عمل کرتے کیونکہ عمل تو نیک گنڈہ وغیرہ کی آپ کے سلسلہ عالیہ میں سخت ممانعت ہے۔ مگر ایک اشارہ میں مریضوں کو صحت ہو جاتی تھی۔ حقیقتہً حضور انور کی زبان فیض ترجان ہی میں تاثیر مسیحا ئی مخفی تھی۔ جو ظاہر و باطن طور پر ظہور ہوتا تھا۔ یہی نہیں کہ جو مریض روز بروز حاضر ہوا اسی کو شفا حاصل ہو جائے۔ بلکہ حاضر و غائب جنکو حضور سے تعلق ہوتا تھا اُن کی دستگیری فرماتے تھے۔

چنانچہ مولانا تحریروارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ مولوی قاسم علی صاحب رکیس فقیہ رکو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ حضور پُر نور نماز نہیں پڑھتے۔ ایک مرتبہ بلرام پور میں مولوی صاحب موصوف سخت علیل ہو گئے اُسی زمانہ علالت میں جبکہ اُن پر غفلت طاری تھی اُنھوں نے دیکھا کہ حضور انور سامنے کھڑے ہوئے فرماتے ہیں کہ دو مولوی مولوی اب کیوں سیر و تماشہ نہیں کرتے مرض تو کچھ بھی نہیں ہے، یہ ارشاد منکر مولوی صاحب چونکہ پڑے تو واقعی کچھ مرض نہ تھا۔ وہ نہایت عقیدت و محبت سے حضور انور کی خدمت باہرکت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے شرفیاب ہوئے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی مؤلف عین الیقین نے لکھا ہے کہ ایک شخص راولپنڈی میں سخت علیل تھا۔ اُسکے علاج سے طبیب و ڈاکٹر سب عاجز آ گئے۔ وہ ایک شب کو روتے روتے سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک احرام پوش بزرگ تشریف لائے اور فرمایا کہ دو کیوں گھبراتا ہے تو اچھا ہو گیا ہاتھ لاکہ تیری ہیبت لی جائے، اسی درمیان میں اُسکی آنکھ کھل گئی تو اُس نے اپنے آپ کو بالکل صحیح و تندرست پایا۔ صرف ضعف کی شکایت تھی وہ بھی جاتی رہی۔ وہ راولپنڈی سے پتہ لگا کر دیوبند شریف آیا تو جیسے ہی اُس کی نظر حضور پُر نور کے چہرہ انور پر پڑی حواس باختہ ہو گیا اور عرض کرنے لگا۔

مَدَد دے دو کہ مشتاق لقا بیت بودم

حضور انور نے فرمایا ہم تمھارے ساتھ ہیں محبت ہے تو کچھ دور نہیں جاؤ اور کچھ غم نہ کرو، ان اوقات سے ظاہر ہے کہ جس طرح حضور پُر نور لوگوں سے حالت خواب میں بیعت لیتے تھے اور اُسکو اُسی ہیبت کی طرح جانور رکھتے تھے جو حالت بیداری میں ہوئی ہو اُسی طرح لوگوں کو دوسرے فوائد بھی عالم رویا میں حاصل ہوتے اور بیداری میں اُن کی اصلیت پائی جاتی تھی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور انور ظاہری و باطنی طور پر یکساں فیض رسانی فرماتے تھے۔

عین غفلت مری بیداری ہے اللہ اللہ

عین الیقین میں ہے کہ چند روز بعد میں حضور انور مقیم تھے ایک خاکروب حاضر ہوا جسکو جہدام کا عارضہ تھا۔ وہ غایت اداوت کی وجہ سے دُور بیٹھا ہوا چلا چلا کر روتا تھا اور کہتا تھا کہ میں اب میرا ہاتھ کون پکڑ لگا۔ سب کے مولا تو آپ ٹھہرے دو دن تک وہ اسی طرح حاضر ہوا جب حضور انور نے اُسکا اشتیاق بیعت حد سے متجاوز دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ دو میں تجھکو آنکھوں سے مٹا دیتا ہوں مجھے ابھی طرح دیکھ لے، اُسکا دیکھنا تھا کہ اُسی وقت اُسکو مرض جہدام سے صحت ہو گئی۔ اور عالم ذوق و شوق میں اُسکی کیفیت اُسوقت وہ کہنے لگی تھی۔



چودھری راحت حسین صاحب قلعہ دار راندانہ ضلع سیٹا پور کا واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ کھانسی اور بخار میں مبتلا ہو گئے اس مرض نے یہاں تک ترقی کی کہ کسی نے دق اور کسی نے بل تجویز کی۔ کمزوری یہاں تک بڑھی کہ چلنا پھرنا دشوار ہو گیا غذا کی خواہش بالکل نہیں ہوتی تھی۔ بیچینی سے راتوں کی نیند اڑ گئی تھی۔ اسی زمانہ میں حضور پرنور موضع راندانہ کو تشریف لے گئے اور چودھری صاحب موصوفت کی کوٹھی میں قیام فرمایا۔ چودھری راحت حسین صاحب کا بیان ہے کہ شدت مرض سے میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر نہ ہو سکا۔ جس روز حضور پرنور رخصت ہونے لگے تو مجھ کو نور محمد شاہ خادم کے ذریعہ سے طلب فرمایا میں بمشکل تمام حاضر ہوا اور دست بوسی و قدیموسی کے بعد بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھ کو ملاحظہ فرما کر نور محمد شاہ صاحب سے فرمایا کہ دو راحت حسین بہت دُبلے ہو گئے ہیں، اُٹھو انہوں نے عرض کیا حضور یہ بہت عرصہ سے علیل ہیں۔ پیٹنگر آپ نے فرمایا نہ تھکو کیا معلوم یہ تو بہت اچھے ہیں صرف دُبلے ضرور ہو گئے، مگر رسد کر رہی فرمایا یہ تو بہت اچھے ہیں لاغری بھی جاتی رہیگی، یہ فرماتے ہی حضور انور اٹھ کھڑے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”آؤ راحت حسین ہم تم مل تولیں“ چودھری راحت حسین صاحب کا بیان ہے کہ اس ارشاد سے میں نے سمجھا کہ حضور پرنور جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں سب شفقت و عنایت ہے اب میرا وقت قریب ہوا سیلے میں قدموں کی طرف جھکنے لگا فرمایا ”آؤ بل لو“ یہ فرما کر حضور انور نے آغوش مبارک میں لے لیا۔ اسکے بعد حضور پرنور نے نشست فرمائی اور پھر نور محمد شاہ سے فرمایا کہ دو راحت حسین تو بالکل اچھے ہیں ان کو کوئی مرض نہیں ہے۔ اُٹھو انہوں نے عرض کیا حضور بجا ہے حضور انور نے اسی طرح تین مرتبہ معاف فرمایا اور رخصت کر دیا۔ چودھری راحت حسین صاحب خود مختار فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی حالت کی طرف جو خیال کیا تو خدا عظیم ہے کہ سوائے لاغری کے کوئی مرض کی شکایت باقی نہ تھی۔ اسوقت میں نے عرض کیا کہ میں حضور کو پہونچانے کے لیے اسٹیشن تک چلوں گا۔ حضور انور نے فرمایا ”تم ابھی بہت دُبلے ہو، بھی بیماری سے اچھے ہوئے ہو، میں نے عرض کیا کہ میں تو اب حضور کے کرم سے بالکل اچھا ہوں۔ فرمایا بہتر ہے چنانچہ میں بے تکلف گھوڑے پر سوار ہوا اور حضور انور کو پہونچانے کے لئے اسٹیشن تک گیا اسوقت کی کیا کیفیت بیان کروں۔ طبیعت تھی کہ شگفتہ ہو رہی تھی دل تھا کہ فطرت انسان سے باغ باغ ہو رہا تھا۔ آہ حضور انور کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو کلیجہ ٹھنکے کو آتا ہے۔ کیا نوازش و کرم تھا کیا فیض و برکت کی سرکار تھی۔

غشی عبدالغنی خان صاحب وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع رائے بریلی لکھتے ہیں کہ میں ہر سال حضور پرنور کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے عرس شریف میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک سال میں بیمار ہو گیا اور میں نے ایک عرصہ کے ذریعہ سے اپنی مجبوری کا حال لکھ کر حضور انور کی خدمت عالی میں ارسال کیا تو آپ نے میرے ملازم کو ایک سفید تسبیح جو شیشا ہی کی تھی ایک کٹورے میں رکھ کر رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ”اس تسبیح کو پانی میں ڈال دین اور پانی پی لیں“ جیسے ہی میں نے تعمیل ارشاد عالی کی سب شکایتیں رفع ہو گئیں۔ اور میں اچھا ہو گیا وہ تسبیح کئی سال تک میرے پاس رہی میں جس تپ و لرزہ کے مریض کو اس تسبیح کا پانی پلاتا تھا اس کو نور صحت ہو جاتی تھی۔

مرتبہ میرے زمانہ قیام لکھنؤ میں وہ تسبیح کسی صاحب کے تھے جڑ مگنی جس کا مجھے بھدا فسوس ہوا۔

ٹھاکر پنچ سنگھ صاحب رئیس ملاؤلی ضلع مین پوری کا واقعہ ہے کہ اُنکا خون خراب ہو گیا تھا اُنکا قصد تھا کہ موقع پا کر حضور انور کی خدمت عالی میں عرض کیا جائے۔ ایک مرتبہ حضور کی خدمت عالی میں وہ حاضر ہوئے تو حضور پُر نور نے حاضرین میں سے ایک شخص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو جسکی عمر پچاس سال سے زیادہ ہو جاتی ہے اُسکو یہ عارضہ نہیں ہوتا۔

ٹھاکر صاحب موصوف خود بیان فرماتے ہیں کہ دوسرے ہی روز سے مجھے یہ شکایت محسوس نہیں ہوئی اور میں بالکل صحیح و تندرست ہو گیا۔

قاضی رحمت علی صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ میرے بھائی محمد بخش نہایت بد مزاج واقع ہوئے تھے اسلئے کسی دشمن نے اُنکو دھوکا دیکر بارہ کھلا دیا۔ بارہ نے اُنکے تمام بدن کو چھلنی کر دیا۔ اور اُنکی زبان وغیرہ بھی گھنی شروع ہو گئیں تمام جسم سے بدبو آنے لگی حتیٰ کہ عفونت کے باعث اُن کے پاس کھڑا ہونا دشوار تھا حسن اتفاق سے حضور پُر نور تشریف لائے میرے بھائی شرم کی وجہ سے حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر نہ ہوئے تھے بمشکل تمام حضور انور کی خدمت عالی میں لائے گئے۔ آپ نے اُنکی پشت پر دست مبارک رکھ کر صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ مدیقین رکھنا، اور یہ فرما کر رخصت ہو گئے مرض فوراً جاتا رہا اور وہ اپنی اصل حالت پر آ گئے سب کو حیرت تھی کہ دولفظوں سے حضور انور نے اُنکا ایسا فوری علاج فرمایا۔

قاضی رحمت علی صاحب اکبر آبادی ناقل ہیں کہ اگرہ بین ایک لڑکا شدت مرض سے نہایت بچپن اور بدحواس تھا اُسکو جس بول ہو گیا تھا پھری پڑ گئی تھی اُس لڑکے کو اس تکلیف سے کسی پہلو قرار نہیں ملتا تھا۔

اُسکے اعزہ نے حضور انور کی خدمت عالی میں اُس لڑکے کو پیش کیا اور عرض حال کیا۔ حضور انور نے فرمایا کہ دکل صبح کو یکایک اسکی پھری نکل جائے گی، چنانچہ دوسرے دن ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا تھا وہ لڑکا خوشی خوشی دوڑتا ہوا حضور پُر نور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا لوگوں کو دفعۃً اُسکے صحیح ہو جانے پر حیرت تھی۔

مولوی احمد حسین صاحب متوطن بہرہ منو ضلع بارہ بنکی ناقل ہیں کہ مولانا مولوی عبدالحی صاحب وارثی جگوری (جو فی زمانہ نہایت مقدس اور برابر لوگوں میں گذرے ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کے سالک تھے) کا واقعہ ہے کہ اُن کے تمام جسم میں مواد پڑ گیا تھا ہاتھوں اور پشت پر اور ستر پر تمام درم ہی درم تھا اسی حالت میں وہ حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے تو حضور پُر نور نے نور محمد شاہ خادم سے فرمایا کہ اُنکو ناشتہ دیدو چنانچہ نور محمد شاہ نے روغنی روٹیاں اور گھٹوؤں کا بھرتہ دیا۔ مولانا نے اپنے مرض کی وجہ سے اس ناشتے کے کھانے سے عذر کیا۔ تو حضور انور نے فرمایا کہ بیماری وغیرہ تو چلی ہی جاتی ہے کھالو، یہ ارشاد ملتے ہی مولانا نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا یہ کھانا اُنکے حق میں داروے شفا ہو گیا کہ اُس مرض سے کُل صحت ہو گئی۔

شفائے امراض کے بعض واقعات ایسے بھی معلوم ہوئے کہ مریض حضور کی بارگاہ عالی کا قصد کر کے گھر سے چلے تو حضور انور کی خدمت عالی میں پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں اُنکو شفا ہو گئی۔ چنانچہ ٹھاکر پنچ سنگھ صاحب وارثی رئیس ملاؤلی ضلع مین پوری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دیوہ شریف جا رہا تھا۔ جس درجہ میں تھا اسی میں نور محمد شاہ صاحب نصیر لہنام بھوپال اور منشی بالکنہ صاحب ڈیٹی کلکٹر درہیل اگرہ علی سنی بھی تھے

ان کی لڑکی کو اسبب کا غلش تھا جسکی چہ سے وہ بہت پریشان تھے اُن سے نواب سراج حسن خان صاحب نے میری نسبت کہہ دیا کہ انکے ذریعہ سے آپ کا کام ہو سکتا ہے چنانچہ ڈپٹی صاحب نے مجھے کہا اور صرف کہا ہی نہیں بلکہ مجھے بچہ مصر ہوئے میں نے کہا آپ دیوہ شریف میں حضور پرنور کی خدمت عالی میں اُسکو لائیں۔ انشاء اللہ آپ کا کام ہو جائے گا چنانچہ وہ لڑکی مہمان اپنے اعزہ کے دیوہ شریف میں حاضر ہوئی جیسے ہی وہ لوگ میرے مکان پر پہنچے فوراً ایک آدمی دوڑا ہوا آیا اور مجھے کہا کہ جلدی چلو حضور نے یاد فرمایا ہے۔ میں جیسے ہی حاضر ہوا تو ہمارا ہی اُس لڑکی کو بھی لیکر حضور کی خدمت عالی میں پہنچ گئے حضور انور نے اُسکی طرف دیکھا اور پھر میری طرف نظر فرمائی اور قسم فرمایا اُس لڑکی کے ہمراہیوں نے عرض کیا کہ یہ نواب اچھی ہے اور لکھنؤ سے روانہ ہوتے ہی بالکل صحیح ہو گئی حضور پرنور نے بھی یہی فرمایا کہ دیدہ نواب اچھی ہے وہ لوگ شکر گزاری و قد مبوس کی بعد رخصت ہو گئے۔ یہ غالباً نہ صرف تھا جبکہ ہمراہیوں کو بھی تعجب تھا۔ حضور انور زبان مبارک سے جو الفاظ ارشاد فرماتے وہ حقیقتہً ہر ایک مرض کا حکمی اور فوری علاج ہوتا تھا۔

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ دار ثنی مدظلہ العالی (ممبر ایگزیکٹو کونسل بہار) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبکہ حضور پرنور کے ہمراہ گورکھپور جا کا اتفاق ہوا۔ میں پلٹے سے حضور انور کے ساتھ تھا۔ میں نے حضور پرنور کی خدمت عالی میں عرض کیا کہ مقام سیوان تک گورنمنٹ ہنگال ہے وہاں تک کا میں جواب دہ ہوں اس کے بعد گورنمنٹ مالک متحہ شروع ہوتی ہے۔ جہاں نہ میرے کچھ دوست ہیں نہ ملاقاتی۔ اگر حضور انور کو کوئی تکلیف ہو تو میں اُسکا جواب دہ نہیں ہوں حضور پرنور نے فرمایا دو ہاں سے تم میرے جہان ہو، ریل صحیح گورکھپور پہنچی وہاں ایک اندھام تھا۔ حضور پرنور کے ہمراہیوں کے لیے سواریاں اور ہاتھی موجود تھے مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ مولوی صفدر حسین صاحب دار ثنی (رئیس پشتر سب جج گورکھپور) جو ایک با مذاق جواد اور صاحبِ دل بزرگ ہیں انھیں کے مکان میں حضور پرنور قیام فرمائیں گے اُنکے بڑے بھائی صاحب کا نام حاجی حیدر حسین صاحب تھا۔ جو نہایت ہی زبردست شک تھے

مجھے مولوی صفدر حسین صاحب سے ملاقات کا اشتیاق تھا حضور انور مجھے اپنا جہان فرما چکے تھے اس لیے جو اچھی گاڑی تھی اُسی پر مجھے بیٹھنے کی ہدایت فرمائی اُس میں اور بھی کچھ لوگ تھے میں نے خیال کیا کہ انھیں میں سے ایک مولوی صفدر حسین صاحب بھی ضرور ہونگے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بہت سخت ملیل ہیں اور بستر سے اٹھ نہیں سکتے۔ اُن کو نفرس کا مرض ہے یہ سنکر مجھے خیال ہوا کہ اب تو حاجی حیدر حسین صاحب سے سابقہ ہو اور وہ زبردست شک ہیں۔ چونکہ میں جوڑی پر روانہ ہوا تھا اس لیے پہلے پہونچا مولوی صفدر حسین صاحب کا مکان بہت بڑا اور دو منزلہ ہے تھوڑی دیر میں حضور انور کی پالکی آئی حضور پرنور اُتر کر کوٹھے پر تشریف لے گئے اور بستر پر استراحت فرمایا کچھ عرصہ کے بعد مولوی صفدر حسین صاحب ایک بارہری پر سوار ہو کر آئے۔ لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ انھیں اوپر سوچا یا جیسا مجھے اُن سے ملنے کا اشتیاق تھا ویسے ہی وہ بھی میرے مشتاق تھے اسوقت اُنکی یہ حالت تھی کہ باؤن سوچے ہوئے تھے جنہیں وہ جوتے بھی نہیں پہن سکتے تھے اور کپڑا پٹا ہوا تھا۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر روئے اور کہنے لگے مجھے بڑی غلطی ہوئی کہ میں اسٹیشن پر نہ گیا بیش ازین نسبت کہ میں مر جاتا ہوں۔ یہاں کے صدر ہوتا ہے جہاں بہت نازک علاج میں دس برس کے بعد آئے ہیں ایسا نہ ہو خفا ہو کر اُنکے کھڑے ہونے کا کارنگو اس طرح

کپڑے ہوئے حضور میں حاضر کیا گیا میں نے عرض کیا کہ حضور یہ بہت علیل ہیں۔ اسٹیشن نہ جاسکے ان کی تقصیر معاف فرمائی جائے حضور انور نے مولوی صفدر حسین صاحب کے ٹخنوں پر دو تین مرتبہ ہاتھ لگا کر ارشاد فرمایا ”و صفدر حسین تم اچھے ہو“ اس کے بعد لوگ اٹکواٹھا کر واپس لے گئے۔ میں جاے قیام پر چلا آیا اور صبح کی سہاری میں مشغول ہو گیا کہ مولوی صفدر حسین صاحب پاستا بہ اور انگریزی جوتے پہنے ہوئے اُچھلتے کودتے آئے اور میرے گلے سے لپٹ گئے پھر کیا پوچھنا عتا تمام شب وہ لطف رہا کہ یادگار زمانہ تھا حضور انور نے مولوی صفدر حسین صاحب سے فرمایا ”تم اور شرف الدین بھائی ہو“

سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ میرے خواہر زادہ سید محمد اسماعیل کا واقعہ ہے جو بھوپال میں ملازم تھے کہ ان کی ڈاڑھ میں نہایت شدت کا درد ہوا ڈاکٹروں کی رائے ہوئی کہ اگر ڈاڑھ اُکھاڑ لی جائے تو آرام ہو سکتا ہے ڈاڑھ کے اُکھاڑنے سے تکلیف اور بڑھ گئی۔ اور تمام مُنہ پک گیا گلے میں ناسور پڑ گئے دوا وغیرہ جو پلائی جاتی تھی وہ اُن ناسوروں کی راہ سے ٹپکنے لگتی تھی ایک مرتبہ حضور انور اُنکے مکان میں تشریف لے گئے تو مستورات نے گھیر لیا اور اُن کی صحت کے لئے عرض کرنے لگیں حضور انور نے متبسم ہو کر فرمایا کہ ”اگر میں من کا پتھر بھی اپنے دے مار تو بھی نہیں مرینگے“

اس ارشاد سے سب کو تسکین ہو گئی کہ اس مرض سے ضرور صحت ہوگی۔ مگر اُنکی حالت خراب ہوتی گئی حتیٰ کہ ایک روز سب کو یقین ہو گیا کہ اب اُن میں بالکل دم نہیں رہا۔ اور انتقال ہو گیا سید محمد اسماعیل کے والد کو سخت صدمہ ہوا اور وہ اپنے جوش اضطراب کو ضبط نہ کر سکے۔ زمین پر لوٹنے لگے مگر عجیب بات تھی کہ سید محمد اسماعیل کی والدہ کو کوئی پریشانی نہیں تھی۔ اور وہ بار بار یہی کہتی تھیں کہ حضور جھوٹ نہیں بولتے یہ ہرگز نہیں مرا۔ جب مستورات نے اُنکو یقین دلایا تو وہ ڈولی میں بیٹھ کر حضور پُر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اسماعیل کا انتقال ہو گیا ہے حضور نے معاف فرمایا کہ وہ غلط ہے، وہ اس قدر سنیتے ہی اُلٹے پیروں پلٹیں تو مکان پر آکر دیکھا کہ مستورات نے ناک میں اور کانوں میں روئی بھی لگا دی ہے۔ عقوڑی دیر میں مریض نے خود آہستہ آہستہ ناک اور کان سے روئی نکالی۔ اور اپنی ناتوان آواز سے اپنی والدہ کو بلاوا وہ آئیں تو اُن سے پانی مانگا۔ یہ حالت دیکھ کر گھر والوں کی جان میں جان آئی۔ ہر طرف مسرت و شادمانی چھا گئی سید معروف شاہ صاحب جب حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے تو حضور پُر نور نے فرمایا کہ اسماعیل کا حال اچھا ہے، اُنھوں نے عرض کیا کہ جی ہاں گلے میں جو ناسور ہیں اُن کی وجہ سے دوا وغیرہ سب نکل جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ ”خمر گوش کی چربی لگا دے اچھے ہو جائینگے“ چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی تو چند ہی روز میں اُنکو شفا کے کامل ہو گئی۔ اور وہ غسل صحت کے بعد اپنی ملازمت پر بھوپال چلے گئے۔

حضور انور کے ارشاد فیض بنیاد کی تاثیرات سے جو فوائد مرتب ہوتے تھے اور جن برکات کا ظہور ہوتا تھا اُن سے حیرت ہوتی تھی کہ نہ دعا ہے نہ دوا ہے نہ تعویذ ہے نہ گنڈا ہے نہ سلب مرض کا کوئی عمل ہے مگر شفا ہے کہ زبان مبارک کے دو لفظوں سے حاصل ہو جاتی ہے۔

احیاء موتی | حضور انور کی مقدس درپاک زندگی کو اکثر لوگوں نے جناب سید علیہ السلام سے نسبت دی، یہی کہ خداوند عالم نے حضور انور کو بالکل اسی شان و عظمت سے ظاہر فرمایا۔



چنانچہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی (سیر سٹریٹ لا) رئیس گدیہ ضلع بارہ نکی تحریر فرماتے ہیں کہ "میں آپ کی زندگی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم بقدم بالکل پاتا رہا ایک سچا اور خالص مسلم جو حضرت عیسیٰ کے رنگ پر پیدا کیا گیا ہو۔ جو حضرت عیسیٰ کی زندگی کا عملی نقشہ دکھاسکے وہی علم و انکسار وہی قیود و ظاہری کو اسلئے توڑنا کہ لوگ ظاہر پرست نہ بن جائیں جس طرح حضرت عیسیٰ کے وقت میں یہودی بن گئے تھے۔ وہی روحانی بلندی وہی ذوق بے سروسامانی وہی نیک و بدست ربط و غیرہ وغیرہ لوگوں نے آپ سے بھی ایک مردہ کے زندہ کرنے کا واقعہ میرے ہی وطن کا منسوب کیا ہے۔ میں نے اپنی ایک انگریزی کی تصنیف مرکیل آف محمدین عرصہ ہوا اُس کا اشارہ بھی کیا تھا۔

شاید اسی واقعہ کو جس کا شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی نے تذکرہ کیا ہے مولانا تحریار ثانی نے بھی عین یقین میں لکھا ہے جو حسب ذیل ہے۔

عین الیقین میں ہے کہ گدیہ ضلع بارہ نکی میں ایک شخص کا لڑکا مر رہا تھا ناگمان آپ اُس کے مکان کی طرف سے جا رہے تھے اُس نے لڑکے کو حضور انور کے قدموں میں ڈال دیا آپ نے فرمایا یہ زندہ ہو زندہ ہے، اتنے میں وہ لڑکا رونے لگا اُس کے مان باپ کو کمال مسرت ہوئی اور وہ حضور انور پر قربان ہونے لگے۔

اس قسم کے اکثر واقعات سنے جاتے ہیں چنانچہ سید علی حامد شاہ صاحب سجادہ نشین سائڈی ضلع بہرہ دوئی نے راقم الحروف کو تحریر فرمایا کہ میں حضور انور کی سوانح عمری شریف میں درج ہونے کے لئے ایک واقعہ کی تحقیق کر رہا ہوں اس طرف حضور انور کی توجہ عالی سے ایک مردہ زندہ ہو گیا تھا راقم کتاب ہذا نے موصوف کو شکر گزار رہی کے ساتھ یہ جواب لکھا کہ اس قسم کے واقعات کی تحقیق کرنے کی تکلیف نہ فرمائے اسلئے کہ اُس ذات محمود الصفات سے ناممکن کا ممکن کر دکھانا کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی۔ کیونکہ حضور انور کے روحانی مدارج اس قدر ارفع و اعلیٰ ہیں کہ ہم وادراک سے بالاتر ہیں آپ کی ذات ستودہ صفات ایک کرشمہ قدرت تھی اکثر ایسے واقعات حضور انور کے فیوض و برکات سے ظہور میں آئے مگر خود حضور پر نور نے کسی ایسے واقعہ کو احیا موتی سے تعبیر نہیں فرمایا۔ بلکہ فطرتاً ایسے الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرمائے جن سے کسی مرض سے شفا ہونے کی طرف خیال رجوع ہو حضور انور کی ذات مجموعہ صفات تھی اور اُس میں ایک ہی نسبت اور ایک ہی شان کا ظہور نہ تھا بلکہ اکثر و بیشتر پاک اور مقدس نسبتوں کا ظہور ہوتا تھا حضور انور سے کسی خرق عادت یا کرامت کا ظہور کچھ بھی تعجب خیز نہیں ہے۔ اسلئے کہ آپ کی شان و عظمت شکل و صورت خود آئینہ جمال الہی پیش کرتی تھی اور شخص آپ کو دیکھ کر یقین کرتا تھا کہ یہی وہ منظر قدرت ہے جو منکرین و مخالفین کے لئے قطعی الدلائل حجت ہے۔ یہاں پر ہر معترض کو ہر مشکک کو مشاہدات سے جواب ملتا ہے۔ اور خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندوں کی برگزیدہ صفات کا یقین دلایا جاتا ہے۔ حضور انور کے کمالات صوری و معنوی تو بغیر ارادہ اور بلا قصد ظاہر ہوتے تھے مگر خداوند عالم نے آپ سے سچی اور حقیقی نسبت رکھنے والوں کو وہ مدارج عالیہ عطا فرمائے جنکی روشنی تمام عالم میں پھیل گئی۔

مولوی حکیم محمود علی خان صاحب فقہوری جو ایک ثقہ بزرگ ہیں حکیم عبدالرحمن خان صاحب (خلف الرشید  
حکیم شہیر محمد خان صاحب مرحوم جو اسوقت ریاست ڈونگر پور ملک میواڑ میں خاص طبیب سرکاری ہیں  
اور مستقیم شاہ صاحبہ وارثیہ جو حضور انور کی نہایت مقبول ارادت مند تھیں اور حضور انور کی محبت میں  
بالکل تارک دنیا ہو گئی تھیں ان کے حقیقی بھتیجے جن کی عمر اسوقت قریب پچاس سال کے ہے) کا ایک واقعہ تحریر  
فرماتے ہیں جو خاص حکیم یعقوب بیگ صاحب قبلہ وارثی نے اپنا چشم دید ان سے بیان فرمایا یہ دونوں  
صاحبان بفضلہ بقید حیات ہیں واقعہ یہ ہے کہ حکیم عبدالرحمن صاحب کا سن پانچ سال کا تھا کہ دفعۃً بیمار ہو گئے  
اور چھپ نکل آئی اور دو ہی چار روز میں حالت بالکل ردی ہو گئی چوتھے روز صبح کو قریب ۸ بجے دن  
کے عبدالرحمن خان کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ مستقیم شاہ صاحبہ وارثیہ نے ان کی پرورش کی تھی اس لئے  
مستقیم شاہ صاحبہ پر ان کے انتقال کا بہت گہرا اثر ہوا۔ تمام محلہ میں خبر ہو گئی کہ عبدالرحمن خان  
کا انتقال ہو گیا۔ ہمسایہ کے لوگ جمع ہو گئے اندر باہر عجیب پریشانی و بدحواسی کا عالم چھا گیا حکیم یعقوب بیگ  
صاحب نے جو اسوقت اتفاق سے فقہور میں موجود تھے تجرین و تکفین کا سامان کیا قبرستان میں قبور پر گئی  
اور میت کے غسل کا انتظام ہوا۔ حکیم محمد یعقوب بیگ صاحب کا بیان ہے کہ جسوقت عبدالرحمن کو تختہ پر  
غسل کے واسطے لٹایا اسوقت مستقیم شاہ صاحبہ بھی وہاں تشریف لائیں۔ غسل دیا جا رہا تھا کہ مستقیم  
شاہ صاحبہ نے لاش کی طرف دیکھا اور یہ کلمات تین مرتبہ اپنی زبان پر لائیں ”تیری امانت تھی  
تو نے لے لی مگر میرا بھائی پر دیس میں ہے“ یہ کلمات کہہ کر مستقیم شاہ صاحبہ کے چہرہ پر ایک  
غیر معمولی تغیر پیدا ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر وہی کلمات فرمائے اور میت کے دونوں شانوں کو  
پکڑ کر دونوں ہاتھوں سے اٹھالیا اور اسی طرح لٹکائے ہوئے والان کے اندر پہنچیں اور لاش کو پلنگ پر  
بٹھانا چاہا۔ حکیم محمد یعقوب بیگ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کر رہی ہیں۔  
لاش بالکل لکڑی ہو گئی تھی اور وہ بار بار فرماتی تھیں کہ بیٹھے بیٹھے۔ لاش بالکل تختہ کی طرح تھی اسلئے بیٹھنا ناممکن  
معلوم ہوتا تھا جب میت کسی طرح نہ بیٹھی تو آخر نہایت زور سے چلا کر فرمایا کہ بیٹھے۔ معاً عبدالرحمن نے آنکھیں کھول لی  
اور اسچھہ خابے صبح و تندرست ہو گئے اسوقت اندر باہر ایک ہنگامہ برپا تھا جو برادری کے لوگ میت میں  
شرکت کی غرض سے آئے تھے اور باہر میت کے منتظر بیٹھے تھے جب دفعۃً ان کے کانوں میں اندر سے یہ  
آواز پہنچی کہ عبدالرحمن زندہ ہو گئے تو ایک حیرت کا عالم ہو گیا۔ یہ خبر کوئی معمولی خبر نہ تھی چشم زدن میں قائم تھی  
میں مشہور ہو گئی اور جس شخص نے جہاں اس خبر کو سنا فوراً دوڑا ہوا آیا۔ اور آکر دیکھا تو واقعی عبدالرحمن  
زندہ ہیں اور بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ مستقیم شاہ صاحبہ نے اس خرق عادت کا جو اضطراری حالت  
میں ظہور ہوا اس کے باعث اور بھی ان کی شان و عظمت کا سکہ لوگوں کے قلوب پر بیٹھ گیا۔ ہر چہ مستقیم شاہ  
صاحبہ کی نسبت عالیہ اور انکی مقدس روحانی زندگی پہلے سے مسلم تھی۔ مگر دنیا کی آنکھیں اسی وقت کھلتی  
ہیں جب کسی ایسے خرق عادت کا ظہور ہو جو دلائل و براہین کو قطع کرنے والا ہو۔ اور مخلوق الہی کو خیریت  
میں ڈال دینے والا ہو۔

مولوی حکیم محمود علی صاحب فقہوری تحریر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خاص فقہور میں گذرا ہے اور بیان پر

مشہور ہے اور اس سے تمام بستی واقف ہے۔ خود حکیم عبدالرحمن خان صاحب بھی اس وقت موجود ہیں اور اس واقعہ کو جن بزرگوں نے دیکھا ہے وہ بھی اسکے شاہد عادل ہیں اور میں نے خود اکثر مستند حضرات سے اس کی تحقیق کی تو حریف بھرت صحیح پایا۔ اور مجھ سے جن مقدس بزرگوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے ان کی صداقت و ثقاہت ایسی ہے کہ اگر میں خود شاہد کرتا تو بھی اسی قدر یقین ہوتا جتنا ان کے بیان سے ہوا کیونکہ جو لوگ اس واقعہ کے راوی ہیں وہ بڑے پایہ کے بزرگ ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خاصان خدا کو درگاہِ صمدیت سے کیا کیا تصرفات اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ محال کو ممکن کر دکھانا بڑی زبردست قوت کا کام ہے۔ مستقیم شاہ صاحب نے جو خود کو حضور انور کی ذات میں فنا کر دیا اور اپنی ہستی کو خاک میں ملا دیا۔ آج اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ دنیا سے پردہ کر لینے کے بعد بھی ان کا نام زندہ ہے اور اب سے لیا جاتا ہے ان کے مزار پر انوار سے فیوض و برکات ظاہر ہوتے ہیں۔ چادرین چڑھتی ہیں ندرین گذرتی ہیں منتین اور مرادین مانگی جاتی ہیں۔ وہ ایسی مقدس اور مبارک خاتون گذرین کہ انکا شمار خاصانِ خدا میں ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور انور کے منتسبین سے بھی ایسے واقعات کا ظہور ہوا جنہوں نے مخلوق کو ساکت و دم بخود کر دیا۔ جن سے ایک عالم متحیر ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ جسکو فنا کے کامل حاصل ہو اُس کے لئے محال ممکن ہے۔ اور خدا کے مقبول اور برگزیدہ بندوں کے عادات و صفات سے اپنے کردار و افعال کا مقابلہ کرنا ایک لاطائل فعل ہے جیسا کہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر	گر چہ ماند در نوشتن شیر و شیر
آن یکے شیرے کہ آدم می خورد	وان یکے شیرے کہ آدم می خورد

**مختلف واقعات و حالات** حضور انور کے تمامی واقعات و حالات جو زمانہ طفولیت سے شروع ہوئے ہیں خوارقِ عادات سے مملو ہیں۔ آپ کی بات بات میں خوارقِ عادات کا ظہور ہوتا تھا اور آپ کی ذات مبارک خود ایک دلیلِ روشن تھی جسکو دیکھ کر متکبرین کو اپنے شکوک و شبہات کا جواب مل جاتا تھا۔ حضور انور کا دور ایک نیا دور تھا جس سے تمام عالم متاثر ہو گیا اور ہر ایک قوم و ہر طبقہ میں آپ کی ولایتِ تائید کا پرچم لہرانے لگا۔

اولیائے کرام کے وہ خوارقِ عادات جو کتابوں میں مرقوم ہیں ان کی مشاہدات سے تصدیق ہو گئی۔ اور یہ نہیں کہ آپ کے واقعات و حالات مریدین و مشقین ہی کی زبان پر ہوں بلکہ دیگر سلاسل کے واجب الاحترام اور مقدس بزرگوں کے مشاہدات پر بھی مبنی ہیں اور تعلیم یافتہ اور فلسفی و منطقی افراد کی نگاہوں سے بھی گذرے ہیں۔ اور ان کو علومِ جدیدہ فلسفہ و منطق کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ دیگر مذاہب والوں نے بھی دیکھے ہیں اور وہ قائل ہوئے ہیں۔ غرض کہ ہر کھ و مہہ پر روشن و ہویدا ہیں۔ حضور انور کو پردہ فرمائے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا اس وقت ہزاروں لاکھوں ہر خیال اور ہر مذاق کے افراد اُس روشن چراغِ ولایت کے دیکھے وائے موجود ہیں۔ حضور انور کے عہدِ کرامت مہذبے متاثر ہیں۔ حضور انور کے جن عادات و صفات و حالات

وقیوض و برکات کا مختلف عنوانوں سے ذکر کیا گیا ہے وہ کرامات کے طریقہ سے نہیں لکھے گئے کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ فیوض و برکات حضور انور کی مقدس تاثیرات روحانیت سے عالمی عموم ظاہر ہوتے تھے اور آپ کی ذات محمود الصفات خدا کی طرف سے بطور محبت عالم میں ظاہر ہوئی تھی اور حضرت مولانا روم کے قول کے بموجب کہ عام آدمیوں کی عقل اور روح کے علاوہ انبیاء اولیاء میں ایک اور روح ہوتی ہے اور وحی کی روح عقل سے بھی زیادہ مٹی ہوتی ہے ۵

باز غیر از عقل و جان آدمی	ہست جانے در بنی و در ولی
روح وحی از عقل پنهان تر بود	زانکہ او غیب ست و اوزان سر بود

حضور پر نور کی روحانی بلندی نے ایک عجیب روح عالم میں بھونک دی اور عجیب عجیب مشاہدات اہل عالم کو نظر آئے کہ وہ حیرت سے دنگ رہ گئے حضور انور کے واقعات و حالات ایسے مہتمم بالشان اور حیرت انگیز ہیں کہ جن سے صرف مریدین ہی متاثر نہیں ہیں بلکہ اس زمانہ کے وہ تعلیم یافتہ افراد جو علوم فلسفہ منطق وغیرہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں حضور پر نور کی روحانیت کو مانے ہوئے ہیں چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم اے (سیر سٹراٹ لالہ) پر حضور انور کا ایک واقعہ گزر رہا ہے جسکو اُٹھون نے درج کتاب نہ کرانے کے راقم الحروف کو مختلف وجوہ لکھے ہیں۔ اُنہیں ایک وجہ یہ بھی ظاہر فرمائی ہے کہ وہ واقعہ نہایت حیرت ناک ہے اور دنیا میں کوئی شخص اُسکو صحیح تسلیم نہ کرے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضور انور کے کمالات صوری و معنوی کا صرف مریدین ہی کو احساس نہیں ہے بلکہ دیگر تعلیم یافتہ حضرات بھی متاثر ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم اے ہم لوگوں کے لئے قابل رشک ہیں کہ اُن پر ایک خاص روحانی تخیلی کائنات ہوا اور وہ واقعہ نہایت حیرت انگیز ہے۔

جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے اپنا خیال ظاہر فرمایا ایسا ہی بعض دیگر حضرات نے بھی لکھا ہے اور اکثر صاحبوں نے اپنے واقعات و حالات نہیں دیئے۔ اس لئے مجھے مجبوراً اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضور انور کی روحانی زندگی کے خاص حالات مجھے نہ مل سکے اور عام واقعات پر یہ کتاب مرتب کی گئی۔ عام واقعات بھی بہت کم ہیں کیونکہ حضور انور کی ارفع و اعلیٰ ذات بابرکات جو بارگاہ قدس کی روشنی کی طرح دنیا میں ظاہر ہوئی اور جس نے ظاہر و باطن طور پر لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے مستفید فرمایا اُسکے تمام و کمال حالات کس طرح مل سکتے ہیں۔ یہ میرا ہی خیال نہیں ہے بلکہ دیگر سلاسل کے مقدس بزرگوں کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ حضرت ابو محمد مولانا شاہ علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی مسند آرائے کچھوچھو شریف حضور انور کے بعض حالات زیب قلم فرما کر آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”یہ ایک شہتم مضمون حسب درخواست آپ کے لکھتا ہوں حاجی صاحب کے حالات سے دفترِ عالم بھرا ہوا ہے“

ایک دوسرے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت حاجی صاحب ایک آفتاب روشن ولایت کے تھے اُن کے حامد نہ تھوڑے ہیں نہ محتاج بیان ہیں“



جب اس زمانہ کے مستند اور مقدس مشائخ کرام کی ہر رائے ہے تو راقم الحروف جیسے ذرہ  
بمقدار کس شمار و قطار میں ہیں جو حضور انور کے حالات کا حقہ لکھنے کا دعویٰ کر سکیں مگر  
فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست

اسلئے بعض وہ واقعات جو متفرق طور پر ظاہر ہوئے اور مستند حضرات کی روایات کی بنا پر  
ہیں لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اہل محبت کو فوجائے عِندَ ذِکْرِ اَوْلِیَاءِ اللہ تَنْتَرِلُ التَّوْحِیْدَ برکت  
حاصل ہو۔ کیونکہ حضور انور کے حالات فیض آیات حُسن و عشق تصدیق و یقین کا ایک مجموعی  
گلدستہ ہیں۔ اور ظاہر و باطن طور پر حضور پر نور کی ذات محمود الصفات سے خواری عادات  
و کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔

نقی علی بنی خاں صاحب قبلہ و ارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع راسہ بریلی تحریر فرماتے ہیں کہ  
سید الطاف علی صاحب متوطن سترکھ ضلع بارہ بنگلی ایک ثقہ اور بہت کم سخن اور صداقت شعار شخص تھے  
جب میں ریاست مہونا میں نائب ریاست تھا تو یہ ضلعدار تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے تخلیہ کی صحبت  
میں جب میں تھا اور راجہ دوست محمد خان صاحب تعلقہ دار مہونا تھے تو بیان کیا کہ حضور انور  
موضع کھیولی کو پالکی میں تشریف لے جاتے تھے اور میں پالکی کے پیچھے پیچھے تھا میرے دل میں یہ  
خطرہ گذر کہ جناب سرور انبیاء علیہ التَّحِیْدَ و الثَّنَا کے جسم مطہر کا سایہ نہ تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی  
میں اسی خطرہ میں گرفتار تھا کہ حضور انور کی پالکی کی طرف جو نگاہ کی تو سایہ غائب تھا اُس وقت  
مجھ پر عجیب عالم حیرت طاری تھا میں بار بار آفتاب کی طرف نگاہ کرتا تھا دھوپ کو دیکھتا تھا آسمان پر  
نظر ڈالتا تھا مگر نہ ابر تھا نہ دھوپ میں کمی تھی اور سایہ نثار دھتا۔

جب متعدد مرتبہ اچھی طرح دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ یہ حضور پر نور کا تصرف باطن ہے بالآخر میری  
تسکین ہو گئی اور معجزہ رسالت چشم دید ہو گیا۔

مولانا تحسین وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ ایک عرب طالب علم حضور انور کی خدمت عالی  
میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ مجھ کو صراط المستقیم دکھا دیجئے۔ آپ نے متبسم ہو کر ٹال دیا  
انھوں نے بکر عرض کیا آپ نے فرمایا ”کل آنا“ جب دوسرے دن وہ حاضر ہوا تو آپ نے  
ایک تہ بند عطا فرمایا اُس وقت جیسے ہی عرب طالب علم کی نگاہ حضور انور پر پڑی بیہوش ہو گیا  
جب اُسے ہوش آیا تو اپنا لباس اتار کر اُسے احرام باندھ لیا۔ اور فقیر ہو گیا اُسکی عمر نے وفانہ کی  
اور کچھ دنوں بعد ہی انتقال ہو گیا۔

حضور انور کی ذات محمود الصفات عینی مشاہدات کا آئینہ تھی اور فوراً خدشات و توہمات کا جواب  
ملتا تھا مزاج عالی میں مذاق بھی تھا اسلئے بعض مریدین کے سوال پر حضور پر نور کے ایسے خواری عادات  
کا ظہور ہوا جن سے وہ متاثر ہو کر خود اپنے سوال پر نادم ہوئے چنانچہ مولانا تحسین وارثی عین الیقین  
میں لکھتے ہیں کہ حضور انور کا ایک مرید دور سے شرف قدموسی حاصل کرنے کو حاضر ہوا اور فوراً  
محبت سے اُس نے عرض کیا کہ حضور اب میں نہ جاؤں گا البتہ ایک شرط سے جاسکتا ہوں کہ ہر وقت

حضور انور میرے ساتھ رہیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ”اچھا جاؤ“، تھوڑی دیر میں وہ پریشان ہو گیا نہ بیٹھ سکتا تھا نہ استراحت کر سکتا تھا نہ خور و نوش کر سکتا تھا ہر وقت حضور انور کو سامنے دیکھتا تھا۔ بس اُس کے سب کام بند ہو گئے اور سجد پریشان و بدحواس ہو گیا اُس کی حالت متغیر دیکھ کر لوگوں نے حضور سے عرض کیا تو آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ اُسکو یہاں لے آؤ جب وہ حضور انور کے سامنے آیا تو خود بخود وہ بات جاتی رہی۔ اور اپنے ہوش میں آ گیا۔

حضور انور کسی کی امید نہیں توڑنے اور سائل کو حسب مراد کامیاب فرماتے تھے۔ مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پتیتے پوری ناقل ہیں کہ پتیتے پور میں ایک مہتر تھا جو حضور انور سے نہایت عقیدت و محبت رکھتا تھا مگر اپنے پیشہ کی وجہ سے محبوب رہا کرتا تھا اُسکو حضور سے بیعت ہونے کی آرزو تھی مگر اُسکو کبھی حاضر ہو کر عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ جب حضور پُرنور پتیتے پور میں رونق افروز تھے وہ اُسی مکان کا صحن صاف کر رہا تھا جس میں حضور انور کا قیام تھا آپ نے اُس کی طرف دیکھا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”دھلی لکھنؤ وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں خاکروب طاہر ہو کر شریک نماز ہوتے ہیں“، یہ ارشاد حضور پُرنور کا سنتے ہی وہ خاکروب ہاتھ جوڑ کر زمین بوس ہوا اور ہٹا دھو کر حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور بیعت ہو گیا۔ بیعت ہوتے ہی اُس کی حالت میں عجیب تغیر واقع ہوا کہ نہ وہ اپنے مکان پر گیا نہ دنیا کے کسی کام کی طرف اُس کا رجحان ہوا وہ بازار کے ناکہ پر جو ایک ٹیلہ ہے وہاں جا کر خلوت گزین ہو گیا اور اُسکی زندگی عجیب زندگی گذری۔

ایس غلام حاجی صاحب وارثی لکھتے ہیں کہ رائے بریلی میں حضور پُرنور میرے مکان پر رونق افروز تھے شب کو آتش بازی وغیرہ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا چنانچہ حضور پُرنور شامیانہ میں تشریف لائے اور آتش بازی ملاحظہ فرمانے لگے کہ دفعۃً تین چار بڑے بڑے ٹوکروں میں خود بخود آگ لگ اٹھی اور وہ آتش بازی اس طرح جلنے لگی جیسے الاؤ میں آگ جلتی ہے باوجود کثیر آتش بازی کے ایک ہاتھ سے زیادہ شعلہ بلند نہیں ہوتا تھا۔ تعجب و حیرت یہ تھی کہ وہ آتش بازی جس کا خاصہ یہ ہے کہ اُسکے شعلے بلند ہوں اور قسم قسم کے منظر پیدا کریں وہ مثل لکڑیوں کے جل رہی تھی۔ حضور انور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ”ہاں ہاں سردی زیادہ ہے“

سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں قبل مغرب حضور انور کی خدمت عالی میں چراغ جلانے کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا تو حضور انور مجھے بیٹھنے کا حکم فرماتے تھے ایک روز جیسے ہی میں نے چراغ جلایا فوراً حکم ہوا کہ جاؤ یہ بات خلاف معمول معلوم ہوئی اِس لئے میں نے تعمیل حکم تو کی مگر دروازہ پر آکر ایک طرف کونے میں کھڑا ہو گیا کہ تھوڑی دیر میں حسب دستور سابق ذرا بیٹھ کر جاؤں گا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے چراغ کی لوتیز کر دی اور اپنی انگشت شہادت کو تیل میں ڈبو دیا اور چراغ کی لوتے لگا یا وہ انگشت مبارک جلنے لگی جب خوب جل چکی تو دوبارہ اُسی انگلی کو تیل میں ڈبو کر

حضور انور نے جلایا میں اس واقعہ کو دیکھ کر دل ہی دل میں نہایت متوحش ہو رہا تھا مگر پاس ادب سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا جب تیسری مرتبہ میں نے ایسا ہی دیکھا تو جلدی سے دوڑ کر میں نے انگشت شہادت کو پکڑ لیا اور عرض کیا کہ حضور یہ کیا کرتے ہیں۔ آپ نے تبسم ہو کر میری پشت پر گھونسا مارا اور فرمایا کہ ”تم مجھ سے چور ہو تم کہاں تھے“ میں نے عرض کیا کہ آج میرے فوراً چلے جانیکا جدید حکم تھا اسوجہ سے میں کھٹک گیا تھا حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ دعا شق کا بدن بالکل نجس ہو جاتا ہے اُسپر آگ وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا دیکھو انگلی کہیں جلی ہے۔“

میں نے دیکھا تو واقعی انگشت مبارک پر جلنے کا کوئی نشان بھی نہ تھا۔

اسی طرح ایسے واقعات ہیں کہ حضور انور نے آتش بازی وغیرہ پر اپنا دست مبارک لگا دیا تو وہ اپنے فعل سے باز رہی چنانچہ مولوی محمد اسحق صاحب قبلہ وارثی مرحوم مغفور روایت کرتے تھے جبکہ انھوں نے اکثر لوگوں سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو شام کا وقت تھا حضور پر نور کے پاس وہ ولایتی تارون کی پھولجڑی رکھی ہوئی تھیں جو فرش پر چھوڑی جاتی ہیں حضور انور نے مجھے دکھانے کے لئے ایک پھولجڑی اپنے دست مبارک سے چھوڑنے کا قصد فرمایا اور ایک پھولجڑی اٹھا کر اُس میں دیا سلامی لگائی مگر وہ نہ جلی کئی دیا سلامیان صرت ہو گئیں مگر اُسپر کوئی اثر نہ ہوا بالآخر حضور انور نے اُس کا تار وغیرہ دندان مبارک کی مدد سے سیدھا فرمایا اور پھر جلایا تو وہ نہ جلی حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور دست مبارک ہی کے اثر سے وہ آتش سے محفوظ ہو گئی تھی اور اب تو لعاب دہن بھی اُس پھولجڑی کو نصیب ہو گیا۔

حضور انور تبسم ہوئے اور اُس پھولجڑی کو رکھ دیا۔ خادم نے دوسری پھولجڑی اٹھا کر جلائی وہ جل اٹھی اور اُس سے پھول جھڑنے لگے۔

حضور کی عطا و بخشش جو دو سخا بھی اُنکی کرامتوں کی طرح ضرب المثل تھی اگرچہ کچھ پاس نہ رکھتے اور ہمیشہ خالی ہاتھ رہتے تھے مگر لوگوں کی حاجت روائی فرمانے میں بدیہ طوئے رکھتے تھے۔

مولانا تحیر وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ ایک سائل نے حضور انور سے سوال کیا کہ میرے پاس زاوراہ نہیں ہے کسی طرح مکہ معظمہ پہنچا دیجئے حضور انور نے اُس سے مصافحہ فرما کر رخصت کر دیا تو دست مبارک چھوڑتے ہی اُس سائل نے دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں پچاس اشرفیان آگئیں۔ وہ جوش مسرت سے اس واقعہ کا ہر ایک شخص سے تذکرہ کرتا تھا جب حضور انور کے روبرو ذکر آیا تو مسکرا کر اور باتیں کرنے لگے۔

سید علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سائیدی ضلع ہردوئی لکھتے ہیں کہ مجھے منشی عظمت علی صاحب متوطن ملانوان نے بیان کیا کہ اسٹیشن کچھونہ پر میں حضور پر نور کے ہمراہ تھا بدنام شاہ صاحب خادم نے عرض کیا کہ حضور ٹکٹوں کے لئے کس میں روپیہ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ دیکھو ہوگا اُنھوں نے مجھے معج میں وہ کس خالی دکھا دیا تو سب نے دیکھا کہ اُس میں کچھ بھی نہ تھا۔ یکبارگی حضور نے اُس کس کو اپنے دست مبارک میں لیکر جھٹک دیا اُس میں سے پندرہ روپیہ سکڑ شاہی کے نکلے ایسا معلوم ہوتا تھا

کہ ابھی ٹکسال سے آئے ہیں۔ حاضرین نے اُسی وقت سکھ رائج الوقت سے اُن کا تبادلہ کر لیا سو وقت حیرت سے ایک دوسرے کا متعجب کھتا تھا۔

مولوی محمد عیسیٰ صاحب وکیل و رئیس پٹنہ حضور انور پر جان و مال سے نثار تھے اور حضور پر نور پر بہت کچھ خرچ کیا کرتے تھے۔ سزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیداوارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور نے اُن سے ازراہ بندہ پروری فرمایا کہ مولوی صاحب مرے دم تک روپیہ تمھارے پاؤں کے تلے رہیگا۔ اس ارشاد کا عجیب نتیجہ ظور پذیر ہوا جو خود مجھے نشی وزارت حسین صاحب عمر مولوی صاحب موصوف اور دیگر حاضر باش ملازمین نے بیان کیا کہ مولوی محمد عیسیٰ صاحب ہمارے تھے مگر فاقہ ہو رہا تھا ایک روز فرش پر کھانا کھایا اور وہیں بیٹھ گئے۔ اُسی وقت ایک رئیس کا غمناک کسی عدالت کے کام کے واسطے آیا۔ اور مبلغ سات سو روپیہ کی تحصیل اُس نے مولوی صاحب کے رو برو پیش کی مگر مولوی صاحب نے ہزار روپے مختلفانہ کے مانگے۔ مولوی صاحب وہیں فرش پر بیٹھے لگے تو اُن کے پاؤں اُس تحصیل پر پہنچ گئے اُس وقت مولوی صاحب نے کہا کہ ہمارے حق میں جو حضور کا ارشاد ہے اور جس کا ہم کو پورا یقین ہے اگر اس مولوی صاحب نے تو اور لوگوں کو بھی حضور کے صادق الاقرار ہونے کا یقین ہو جائے۔ وقت ہمارا دم نکل جائے تو اور لوگوں کو بھی حضور کے صادق الاقرار ہونے کا یقین ہو جائے۔ پانچ منٹ کے اندر مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ تحصیل مولوی صاحب کے پاؤں کے نیچے رہی۔

حضور پر نور کے ارشاد عالی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو الفاظ زبان مبارک سے نکلے تھے انھیں کا پورا پورا طور ہوا۔ حق یہ ہے کہ مال و متاع دنیا کو آپ نہایت بقدر سمجھتے تھے اور جیسا کہ حضور انور کے اور توکل و استغناء کے ذکر میں لکھا گیا ہے تمام باتوں سے بے فکر تھے۔ اور یہی تعلیم فرماتے تھے۔

جناب مولوی حکیم سید شاہ محمد حمید صاحب فردوسی ابوالاعلیٰ ہماری تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے حکم محمد شفیع صاحب ساکن چند باضلع درجنگہ ناقل تھے کہ ایک صاحب شاہ دائم علی نامی جو مظفر پور کی طرف کے رہنے والے تھے اُن کو کیمیا کا از حد شوق تھا شبانہ روز اسی مہن میں رہتے تھے اور یہی اُن کا ہر وقت کا مشغلہ تھا۔ لیکن اس فن کا اُنا جانا تو معلوم ہی نہ تھا اسی خیال میں اُن کی زندگی بیکار بسر ہو رہی تھی۔ ایک مرتبہ حضور انور مظفر پور شریف لائے تو میں بھی حاضر خدمت ہوا اور شاہ دائم علی صاحب بھی گئے۔ ہم دونوں درست بوس ہو کر بیٹھ گئے شاہ دائم علی صاحب کی یہ غرض بھی تھی کہ اگر حضور انور کو کوئی نسخہ کیمیا کا معلوم ہوگا تو تخلیہ میں طلب کریں گے۔ وہاں اُس وقت مجمع کثیر تھا حضور انور نے اُسی مجمع میں شاہ دائم علی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو تم کو کیمیا کا شوق ہے لاجل و لا قوت ہاں مجھے کیا معلوم ہے۔ اور بہتر مبارک۔ سے ایک سفوف نکال کر فرمایا کہ دو دیکھ لو تیار بھی ہو لیکن ہم نہ دین گے اور نہ بتائیں گے۔ کہتے ہوئے اُس خاک کو ہوا میں اُٹا دیا اور اُن کو ہدایت فرمائی کہ ایمان خیالات سے توبہ کرو اور اس شغل کو ترک کرو، چنانچہ حضور پر نور کے ارشاد فیض بنیاد کی تاثیر سے وہ اپنے خیال خام سے باز آئے اور بالکل یہ خیال اُن کے دل سے دور ہو گیا۔ اور خدا نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی حضور انور ہمیشہ دولت دنیا کے انھماک سے محترز رہنے کی تعلیم فرماتے تھے اور کوئی ایسی بات جس سے دنیاوی ثروت کی



طرف خیال رجوع ہو پسند نہ فرماتے تھے اور زبان فیض ترجمان کی یہ تاثیر خاص تھی کہ لوگوں کے قلوب خاطر خواہ متاثر ہوتے اور ارشاد عالی پر نبدل و جان کا ربند ہو جاتے تھے۔

مولوی بشیر الزمان صاحب قبلہ رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نہایت وثوق کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ میں نے خود حضور کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ زمانہ شباب میں جب آپ نے سیاحت کی ہے تو ایک روز دوپہر کے وقت کوہستان میں گزرہوا اور ایک چٹان پر نشست فرمائی اور پہاڑی چشمہ سے کچھ آب سر و نوش فرمایا وہاں اکثر خوشنما سنگریزے پڑے ہوئے تھے اُن میں سے ایک آپ نے بھی اٹھا لیا۔ اور اپنے دست مبارک میں لیکر دیر تک ملاحظہ فرماتے رہے۔

بعد ازاں اُس سنگریزے کو احرام شریف کے دامن میں باندھ لیا اور وہاں سے جلدیے شب کو ایک موضع میں پہونچے اور ایک شخص کے دروازے پر استراحت فرمائی۔ ایک گاڑی کھڑی تھی اُسی گاڑی میں کنارہ پر وہ سنگریزہ کھول کر رکھ دیا۔ صبح کو آپ رخصت ہوئے تو اُس سنگریزہ کو اٹھا لیا۔ جہاں وہ سنگریزہ رکھا تھا وہاں لوہا جڑا ہوا تھا اُسکو اٹھاتے وقت حضور نے خیال کیا تو وہ اُس سپہ ناب طلائے خالص ہو گیا۔ اُسی وقت حضور کو خیال آیا کہ لوہے کو سونا کر دینا سنگ پارس کی خاصیت ہے۔ ضروریہ ٹکڑا پارس پھر کا ہے۔ یہ باجراؤ بھیکر آپ کو ایک گونہ مسرت ہوئی اور وہاں سے روانہ ہو گئے جب کوہستان کا سلسلہ ختم ہو گیا تو ایک وسیع میدان ملا اُس وقت آپ کو اُس سنگ پارس کی خاص مسرت تھی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں خیال آیا کہ ہم تو خدا کی ذات کے سوا کسی دنیوی تعلق سے سروکار نہیں رکھتے پھر اسکو باندھے باندھے پھرنا کہاں تاک جائز ہے۔ پس اُسکو آپ نے پھینک دیا اور حقیقی مسرت حاصل فرمائی۔

مولوی بشیر الزمان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ سنگ پارس جو لوہے کو سونا بنادے یہ ایک کماؤت ہے اور کوئی وجود اسکا نہیں ہے۔ مگر حضور انور کے تصرفات و تاثیرات بمثل کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضور پر نور کے دست حق پرست اور نگاہ حقیقت آگاہ کی تاثیر پر تنویر سے اُس سنگریزے میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی یا ممکن ہے کہ قدرت کی طرف سے یہ امتحان ہو جیسا کہ اکثر اہل اللہ پر گزرا ہے کہ دیکھیں میدان ترک ترک کے شیر مردالیے حوادث سے کہاں تک محفوظ رہتے ہیں۔ مگر حضور پر نور نے تھوڑی سی مسرت کے بعد جو مقتضا ہے بشریت ضروری تھی۔ اُسکو پھینک دیا۔ سبحان اللہ کیا عالی ہمتی تھی ۵

ابن زمین پست دآن چرخ بلند	بر مہر ار از ہمت پیران ما
---------------------------	---------------------------

ایک اسی قسم کا واقعہ سنگ پارس کے متعلق اور بھی ہے جس کو حضور انور نے خود بیان فرمایا ہے حاجی ادکھٹ شاہ صاحب دارفی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ ہم ایک پہاڑ پر گئے ایک فقیر وہاں رہتے تھے ہم اُن کے مکان ہوئے روز دو روٹیاں ایک شخص لانا تھا ایک نام کھاتے تھے اور ایک وہ کھاتے تھے ایک روز وہ فقیر صاحب ٹوکرا لیکر چلے تو ہم بھی چھپ کر اُن کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ شاہ صاحب نے اُس ٹوکرے میں پھر پھر کے ایک غار میں ڈالنا شروع کیے۔ یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی کچین بھی اور اوپر سے بہت سے پھر ڈال دیے۔ ہم اُن سے پہلے اپنی جگہ پر آگئے صبح کو ہم نے شاہ صاحب سے کہا کہ اب ہم جاتے ہیں یہ تو بتاؤ کہ یہ کیا قصہ ہے شاہ صاحب نے

کہا کہ میں انڈیا پاک کی طرف سے مقرر ہوں کہ پتھر سے پارس ٹھکڑا جدا ہو تو اس کو غار میں پوشیدہ کر دوں تاکہ کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ کل ہی کرتا تھا اور اس میں سے ایک ٹکڑا تھار سے واسطے لیتا آیا ہوں ہم نے دریافت کیا کہ اس کا کیا ہوگا فقیر صاحب نے کہا کہ اگر وہ پارس کو لگا دو گے تو سونا ہو جائے گا۔ اسکو فروخت کر کے خرچ کرنا۔ ہم نے کہا اگر یہ کھو جائے تو کیا ہوگا شاہ صاحب بوسے کہ پھر اللہ مالک ہے ہم نے کہا کہ پھر اللہ کا بھروسہ پہلے ہی سے کیوں چھوڑیں۔ یہ واقعہ بھی اُس واقعہ سے ملتا ہوا ہے اور یہ دونوں روایتیں خود حضور انور کی زبان مبارک سے مسموع ہوئی ہیں جو معتبر راویوں سے منقول ہیں بولوی بشیر الزمان صاحب رئیس سندیلہ نے جو سنگ پارس کے غیر موجود ہونے پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح و درست ہے اور جن بزرگوں نے حضور انور کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جن منکرین و مخالفین نے بھی حضور انور کی زیارت کی ہے وہ مان گئے ہیں کہ اس ذات عالی درجات سے جو کرشمہ نہ ظہور میں آجائے وہ کم ہرگز یہ واقعات ممکن ہیں کہ حضور انور کو عالم مثال میں مشاہدہ کرائے گئے ہوں جیسے کہ اولیائے کرام کے قدرت کی جانب سے امتحانات ہوتے رہے ہیں۔ حضور انور کی تاثیرات اور خرق عادات و کرامات بدیہی تھیں ان کے مقابل ایسا واقعہ ظاہر ہونا کچھ بھی حیرت انگیز نہیں ہے۔ وہ خاک کو دیکھ لیں تو اکسیر بنے گرسنگ کو ٹھکرائیں تو پارس ہو جائے

حضور انور کی کیفیات باطن تو ظاہر ہیں کہ حاضر و غائب کی مدد فرماتے۔ تمامی واقعات و حالات آئینہ تھے گویا لوح محفوظ ہر وقت سامنے رہتی تھی۔ اب آخر زمانہ میں حضور انور کی عقل میں ایک عجیب مشغلہ نظر آتا تھا کہ اکثر لوگوں کو ایک تھان کپڑے کا میدیا کرتے تھے دیگر تحائف اور احرام شریف وغیرہ جو عطا فرماتے تھے وہ بطور تبرک تھا ہی مگر یہ کپڑے کا تھان جس کسی کو دیتے تھے وہ گویا پیام موت ہوتا تھا۔ چنانچہ ایسے اکثر واقعات عین الیقین مولانا تحیر وارثی نے لکھے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو تھان مرحمت فرمائے تو اسی ہفتہ میں ان کے انتقال کی خبر آئی۔ راقم المحررت کو بھی منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع راسہ بریلی نے اور دیگر بزرگوں نے ایسے واقعات چشم دید لکھے ہیں جنکو فردا فردا لکھنا بے سود ہے۔ ان واقعات سے ایک یہ بات خیال میں آتی ہے کہ شاید حضور پرنور کی طرف سے ہدایت ہوتی تھی کہ اب سامان سفر تیار کر دیو یہ بات بہت مشہور ہو گئی تھی کہ جن کسی کو حضور انور کپڑے کا پورا تھان دینا اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ وقت مرگ بالکل قریب ہے۔ اس شہرت سے بعض لوگ تھان کے عطا ہونے پر خائف بھی ہونے لگے چنانچہ حافظ پیارے صاحب ناقل ہیں کہ حضور انور کی خدمت عالی میں ایک صاحب رحمان خان نامی حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو تھان دینے کا حکم دیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضور میں تھان نہ لون گا تہہ بند لون گا۔ آپ نے فرمایا ہمیشہ تہہ بند لیا اب تھان لیلو۔ انھوں نے عرض جو کیا کیا بھی دنیا سے جی سیر نہیں ہوا اس پر حضور نے ہنسنے فرمایا اور تہہ بند دیے جانے کا حکم دیا۔ پھر اور لوگوں کو بھی سبق ہو گیا اور کوئی تہہ بند کے سوا نام ہی نہ لیتا تھا۔

سید علی حامد صاحب چشتی قادری سجادہ نشین ساندھی ضلع ہردوئی بروایت مرزا منعم بیگ صاحب دارثی تحریر فرماتے ہیں کہ رحمان خان صاحب سے چند بار مرزا منعم بیگ صاحب کو

ملنے کا اتفاق ہوا ہے تو انھوں نے بیان کیا کہ میں تو مر ہی چکا تھا مگر حضور انور نے میری قضا  
ممبر کو معاف کر کے ٹال دیا یہ

اولیسا رہست قدرت ازاہ تیر جستہ باز گرداندر راہ

حضور انور کے تصرفات فیض آیات کی کوئی انتہا نہیں ہے حاضر و غائب تصرفات ظاہر ہوتے تھے۔  
ٹھاکر پنجم سنگھ صاحب وارثی رئیس ملاؤلی ضلع مین پوری نے اپنے وارث باغ داتق ملاؤلی مین ایکس  
عمارت وارث منزل کے نام سے تعمیر کرائی جب وہ تیار ہو رہی تھی اُس وقت کا واقعہ ہے جو خود  
ٹھاکر پنجم سنگھ صاحب وارثی رئیس ملاؤلی ضلع مین پوری بیان فرماتے ہیں کہ میں باہر گیا ہوا تھا جب  
ملاؤلی مین آیا اور وارث باغ مین اُس عمارت کا کام دیکھنے کے لیے گیا تو میرے مامون ٹھاکر کلاب سنگھ  
صاحب نے بیان کیا کہ دو مزدور اوپر کے درجہ سے گر پڑے اور چوٹ بالکل نہیں آئی۔ اُس بلندی کو دیکھ کر  
یہ بات قیاس مین نہیں آسکتی تھی کہ کوئی شخص اس پر سے گرے اور بچ جائے ٹھاکر صاحب کا بیان ہے  
کہ مجھ کو یقین نہ ہوا حالانکہ جو لوگ گرے تھے وہ بھی موجود تھے اور تصدیق کرتے تھے مگر میں نے کہا یہ گپ ہے  
اتنی بلندی سے اگر گرتے تو ضرور ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے۔ اسی واقعہ پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک لڑکا اُس  
سے بھی اونچی پاڑ سے گر پڑا اور گرتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور بے تکلف بھاگتا ہوا زمین کے راستہ سے  
اوپر چڑھ گیا اُس وقت ٹھاکر صاحب موصوف کو اور سب دیکھنے والوں کو حیرت سی حیرت تھی۔  
یہ غائبانہ تصرف تھا جو اُس عمارت کی تیاری کے وقت ٹھاکر صاحب کے مشاہدہ سے گذرا جسکو  
حضور انور کے نام نامی سے نسبت تھی۔

حضور انور کی بات بات مین کرامت و خرق عادات کا ظہور ہوتا تھا سید معروف شاہ صاحب  
وارثی ناقل مین کیا ایک صاحب میر خٹ علی نامی جو حضور انور سے شرف بیعت رکھتے تھے اُنکے  
پاس دُرّ نجف تھا کسی شخص سے انھوں نے سُن لیا کہ اصلی دُرّ نجف کی یہ شناخت ہے کہ سید کے  
ہاتھ مین اگر دیدیا جائے تو زمین ہلنے لگے دیواروں کو جنبش ہو وغیرہ وغیرہ۔

وہ اس امتحان کے لیے حضور انور کی خدمت مین حاضر ہوئے اب یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ حقیقت  
اُس کی یہی شناخت ہے۔ مگر اُس وقت جب انھوں نے پیش کیا تو حضور انور نے حسب دستور  
اُسکو اظہارِ مسرت فرما کر لے لیا۔ اُس وقت مین بھی حاضر تھا مین نے دیکھا کہ تمام حاضرین کے جسم ہل  
گئے۔ اور زمین اور دیوار مین ہلنے لگیں آپ نے جلدی سے اُس نگینہ کو چھوڑ دیا اور فرمایا کہ  
اچھا اچھا اسکو تھمیں رکھو۔

شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ مکنو ناقل مین کہ ایک مرتبہ دیوہ شریف مین کاتاک  
کے میلہ کے موقع پر میرے جوتے چوری چلے گئے مین نے ہندی زبان مین ایک کبت لکھا اور  
اُس گم شدگی کو نظم کر دیا۔ حضور انور کو وہ کبت سنایا تو آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ تو لگی ہوئی ہے وہ  
کیا نہیں عجیب اتفاق ہوا کہ مین مایوس ہو کر پورا نے جوتے پہنے ہوئے نواب گنج کو جا رہا تھا ایک  
صاحب اجنبی آئے اور کہنے لگے کہ یہ آپ کے جوتے ہیں مین نے کہا ہاں کہنے لگے یہ مجھے دھوکا ہو گیا

حضور انور کے واقعات کرامات آیات تحفۃ الاصفیا اور عین الیقین وغیرہ میں بہت مرقوم ہیں جو کچھ خوارق عادات حضور انور سے ظاہر ہوئے وہ قطری طور پر ظاہر ہوئے اور بات بات میں ظاہر ہوتے تھے۔ راقم الحروف کو آپ کی مقدس اور مبارک حیات ظاہری کے واقعات و حالات کو بطور نمونہ لکھنا منظور ہے۔ تمام و کمال واقعات کے رقم کرنے کی توجہ ساری ہو ہی نہیں سکتی اسلئے اکثر روایات خوارق عادات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے

دوران نگہ تنگ گل حسن تو بسیار

گلچین نگاہ تو زردمان گلہ دارد

**منکرین و مخالفین کا انجام** جو مقدس نفوس کہ فانی فی اللہ و باقی باللہ ہوتے ہیں وہ اسما

ذاتیہ و صفاتیہ میں سے کسی اسم کی تجلی سے خالی نہیں رہتے ہر اسم کی تجلی کسی نہ کسی موقع پر اُن پر وارد ہونی ناگزیر ہے۔ بھجوا سے فرمان مقدس سَبَقَتْ سِرْحَتِی عَلَی غَضَبِی اِشال شکاثرہ حضور پر نور کے محاسن اخلاق میں ایسی دسج ہو چکی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ عموماً بلکہ عاداتاً حضور پر نور مخالفین کی بداندیشی و بدظنی و بدگوئی کا مواضع بھجوائے پَدَّ سَرَوْنُ الْمُسِيئَةِ بِالْحَسَنَةِ حَسَن خَلْق سے فرماتے تھے اور اپنے لطیف و کرم سے بداندیشوں کے دلوں میں بھی گھر کرتے تھے۔ اور وہ آپ کے منقاد و مطیع بلکہ عاشق زار بن جاتے تھے۔ مگر کچھ واقعات ایسے بھی پیش آئے جن میں تجلی واللہ عنہ یذو انتقام نے اپنا اثر دکھایا۔ اور حاسدین و منکرین کا نوشتہ تقدیر پورا ہونے کے لیے آپ کے ساتھ گستاخی و بے ادبی کا سبب پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ واقعات ذیل سے ظاہر ہے۔

خان بہادر مولوی محمد باقر خان صاحب وارثی ڈیپٹی کلکٹر و رئیس راے بریلی ناقل ہیں کہ حضور انور بہار کج تشریف لے جاتے تھے پراگ پور اسٹیشن پر ایک انبوه خلانق تھا جو قدیم بوسی کے لیے ٹوٹا پڑتا تھا یہ مجمع دیکھ کر ریل کا گارڈ بہت پریشان ہوا اور زائرین کو بید کے ذریعہ سے ہٹانے لگا اور ایک آدھ بید کسی کے مار بھی دیا اُس وقت حضور انور نے اُس کی طرف دیکھا مگر زبان مبارک سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا جب بہار کج کے اسٹیشن پر ریل پہنچی تو وہاں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر جلوس کا انتظام جولاٹ صاحب کے لیے بھی نہیں ہوتا۔ اُس گارڈ کو اس گستاخی کا یہ نتیجہ ملا کہ وہ ایک ماہ کے اندر مقدمہ فوجداری میں پھنس گیا۔ اور برخواست ہو گیا حضور انور پر طعن کرنے والوں کا انجام اچھا نہیں ہوا اور یہ اُس بید چلانے کی سزا ملی کہ مقدمہ فوجداری میں ناخوذ ہونا پڑا۔

مولوی شاہ عبدالصہب صاحب خلیفہ حضرت میان محمد شیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پہلی ہجرت) بروایت چشم دید حضرت نختہ میان صاحب سجادہ نشین حضرت میان محمد میر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کہ ایک بہت بڑے تاجر کا واقعہ ہے جنکی ایک لاکھ روپیہ کی تجارت تھی اور نہایت فنی و جاہست لوگوں میں اُلکا شمار تھا کہ وہ حضرت حاجی صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے جب بیعت ہو چکے تو لوگوں نے اُن کو ہکایا کہ وہ تو بے نمازی ہیں تم کیوں اُن سے بیعت ہوئے۔ کتنے سننے سے اُنکے عقیدہ میں فرق آگیا آپ کے ایک مرید اُن سے ملنے آئے تو تاجر مذکور نے آپ کی شان میں نہایت نادر و الفاظ استعمال کیے۔ اُن کے پاس آپ کا تہ بند بھی تھا وہ بھی انھوں نے غیض و غضب کی حالت میں اُن مرید صاحب کے اوپر پھینک دیا۔



تب تودہ مرید بھی جو ملنے آئے تھے اپنے قصہ کو ضبط نہ کر سکے اور کہنے لگے کہ تم نے حضرت کی شان میں گستاخی کی ہو اس کا انجام اچھا نہ ہوگا چنانچہ یہی ہوا کہ اسی روز سے اس تاجر پر نکتہ وادہ بار کی گھٹا چھا گئی وہ تجارت اور ان کا مال و متاع سب برباد ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کو در بدر بھیک مانگنے کے بعد موت نصیب ہوئی۔ ان کی حالت واقعی نہایت عبرت ناک تھی خداوند کریم بزرگان دین کی بدگوئی سے ہر شخص کو محفوظ رکھے۔ قاضی رحمت علی صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ قصبہ ملاوٹی ضلع میں پوری میں حضور پر نور رونق افروز تھے ایک ہندو فقیر جو موضع مذکور کے نواح میں رہتا تھا وہ حضور انور کی تشریف آوری کی خبر سن کر حاضر ہوا اور دروازہ پر کھڑا ہو کر ناروا الفاظ استعمال کرنے لگا اس قسم کے الفاظ بھی کہتا تھا کہ تو نے لوگوں کے دھرم بگاڑ دیے اور یہ کر دیا وہ کر دیا۔ حضور انور کو اطلاع ہوئی تو آپ نے طلب فرمایا وہاں جو سامنے گیا اُسکے لیے عطا و بخشش کے سوا کیا تھا آپ نے اُسکو نصف تہ بند عطا فرمایا۔ مگر وہ بدستور بدکلامی کرتا رہا اور وہ تہ بند بھی نہیں لیا حضور انور نے اُسکی حد سے زیادہ بے ادبی و گستاخی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دوسکو نکال دو، جیسے ہی حکم دیا وہ باہر نکلا گیا تو زار و قطار روتا تھا اور در و دیوار سے سر مارتا تھا اور کہتا تھا کہ میں لٹ گیا کسی کام کا نہ رہا۔

غلامی محمد ارادت خان صاحب متوطن مہسان ضلع علی گڑھ (جو خاندان نقشبندیہ میں حضرت شاہ رحمست خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں) لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے کہ ایک مرتبہ حضور انور قصبہ چاندپور میں مزارعہ علی صاحب رئیس چاندپور کے یہاں قیام پذیر تھے اکثر لوگ خدمت عالی میں حاضر تھے میں خود بھی اُس فیض و برکت کی محفل میں موجود تھا کہ دو شخص آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ یہ دونوں آپ اپنے کو بڑا صاحب کمال درویش مشہور کرتے تھے جس وقت یہ دونوں حاضر ہوئے تو نہایت جسارت سے یہ گستاخانہ الفاظ زبان پر لائے کہ فقیری تو دور ہے آپ کے دل کی سیاہی بھی ابھی نہیں گئی۔

آپ نے یہ سن کر ان کی طرف نظر فرمائی اور صرف اس قدر ارشاد فرمایا کہ دو تم خود سیاہ ہو، یہ ارشاد فرماتا تھا کہ تم لوگوں کے دیکھتے دیکھتے ان کا تمام جسم سیاہ ہو گیا حاضرین محفل پر اس وقت عجیب عبرت اور حیرت کا عالم طاری تھا۔ وہ دونوں سیم رو اسی وقت پریشان و بدحواس رخصت ہوئے اور اسی حالت میں تیسرے دن دونوں فوت ہو گئے یہ بے ادبی کا فوری نتیجہ ظاہر ہوا اللہ ایسے خیالات سے پناہ میں رکھے۔

از حسد اغواء ہم توفیق ادب	بے ادب محرم ماند از لطفت رب
ایسے واقعات بھی گزرے ہیں کہ اکثر مخالفین اعتراض کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے اور اطلاع ہونے پر ان کو یاریابی کی اجازت ملی تو خوف کی وجہ سے حاضر ہی نہ ہو سکے چنانچہ ایس غلام حاجی صاحب متوطن رہے۔ میر علی لکھتے ہیں کہ میرے مکان پر حضور انور قیام پذیر تھے۔ ایک مولوی صاحب تشریف لائے جو کہنے لگے کہ میں یہ دریافت کروں گا کہ آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ چنانچہ اطلاع ہونے پر بلائے گئے تودروازہ پر پہنچے یہی مولوی صاحب کے تمام بدن میں رعبہ آگیا۔ دو قدم اٹھانا دشوار ہو گیا تا چار بار یہی سے حضور انور کی خطابت سے مغلوب ہو کر بیٹھنے لگے لوگوں نے بہت کہا کہ چلیے مگر مولوی صاحب ایسے حواس باختہ ہوئے کہ انھوں نے ایک نمٹنی اور ایس چلے گئے حضور انور پر اعتراض کرنے والوں کو بھی خدا کی طرف سے مختلف سزا سنائی ہیں۔	

## اعتراضات کی حقیقت

حضور انور کے بعض واقعات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین و منکرین کو آپ کی ذات محمودہ و الصفات پر کچھ اعتراضات بھی تھے اور تاریخ کی ورق گردانی سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ کسی تہی و ولی کی زندگی مخالفین کے اعتراضات سے پاک نہیں گذری۔ یہ بحث نہایت طویل ہے اور اس بحث میں بہت کتابیں لکھی گئی ہیں حضور انور پر مخالفین کے دو اعتراض نہایت شہود کے ساتھ تھے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) آپ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(۲) آپ طوائفوں کو علانیہ میسر کرتے تھے اور انکو اس ناجائز پیشہ کے ترک کرنے کی ہدایت نہیں فرماتے تھے۔ یہ دونوں اعتراض نہایت مشہور ہیں جو مخالفین و منکرین کی زبان سے اکثر سنے گئے پہلا اعتراض واقعات سے غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ اکثر واقعات میں آپ کے خوارق عادات و کرامات کے ضمن میں نماز کا ذکر آیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آپ نماز پڑھتے تھے محویت و استغراق کی حالت میں بعض اوقات کی نماز نہیں بھی ہوتی تھی اور یہ ایک از خود فتگی کا عالم ہے جیسا کہ خود حضور انور نے چار عالموں سے اُنکے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”مجھ و زکوٰۃ اس پر کب فرض ہے جو کچھ نہیں رکھتا اگر تم شراب مجاز کے سُکر کے قائل ہو تو لا محالہ اس شراب حقیقی کے سُکر کا بدرجہ اولیٰ قائل ہونا پڑے گا۔ پھر کب سُکر میں نماز روزہ ہے۔“

اسی قول کے مطابق ایک بزرگ کا شعر ہے

لَسَيْتُ الْيَوْمَ مِنْ عَشْقَى صَلا تے فَلَا أَكْذَرِي عَشَائِي مِنْ غَدَا تے

اسی مضمون کو مولانا روم رح بھی اس طرح ادا فرماتے ہیں

مستے کا یدربوئے شاہِ فَرْدُ	صدِ ختمِ مے و رسو مغزان نہ کرو
پس برا و تکلیف چون باشد روا	اسب ساقط گشت و شد بے دست و پا

مولوی رونق علی صاحب دارنی الرضا فی پیتنے پوری لکھتے ہیں کہ حضور انور کی خدمتِ عالی میں ایک بڑے ناہد خشک عالم حاضر ہوئے جو اپنے زہد و علم پر بہت نازان تھے انھوں نے دروازہ ہی سے کہنا شروع کیا کہ آج نماز کا جھگڑا ہوگا اور یہ مسئلہ طے ہو کے رہیگا یہ عالم صاحب شاید سید محمد ابراہیم شاہ صاحب رح کے رشتہ داروں میں تھے جب خدمتِ عالی میں پہنچے تو پہلے نماز کے فضائل از روئے قرآن پاک اور حدیث شریف بیان کرتے رہے حضور پر نور بخندہ پیشانی سب کی تصدیق فرماتے رہے پھر ترکِ صلوٰۃ کے احکام سزا و جزا بیان کرنے لگے حضور انور اُن کی بھی تائید فرماتے رہے اور برضا و رغبت سنتے رہے جب وہ خوب بیان کر چکے تو آپ نے سُکر کر نہایت شفقت سے ایک گھوٹا اُنکی پشت پر مارا اور فرمایا کہ ”مولانا یہ سب سچ ہے مگر یہ بتاؤ کہ جب کوئی کسی کے پاس بیٹھا ہو تو وہ اُسکو نام لیکر کس طرح پکارے وہ کوئی حرکت ہی نہیں کر سکتا اور مولانا ادب کی لذت میں اور عبادت کی لذت میں بڑا فرق ہے، اسوقت حضور انور کا عجز نہایت انکسار و ادب اور بیجا مری کا تھا۔ جو خداوند تعالیٰ کی شان کے مقابلہ میں حضور فرما رہے تھے اور ارشاد فرماتے وقت چشمان مبارک بھی آبدیدہ معلوم ہوتی تھیں خدا جانے ان الفاظ میں کیا تاثیر تھی کہ مولانا کے سب دلائل فراموش ہو گئے اور اُن کو جواب شافی مل گیا کہ با چشمِ پر نور کھفت وہ حضور کی محفل سے ہٹا دیے گئے۔“

حضور انور نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ دو علمائے ظاہری کا عجیب مذہب ہے کہ جو دیکھ کر سجدہ کرے اُس کو تو کافر کہتے ہیں اور جو بے دیکھے سجدہ کرے وہ مومن کہلائے اسی کو ائمہ صاحبین کہتے ہیں بلکہ حق یہی ہے کہ جو دیکھ کے سجدہ کرے وہی مومن ہے۔

جیسا کہ حضور پر نور نے ارشاد فرمایا ویسا ہی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی شریف مین فرماتے ہیں

ہر کہ محراب نماز گشت عین پا	سوئے ایمان رفتش میدان توین	ہر کہ شد مر شاہ را و جامہ دار
ہست خُسران ہر شاہش ارتجار	ہر کہ با سلطان شود او ہمنشین	بر درش بودن بود حیت وغبین
دست بوسش چون رسید از بادشاہ	گرگزیند بوس پابا شد گناہ	گرچہ سر را بہادان خدمت ہست
پیش آن خدمت خطا و زلت ہست	شاہ را غیرت بود ہر کہ او	بوگزیند بعد از آن کہ دید رو

حضرت مولانا شاہ ہدایت علی صاحب محدث لکھنوی رحمہم محراب نماز گشت عین الخ کی شرح کشف العلوم میں تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

جب شخص کی محراب نماز عین اللہ ہو گئی یعنی اُس کو عین مشاہدہ ہو رہا ہے تو اُس کے واسطے ایمان کی طرف جانا ایک قسم کی برائی ہے اور عیب ہے کیونکہ جس پر ایمان لایا ہے وہ خود سامنے موجود ہے پھر اُس وقت دوسری طرف متوجہ ہونا عین خطا ہے کیونکہ پھر ایمان لائے تو کس پر لائے جس کی چشم باطن کھل گئی اور مشاہدہ عین حق کا ہو گیا تو اُس کو نماز ظاہری اور عبادت دوسری قسم کی گونہ بظاہر فضول ہی معلوم ہوتی ہے اور ایمان بالغیب سے اُس کو کب تسلی ہوگی ظاہری قیود واسطے ظاہرین کے ہیں۔ اُن کی تسلی ایسی عبادات سے نہیں ہوتی ہے۔ ہاں البتہ ایسی حالت میں بظاہر گونہ بخلاف طریقہ آنحضرت لازم آوے گی یہ امر آخر ہے لیکن اسکے بیان میں زبان سکت ہے اور عاقل کے واسطے یہ مثال کافی ہے مثلاً آفتاب کے غروب کا وقت ہے اور ایک شخص پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا آفتاب کو دیکھ کر کہہ رہا ہے کہ وہ غروب ہو گیا ہے۔ اور دوسرا شخص جو کہ پہاڑ کے نیچے گھڑی ہاتھ میں لیے کھڑا ہے وہ کہتا ہے کہ ابھی غروب نہیں ہوا ہے۔ اور اُس کے ڈوبنے میں دن منٹ باقی ہیں۔ اب اس وقت ایک چوٹی پر بیٹھا دیکھ رہا ہے اور اپنے معاینہ سے دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا پہاڑ کے نیچے اُڑوے گھڑی دعویٰ کرتا ہے پس ایسی صورت میں ہر شخص کے نزدیک قول پہاڑ کی چوٹی والے کا معتبر ہوگا۔ اسی طرح مشاہدہ عین ذات کا بمقابلہ ارباب شریعت کے زیادہ تر قابل قبول و وثوق ہے از کشف العلوم مولانا محمد ہدایت علی محدث لکھنوی رحمہم مولانا روم غلیہ الرحمہ نے شہنوی شریف میں متعدد مقامات پر عارفان باللہ کے فلسفہ عبادت پر روشنی ڈالی ہے کہ احکام شریعت اور نماز و روزہ اسباب ظاہری ہیں جب نشہ شراب محبت میں انسان سرشار ہو جاتا ہے اور اُس کو شاہد حقیقی کے سوا کوئی نظر نہیں آتا تو ایسا کفر بھی ایمان سے بڑھ کر ہے ایسی خطا بھی ثواب و طاعت سے زیادہ بڑھ

آتش از عشق در جان بر فروز	سر سر فکر و عبادت را بسوز	موسیا آداب داناں دیگر اند
سوختہ جان مرداناں دیگر اند	عاشقان را ہر نفس سوزیدہست	بروہ لیران خراج و عشر نیست
مردان شہیدان را آب اولی ہست	ازین خطا از صد ثواب اولی ہست	در درون کہہ بہم قبلہ نیست
چہ کمر غلاص را یا چیلہ نیست	از سرستان فلان واری محو	جامہ جا کائن را چہ فرمای رفو

<p>ملت عشق از ہمہ دین ہاجد است عشق در دریا غم غمناک نیست</p>	<p>عاشقان را مذہب و ملت خداست حضرت مولانا قدس سرہ الفریز ایک دوسرے موقع پر نماز و روزہ کی</p>	<p>اعل را گر مہر نبود پاک نیست</p>
<p>حقیقت پر بحث کرتے ہیں کہ یہ اسباب محبت ہیں جس طرح آغاز کلفت میں محبوب کو تحائف وغیرہ بھیجے جاتے ہیں جسے مراسم و ارتباط میں بچپنی پیدا ہو اسی طرح یہ صوم و صلوٰۃ لوازم محبت ہیں مگر جب عشق میں بچپنی آجاتی ہو تو معشوق بھی عاشق کی طرح عشق کی مقناطیسی کشش سے کھینچ آتا ہے اور میں تو کو گفتگو نہیں ہوتی تو ظاہری اسباب پر بھی نظر نہیں کی جاتی یہ سب ابتدائی مراحل ہیں مولانا فرماتے ہیں ۷</p>	<p>دراثر نبود سبب ہم مظهر است نبود آنکہ نور حقش شد امام چونکہ نور اللہ در آمد در مشام تا محبت در درون شعلہ زند حاجتش نہ بود پئے اعلام ہر ہست تفصیلات تا گردد تمام</p>	<p>ہمچو خویشی کز محبت مجہر است مرا اثر ہا یا سبب ہا را عنلام مرا اثر ہا پیچ کس نبود عنلام زنت گرد و در اثر فارغ کند چون محبت نور خود زد ہر سپہر این سخن لیکن بچو تو والسلام</p>
<p>ان اشعار کی شرح مولانا بحر العلوم حسب ذیل فرماتے ہیں۔ محاصل آنکہ این افعال بیرونی چون صوم و صلوٰۃ آثار محبت است اگر ملاحظہ کردہ نشود نہ آنکہ نہ باشد پس مظهر سبب محبت است و محبت را دان علم توحید و قدرت کاملہ حق و غرق کردن در نعمتہائے خودین سبب محیط است و مصراع ثانی تنظیر است یعنی چنانکہ محبت فی مابین را خویشی سبب مظهر است و بودن خویشی سنان محبت مخلوق منافی تنظیر نیست چنانکہ ولی محمد گمان کردہ دبحر العلوم صفحہ ۶۶۰ ایک اور مقام پر حضرت مولانا روم رح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت زندون کے لیے ہیں مردون پر ان کا اجرا نہیں ہو سکتا جو خدا کے نیک بندے خدا کی محبت میں فنا کا جام پی چکے ہیں ان کی حالت مردون سے بدتر ہے ۷</p>	<p>شرع بہر زندگان واغنیاست آن گروہ کہ فقیری پے برند مردہ از یک روست فانی در گزند</p>	<p>شرع بر اصحاب گورستان کجاست صد جہت زان مردگان فانی ترند صوفیان از صد جہت فانی شدند</p>
<p>مرگ یک قتل است و این سی صد ہزار ہر یکے را خون بہاے بے شمار</p>	<p>نظاہر ہے کہ اہل عشق و محبت کا کوئی کام عشق و محبت کے خلاف نہیں ہوتا۔ اور کمال عشق میں غلبہ محویت و استغراق محبوب حقیقی کے ساتھ لازمی ہے۔ ایسی حالت میں جب ظاہری زندگی کا رخ پلٹا ہوا ہے۔ تو احکام شریعت کی اگر بجا آوری نہ دیکھی جائے تو محل اعتراض نہیں ہے حضور الود کی ذات اقدس پر جو فی زمانہ منکرین کو اعتراض ہے یہ ان کی ناواقفیت پر مبنی ہے ورنہ ارباب شریعت و طریقت نے اکثر زانہماے سلف میں بھی ایسے مقدس نفوس کو دیکھا ہے اور ان کی بزرگی و برتری کا اعتراف کیا ہے۔</p>	<p>نظاہر ہے کہ اہل عشق و محبت کا کوئی کام عشق و محبت کے خلاف نہیں ہوتا۔ اور کمال عشق میں غلبہ محویت و استغراق محبوب حقیقی کے ساتھ لازمی ہے۔ ایسی حالت میں جب ظاہری زندگی کا رخ پلٹا ہوا ہے۔ تو احکام شریعت کی اگر بجا آوری نہ دیکھی جائے تو محل اعتراض نہیں ہے حضور الود کی ذات اقدس پر جو فی زمانہ منکرین کو اعتراض ہے یہ ان کی ناواقفیت پر مبنی ہے ورنہ ارباب شریعت و طریقت نے اکثر زانہماے سلف میں بھی ایسے مقدس نفوس کو دیکھا ہے اور ان کی بزرگی و برتری کا اعتراف کیا ہے۔</p>



چنانچہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں۔

شیخ عبد اللہ یافعی فرماتے ہیں کہ ایک عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک فقیر ہے جسکو کبھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا ہر چند اُس سے تاکید کی جاتی ہے مگر وہ گریز کرتا ہے ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا کہ نماز کے لئے اُس سے کہا گیا وہ شریک جماعت ہو کر نماز پڑھنے لگا۔

جب دوسری رکعت ہوئی تو دیکھا گیا کہ کوئی اور شخص ہے چوتھی رکعت میں دیکھا کہ اور کوئی ہے جب سلام پھیرنے کے بعد دیکھا تو وہی فقیر اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اُن ہر بہ افراد میں سے جسکو حالت نماز میں دیکھا تھا کوئی نہ تھا نفیہ نے اسکی طرف دیکھا تو اس فقیر نے مسکرا کر کہا ان چاروں میں سے کس نے تمہارے ساتھ نماز پڑھی عالم صاحب کا بیان سنکر شیخ عبد اللہ یافعی نے فرمایا کہ ایک ایسا ہی واقعہ مجھے بھی معلوم ہے کہ موصل کے متشرع اصحاب کو خیاب قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ سے انکار تھا ایک روز حسن اتفاق سے ایک گلی میں شہر کے قاضی و مفتی صاحبان سے ٹکری ہو گئی ان دونوں صاحبوں کے دل میں خیال آیا کہ ان کو پکڑ کے حاکم وقت کی خدمت میں لجا نا چاہیے۔ تاکہ ان کو سزا ملے جب یہ دونوں قریب پہنچے تو دیکھا کہ حضرت قضیب البان علیہ الرحمۃ ایک قوی ہیکل پہلوان کی شکل میں ہیں جب کسی قدر نزدیک ہوئے تو دیکھا کہ ایک اعرابی کی صورت میں ہیں۔ جب بالکل قریب ہوا تو وہ ایک متشرع عالم کی شکل میں نظر آئے جب قاضی صاحب سے چار آنکھیں بھین تو فرمایا کہ کون سے قضیب البان کو پکڑ کے حاکم کے پاس لجاؤ گے۔ اور کیسے سزا دلوؤ گے قاضی صاحب نے توبہ کی اور نوڑا مرید ہو گئے۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ قضیب البان نماز نہیں پڑھتے تو آپ نے فرمایا کہ۔

”کچھ نہ کہو اُن کا سر خانہ کعبہ میں سجیدہ میں ہے۔“

شیخ عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ گفت کہ یکے اہل علم مرا خبر داد کہ یکے از فقرا را نمید بیند کہ نماز گزار د۔ روزے اقامت میکردند و نشو و نما فقیہ از سہرا نکار اورا گفت برخیز و نماز جماعت گزار بر خاست و با ایشان تکبیر نماز گفت رکعت اول گزارد و فقیہ منکر و پہلوے او بود چون بہ رکعت دوم بر خاستند فقیہ نظر بوسے کرد کہ دیگر دید غیر آن و کس کہ اول نماز می گزارد و در رکعت چہارم دیگرے دید غیر آنہا چون سلام دادند دید کہ ہاں کس اول ست بر جائے خود نشسته و از آن کس کہ در حال نماز دیدہ بود اثرے نبود آن فقیہ نظر بوسے کرد و بخندید و گفت اے فقیہ کدام یک از ان چہار کس باشما نماز گزارد شیخ عبد اللہ یافعی گوید کہ مثل این فقیہ شنیدم کہ صادر شد از قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ تابھے از فقہا و قاضی موصل را نسبت بوسے انکار تمام بود یک روز دید کہ در یکے کو چہاے موصل ز مقابلہ قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ می آید خود اندیشید کہ ہر او قطع ویداجاکم رسانم نا ویراہے سیاسے برساند ناگاہ دید کہ بصورت پہلوان گردے برآمد و چون مقدارے دیگر پیش آمد بصورت اعرابی برآمد چون نزدیک تر شد بصورت عالمے برآمد چون بہ قاضی رسید گفت اے قاضی کدام قضیب البان را بجا کم میری و سیاست میکنی قاضی از انکار خود توبہ کرد و مرید شد بہ شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت کہ قضیب البان نماز نہ می گزارد گفت ہج گوئید کہ ”سروسے در خانہ کعبہ و رجوت“

نفحات الانس

نفحات الانس کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضرت غوث الاعظم کے زمانہ میں بھی ایک بزرگ گذرے ہیں جن پر غار نہ پڑنے کا الزام تھا مگر حضرت غوث الثقلین نے انکی نسبت فرمایا کہ ”ہیچ گنوئید کہ سرورے درخانہ کعبہ درہجو دست“

حقیقتہ وہ تارک نماز نہ تھے اور یہ ظاہر بینوں کی نگاہ کا قصور تھا کہ ان کو مورد الزام بنایا اسی طرح دیگر بزرگان دین نے بھی لکھا ہے چنانچہ مولانا شاہ تراب علی صاحب قلندر قدس سرہ العزیز نے فتح الکونز میں تحریر فرماتے ہیں۔

ویدان اسے بر اور بعضے بندہ ہاے خدا اند کہ ہر پنج نماز نہ گزارند مگر یکہ و بعضے در مدینہ و بعضے در بیت المقدس و بعضے فوق سدا سکندر و بعضے بر جبل قاف و بعضے در قتبہ و بعضے بر جبل معظم کہ مشرف ست بر بحر سوس پس اکثر این قسم مردان را بینند و گویند تارک الصلوٰۃ است خطا کہ دواہل زمین مقام سے داند کہ تارک صلوٰۃ از چہ باشد از کسل و وتھاؤن یا وجہ دیگر و عبد القادر و شطوطی گفت چند گویند اہل مصر کہ عبد القادر نماز نمی گذارد و اشد ماہر گز قطع صلوٰۃ نہ میکنم مارا اما کن ست آنجا میخوانم و خبر داد مارا شیخ محمد زبیر کہ ابراہیم مبتولی را دیدم کہ ہرگز ظہر در مصر نہ می گذارد۔ مردم گفتند مگر ظہر برابر اہم فرض نیست او ظہر را و جامع ابیض میخواند و سید علی خواص نیز ظہر در ہان جامع میخواند و شیخ بدر الدین اورا میگفت یا شیخ ظہر بر تو فرض نہ است و شیخ ساکت میماند و شیخ یوسف گروی خبر داد مارا کہ او ظہر را با سید ابراہیم و جامع ابیض بارہا خواند و دیدم کہ امام آن مسجد امر دو جوان خیف البدن و زر درنگ چون زعفران یکبار حاضر شد م نزد عبد القادر و شطوطی و قتیکہ اذان ظہر شد بخاطر و گفت مارا بپوشانید بخلاف پوشانیدیم دیدم کہ زیر غلاف کسے نہ بود بعد از ان مارا بعد از نزدہ و در حجب و علی خواص

اور جاننا چاہئے کہ بعض خدا کے بندے ہیں جو ظاہر پانچ وقت کی نماز ادا نہیں کرتے مگر کہ میں اور بعض مدینہ میں اور بعض بیت المقدس میں اور بعض سدا سکندر میں پر اور بعض کوہ قاف پر اور بعض قتبہ میں اور بعض جبل معظم پر جو بحر سوس میں ہیں ہیں اکثر لوگ اس قسم کے افراد کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تارک الصلوٰۃ ہیں۔ ایسے لوگوں کو جو تارک صلوٰۃ کہتے ہیں وہ بر سر خطا ہیں اور اس مقام پر پہنچنے والے جانتے ہیں کہ تارک الصلوٰۃ کس وجہ سے ہوتا ہے۔

کسل سے یا سستی سے یا دوسری وجہ سے اور عبد القادر و شطوطی نے فرمایا ہے کہ بہت سے اہل شہر کہتے ہیں کہ عبد القادر تارک نماز ہے و ظہر ہم ہرگز نماز ترک نہیں کرتے ہمارے لئے مواضع ہیں وہاں نماز پڑھتے ہیں۔

محبکو شیخ محمد سے بھی معلوم ہوا کہ ابراہیم مبتولی کو دیکھا گیا کہ ہرگز نماز ظہر مصر میں نہیں پڑھتے لوگ کہتے ہیں کہ شاید ظہر ابراہیم پر فرض نہیں ہے وہ نماز ظہر کو جامع ابیض میں ادا کرتے ہیں اور شیخ بدر الدین جو سید علی خواص کے مرید تھے وہ اپنے پیروں سے کہتے تھے کہ اسے شیخ نماز ظہر آپ پر فرض ہے شیخ یہ سکر خاموش رہتے تھے اور شیخ یوسف گروی نے ہکو خبر دی کہ انہوں نے ظہر کی نماز سید ابراہیم کے ساتھ جامع ابیض میں پڑھی

اور میں نے دیکھا کہ امام اُس مسجد کا یعنی جامع ابیض کا بے ریش جوان زرد رنگ مثل زعفران کے تھا۔ ایک مرتبہ میں شیخ عبدالقادر و شطوطی کے یہاں حاضر ہوا اُس وقت نماز ظہر کی اذان سنی گئی بس وہ زمین پر لوٹنے لگے اور مجھے کہا کہ مجھ کو غلاف سے چھپاؤ بس میں نے ڈھانک دیا میں نے دیکھا کہ غلاف کے اندر کوئی نہ تھا پندرہ منٹ کے بعد وہ آگئے اور علی خواص بھی بعد اذان ظہر اپنا دروازہ بند کر لیتے تھے اور ایک گھنٹہ کے بعد کھولتے تھے۔ ایک روز دروازہ بند کرنے کے بعد اُن کو دیکھا تو وہ موجود نہ تھے۔

حاصل یہ ہے کہ اربابِ حال کو اُن کے کاموں پر چھوڑ دینا چاہئے اولیاء اللہ کو جو مقتدا ہیں ظاہری حفاظت ضرور ہے اس لئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حرام کو اولیاء میں سے کسی پر مباح نہیں کیا اور نہ شرع کو منسوخ کیا۔ اور ہمارے بنی آخرِ رسل ہیں اور آپ کی شریعت کو کوئی نسخ کر نہیلا نہیں ہے شیخ نے فرمایا ہے کہ ولی کو ایسی محصیت پر جو تقدیر الہی میں اُس کے لئے ممکن ہو جلدی کرنا چاہئے چنانچہ یہ جائز نہیں ہے کہ اگر کسی پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ فلان روز رمضان میں وہ بیمار ہو گا تو اُس روز افطار میں جلدی نہ کرے بیمار ہونے تک انتظار کرنا چاہئے یہ ہے ہمارا اور محققین کا مذہب والسلام۔

نیز بعد اذان ظہر دروازہ خود بند می کر دو بعد ساعتے میکشاد روزے وقت بند کردن دیدند اور انیافتند۔ حاصل اینکه احوال را در کار آہنا تسلیم باید کرد و عارفان را کہ مقتدا ہے مردم اند حفظ ظاہر ضرورست کہ حق سبحانہ تعالیٰ حرام را برکے او بیا مباح نہ کردہ و نہ شرع را منسوخ و نبی ما آخر رسل است و نیست ناسخ شرع اورا کسے و شیخ فرمودہ ولی را مبادرت نیاید بر محصیتے کہ مطلع شدہ در تقدیر الہی در حق خود چنانچہ جائز نیست کسے را کہ کشف شدہ بروے کہ فلان روز رمضان بیمار خواہد شد مبادرت بر فطر آن روزہ نکند تا وقتیکہ بیمار نشود چرا کہ حق تعالیٰ مشروع نہ کردہ فطر بروے مگر در بیماری تا انتظار بیماری صبر نماید اینست مذہب ما و مذہب محققین والسلام  
(وصف ۶۹ فتح الکون)

ابراہیم سوسی رحمۃ اللہ علیہ اقتباس الاقوال میں تحریر فرماتے ہیں لطائف قدوسی میں اپنے والد بزرگوار شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ نے فراموش کی نگہداشت جو قلندر یہ میں فرمائی ہے وہ شرع کی رعایت سے ہے۔ اور ہم نے قلندر کو دیکھا ہے کہ فراموش کے ترک کر میں کسی قسم کا خوف

حضرت قطب المشائخ بندگی مولانا شیخ محمد اکرم صابری قدوسی و ہم مدد لطائف قدوسی از پدر خود قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی محقق نقل می کند کہ فرمود حضرت شیخ الشیوخ رعایت شرع کردہ کہ حفظ فراموش قلندر یہ فرمودہ و ما قلندر یہ ویدہ الیم کہ در کس فراموش پاک نہ داشت چنانچہ حضرت

حضرت شاہ شرف بوعلی قلندر پانی تپی و خواجہ کرک قلندر  
 و امثالہما و ماخو و دیدہ ایم کہ شیخ حسین سروروی  
 ثم جو پوری قلندر مطلقاً ترک فرائض داشت  
 باوجود آنکہ از علمائے فحول بود حضرت قطب العالم  
 می فرماید کہ شیخ محمد جو پوری را گفتم کہ شیخ حسین  
 نماز نمی گذارد شیخ محمد فخر الدین فرمود ما نہ می گویم کہ  
 شیخ حسین نماز نمی گذارد شیخ حسین یک ترکستانی  
 در راہ خدا تعالی است لیکن وے راہ قلندر یہ  
 دار و مدار راہ تصوف و ہم شیخ رکن الدین در  
 لطائف قدوسی مے گوید عزیز من ترک فرائض  
 از قلندر یہ من حیث الظاہر یا از آنست کہ حق تعالی  
 ایشان را مرتبہ روحی عطا فرمودہ است  
 و قدرت داوہ است کہ چند ارواح در یک  
 حال و یک وقت خود را چند جا بنماید پس اگرچہ  
 در وقتے و در مقامے ترک فرائض از ایشان  
 دیدہ می شود تو اند بود کہ ہر رین وقت در مقامے  
 و گیر فرائض بجا آوردہ و تا از آنست کہ در  
 عقل شان کہ مناط تکلیف است خللے پدید  
 آمدہ است و معتوہ شدہ اند و بر معتوہ تکلیفات  
 شرعیہ نیست چنانچہ بر مجنون نیست پس  
 ایشان بہ رخصت شرع غیر مکلف شدہ اند  
 اگرچہ من حیث الظاہر در بعضے امور ہوشیاری  
 از ایشان دیدہ می شود چون عقل کہ مناط تکلیف  
 ندارد غیر مکلف اند۔

نہین رکھتے جیسے کہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر  
 پانی تپی یا خواجہ کرک قلندر را و مثل ان دونوں  
 کے ہم نے خود دیکھا ہے کہ شیخ حسین سروروی  
 جون پوری قلندر فرائض بالکل ترک کرتے تھے  
 باوجودیکہ وہ بڑے پایہ کے علمائے میں سے تھے  
 حضرت قطب العالم فرماتے ہیں کہ شیخ محمد فخر الدین  
 جون پوری سے میں نے کہا کہ شیخ حسین نماز نہیں  
 پڑھتے تو شیخ محمد فخر الدین رحمہ نے فرمایا ہم نہیں  
 کہہ سکتے کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے۔  
 شیخ حسین ایک ترکستانی خدا کے راستہ میں ہیں  
 لیکن وہ طریقہ قلندر یہ رکھتے ہیں اور ہم تصوف  
 کے طریقہ میں ہیں۔ اور یہی شیخ رکن الدین لطائف  
 قدوسی میں لکھتے ہیں۔ غرض ترک فرائض قلندر یہ  
 سے باعتبار ظاہر کے ہے یا اسوجہ سے کہ خداوند تعالیٰ  
 نے ان کو مدارج روحانی سے سرفراز فرمایا ہے  
 اور یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ چند ارواح  
 کے ساتھ ایک حال اور ایک وقت میں اور  
 ایک مقام میں ترک فرائض ان سے دیکھا  
 جاتا ہے تو ممکن ہے کہ اُسی وقت کسی  
 دوسرے مقام میں فرائض ادا  
 کرتے ہوں۔

یا اسوجہ سے کہ اُن کی عقل میں جو دار و مدار  
 تکلیف ہے کوئی تبدیلی ظاہر ہوئی ہے  
 اور معتوہ ہو گئے ہیں۔ اور معتوہ پر تکلیفات  
 شرعی نہیں ہیں۔ جیسے کہ مجنون پر نہیں  
 ہیں پس یہ لوگ بموجب شرع غیر مکلف  
 ہیں اگرچہ باعتبار ظاہر بعض امور میں ان  
 سے ہوشیاری دکھی جاتی ہے جب عقل  
 جو دار و مدار تکلیف ہے نہیں رکھتے ہیں  
 تو غیر مکلف ہیں۔



منہ رجب بالا اقتباسات جو نہایت مستند علماء اور اہل ائمہ کی روایات کی بنا پر مین اون کو محض اسلئے درج کیا گیا ہے کہ مخالفین و منکرین کو معلوم ہو کہ زمانہ سلف میں بھی اکثر ایسے درویش گذرے ہیں۔ جو بظاہر پابند شریعت نہ تھے اور لوگوں کو اُن پر بدگمانی کا موقع ملا مگر وہ نہایت ابرار اور مقدس بزرگوں میں تھے اور اُس زمانہ کے متشرع اولیاء اللہ نے اُن کے مراتب کو پہچانا اور کسی قسم کا اُن پر اعتراض نہیں کیا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ اُن میں وہ کمالات روحانی موجود تھے کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر خود کو دکھائیں اور اس قسم کے دوسرے خوارقِ عادات بھی اُن سے ظاہر ہوئے جن کی وجہ سے علمائے شریعت کو بھی اُن کا قائل ہونا پڑا۔

اس موقع پر ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے بلکہ حضور انور کے واقعات و حالات پیش نظر ہیں جو آپ کے صوری و معنوی کیفیات کے خود شاہد عادل ہیں۔

اسی وجہ سے اس اعتراض کے جواب میں ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا محض لوگوں کو بدگمانی سے بچانے کے لئے اُن کے سامنے دوسرے بزرگوں کے تذکرے پیش کر دئے ہیں۔

اب دوسرا اعتراض جو طوائفون کو مرید کر نیکی بابت ہے اُسکی مختصر طور پر حقیقت بیان کی جاتی ہے حضور انور بیشک طوائفون کو مرید کرتے تھے مگر مرید فرماتے وقت اُن سے توبہ کراتے تھے اور اکثر مرتبہ پیشہ ترک کر دینے اور نکاح کر لینے کی خاص ہدایت فرماتے تھے اس بارہ میں حضور انور پر کوئی شرعی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ نے تنبیہ و تہدید ضرور فرمائی ہے بلکہ بعض مریدین باتمکین جو متشرع لوگوں میں ہیں اُن کے علم میں یہ بات ہے کہ جس قدر طوائفین حضور انور کے دست مبارک پر بیعت ہوئی ہیں وہ سب اپنے پیشہ سے تائب ہو گئی ہیں۔

چنانچہ مولوی رونق علی صاحب وارثی الزرقانی پتہ پوری لکھتے ہیں کہ حضور سے اکثر طوائفین بیعت تھیں مگر جو طوائف مرید ہوئی وہ رقص و سرود اور اپنے پیشہ سے تائب ہو گئی قصہ محمود آباد کی ایک مشہور اور نہایت مقبول طوائف نامن نامی حضور انور سے بیعت ہوئی اور اپنے پیشہ سے تائب ہو کر حضور کے عشق و محبت میں فقیرانہ زندگی اختیار کر لی مولانا تاجوارنی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ موضع منگل سی ضلع فیض آباد کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ وہاں تشریف لگے تو آبادی نامی ایک طوائف نے آکر حضور انور کو گانا سنا یا حاضرین پر خوب کیفیت طاری تھی اُس نے کہا مال و بے درخواست بیعت کی تو آپ نے فرمایا کہ اس پیشہ سے تائب ہونے کے بعد مرید ہو سکتی ہو۔ اُس طوائف نے اُسی وقت توبہ کی اور ایک دیندار مسلمان سے نکاح پڑھوا لیا۔ اور بھی ایسے واقعات ہیں اور بعض واقعات حضور انور کے مذہبی خیالات کے ذکر میں اسی کتاب میں درج ہو چکے ہیں۔

حضور انور نکاح کی ہدایت ضرور فرماتے تھے اور بعض کو غلبہ محویت و استغراق کے باعث اُس وقت خاص طور پر ہدایت نہ فرماتے تو دوسرے اوقات میں تنبیہ فرماتے تھے بعض محققین نے نقادانہ حیثیت سے بھی حضور انور کے حالات کی چھان بین کی ہے چنانچہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اخبار وکیل مطبوعہ ۱۳۰۷ جنوری سنہ ۱۳۰۷ء میں حضور پُر نور کے حالات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دو اُن کے سامنے جو آیا اور دستگیری کا طالب ہوا اُنھوں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا باضابطہ تعلیم و تلقین کی پروانہ تھی البتہ جو تاثیر خدائے تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمائی تھی اُس سے کوئی محروم نہ رہتا تھا تقدیر اور نصیب کے موافق کچھ ہر شخص کو مل جاتا تھا بعض طوائفوں کی نسبت سنا ہوا کہ وہ حاجی صاحب کی مریدی کے بعد پیشہ سے تائب ہو گئیں بعض میں ایک قسم کی حیا پیدا ہو گئی اور وہ عامیانا دارگی چلنی سے کنارہ کش ہو گئیں بعض میں دینی حیثیت اور برگان دین کے احترام کا جذبہ زیادہ بڑھ گیا۔ متذکرہ بالاشہاد تو ان سے ظاہر ہے کہ حضور انور کے فیوض و ہدایات سے اکثر طوائفوں کو حقیقی توبہ نصیب ہوئی سندر طوائف سکھ بادیون شریف جو عرصہ سے لکھنؤ میں بود و باش رکھتی تھیں اور نہایت مشہور رقصہ و مغنیہ تھیں نہایت متمول تھیں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی تھیں جسکی ناظر اجمی کے واقعات اسوقت تک خاص طور پر لوگوں میں مشہور ہیں۔ اور جو دیوہ شریف میں بتقریب عرس پاک حضرت سیدنا قربان علی شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ آتی تھی تو اُس کے نہایت امیرانہ ٹھٹھات ہوتے تھے ڈیرے نیچے اُسکی جانب سے نصیب ہوتے تھے غرض کہ دنیاوی اعتبار سے بہت شاندار زندگی کا لطف اُسکو حاصل تھا وہ حضور انور کے عشق و محبت میں اسیر ہو گئی اپنے پیشہ سے اُسکو توبہ نصیب ہوئی اور اُس نے وہ عیش و نشاط کی زندگی سب خاک میں ملا دی۔ اب تہہ بند ہی اُس کا پیر بکلف لباس ہے اور برہنہ پائی اُسکی زیب و زینت کا زیور ہے اُسکی جو حضور انور کی محبت میں حالت ہے وہ قابل شک ہے لوگ اُسکی گذشتہ حالتوں اور اس زندگی کو دیکھ کر زمین و آسمان کا فرق محسوس کرتے ہیں۔ اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی لکھتے ہیں کہ سماء رفقا سکھنے کلمتہ بیہودن ہے جو توریت خوان بھی ہے اور انگریزی بھی پڑھی ہوئی ہے اُس نے حضور انور کی بیعت کے بعد اسلامی عقیدہ اختیار کیا۔ اور مشہور ہے کہ اپنا نا جائز پیشہ ہی چھوڑ دیا۔ اور دستکاری پر اوقات بسر کرتی ہے۔

اس قسم کے اکثر واقعات ہیں اور یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ حضور انور نے توبہ کی ہدایت نہیں فرمائی اگر یہ کہا جائے کہ بعض کسبیاں بیعت ہوئیں اور بیعت ہونے کے بعد بھی وہ اُسی پیشہ میں ملوث رہیں تو یہ اُنکا فعل ہی اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے اُسے اپنا پیشہ ترک کرنے کی ہدایت نہیں فرمائی تھی البتہ وہ مورد الزام ہیں کہ باوجود حضور انور کی ہدایت خاص اُنھوں نے نافرمانی کی اور اپنے ناجائز پیشہ سے دست بردار نہ ہوئے۔ اس کا مواخذہ اور بار اُن کی گردن پر ہوا اور اُن کو اسوقت تک حضور انور کی محبت کا دم بھرنے سے شرماتا چاہئے جب تک وہ ارشاد عالی کی تعمیل پر ثابت قدم نہ ہوں۔ کیونکہ جب اُن کے افعال خلیفہ کے باعث حضور انور کی مقدس اور بزرگ ذات پر مشکرین و حاسدین کو یہ طعن کرنیکا موقع ملا (اگرچہ وہ طعن اصولاً غلط ہی) تو اُن پر اس طعن کا باعث ہونیکا وجہ سے ایک اور فرور قرار و جرم لگ گئی کیونکہ وہ حضور انور کے سامنے بھی مجبور ہیں۔ حضور انور کی ذات اقدس پر اُن کی نافرمانی سے کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا وہ خود قصور وار ہیں اور یہ اُنکا فوضتہ تقدیر ہے۔ بزرگان دین کا کام ہدایت کرنا ہے اس مسئلہ کو حضرت مجاہدین رلہ ہر پوری نے بالکل صاف کر دیا ہے جو حسب فریل ہے۔

# مکتوب چہارم حضرت مجاہد رلاہر پوری ضیاء م شیخ عبدالرسول کچھندی کہ از خلفائے ارشد بود

جامع العقول والمنقول عرفان پناہ حقائق و معارف آگاہ شیخ عبدالرسول ساکن کچھندی موضع اللہ المسلمین بطول بقاہ از دیش  
مجتہد معروف بہ مجاہد رلاہر پور دعائے تحیت موصول با دے برادر ہر طالب کہ پیش تو آید در تربیت او تقصیر مکن باقی سعادت و شقاوت  
برست تو نیست بریدہ رت و عنایت باز بستہ است بغیر ان نہ توانستند کہ مرد و دانی را مقبول گردانند پیران کے توانند کہ چو  
ازلی را موصول گردانند چو اہل مصطفیٰ علیہ السلام نہ توانست کہ ابی طالب را بہ راہ راست بیانند پس من و تو کے توانیم کہ  
مہجوران ازل را واصل گردانیم لیکن چون کسی را کہ دولت مقبول دراز رفتہ است بہ صحبت من و تو ظاہر گرد و من  
و تو نیک نام می شویم فلان بہ صحبت فلان واصل گشت و بخار سیدہ و خدا را شناخت اے برادر صحبت را اثر ہاست کہ در خلوت  
نیست آنچه از صحبت اولیا یک ساعت حاصل شود از حضرت ہشتاد سال نتوان کرد من ارادان مجلس مع اللہ فلینجلس  
مع اہل لتصوف ہر کہ ہم نشینی با خدا خواہد کہ ہم نشین بہ اہل تصوف رحمت بر جانش باد کہ گفت

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

گو نشین اندر حضور اولیا

شیخ عبدالانصار سے میفرماید کہ خداوند ابادستان خود چہ فضل کردہ ہر کہ ایشان را شناخت تریافت و ہر کہ تریافت  
ایشان را شناخت جان من بعضی از جہل گمان بردند کہ اولیا گذشتند ہیچ درین زمانہ نہ ماندہ است

گر چہ خورشید بوم بے نور ست

از پے ضحیف خود نہ از پے اوست

مکتوب مندرجہ بالا سے ناظرین خود بخیر اخذ کر سکتے ہیں کہ شقاوت و سعادت ازلی ہوئی ہے اور نوشتہ تقدیر ظہور میں  
آئے بغیر نہیں رہتا۔ مگر حضور انور جو عشق و محبت کی مجسم تصویر تھے اور علیہ استغراق و محویت و از خود فنگی میں ضرب المثل تھے  
آپ اگر ہدایات نہ فرماتے تو بھی آپ کی ذات محمودہ والصفات پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ حالت کا لحاظ  
رکھنا ضروری ہے اور آپ کی مقدس روحانی تاثیرات مافی ہین۔ اکثر طوائفین حضور انور کے دست مبارک  
پر حقیقی طور پر تائب ہوئی ہین اور انھوں نے اپنے پیشہ کو ترک کر دیا۔ جیسا کہ بعض کا تذکرہ مذکور رہا ہے  
اور خود بھی حضور انور نے جس شد و مد سے تہدید و تنبیہ فرمائی ہے اور ایسی طوائفوں پر جو بعد بحیث تائب  
نہیں ہوئیں اس قدر اظہار نا راضی فرمایا ہے جو حد درجہ کے جلال پر پٹی ہے حضور انور کے مذاق عشق کو  
دیکھتے ہوئے جہان محبت کے سوا کسی رنگ کا پتہ نہیں چلتا۔ امور شریعت میں اس قدر انہماک اور  
ایسی قیود ظاہری کی ہدایت حقیقتہً اس بات کی بین شہادت ہے کہ آپ کی ذات مجمع البرکات سے ہر قسم  
کی نسبتوں کا اعلیٰ سے اعلیٰ ظہور ہوتا تھا اور کیفیات باطن کی طرح ظاہری قیود میں بھی آپ بدرجہ کمال رکھتے تھے  
مخالفین کے اعتراضات واقعات سے بالکل علیحدہ ہین حقیقتہً کسی بات کے اسباب و علل دریافت کرنے  
کے لئے اچھے دل و دماغ کی ضرورت ہے اپنی حالت کے اعتبار سے اہل اللہ پر معترض ہونا ایک فعل  
لا طائل ہی نہیں بلکہ گمراہی ہے جیسا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

ہے

جملہ عالم زمین سبب گمراہ شد

الم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

ہمسری با انبیا برداشتند

اولیا را ہجو خود پنداشتند این نہ دانستند ایشان از عجب لیک شد زین نیش وزان دیگر جز کہ صاحب ذوق کہ شناس طعوم ہر دورا ہر نہ پندارد اساس	گفتہ ایک ماہرا نشان بشر ہست فرقتہ در میان بے منتہا ہر دوگون آہو گیا خوردند آب شہر را نا خوردہ کے داند موم ساحران باموسی استیزہ را	ماؤ ایشان بستہ خواہیم و خور ہر دوگون زنبور خوردند از محل زین یکے سرگین شد وزان مشکنا سحر را با معجزہ کردہ قیاس بر گرفتہ چون عصا سے ادعصا
--	---	--

این عصا تا آن عصا فرقیست زرت  
لغت اللہ این عمل را در قفا  
زین عمل تا آن عمل را سے شکرت  
رحمت اللہ آن عمل را در وفا

با وجود غلبہ محویت و استغراق اور دیگر کمالات روحانی آپ قیود ظاہری کی بھی سختی سے ہدایت فرماتے حضور انور بظاہر بھی نماز کے پابند تھے اور بعض اوقات کی نماز روزانہ پڑھتے ہوئے لوگوں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ معترضین کا اعتراض بالکل خلاف واقعہ ہے حالانکہ حضور انور کی حالت دیکھتے بالکل نماز نہ پڑھتے دیکھنا کچھ بھی باعث استعجاب نہ تھا۔ البتہ بعض اوقات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا قابل حیرت ہے۔ تاہم حضور انور قیود ظاہری کی بہت زیادہ پابندی فرماتے تھے اور اس زمانہ کے اکثر بزرگوں کو حضور انور کے ساتھ شریک جماعت ہونے کا موقع ملا ہے چنانچہ حضرت مولانا مولوی حاجی عابد حسین صاحب قبلہ رئیس فتح پور ضلع بارہ بنکی جو اپنے زمانہ طفولیت میں اکثر حضور انور کی خدمت عالی ہین تنہا اور اپنے پیرومرشد حضرت مولانا شاہ نذیر علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بھی آتے رہے اپنی عینی شہادت پر حضور انور کی نماز کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ”میرے نزدیک وہ پابند تھے اگرچہ جماعت کے تارک تھے ترک بمعنی انکار نہیں اسلئے کہ دو چار مرتبہ میں نے یہ جماعت نماز پڑھتے دیکھا اور سنا ہے“

معترضین کے اعتراضات کی حقیقت بیان کرنے کے بعد جو ان کی تاوا تفتیت پر مبنی ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ اس زمانہ کے علمائے کرام اور مشائخ عظام آپ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے آئے۔ آیا وہ بھی حضور انور کو ایک مسلمہ بزرگ سمجھتے آئے کہ نہیں انکو بھی امور ظاہری میں حضور انور پر کوئی اعتراض ہوا یا نہیں۔

انھوں نے حضور انور کے مدارج و مراتب اور آپ کی مقدس زندگی کے متعلق جو اپنی رائے قائم کی ہوگی وہ یقیناً غیر جانب داری کا پہلو رکھتی ہوگی۔ اسلئے ان کی رائیں ایک نئے عنوان سے لکھی جاتی ہیں۔

تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس زمانہ کے مشاہیر علماء و مشائخ کے حضور انور کی نسبت کیا خیالات ہیں اور حضور انور کی مقدس روحانیت کو انھوں نے کس حد تک تسلیم کیا ہے۔

یہ مختلف بیانات نہایت روشن پہلو رکھتے ہیں جو اس زمانہ کے حقائق و معارف نگاہ بزرگوں کے بیانات پر مبنی ہیں۔



## حضرت کی نسبت علمائے معاصرین ومشائخین کی رائیں۔

حضور انور کے زمانہ میں جو علمائے کرام اور مشائخین عظام گذرے ہیں ان میں سے اکثر بزرگوں سے حضور انور سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور بعض بزرگوں سے ملاقات

نہیں ہوئی اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس باب میں حضور انور کے متعلق تمام بزرگوں کی رائیں درج ہونگی۔ کیونکہ بعض ایسے بزرگوں کے بھی خیالات دریافت ہو سکے جنکو ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔ بعض جلیل القدر بزرگوں کی بیان کردہ روایات دوسرے مواقع پر لکھی جا چکی ہیں بعض معاصرین سے ملاقات ہی کا اتفاق نہیں ہوا بعض سے ملاقات بھی ہوئی تو ان ملاقاتوں کے مجمع حالات نہ مل سکے بعض لوگوں نے اپنے پیرو مشد کے کلمات طیبات اور تحریر فرمائے کہ حضور کی نسبت انکا کیا خیال تھا مگر بسلسلہ روایت اپنا نام ظاہر کرنے کی ممانعت فرمادی۔ اس لیے راقم الحروف نے ان روایات کو بالکل درج کتاب نہیں کیا۔ بعض نے ایسے واقعات دیئے ہیں بھی تکلف فرمایا بعض نے کسی وجہ سے مجبوری ظاہر فرمائی جیسا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک مستند بزرگ نے اپنے والدانا میں راقم کتاب ہذا کو تحریر فرمایا ہے جو حسب ذیل ہے۔

دور اس سرایا ناہنجار کو ضرور اس عالی جاہ سے نسبت رومی ہے انھیں کے صدقہ میں خداوند کریم مجھ کو صحیح النسب رکھے۔ بخدا سے لایزال چند باتیں ایسی ہیں کہ جن میں علماء دین دعوام کا تو کیا ذرا بہت سے اہل نسبت درویش پر غاش پر آمادہ ہو جائیں گے،

ماہم جو کچھ بھی راقم الحروف کو صحت کے ساتھ حالات و دستیاب ہوئے ہیں وہ لکھ جاتے ہیں اور ان کے اسمائے گرامی خود اس بات کی تین شہادت ہیں کہ وہ اس زمانہ میں کس پایہ کے گذرے ہیں۔ اور راویوں کی ثقاہت بھی مسلمہ ہے ان واقعات و حالات سے علاوہ اس بات کے کہ حضور انور کے بارہ میں اس زمانہ کے ارباب شریعت و طریقت کے کیا خیالات تھے حضور انور کے اخلاق و صفات کے تذکرہ سے بھی ناظرین استفادہ روحانی حاصل کریں گے کہ آپ سے علمائے کرام و مشائخ عظام سب ملتے تھے اور چنانچہ آپ تشریف لیجاتے وہاں کے بزرگان دین آتے اور ملتے تھے علاوہ اذین اگر کوئی بزرگ معتکف ہوتے تو حضور انور خود ان سے ملنے جاتے تھے جو آپ سے ملنے کے لئے آتے تھے آپ ان کی بجد تعظیم و تکریم فرماتے اپنے بستر مبارک سے اٹھ کھڑے ہوتے اور چند قدم چلکر اُن سے معافہ فرماتے تھے اور وہ نہایت شاد و سرور ہو کر حضور انور کی محفل سے جاتے تھے۔ غرض کہ اپنے معاصرین سے آپ کا خاص ارتباط تھا اس باب میں اگرچہ مختلف واقعات ہیں مگر نہایت دلچسپ اور عقابیت و روحانیت کا پہلو دیکھتے ہیں جو علمائے فرنگی محل کھنڈ کے خیالات حضور انور کی نسبت تھے وہ خاص سند المحدثین فخر المتکلمین سند اراکے شریعت و طریقت مولانا مولوی قیام الدین عبدالباری صاحب قبلہ فرنگی محلی لکھنوی نے تحریر فرما کر رسالہ فرمائے ہیں حضرت مولانا سے مدوح الشان کے دو والانا مون کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

علمائے کرام فرنگی محل جناب حاجی سید شاہ وارث علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقادیہ رنا قیہ کفر ہم اللہ کے مشاہیر افراد سے تھے چکے قوسل سے بہت

کثیر تعداد لوگوں کی مشرف بہ بیعت اسی سلسلہ عالیہ سے ہوئی علمائے فرنگی محل دامت فیوضہم کا بھی سلسلہ وہی ہے اس لیے قریب تر تعلق نسبتی تھا اوائل زمانہ میں جبکہ غدر بھی نہیں ہوا تھا حاجی صاحب فرنگی محل میں اکثر آتے تھے۔ اور جناب مولانا مولوی ابوالحسن صاحب حقیقہ مولانا مولوی بھرا العلوم سے انکی بہت دوستی تھی۔ جہاں تک مجھے علم ہے علمائے فرنگی محل حضرت حاجی صاحب کو کالمین سے اعتقاد کرتے تھے اور بے قیدے شریعت سے ان کا معذور اور دوسروں کا ایسے امور میں جو شریعت کے بظاہر خلاف ہوں ان کا اتباع کرنا ناروا سمجھتے تھے۔

۱۱-۱۲-۱۳

میرے دادا صاحب مولانا محمد عبدالرزاق قدس سرہ سے سلسلہ میں آخر مرتبہ ملاقات کی غرض سے تشریف لائے تھے اسی سال میرے دادا صاحب کا انتقال ہوا میں ان کی عیادت کو حاضر ہوا تھا وہ انکا آخر وقت تھا مجھے بہت زیادہ صحبت حاصل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ میں نے انکی تعریف کرتے اپنے والد مولانا عبدالوہاب قدس سرہ اور مولانا عبدالغفار صاحب حقیقہ مولانا بھرا العلوم قدس سرہ اور حضرت مخدوم زاوہ والا تبار سجاوہ نشین حضرت بانسہ قدس سرہ اور دیگر اکابر کو دیکھا ہے۔

جناب مولوی کرامت اللہ صاحب مغفور حقیقہ مولانا محمد رضا شایع مسلم و از خلفائے حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ العزیز و مولوی وحید اللہ صاحب فرنگی محلی کو بیعت الادب حضرت حاجی صاحب سے تھی۔  
**مولانا عبدالوہاب قدس سرہ فرنگی محلی** | حضرت والد ماجد مولانا عبدالوہاب قدس سرہ نے بارہا میری تقشیف طالب علمی کے باعث حاجی صاحب

کے بارہ میں ان کی ظاہری بے قیدی کے تاویلات بیان فرمائے دوسرے مرتبہ میرے سامنے ملاقات کی پہلے موضع دھارموا میں بانسہ شریعت کی واپسی کے وقت جب کہ شیخ مبارک علی صاحب کے یہاں حاجی صاحب مقیم تھے ملاقات کی اور مجھ سے فرمایا کہ میں یہ اطمینان نہ مل سکا اسوچہ سے کہ غیر محرم عورات کا ہجوم تھا حاجی صاحب چونکہ اپنے مشعلہ میں ہیں ان کو چاہیے کچھ ضرر نہ ہو مگر ہم ایسے باہوش لوگوں کو ایسے وقت میں اطمینان نہیں ملتا ہی دوسری مرتبہ بوقت واپسی ردولی شریعت میرے والد ماجد اور حضرت حاجی صاحب ایک درجہ میں تھے باہم ملاقات رہی میں دوسرے درجہ میں تھا سارہ بنکی کے اسٹیشن پر مجھے والد صاحب نے بلایا اور حاجی صاحب سے کہا کہ یہ میرا چھوٹا لڑکا ہے حاجی صاحب نے بہت جلد جلد کچھ فرمایا اور میری پشت پر دو تین ہاتھ مارے۔ میں اسوقت صغیر السن تھا مجھے اس فعل سے تعجب ہوا والد صاحب نے کہا کہ حاجی صاحب نے تمکو مٹھائی عطا فرمائی ہے چنانچہ ایک خادم نے جھابہ مٹھائی کا اور اس میں ایک ہانڈی دی دی برون کی تھی میرے آدمی کو دیدی تھوڑی دیر میں راجہ رام نگر سابق آئے حاجی صاحب نے انکو بھی مارا اسوقت میرا تعجب رفع ہو گیا میں نے والد ماجد صاحب سے عرض کیا کہ یہ کون فقیر ہیں جو لوگوں کو مارا کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب ہیں جس سے خوش ہوتے ہیں اس سے اسطرح پیش آتے ہیں والد صاحب نے حاجی صاحب سے میرے لیے دعا کرنے کی خواہش کی۔

**مولانا عبدالغفار قدس سرہ فرنگی محلی** | مولانا مولوی عید الباری صاحب قبلہ فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں کہ میں بعد فراغت کتب درسیہ ثنوی

مولانا روم قدس سرہ حضرت مولانا عبدالغفار صاحب سے پڑھتا تھا اور میرے ہمراہ جناب اخی معظم مولانا عبدالرؤف صاحب مرحوم و استاذی مکرم مولانا عبدالباقی صاحب ساکن مدینہ طیبہ بھی درس میں شریک تھے اثنائے سبق میں علامتِ اولیائے کرام کے متعلق گفتگو ہوتی۔ میں نے مدارِ نقوی پر شہجہ کرتے ہوئے حضرت حاجی صاحب کا ذکر کیا تو میرے والد ماجد صاحب قدس سرہ مولانا عبدالوہاب صاحب رہنے مولانا عبدالغفار صاحب سے کہا کہ آپ ان کا شہجہ تفصیل سے رفع کر دیجیے اور فرمایا کہ حاجی صاحب سے چند افعال ایسے منسوب ہیں جو ان سے سرزد نہیں ہو سکتے۔ جیسے اکابر انبیا مثل حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے بے ادبی۔ یہ حاجی صاحب کی شان نہیں ہے لوگوں نے ان پر اتہام کیا ہے البتہ بے قیدی و فرائض تو وہ ان کی اولگی سے قاصر و معذور ہیں۔ اگر کھانے یا دیگر راحتِ جسمانی کی طرف وہ مائل ہوتے اور اسکو با ہوش لوگوں کی طرح برتتے تو البتہ ترک فرائض کا الزام ان پر عائد ہوتا۔ مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء محسنی و تقبیح میں بھی ان کو کامل امتیاز بوجہ دوسرے قلبی مشاغل کے باقی نہیں رہا پھر جناب مولانا عبدالغفار صاحب نے فرمایا کہ مجھ پر ایک واقعہ گذرا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کو کیفیتِ باطنیہ حاصل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حاجی صاحب لکھنؤ میں آئے ہوئے تھے اُس زمانہ میں مجھے فقیرون سے ملنے کا بہت شوق تھا میں اُنکے پاس حاضر ہوا حاجی صاحب لوگوں کی طرف سے کروٹ لیے ہوئے لیٹے تھے میں جا کر بیٹھ گیا اور ایک ذکر جو میں نے اپنے بھائی مولانا ابوالحسن صاحب کو اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا عبدالولی صاحب قدس سرہ کے روپر کرتے دیکھا تھا حاجی صاحب کی مجلس میں چپکے چپکے کرنا شروع کیا اس خیال سے کہ ایک بزرگ کی موجودگی میں دنیاوی خیالات نہ آنے پائیں ٹھوڑی دیر میں حاجی صاحب نے فرمایا کہ وہ یہ کون آیا ہے اسکو لکاو، میں نے اس طرز کے کلام کو کسی سے سنا تھا سخت ناگوار ہوا یہ کہتا ہوا چلا آیا کہ ہم جاتے ہیں ہم تو بزرگ سمجھ کر آئے تھے اخلاقِ محمدی اگر نہیں ہے تو انکو اعتقاد بھی نہیں ہے۔ حاجی صاحب مسکراتے رہے اور کچھ نہیں فرمایا میں چلا آیا اتفاق سے دوسرے تیسرے دن حاجی صاحب میرے مکان پر آئے اور مجھ سے مولانا ابوالحسن (میرے بڑے بھائی صاحب) کو دریافت کیا۔ میں ان کے اخلاق کا شاکی تو تھا ہی ان سے نہایت درشت ہوجہ میں کہا کہ جائیے جائیے وہ مکان پر نہیں ہیں حاجی صاحب واپس جا رہے تھے کہ مولانا ابوالحسن صاحب آگئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے جب حاجی صاحب رخصت ہوئے تو میں نے مولانا ابوالحسن صاحب سے کہا کہ یہ شاہ صاحب تو بہت بد اخلاق ہیں میں ان سے ملنے گیا تھا تو مجھے انھوں نے نکلوا دیا بھائی صاحب نے فرمایا ایسا تو نہیں ہے یہ تو بہت خوش خلق ہیں تم نے دیکھا کس طرح ملے۔ شاید تم نے کوئی فعل ایسا کیا ہوگا جو ناگواری کا سبب ہوا اسپر میں نے کہا کہ میں تو بہ ادب ذکر و شغل میں مصروف تھا انھوں نے فرمایا کونسا ذکر تھا میں نے ذکر بتایا تو بھائی صاحب بہت ہنسے اور فرمایا کہ ان کو تم غصہ دلاؤ اور کہو کہ وہ بد اخلاق ہیں یہ تو تمھاری غلطی ہے۔ وہ ذکر سلب کیفیت کا حضرت پیرو مرشد مجھے تعلیم کر رہے تھے تم کو بغیر دریافت ذکر نہ کرنا چاہیے اس واقعہ کو مفصل فرمایا اور کہا کہ تم اس سے سمجھ سکتے ہو کہ حاجی صاحب کو اس وقت اس قدر کیفیت تھی کہ سلب کیفیت کے ذکر سے ناگواری ظاہر فرمائی۔

## مولانا عبد الرؤف صاحب فرنگی محل

مولانا عبد الباری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت

اخئی مکرم مولانا عبد الرؤف صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں حاجی صاحب کے بارہ مین بہت متاثر تھا ایک متبر بزرگ جنھوں نے اپنے نام کے ظاہر کر نیکی مانعت کر دی ہے ایک شخص کا اسی کی زبانی قصہ بیان کیا جس سے میرا تامل جاتا رہا وہ واقعہ یہ ہے کہ وہ شخص مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ پیر کامل کی ہدایت ہو خواب میں ارشاد ہوا کہ لکھنؤ فرنگی محل میں (مولانا شاہ) عبد الرزاق (قدس سرہ) سے بیعت کر لو یہ شخص چلا گیا مگر جبرہ سے کچھ ایسی قویق ہوئی کہ لکھنؤ جب پہونچا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے وفات فرمائی۔ وہ پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور عرض حال کیا خواب میں پھر ارشاد ہوا کہ (مولانا) فضل الرحمن با حاجی وارث علی کے مرید ہو جاؤ۔ وہ شخص واپس آئے اور اتباع ظاہر شریعت مولانا فضل الرحمن صاحب کا مرید ہو گیا۔ مگر یہ خیال اُسکوں ہا کہ حاجی صاحب بھی اُن اکابر سے ہیں جنکی طرف اشارہ روحانیت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا اسوجہ سے اُن کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے چنانچہ وہ بہ اجازت اپنے پیرو مرشد کے حاضر ہوا حاجی صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا کہ وہ ہم تو یامین تھے ہم تو یامین تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کو فوت کشفی بھی کامل حاصل تھی۔

میرے بھائی مولانا عبد الرؤف صاحب نے فرمایا کہ مجھے تامل اسوجہ سے تھا کہ اپنے دادا صاحب قدس سرہ (مولانا شاہ عبد الرزاق) کو حاجی صاحب کے ذکر پر ایسے کلمات کہتے سنتا تھا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اہل علم کی صحبت کو پسند نہیں فرماتے۔

جب مولانا عبد الفقار صاحب اور مرید حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کا واقعہ مجھے معلوم ہوا تو میرا تامل رفع ہو گیا حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے قصہ کو سنکر کہ مشہور ہے ناٹھ حیات شیخ اکبر قدس سرہ میں شیخ کی صحبت سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ جب وفات ہوئی تو لوگوں سے فرمایا کہ چلو قطب وقت نے انتقال فرمایا ہے سعادت شرکت جنازہ حاصل کرو۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے حیات میں تو اُن کی ایسا فرمایا اُن کی صحبت کے فیض سے محروم رکھا اب بعد وفات ایسا ارشاد ہوتا ہے فرمایا وہ تو ایسے ہی تھے جو میں اب کہتا ہوں مگر تمھارے حقول اُن کے اقوال کے مطابق سمجھنے سے قاصر تھے تم گمراہ ہو جاتے اس وجہ سے میں نے منع کیا۔ اسکے بعد میرے بھائی صاحب نے فرمایا کہ کیا عجب ہے اگر دادا صاحب کا انتقال بعد حاجی صاحب کے ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی ارشاد فرماتے۔

## شاہ احمد حسین صاحب بانسوی

حضرت میان احمد حسین صاحب بانسوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میں حاجی صاحب کو اپنے لڑکپن سے

جانتا ہوں ابتدائے عمر میں بڑے نازی اور پابند شریعت تھے جماعت کسی وقت کی ترک نہیں ہوتی تھی۔ بدقون سفر و سیاحت میں بسر کی ہے آخر میں بوجہ مشغولی بعض اذکار کے ایسی حالت ہو گئی ہے جو تم لوگ دیکھتے ہو۔

مولانا عبد الباری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں حضرت حاجی صاحب کو ایک معمولی فقیر سمجھتا تھا مگر



ان واقعات کے باعث و نیز انتقال کے زمانہ میں ایک امر پیش آنے سے (یہ واقعہ دو حُسنِ اخلاق کے تذکرہ میں درج کیا گیا ہے) مجھے اُن سے حُسنِ عقیدت ہو گیا مخالفتِ شریعت کو تو اچھا نہیں سمجھتا ہوں مگر اُن کو معذور اور اکابرِ وقت سے اعتقاد کرتا ہوں۔

مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی رح | مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حافظ سراج الباقین

صاحب نبیرہ و صاحب سجادہ حضرت شاہ نجات اللہ صاحب صادق محب قادری قدس سرہ نے اپنے فرزند کی تقریب سجادہ نشینی کی تو اتفاقاً بوجہ عرس کے حضرت حاجی صاحب و نیز حضرت مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی قدس سرہا بھی شریک جلسہ تھے۔ مولانا محمد نعیم صاحب شریعت و طریقت کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ رکھتے تھے اور اکابرِ وقت میں گزرے ہیں۔ حاجی صاحب نہایت مذاق آمیز جملہ کو زبانِ مبارک سے ادا فرماتے ہوئے اُٹھکر مولانا کی طرف معانقہ کے لیے چلے مولانا محمد نعیم صاحب بھی ویسے ہی مذاق آمیز لفظوں کے ساتھ حاجی صاحب کی طرف بڑھے اور باہم دونوں بزرگوں میں معانقہ ہوا اُس وقت حاضرین جلسہ پر عجیب اثر تھا۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب | واقعاتِ مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور کو اپنے معاصرین سے خالص ارتباط تھا۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب قبلہ

(گنج مراد آباد) رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات کے بعض واقعات مشہور ہیں۔

اور بعض ایسی روایتیں درج کرتا ہوں جن سے حضور انور کے اور حضرت مولانا صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ کے مراسم و اتحاد کا پتہ چلتا ہے۔ اور ظاہر ہوتا ہے کہ باہم خالص ارتباط تھا۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پتھے پوری لکھتے ہیں کہ مجھے منشی عبدالرحیم صاحب پشتر قانویگو فتح پور ضلع بارہ بنکی نے بیان کیا جو حضرت مولانا صاحب قبلہ کے مریدِ راسخ ہیں کہ میں اپنے پیرو مشر حضرت مولانا صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ تمہارے جوار میں دیوہ شریف ہو تم جناب حاجی صاحب سے ملے ہو۔ اور اپنا اصول رکھو چنانچہ وہ اسکے مزاویں ہو گئے یہ واقعہ بھی منشی عبدالرحیم صاحب فضلی کا بیان کردہ ہے کہ شیخ ہادی حسن صاحب پیر زادہ ہندگی مگر حضرت مولانا صاحب قبلہ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ تم کو حاجی صاحب سے خلوص و ارادت نہیں ہے تمہاری بیعت نہ لوں گا۔

مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے مدرسہ میں مولوی عابد حسین صاحب سہسوانی موجود ہیں جو نشرین مرزا غالب دہلوی کے اور نظم میں ایک اہل زبان کے شاگرد ہیں ایک چشتیہ سلسلہ کے بزرگ سے قربتِ بیعت رکھتے ہیں اور ایک شیخ عالی جاہ نقشبندی سے مستفید ہیں۔ انھوں نے ہمارے مولانا گنج مراد آبادی مدنی کی زبانِ مبارک سے (ایک مرتبہ) سنا کہ دعا حاجی صاحب مقامِ حیرت میں ہیں حضرت مولانا احمد بیان صاحب قبلہ شجاعہ نشین فرزند حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب قبلہ

ایک والا نامہ میں جو جناب مولوی حسام الدین احمد صاحب قبلہ فضلی مولف انوار الیون ولباس المحبوب وغیرہ  
 (پیشرو ڈپٹی کلکٹر رئیس سراوہ ضلع میرٹھ) کو لکھا ہے اُس میں دوسری ملاقات کا واقعہ حسب ذیل تحریر فرمایا ہے۔  
 دو اور دوسری مرتبہ جب تشریف لائے تو پونے بارہ بجے دن کے ہون گے (مولانا صاحب سے جو مقبرہ  
 کی کو لیا یعنی گلی آمدورفت کی ہے وہیں بنگلہ گھر ہوئے) اور یہ فرمایا کہ اپنے چھوٹے لڑکے کو بلوا بیٹے (یعنی  
 میرا نام لیا) چنانچہ مجھ کو حضرت نے بلوایا مجھ سے بھی حاجی صاحب بنگلہ گھر ہوئے براہ اشفاق بہت سی  
 باتیں میرے حق میں فرمائیں۔ میں نے اور مولانا صاحب نے مسجد کے باہر دروازہ تک پہنچایا۔  
 وہاں سے پھر بانگر منو گئے عیسوی مرتبہ جو تشریف لائے تو ایک صاحب کے یہاں شب کو دعوت تھی۔  
 جب کھانا حاجی صاحب کے سامنے آیا تو یہ فرمایا کہ پیشتر کھانا مولانا صاحب کو پہنچاؤ چنانچہ کھانا آیا  
 اور حاجی صاحب ۴ بجے شب کے بانگر منو تشریف لے گئے.....

**حضرت حاجی امداد اللہ صاحب** | جناب سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی نے ایک کتاب  
 انگریزی زبان میں حضور انور کے حالات میں تالیف فرمائی ہے  
**مہاجر کی رحمت اللہ علیہ** | اُس میں لکھا ہے کہ مولوی احمد حسین صاحب متوطن رہراوان ضلع  
 بارہ بنکی کے بھائی کا واقعہ ہے کہ جب وہ حج کو جانے لگے تو حضور انور کی خدمت عالی میں اجازت کے لئے  
 حاضر ہوئے حضور انور نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ میرا اسلام حاجی امداد اللہ صاحب سے کہنا وہ ایک وقت میرے  
 ساتھ تھے۔ اور اب تم شریف بن رہے ہیں؟ انکابیان ہے کہ جب میں نے آپ کا سلام پہنچایا تو حضرت  
 حاجی امداد اللہ صاحب پر ایک خاص اثر ہوا اور اُن کے آنسو نکل آئے جواب میں فرمایا کہ میری جانب سے  
 ہندوستان کے آفتاب سے درخواست کرنا کہ یہودی کی دعا کریں کیونکہ میرا وقت آگیا ہے۔ جب میں نے  
 آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیام پہنچایا تو حضور انور نے فرمایا کہ حاجی امداد اللہ صاحب خود ولی کامل  
 ہیں ان کو دعا کی کیا حاجت ہے؟

حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب قادری حشمتی پھلواری راقم الحروف کو تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت قبلہ  
 حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ دعا حاجی وارث علی شاہ ساموحد پور کھنڈے میں نہیں آیا،  
**حضرت میان محمد شیر شاہ صاحب** | مولوی وارث علی صاحب متوطن قصبہ اترولی ضلع علی گڑھ  
 جو حضرت میان محمد شیر شاہ صاحب قبلہ رحمہ کے مریدین خاص میں ہیں  
**رحمت اللہ (پیلی بھیت)** | بیان فرماتے ہیں کہ حضرت میان محمد شیر شاہ صاحب  
 قبلہ کے روبرو حضرت حاجی صاحب قبلہ کا تذکرہ آیا تو فرمایا کہ وہ بہت بڑے آدمی ہیں جو شخص اُن سے  
 خلاف ہوتا ہے اُسکی صورت دیکھنے کو میرا جی نہیں چاہتا،

مولانا مفتی ابو ذر صاحب دار ثنی سنبھلی فرماتے ہیں کہ میں حضرت میان محمد شیر شاہ صاحب رحمہ  
 سے بد عقیدہ تھا۔ جب حضور وارث پاک کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مستفید ہوا  
 تو بعد بیعت خود بخود مجھ کو حضرت میان محمد شیر شاہ صاحب سے عقیدت ہوئی اور میں دیوہ شریف سے  
 پیلی بھیت گیا اور حضرت میان صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تو خود نہیں

آیا ہے کسی کا بھیجا ہوا آیا ہے پھر فرمایا کہ بعض کو باپ والی دولت ہاتھ آ جاتی ہے تو وہ اُسکے لٹانے میں درخی نہیں کرتے میری تو اپنی کمائی ہے۔“

مجھے اپنے کانوں سے یہ ارشاد سنکر حضرت میان صاحب قبلہ کے اُس مقولہ کی تصدیق ہو گئی جو میں نے بعض اکابر سلسلہ سے سنا تھا کہ حضرت حاجی میان محمد شیر شاہ صاحب قبلہ نے حضرت وارث پاک کا تذکرہ پھر فرمایا کہ در حاجی صاحب کو باپ دادا کی دولت ملی ہے وہ جس فیاضی سے چاہیں لٹائیں میری تو کمائی ہے مجھے درد ہے۔“

حافظ شاہ محمد یحییٰ صاحب قبلہ میرٹھی جو حضرت قبلہ میان محمد شیر شاہ صاحب نواز آمد مرقدہ کے خلفائے کبار میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت میان محمد شیر شاہ صاحب قبلہ سے میرے روبرو حضرت حاجی صاحب قبلہ کا ذکر آیا تو فرمایا کہ در حاجی صاحب بہت بزرگ اور نہایت مقدس ہیں ایک مرتبہ سیلی بمیت تشریف لائے تھے تو ملاقات ہوئی تھی۔“

مولانا حکیم مشتاق علی صاحب قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو خیال تھا کہ عوام میں جو مشہور ہے کہ حضرت حاجی صاحب نماز نہیں پڑھتے کسی موقع پر ملنا ہو تو دریافت کرنا چاہیے۔

مولانا حکیم مشتاق علی صاحب  
قلندر قدس سرہ

حکیم صاحب کا معمول تھا کہ بعد نماز جمعہ حضرت حافظ شاہ محمد عارف صاحب ابوالعلائی (جو میں پوری میں ایک بڑے بزرگ گذرے ہیں) سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بعد نماز جمعہ حافظ مدوح سے ملنے گئے تو دیکھا کہ حاجی صاحب قبلہ بھی وہاں رونق افروز ہیں۔ مبادل میں خیال آیا کہ یہ موقع اچھا ہے آج دریافت کرنا چاہیے مگر عجیب اتفاق ہوا کہ جیسے ہی مولانا حکیم مشتاق علی صاحب پہنچے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی وقت وہاں سے تشریف لے گئے۔ اسکے بعد مولانا حکیم مشتاق علی صاحب نے فرمایا کہ آج میں نے

مولانا حکیم مشتاق علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں پوری میں ملنا بت کرتے تھے اور حضرت مولانا شاہ تراب علی صاحب قلندر کا کوری رض کے خلفائے کبار سے تھے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے پیرو مشرک کو لکھا کہ جس قدر ذکر و اشغال تعلیم ہوئے تھے وہ میرے والد میں ہیں اب کچھ اور مرحمت فرمائیے تو جواب آیا کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں وہ بہت کافی و کافی ہے فقیر سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت مولانا حکیم مشتاق علی صاحب نے اس مقدس والا نامہ کو اپنے شجرہ کے ساتھ قبر میں رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ میں پوری میں شیخ اکرام حسین صاحب مختار کے یہاں حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کل پوش کی دعوت تھی اور ان کے ساتھ حافظ شاہ محمد عارف صاحب اور حکیم مشتاق علی صاحب اور مولوی حسین بخش صاحب خلیفہ شاہ میر محمد قلندر برادر خورشاد محمد کاظم قلندر اور دیگر بزرگوں کی بھی دعوت تھی حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کل پوش نے مولانا حکیم مشتاق علی صاحب کی طرف سر سے پیرنگ بغور دیکھا اور فرمایا کہ مدبا حکیم خوش رہو، دعوت کے بعد لوگوں نے حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کل پوش سے استفسار کیا کہ آپ نے مخصوص طریقہ سے ان کی طرف دیکھا کیا کیون فرمایا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے دیکھا کہ ان کے لطائف سیشہ ہر دم ذکر و شغل میں ہیں اسی طرح کے اور واقعات بھی مولانا حکیم مشتاق علی صاحب کے مشہور ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔

حاجی صاحب کے اٹھنے پر جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کا ہر رونگٹا ذکر و شغل ہے ایسی حالت میں نماز کے بارہ میں ان پر کیا اعتراض کیا جاسکتا تھا۔

مولانا حکیم مشتاق علی صاحب مولانا محمد حبیب علی صاحب رحمہ کے والد ماجد تھے اور یہ واقعہ خود مولانا محمد حبیب علی صاحب رحمہ نے راقم الحروف سے بیان فرمایا تھا۔ مولانا حبیب علی صاحب قبلہ اپنے تقدس ذاتی اور عالم باعمل ہونے کے باعث مسلمانان اٹاؤہ میں نہایت وقیع نظرون سے دیکھے جاتے تھے اور حضرت مولانا شاہ علی حیدر قلندر خلف و خلیفہ اکبر مولانا شاہ تراب علی قدس سرہما کے مریدین خاص میں تھے۔

راقم الحروف نے اس واقعہ کی تازہ تصدیق جناب مولوی حکیم محمد وصی علی صاحب کا کوروی سے بھی کی ہے۔ جو جناب مولانا مولوی محمد حبیب علی صاحب قبلہ رحمہ کے پوتے ہیں اور اپنی ذاتی خوبیوں کے علاوہ مذہبی و روحانی اوصاف میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم ہیں۔

مولانا حاجی زید اللہ صاحب پشاور  
حاجی نصیر الدین صاحب (مرید حضرت مولانا شاہ عبدالصمد صاحب سسوانی رحمۃ اللہ علیہ)

ناقل ہیں کہ منچور میں ایک ستیاح درویش مولانا حاجی زید اللہ صاحب پشاور تشریف لائے جو سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ تھے داروغہ حسین علی صاحب کی مسجد میں قیام فرمایا۔ بڑے متشرع بزرگ تھے ان کی صحبت میں اکثر لوگ بیٹھے ہوئے تھے حضرت حاجی صاحب قبلہ کا بھی تذکرہ آگیا لوگ آپ کے محامد محاسن بیان کرنے لگے مگر دوران گفتگو میں کسی مخالفت نے یہ اعتراض بھی کیا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے تھے یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ اتنے میں دیکھا تو اس مجمع میں خود حضرت حاجی صاحب قبلہ بھی تشریف لے آئے اور سب دستور سلام میں سبقت فرمائی مولانا زید اللہ صاحب نے جواب سلام کے بعد آغاز کلام ان لفظوں سے شروع کیا کہ سنا ہے آپ تارک الصلوٰۃ ہیں میں جواب سلام نہ دیتا آپ نے اتنا سمجھتے ہی فرمایا کہ بدایسا تو نہیں ہے آپ کے ان الفاظ میں خدا جانے کیا تاثر تھی کہ مولانا ساکت دم بخود وہ گئے۔ عصر کا وقت تھا مسجد میں نماز کی تیاری تھی آپ بھی شریک ہوئے اور مغرب تک اسی مسجد میں نشست فرمائی بہت تھوڑی نشست آپ نے مولانا کے رو برو فرمائی تھی کہ مولانا نے کہا دبس، اٹھ کر چلے گئے ہم لوگ وہیں موجود تھے آپ کے جانے کے بعد مولانا نے ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ یہ بیان لوگوں کا غلط نکلا، حاضرین نے چاہا کہ اس بات کی حقیقت دریافت کریں مگر مولانا نے فرمایا کہ میں اس باب میں گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب  
بدایونی رحمۃ اللہ علیہ  
حافظ سراج الدین محمد ذاکر صاحب متوطن بدایون شریف  
(خلیفہ حضرت شاہ ابوالحسن صاحب دارہروی نوری بیان قدس سرہ)

بے ہمتا جناب مولانا و مقتدا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قادری عینی و مجیدی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضرت حاجی صاحب نماز نہیں پڑھتے آپ کو کچھ علم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو حاضری کا اتفاق دو مرتبہ ہوا لیکن وہ وقت نماز کے نہ تھے مگر سامان نماز سب مہیا پایا یقین ہے کہ نماز ضرور پڑھتے ہیں۔ کیونکہ بغیر تاج سقّت نبوی درویشی محال ہو۔



مولنا شاہ عبدالصمد صاحب

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پتھ پوری لکھتے

ہیں کہ حضرت مولنا شاہ عبدالصمد صاحب سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ جو عرصہ سے قصبہ پھونڈ ضلع اٹاواہ میں تشریف رکھتے تھے

سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اور جبکہ فیوض و برکات مشہور خلق ہیں ان کی ملاقات کا واقعہ مجھ کو خود مولوی حاجی نصیر الدین صاحب فتحپوری ضلع بارہ بکی نے اپنا چشم دید لکھایا ہے جو حضرت مولنا کے مرید خاص ہیں۔ اور معروف فقہ بزرگ ہیں واقعہ جو ان کا بیان کردہ ہے حسب ذیل ہے۔

ہمارے مولنا صاحب قبلہ کا قیام پھونڈ میں تھا زبانی پیام و سلام حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں اکثر پہنچتے رہے۔ مگر ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا حالانکہ ضلع اٹاواہ میں مولنا صاحب کا قیام تھا اور خاص اٹاواہ میں اکثر حاجی صاحب تشریف لیجاتے تھے۔ مولنا صاحب کی خواہش پر حاجی صاحب نے پھونڈ بھی تشریف لیجانے کا قصد فرمایا اور جب اُس طرف کا سفر فرماتے تو مولنا صاحب کو تار یا خط کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی تھی۔ مگر عجیب اتفاق ہے کہ جو زمانہ آپ کے سفر کا ہوتا وہ حضرت مولنا کے قیام پھونڈ کا نہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت حاجی صاحب نے ترک سفر فرما دیا اور آپ کا دیوہ شریف میں مستقل قیام ہو گا۔

ہمارے حضرت مولنا صاحب قبلہ کا اشتیاق رو بہ ترقی تھا مولنا صاحب خود پھونڈ سے دیوہ شریف تشریف لائے میں بھی ہمراہ تھا جیسے ہی مولنا صاحب پہنچے آپ نے کھڑے ہو کر معافہ اور اپنے اشتیاق ملاقات کا بھی مختصر تذکرہ فرمایا۔ حضرت مولنا صاحب قبلہ کو علم مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی جناب حاجی صاحب نے حاضرین سے مولنا صاحب کی ایسے الفاظ میں تعریف فرمائی جن سے مناظرہ سے سکوت کی ہدایت ترشح ہوتی تھی اسکے بعد سکوت کا عالم اُس محفل میں طاری ہو گیا دو ایک باتیں اشاروں میں ہوئیں جنکو حاضرین نہ سمجھ سکے۔ اُسوقت تاثیر استغراق تمام حاضرین پر طاری تھی اسکے بعد خلوت ہو گئی اور ہم لوگ باہر چلے آئے حضرت مرشدنا و مولنا صاحب قبلہ کچھ عرصہ کے بعد باہر تشریف لائے تو وجد کی حالت تھی۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے بطور مدارات قیام کے لیے فرمایا تو حضرت مولنا صاحب نے فرمایا کہ جو غرض ملاقات سے تھی وہ بحمد اللہ حاصل ہو گئی۔

مولنا شاہ نذیر علی صاحب

مولنا حاجی عابد حسین صاحب مدظلہ العالی رئیس فتح پور

ضلع بارہ بکی جو فی زمانہ تانہایت ابرار میں سے ہیں۔

فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ

اپنے پیرو مرشد حضرت مولنا شاہ نذیر علی صاحب قبلہ رحمہ

اور حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ کا باہمی ارتباط تحریر فرماتے ہیں۔ چنانچہ مولنا مدوح کے ذواللہ ناموں کا اقتباس حسب ذیل ہے حضرت مولنا و مرشدنا قبلہ و کبہ (شاہ محمد نذیر علی صاحب رحمہ) کی ہمراہی میں جب جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب بہت تپاک سے سر و قد کھڑے ہو کر پھونڈ کے کنارہ تک آکر ہاتھ پکڑ کے اپنے برابر بٹھالیتے تھے اور میں بھی بعد صافحہ کنارہ پھونڈ کے بیٹھ جاتا تھا پانچ سات منٹ بیٹھ کر اٹھ آتے تھے دو چار مرتبہ شاید جلسہ طویل کی نو بستانی

وہ بھی بوجہ مذاکرہ کسی مسئلہ خاص کے۔ جناب حاجی صاحب کو مولانا سے اور مولانا کو جناب حاجی صاحب قبلہ سے بہت لطف تھا اور جناب حاجی صاحب کو حضرت مولانا بہت اچھا جانتے تھے۔ بعد رحلت حضرت مولانا و مرشدنا کے بھی میں کبھی کبھی بدستور سابق حاضر ہوتا رہا اور بعد سلام علیک و مصافحہ و مزاج پرسی و چارنش حاضر و دیکر اٹھ آیا کیا .....

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پتھہ پوری لکھتے ہیں کہ اس جو اربعین فقراے متاخرین میں دو بزرگ بہت بڑے پایہ کے گذرے ہیں ایک تو حضرت حاجی منصب علی شاہ چشتی سلونی پتھہ پوری

حضرت حاجی منصب علی شاہ چشتی سلونی  
حضرت میان سید علی شاہ ۷

خلیفہ خاص حضرت شاہ نعمت اللہ و حضرت شاہ ابوالحسن صاحبان پھلواری قدس سرہما اور دوسرے حضرت میان سید مقصود علی شاہ صاحب چشتی مانا پوری خلیفہ مہاشاہ قلندری لاہر پوری ان دونوں حضرات سے بکثرت مخلوق الٰہی فیضیاب ہوتے تھے اور یہ دونوں بزرگ اپنے مقام پر مرجع انام تھے۔ جب سے حضرت اقدس حاجی صاحب قبلہ نے بیعت لینی شروع فرمائی ان دونوں بزرگوں نے طالبان ہدایت کو حضور انور کے حلقہ غلامی میں داخل ہونے کے لئے ارشاد فرمایا۔

حضور انور جب پہلے پہل پتھہ پور میں تشریف لائے اور حضرت حاجی منصب علی شاہ صاحب کا تذکرہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے بھائی ہیں اور ہم سفر حج ہیں۔ ہم کو ان سے ملنا چاہیے اور یہ فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے پتھہ پور کے اکثر عائدین حضور انور کے ساتھ تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حاجی منصب علی شاہ صاحب کو کیونکر علم ہو گیا کہ وہ مسجد سے چند قدم باہر ٹھکرا آئے اور حضور پر نور سے مصافحہ کیا۔ جیسے ہی نظر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا حاجی منصب علی شاہ صاحب قبلہ نے ایک چیچ ماری اور بیوش ہو گئے۔ حضرت زویب بسم فرماتے ہوئے وہاں سے چل دیے اور حاجی منصب علی شاہ صاحب کے خدام و معتقدین انکو اٹھا کر حجرہ میں لے گئے۔ اسوقت ان کے منہ سے کف جاری تھا اور انہیں بخود ہی کا عالم طاری تھا۔ یہ کیفیت ان کی کہی و ن تک رہی۔

حضرت میان سید مقصود علی شاہ صاحب مہاشاہ قلندری جو مانا پور میں رہتے تھے دمانا پور پتھہ پور سے ایک کوس جانب شمال واقع ہے وہ اپنے محل میں اکثر آپ کے مداح و ثنا خوان رہا کرتے تھے اور اکثر آپ سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ بعد وصال حضرت سید مقصود علی شاہ صاحب دیکھا گیا ہے کہ جب حضور انور کا گذر ان کے مزار پر انوار کی طرف سے ہوتا تھا تو آپ وہاں ٹھہر جاتے تھے اور ان کے طریق فقر کی تعریف فرماتے تھے۔

انبالہ میں سائین توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاندان نقشبندی مجددیہ کے ایک نامور شیخ گذرے ہیں۔ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی حضور انور کے حکم سے ان کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ زمین پر بستر بچھا ہوا ہے

سائین توکل شاہ صاحب  
نقشبندی مجددی انبالوی

اور شاہ صاحب آنکھیں بند کئے ہوئے استراحت میں ہیں۔

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر تک کھڑا رہا جب شاہ صاحب آنکھیں کھولیں تو مجھے سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور ایک سرو بھر کر اپنی پنجابی زبان میں فرمایا در رسول کو ہم دل اور حاجی صاحب داساڑے نال فیض آؤ ہا ہے۔

مجھ کو اپنے یہاں کے لنگر میں کھانے کا حکم دیا اور اگلے روز سر ہند شریف کو رخصت کیا۔

حضرت شاہ ابوالحسن صاحب قبلہ

نوری میان مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

کیا کہنا ہے۔ میں ہرگز ہرگز ان کے اوصاف میں قلم نہیں اٹھا سکتا اور نہ زبان کو جنبش دے سکتا ہوں چھوٹا ٹھہری بات ہے۔

میں نے اپنے شیخ علیہ الرحمۃ سے جو اپنے وقت کے کال گذرے اور آپ ہی اپنا جواب تھے برسبیل تذکرہ سنا، جو ارشاد فرماتے تھے کہ دہاجی وارث علی اپنے وقت کے بکنا ہیں اور بزرگ ہیں سلسلہ رزاقیہ میں آفتاب ہیں۔ جو انکو بُرا کہے خود بُرا ہے۔ فقیر میں کسر نفسی انھیں کا حصہ ہے اور بہت اچھے ہیں کلام پاک کے حافظ بھی ہیں کئی حج پایادہ کئے ہیں، جب کبھی تذکرہ درویشوں کا ہوتا تو یہی فرماتے کہ حاجی صاحب نے بڑے بڑے مجاہدے کئے ہیں فقیر کی کر رہے ہیں۔ ان کی جانب سے بدظن نہ ہونا چاہیے، عرض کیا گیا کہ کیا حضرت ایسا سنا گیا ہے کہ حاجی صاحب نماز نہیں پڑھتے فرمایا کہ مدہاں نہیں پڑھتے اول تو یہ کہ ان لوگوں کی نماز دکھانے کے لیے نہیں ہوتی۔ اور سوا اسکے جو درویش کہ حد سلوک سے باہر اگر قدم زن ہوتا تو اسکو جذب ہو جاتا ہے اُسپر حد شرع شریف نہیں مگر میں نے سنا ہے کہ وہ نماز گزار ہیں منبع شریعت عزرا ہیں بغیر اتباع شرع شریف فقیر نہیں ہوتا کیونکہ اتباع شریعت میں اتباع رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ خلافت پیوستہ گئے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ایک مرتبہ میں مارہرہ شریف میں حاضر تھا اتفاق سے ایک مجلس میں شریک ہوا جہاں اکثر بزرگ رونق افروز تھے منجملہ اُن کے ظہوری میان صاحب قبلہ بھی تشریف فرما تھے کچھ خاصانِ خدا کا تذکرہ ہو رہا تھا اُسی مجلس میں ایک غیر نے دریافت کیا کہ حاجی وارث علی شاہ صاحب کی نسبت آپ صاحبوں کے کیا خیالات ہیں۔ ایک صاحب نے جواب دیا کہ میان یہ کیا سوال ہے۔

خاصانِ خدا خدا نباشند لیکن زحید اجدانہ باشند ہم سے اس باب میں دریافت نہ کروا سلیے کہ ہم سلاسل میں واسطہ رکھتے ہیں۔ ہمارا اور حاجی صاحب کا سلسلہ ایک ہے یہ سوال کسی غیر واسطہ والے سے کرنا چاہیے یہی گفتگو تھی کہ حضرت ظہوری میان صاحب برادر حضرت اقدس نوری میان صاحب قبلہ نے فرمایا کہ میان اس فقیر کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور جو دریافت کرنا ہو فقیر سے فرمائیے دہاجی صاحب قبلہ شیخ وقت اور بڑے شیخ کامل زبردست ہیں۔ اُن کی نسبت

کیا کسی کا خیال ہو سکتا ہے ایسے لوگ قیامت تک پیدا ہونے والے نہیں۔ اُن کے اوصاف مکاحقہ میں نے اکثر میان بھائی صاحب سے سنے ہیں فرماتے تھے کہ بہت بڑے فقیر ہیں یہ تو بسا اوقات میان بھائی صاحب قبلہ سے سنا کہ میرے خیال میں ایسا شیخ ہونا مشکل ہے۔ تم کبھی اپنا خیال بد کر کے اپنے کو گندہ نار نہ بنانا خدا ایسے لغو خیال سے پناہ دے جن لوگوں کے خیال اُن کی جانب سے اچھے نہیں ہیں اُن پر یہ شعر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا صادق آتا ہے

گر نہ بسند بروز شپردہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

حضرت مولانا شاہ سید ابو محمد علی بھیلانی شریفی  
حضرت مولانا شاہ سید ابو محمد علی حسن صاحب شریفی بھیلانی  
ایک بڑے پایہ کے ولی کامل تھے۔ اس قدر محویت کا غلبہ تھا کہ ایک دن آپ نے بمقام سید نبور

ارشاد فرمایا کہ دوا بھی ہکو وضو کرنے کی ترکیب یاد ہے، اللہ رے محویت کو بظاہر بات چیت کرتے تھے مگر ایک لمحہ کے لئے محویت ذات وحدہ لا شریک سے غافل نہ تھے۔ میں اُن کو عارف باللہ صاحب قداما علیہ جانتا ہوں گو لوگ اُن کو ہر وقت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھتے تھے مگر کوئی غافل اُن کی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ . . . . نادانون کی عقل میں یہ راز نہیں ساسکتا بقول حضرت احمد جام زندہ پیر عقل کے داند کہ این رمز انکجاست این حکایت را بیا نے دیگرست

حضرت حاج اکرمین مولانا سید ابو محمد اشرف حسین صاحب قبلہ اشرفی بھیلانی  
حضرت مولانا سید ابو محمد علی صاحب اشرفی بھیلانی مسند آرائے کچھو چھو شریف اپنے پیر و مرشد حضرت حاج اکرمین شریفین مولانا سید ابو محمد اشرف حسین صاحب قبلہ اشرفی

بھیلانی مدظلہ العالی کے ہمراہ بھی حضرت سے ردولی شریف میں ملے۔ چنانچہ مولانا شاہ سید علی حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک رئیس کے مکان پر جہان حضرت حاجی صاحب قدس سرہ ٹھہرے تھے وہیں ہم جا کر ملے تو بعد تعظیم ملاقات حضرت حاجی صاحب نے معافہ اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ تم حضرت پیران پیر سنگیر کے فرزند ہو اور ہمارے مرشد زادے ہو اس کے بعد چند اشعار عاشقانہ جو توحید کے اُردو زبان میں تھے پڑھ کر سنائے اور فرمایا کہ صاحب زادے اولیاء اللہ کو موت نہیں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ قرآن شریف میں کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ آیا ہے کُلُّ دُوسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ نہیں آیا پس نفوس کو موت ہے روح تو موت سے آزاد ہے۔ بعد ملاقات حضرت حاجی صاحب مجھے حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ جناب حاجی صاحب اعلیٰ درجہ کے درویش مقام محویت میں ہیں جنکو ماسوی اللہ سے قطعی غیر نہیں زمانہ میں اس پایہ کا درویش ہزاروں میں ایک ہوتا ہے۔

حضرت بہادر شاہ صاحب نقشبندی  
مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مسن بزرگ



بہا در شاہ صاحب نقش بند ہی چشم ظاہر سے نابینا اور وہ ضلع گونڈہ میں ایک شخص کے زمانہ مکان میں نہاں تھے اتفاق سے مجھ کو پتہ چل گیا۔ تو اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اثناء تقریر میں حضرت حاجی صاحب کا ذکر آیا تو نہایت جوش میں آکر فرمایا کہ وہ شمشیر برہنہ ہیں۔

## حاجی سید علی عابد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

سید علی عابد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سائڈی ضلع ہروئی لکھتے ہیں کہ میں باعتبار ظاہر حضرت حاجی صاحب قبلہ سے خوش عقاد نہ تھا ایک مرتبہ جناب قبلہ و کعبہ مولانا و مرشدنا حاجی سید علی عابد شاہ صاحب نے میرے

مشکوٰۃ خیالات کی بنا پر ارشاد فرمایا کہ دماغ عزیز حضرت حاجی صاحب قبلہ کے متعلق ظن نیک رکھنا چاہیے جس مقام پر وہ فائز ہیں اہل سلوک کے نزدیک وہ معراج روحانی کا آخری زینہ ہے اُن کے اعلیٰ مدارج سے روگردانی کرنا ایسا ہی ہے جیسے روز روشن سے انکار کرنا۔ اُن کی نماز کہان اور کیسی ہوتی ہے اس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اُن کے کمال استغراق کو دیکھتے ہوئے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے اس پر آشوب زمانہ میں اُن کو جنید ثانی کہنا چاہیے۔

البتہ بعض مریدین نے حضرت ممدوح الشان کے ظاہری حال سے سبق لیا اچھا ہوتا اگر وہ اوامر و نواہی کے سختی سے پابند رہتے اور ظاہر بینوں کو حضرت حاجی صاحب کی نسبت اعتراض کا موقع نہ دیتے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ طوائفوں کو بہ کثرت بغیر ہدایت مرید کرتے ہیں تو حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ ایسے مقام پر ہیں جہاں خیر و شر کی تمیز نہیں رہتی اور یہ شعر ثنوی شریف کا پڑھا۔

ہر چہ گیر دعلتی علت شود کفر گیرد کالے علت شود

## مولانا سید محمد کریم رضا صاحب

## بہاری مدظلہ العالی

مسند آراءے رشد و ہدایت حضرت مولانا سید محمد کریم رضا صاحب چشتی نظامی اشرفی درویشی جو فی زمانہ مشاہیر علمائے کرام میں سے اور باعتبار طریقت بھی نہایت ممتاز مشائخین میں ہیں۔

تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں حضرت حاجی صاحب قدس کا نہ مرید ہوں نہ فقیر مگر اظہار حق ضروری کہ وہ ذاتِ باہرکات کامل اولیا ہے زمان صاحب خوارقِ عادات افرادان عاشقِ خدا تارکِ دنیا اور جو جو اوصاف اولیا ہیں ان کے ساتھ متصف تھی۔ مولوی غنی حیدر صاحب (وکیل گیا) نے مجھ کو حضرت حاجی صاحب کی خدمت بابرکت میں لجا کر قدمبوسی کرائی۔

## مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب

## قادری چشتی پھلواری بہاری

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواری نے حاجی سید غفور شاہ صاحب محشامی الواری کو اُن کی معصوم دختر کے انتقال پر تعزیت تادمہ تحریر فرمایا ہے جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

و آپ کی دختر کے انتقال سے آپ کی تردد و خاطر کا تعلق ہوا مگر پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ درویش ہیں اور درویش کی آنکھوں کے سامنے حیات و موت کوئی تعجب خیز واقعہ نہیں اور بالخصوص آپ حضرت قبلہ حاجی وارث علی شاہ صاحب قدس سرہ نفسہ کے فقیر ہیں جنکے یہاں چینیے اور مرنے کی خوشی اور غم کا سبق پڑھایا ہی نہیں جاتا وہاں غنا اور فقر اور عزت اور بیوہ تعقی سب کا خالق ایک ہی مانا گیا تھا۔ اور خالق بھی محبوب بس محبوب کی ہر ادا محبوب ہی پس حضرت موصوف کا مسلک رضا بقضا تھا۔ اور یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کا اصلی رنگ یہ تھا کہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ فرد غیرت ان کے سامنے بالکل محو تھی۔ میں نے مکہ معظمہ میں حضرت شیخ العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ حاجی وارث علی شاہ ساموحد دیکھنے میں نہیں آیا، سبحان اللہ ایک شیخ الشیوخ جس شخص کو بمشیل سمجھے اور دریائے توحید کا شنا اور جانے وہ کس پایہ اور مرتبہ کا شخص ہے ..... والسلام

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ قادری چشتی پھلواری نے راقم الحروف کو جو والا نامہ لکھا ہے اس میں بعض فقرائے خرقہ پوش کے متعلق (ان کی ظاہری حالت کے اعتبار سے) افسوس کیا ہے اور آخرین تحریر فرمایا ہے کہ وہ آپ کے اصرار سے مجبوراً میں نے اس قدر اظہار کیا ہے ورنہ کم فہمون کے ڈر سے اتنا بھی میں بولنا نہیں چاہتا اور معاف کیجیے گا پھر میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہوں کہ جب تک دریا نے تفرید و تجرید کا شنا در نہ ہو حضرت قبلہ حاجی وارث علی شاہ صاحب کا نہ فقیر ہو سکتا ہی نہ خلیفہ ہو سکتا ہے دنیا داری و خود داری کے ساتھ وارفی فقر ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔ حضرت قبلہ حاجی صاحب وہ مقام رفیع رکھتے تھے کہ

ما مقیمان کو	دلداریم	شیخ بہ دنیا و دین	مھے آریم
--------------	---------	-------------------	----------

حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ نے جو خیال ظاہر فرمایا ہے وہ بالکل حق بجانب ہی حقیقتہً جب تک حضور انور سے حقیقی نسبت نہ پیدا ہو کیونکر اس مقدس ذات سے منسوب ہو سکتے ہیں

خلعت گر اس کا اپنے بدن میں نہ ٹھیک آئے	ہے جسم کی خطایہ قصور قب نہیں
--	------------------------------

اور اسی مفہوم میں ایک بزرگ عالی نسبت کیا خوب فرماتے ہیں

انچہ براہست ازنا سازی اندام ماست	ور نہ تشریعت تو بہر بالائے کس کوتاہ نیست
----------------------------------	--

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس ذات محمود الصفات سے حقیقی نسبت و محبت رکھتے ہیں۔

مولوی سید محمد رضا صاحب سندیلوی

حافظ سراج الدین صاحب بدایونی (خلیفہ)

حضرت نوری میان صاحب قبلہ مارہروی

تحریر فرماتے ہیں کہ ۳۳ سالہ میں مجھ کو حضرت استاد ذاکر و دراح حبیب خدا مولانا سید محمد رضا صاحب قبلہ سندیلوی کی خدمت عالی میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا آپ کی صحبت میں صبح و شام خاصان خدا کا تذکرہ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ عصر کے وقت منشی محمد بشیر الزمان صاحب جو ایک معزز

رئیس مین اور عالم دین سندیلہ مین نہایت مشہور و معروف ہیں۔ تشریف لائے اور بندگان خدا کا کچھ ذکر فرمانے لگے اُس جلسہ مین ایک لکھنؤ کا قوال بھی حاضر تھا اُسکو بزرگان دین کا تذکرہ سُنتے سُنتے کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ بیساختہ اُس کی زبان سے نکلا ہمارے حاجی صاحب کا بھی دم غنیمت تھا منشی بشیر الزمان صاحب نے فرمایا بیشک یہ سچ ہے اس مین سرسوفی نہیں۔

جناب مولانا صاحب قبلہ مدوح الصدر مدظلہ خاص طور پر متوجہ تھے۔ یکبارگی ”میری“ طرف نظر کر کے فرمایا کہ کچھ سنا کس کا ذکر ہے۔ یہ شیخ وقت تھے بلکہ شیخ زمان ان کی نسبت جو کچھ کہا جائے سو بجا ہے پھر جناب منشی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر حق و باطل کا فرق بتایا۔ اور فرمایا کہ یہ بہتر سے بہتر ہیں ان کا نام ادب سے لینا چاہیے پھر یکبارگی مستانہ وار جھوم کر یہ شعر زبان فیض تر جان سے ادا فرمایا اور آنکھوں مین آنسو بھرا لائے۔

ہزار بار بشویم دین ز مشک و گلاب      ہنو ز نام تو گفتن کمال ہے ادبی ست  
پھر سکوت فرمایا اور ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ ان لوگوں کا ذکر اور ہماری فکر یہ لوگ ذکر و فکر سے مبتلا و مستثنیٰ ہیں یہ خاص خاصہ بارگاہ کبریا ہیں۔

از حضرت حاجی مولانا شاہ شاہزادہ سید محبوب عالم صاحب قبلہ قادری

حسنی اہلسنی نبیرہ حضرت مولانا شاہ محمد اکمل آفندی متوطن بغداد شریف

جنگا قیام زیادہ تر آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز پر رہتا ہے فرماتے ہیں۔ مین نے بغداد مین اپنے دادا صاحب قبلہ حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ محمد اکمل صاحب رحمہ سے دریافت کیا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کی نسبت آپکا کیا خیال ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ مین کوئی انکا ثانی نہیں ہے انکا عرفان اس قدر زیادہ ہے کہ جسکی انتہا نہیں ہے۔ مین نے بہت سے فقرا و مشائخ کو دیکھا ہے اور جہاں تک غور و فکر کیا ہے انکے مدارج کی انتہا نہیں ملی۔ ان کی اعلیٰ درجہ کی تکمیل ہوئی ہے۔ مین نے بہت سیاحی کی ہے مگر ایسا خاص و مکمل بزرگ دیکھنے مین نہیں آیا۔

(حضرت اقدس و پیر و مرشد) دادا صاحب قبلہ کی زبان فیض تر جان سے یہ تعریف سن کر مجھے بھی کمال اشتیاق پیدا ہوا کہ ان کی زیارت سے بہرہ مند ہوں چنانچہ مین دیوہ شریف خدمت عالی مین حاضر ہوا اور یہ خیال کر کے گیا کہ مجھے بھی دیکھنا چاہیئے کہ حضرت کیسے ہیں تو مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ وہ سنا سنا ہم تمھیں خوب جانتے ہیں جس گھر کے تم ہو وہ مین کے ہم ہیں تم شاہ محمد اکمل کے پوتے ہو بغداد کے رہنے والے ہو امیر شریف مین رہتے ہو پیران کلیر ہوتے ہوئے آتے ہو سنبھل کر بیٹھ جاؤ فقیر کا امتحان لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسکے بعد میری پشت پر دست مبارک مارا تو اسوقت جو میری قلبی کیفیت ہو گئی وہ لفظوں مین ادا کرنے کے قابل نہیں۔

حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ جس دن میں حاضر ہوا اسی دن شام کو مجھے خیال ہوا کہ کہیں مجھے حضور ہمیں نہ رکھ لیں کسی طرح اجازت لینا چاہیے تو میں انگور دن میں نمک ملا کر حاضر ہوا اور پیش کیا تو فرمایا کہ دوست! سنا تم چلے جاؤ ہم تمہیں نہیں روکتے،

جب حضرت حاجی صاحب قبلہ مدینہ منورہ سے ملک شام ہوتے ہوئے بغداد شریف پہنچے تو آپ کے پہنچنے کے قبل حضرت شاہ محمد اکمل صاحب اور حضرت سید محمد مصطفیٰ صاحب سجادہ نشین بغداد شریف جو سید ابراہیم سہم الدین صاحب قادری البغدادی موجودہ سجادہ نشین بغداد شریف کے والد تھے ان دونوں بزرگوں کو آپ کے پہنچنے سے ایک ماہ قبل سرکار حضرت محبوب سبحانی غوث پاکؒ کی زبان مبارک سے خواب میں ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک فرزند ہندوستان کے رہنے والے عرب سے آتے ہیں انھوں نے تمام عمر کوئی کپڑا نہیں پہنا احرام باندھتے ہیں انکے لیے دو تین احرام تیار رکھو، جس وقت آپ پہنچے تو صاحب سجادہ نے اور حضرت شاہ محمد اکمل صاحب نے اور دیگر بزرگوں نے چلتے وقت حضرت غوث پاکؒ کی جانب سے یہ تحفہ دیا۔ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ سب کو عمامہ یا خرقة ملتا ہے یہ نئی بات کیسی کہ ان کو احرام دیا گیا تو ان دونوں بزرگوں نے جواب دیا کہ اور لوگوں کو ہم اپنی طرف سے خرقة دیتے ہیں مگر ان کے لیے فرمان غوثیت یہی ہے جس کی تعمیل کی گئی ہے،

میرے دادا صاحب قبلہ نے حضرت سے کہا کہ آپ کے یہاں آپ کا جانشین کون ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ دوست! سنا وارث کا کوئی وارث نہیں ہوتا،  
نوٹ - بغداد شریف میں ہمارے خاندان میں ہر قسم کی زبان سمجھی جاتی ہے اور پڑھی جاتی ہے اسوجہ سے انھوں نے سمجھ لیا۔

بقلم خود شاہ محبوب عالم عفی عنہ

۲۰۔ ستمبر ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ

مقام آگرہ محلہ کٹرہ نیل منڈی

مکان امیر الدین شاہ

حضور انور کے متعلق جو اس زمانہ کے علمائے کرام و مشائخ عظام کے واقعات و خیالات مستند ذرائع سے دریافت ہو سکے وہ درج کر دیے گئے ان واقعات سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جس ذات محمود الصفت کی نسبت دیگر سلاسل کے واجب التعلیم علماء و مشائخ کے یہ خیالات ہوں وہ حقیقتہً کن کن خوبیوں سے آراستہ ہوگی۔

اس زمانہ کے بعض ممتاز اور مقدس بزرگوں نے اپنی اولاد کو حضور انور کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی ہدایت فرمائی جیسا کہ حاجی اوگٹ شاہ صاحب کا واقعہ ہے اور بھی بعض واقعات ایسے ہیں چنانچہ حاجی سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی عین عنقوان شباب میں حضرت مخدوم حسام الدین ماکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اشارہ روحانیت سے حضور انور کی خدمت عالی میں



حاضر ہوئے اور غلبتِ فقر حاصل کیا۔

حضور انور کے محامد و محاسن فضائل و حالات کرامات آیات کا کما حقہ پتہ لگانا نہایت دشوار و اہم ہے  
میں کیا اور میری محدود معلومات کیا۔ میں نے جو کچھ حالات جمع کئے ہیں وہ ہدیۂ ناظرین ہیں  
حضور انور کے واقعات عالم میں مثل آفتاب نابان و درخشان ہیں اور بقول خواجہ حافظ شیرازی  
نہ من بر آن گل عارض غزل سراپم و بس کہ عندلیب تراز بہر طرف ہزارا نشد

حالات وصال | اب وہ سانحہ قیامت خیز لکھا جاتا ہے جو ہوش رہا ہے یعنی حضور انور کا  
ہماری ظاہری آنکھوں سے حجاب فرمانا ہے

دیدار سے غائبی و پیرہن میری کئی بازار خویش و آتش مایہ می کئی

حضور انور کو ۱۲- یا ۱۵- محرم ۷۳۳ھ سے معمولی طور پر زکام کی شکایت پیدا ہو گئی تھی۔ ۲۰- محرم  
۷۳۳ھ بروز دو شنبہ سے مزاج مبارک زیادہ ناساز ہو گیا۔ اور بخار کی بھی زیادتی ہو گئی۔  
جس سے عام طور پر انتشار پیدا ہو گیا۔ اور حکما و اطباء و عیسویہ کو بلایا جانے لگا۔ مگر حضور انور کی  
زبان مبارک سے کوئی شکایت نہیں سنی گئی نہ روئے مبارک پر انتشار کے آثار دیکھے گئے۔

بلکہ اُس زمانہ میں بھی وہی فیوضِ ظاہری و باطنی وہی تعلیمات فیض آیات اُسی انداز سے جاری  
تھیں مولوی حکیم سید شاہ محمد حمید صاحب فردوسی ابو العلانی بہاری تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۱- محرم احرام  
۷۳۳ھ کو دن کے ۸ بجے ہوں گے کہ ایک شاہ صاحب دیوہ شریف سے حضرت اُستاد ذی مولانا  
مولوی حکیم محمد عبد الحفیظ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی خدمت مبارک میں تشریف لائے اور فرمانے لگے  
کہ مجھے نواب عبدالشکور خان صاحب نے بدین غرض بھیجا ہے کہ ایک ہفتہ سے حضرت اقدس حاجی صاحب  
قبلہ کا مزاج عالی ناساز ہے آپ تشریف لیجلیں تو بہت اچھا ہو۔ ۱۲ بجے دن کی گاڑی سے  
آج ہی تشریف لے چلے اور حضرت قبلہ کو دیکھ لیجیے۔ حکیم صاحب قبلہ مدظلہ نے علالت کی کیفیت  
دریافت فرمائی تو انھوں نے بخار کھانسی ضعف و ثقاہت کی شکایتیں ظاہر کیں۔ میں اس وقت حکیم صاحب  
کے سامنے حاضر تھا میں نے پوچھا کہ حضور کہاں تشریف لیجائیں گے حکیم صاحب قبلہ نے فرمایا کہ یہاں کے  
قطب الاقطاب پیر و مرشد عالم جناب عالم تاب حاجی سید شاہ وارث علی صاحب قبلہ کو کعبہ کا مزاج مبارک  
ایک ہفتہ سے ناساز ہے جو حکیم صاحب قبلہ کو لینے آئے تھے انکے نسبت فرمایا کہ آپ اس وقت تشریف لائے  
ہیں آج ۱۲- بجے دن کو ہمارا قصد دیوہ شریف جانے کا ہے میں نے جناب حکیم صاحب قبلہ سے  
عرض کیا کہ مجھے بھی اگر آپ اپنے ہمراہ لے چلیں تو میں بھی ایسے بزرگ با خدا کی زیارت سے شرف  
حاصل کروں حکیم صاحب قبلہ نے میری درخواست منظور فرمائی اور جو صاحب آئے تھے اُن سے  
فرمایا کہ دیوہ شریف میں دوائیں اچھی نہیں ملیں گی اس لیے آپ کو ایک فہرست دواؤں کی دیجاتی ہے  
آپ کسی عطاری کے یہاں سے وہ دوائیں لیکر آئیے تو ۱۲- بجے کی گاڑی سے ہم چلیں۔  
مگر دواؤں وغیرہ کی فراہمی میں کچھ ایسی تعویذ ہوئی کہ دن کے چار بج گئے شب کی گاڑی سے  
حکیم صاحب کا جانا مناسب نہ معلوم ہوا اور یہ طے پایا کہ حکیم صاحب کل تشریف لے چلیں۔

چنانچہ حکیم صاحب نے مجبوشاہ صاحب کے ہمراہ کر دیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے خاص شاگرد ہیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم حضرت حاجی صاحب قبلہ کی حضور میں میری طرف سے سلام نیاز عرض کرنا اور میری طرف سے عیادت کر لینا اور بارہ بنکی میں سواری کا انتظام درست رکھنا اور بذریعہ تار کے مجھے اطلاع دینا یا خود لکھنو آکر مجھے مطلع کرنا۔ چنانچہ بین شاہ صاحب کے ہمراہ ۹۔ بجے شب کی گاڑی سے بارہ بنکی روانہ ہوا۔ وہاں سواری کے لئے ٹم ٹم موجود تھی ۱۲۔ بجے شب کے ہم لوگ دیوہ شریف پہنچ گئے اور میں نواب عبدالشکور خان صاحب کے مکان پر فرود ہوا کھانا آجکچہ کھا کر بین سورہ عجیب و غریب خواب دیکھا کہ ایک مجمع کثیر ہے لاکھوں آدمی ہیں جنکی حدویاں انہیں ہے تمام خلقت اُندی پڑتی ہے اور وہ سب حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے آستانہ عالی میں جا رہے تھے۔ اُس مجمع میں میں بھی ہوں اور میرے ساتھ بہار کے چالیس طلبا بھی ہیں چونکہ اس سے پیشتر مجھے کبھی حضرت حاجی صاحب قبلہ کی زیارت کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور دل کو عرصہ سے اشتیاق دیدار تھا۔ اس لیے قلب یحییٰ میں تھا میں نے دیکھا کہ آستانہ عالی کا دروازہ چھوٹا ہے اور آدمی جوق جوق اُسی دروازہ میں جھک جھک کر جا رہے ہیں۔ میں بھی جھک کر اُس دروازہ کے اندر چلا گیا دروازہ سے گزر کر میں اندر گیا وہاں میدانِ حشر کا نمونہ نظر آتا تھا۔ آدمیوں کی ایسی کثرت دیکھی کہ بیان سے باہر ہے لیکن سارا مجمع عالم تیسر میں محو تھا اور حضرت حاجی صاحب قبلہ کا ایسا رعب سب پر طاری تھا کہ کسی کو مجال دم و دن نہ تھی ساری خلقت لرزان و ترسان ہو رہی تھی اور سب کی نگاہیں اپنے اپنے قدموں پر تھیں۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ اُسوقت سخت جلال میں تھے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں ہانس کی فچیان تھیں اور باہم دونوں فچیوں کو ضرب دے رہے تھے۔ اور بڑی سرعت کے ساتھ سعی فرما رہے تھے اُسوقت آپ کو ٹھہرے تھے اور ساری مخلوق نیچے صحن میں تھی آپ کی اس کیفیت سے تمام لوگ مرعوب ہو رہے تھے۔ یکایک حضرت حاجی صاحب قبلہ کی نظر فیض اثر تجھپہ پڑی اور مجبوشاہ شہادتِ شفقت سے دیکھا میرے قریب ایک عورت بہت دیر سے کھڑی تھی وہ بھی سخت مرعوب تھی اور کانپ رہی تھی جب حضور مجھے دیکھ رہے تھے تو مجھ پر بھی بڑی دہشت طاری تھی اور میں خیال کرتا تھا کہ میری طرف متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے مجھے تو ہیبت ہو چکی ہے اور تعلیم و تعلم رشد و ارشاد اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز سے حاصل ہے۔ میں اسی فکر میں تھا کہ ایک عورت نہایت حسین و خوبصورت آئی اور میرے قریب بجا ایک عورت بہت دیر سے کھڑی تھی اُس کے پاس کھڑی ہو گئی اُس عورت کے کھڑے ہوتے ہی حضور کو مجھ سے یکبارگی کو دپڑے اور اُس کے نزدیک تشریف لائے وہ نیچی نظر کے تھے خاموش و متحیرانہ طور پر اساتذہ تھی آپ نے ان فچیوں کو اُس کے منہ پر پھیر دیا وہ فچیان پھرتے ہی اُس عورت کی شکل خنزیر کی ہو گئی۔ اور وہی حرکات اُس سے ظاہر ہونے لگے۔ پھر وہ بارہ آپ نے اُس کے منہ پر فچیوں کو پھیرا تو وہ اصلی حالت پر آگئی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اُس کی شکل حسین ہو گئی۔ قبلہ والی عورت اُس سے ملنے لگی اور دیر تک وہ دونوں ملتے رہیں۔ اب حضور میری جانب مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ

دوئم اس عورت کو پہچانتے ہو، میں نے عرض کیا کہ نہیں مجھے مطلقاً واقفیت نہیں ہے یہ کون عورت ہے آپ نے فرمایا کہ ”یہ سالکہ تھی اور جو شخص سوال کرتا ہے اُسکی شکل خنجریری کی سی ہو جاتی ہے“ پھر آپ میرے نزدیک تشریف لائے اور تبسم ہو کر میری جانب نظر فرمائی اور چشم زدن میں کوٹھے پر تشریف فرما ہو گئے۔ میں پہلے سے خوف زدہ تھا مگر اس واقعہ کے بعد جو قلب کی حالت تھی وہ حد بیان سے باہر ہے۔ آپ بالا سے بام آہستہ آہستہ چیل قدمی فرما رہے تھے اور نظر میری جانب تھی کہ اتنے میں چند اصحاب تشریف لائے اور مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت حاجی صاحب نے آپ کی دعوت فرمائی ہو کھانا تیار ہو دسترخوان بچھا ہوا ہے تشریف لے چلیے اور طعام تناول فرمائیے مجھے بھوک نہیں تھی اس لیے میں نے عذر کیا لیکن اُنھوں نے نہ مانا اور کہنے لگے کچھ تو کھا لیجیے میرے ساتھ جو بہار کے طلباء تھے میں نے کہا پہلے آپ ان لوگوں کو کھلواد بیجئے چنانچہ وہ میرے ہمراہیوں کو لے گئے اور دسترخوان پر بٹھا دیا پھر مجھ سے وہ لوگ کھانے کے لیے اصرار کرنے لگے بالآخر جہاں سب کھانا کھا رہے تھے میں بھی گیا اور کھڑے کھڑے بطور تبرک کوئی چیز اُٹھا کر میں نے کھالی اور باہر کی طرف ٹہلنے لگا۔ چند قدم چلا تھا کہ دفعۃً خانہ کعبہ زادۃ شرفاً و نطفیاً کے اندر داخل ہو گیا۔ اور اپنے پیرو مشد حضرت والد ماجد سید شاہ امین الدین احمد فردوسی قدس سرہ العزیز پر یکایک نظر پڑی کہ عصر کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ اور روئے انور جانب جنوب ہے۔ میں سلام و نیاز مودبانہ بجالایا آپ نے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور وظیفہ سے فارغ ہو کر مجھے گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ ڈرنے کی کون سی بات ہے اور دیر تک کچھ ارشاد فرماتے رہے۔ اتنے میں صبح کی اذان ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی اُسوقت میرا دل گنجینۂ اسرار ہو رہا تھا میں صبح کی نماز پڑھ کر اور کچھ پڑھنے لگا اب آفتاب بھی قریب طلوع تھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے مجھے بلوا بھیجا فوراً میں حاضر خدمت عالی ہوا تو تعجب سے دیکھا کہ دروازہ بھی وہی جو خواب میں دیکھا تھا اور مکان بھی وہی تھا۔ اُس وقت حضرت حاجی صاحب قبلہ ایک گدے پر بیٹھے ہوئے تھے میں سلام مودبانہ بجالایا اور دست مبارک کو بوسہ دیکر حسب اجازت آپ کے قریب بیٹھ گیا۔ اور حکیم صاحب قبلہ کی طرف سے تسلیم عرض کی اور مزاج بُرسی کی۔ اُسوقت آپ نے مجھ کو نظر عنایت و شفقت سے دیکھا اور دیر تک دیکھتے رہے۔ شب کا خواب میری نظروں کے سامنے تھا۔ لیکن خوف بالکل نہ تھا بلکہ دلی مسرت اور قلبی بہجت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے اپنا داہنا دست مبارک میری جانب نبض دیکھنے کے لیے بڑھا دیا میں نے نبض دیکھی پھر دست مبارک عطا فرمایا اُس دستِ اطہر کی بھی نبض دیکھی اُسوقت سید محمد ابراہیم شاہ صاحب بھی تھے۔ اُنھوں نے حالت دریافت کی تو جو میری سمجھ میں آیا تھا میں نے بیان کیا پھر خود حضور نے استفسار فرمایا میں نے ادب سے عرض کیا آپ شکر بہت خوش ہوئے اور لبہائے مبارک سے آثار تبسم نمودار ہوئے۔ مجھ سے فرمایا کہ درتم نسخہ لکھ دو، اُسوقت ایک صاحب قلم دوات کا غد لیکر آئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کی تعمیل حکم میں میری عین سرفرازی ہے لیکن حضرت اقدس کے لیے نسخہ لکھنا مجھے زیبا نہیں ہے۔ اس خدمت کے لیے عالی جناب حضرت اُستاد المعظم مدظلہ العالی زیادہ مناسب ہیں، اور انشاء اللہ

وہ آج کسی وقت تشریف لاتے ہیں وہ خود اگر نسخہ تحریر فرمائیں گے لوگوں نے اصرار کیا میں نے پھر حضور اقدس کی خدمت عالی میں یہی عرض کیا۔ تو حضرت نے میری استدعا کو منظور فرمایا تیسرے دن حضرت استاذی حکیم محمد عبدالعزیز صاحب رحمہ بھی دیوبہ شریف تشریف لے گئے تھے اور پھر انھیں کا معالجہ ہوتا رہا میں نے اس کبرسنی میں ایسی قوی نبض کسی کی نہیں دیکھی البتہ پیر و مرشد قدس سرہ الغفران کی نبض وقت وصال تک قوی تھی۔ ان بزرگوں میں قوت قلبی ایسی ہوتی ہے کہ عام اطباء اسکی تشخیص نہیں کر سکتے۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ میں انقطاع عن الدنیا میں نے کامل طریقہ سے دیکھا طلب ابیت کی بڑی زبردست قوت آپ میں تھی۔ جسکا مشاہدہ میرے سامنے ہوا ہے اللہ پاک ایسے بزرگان دین کے طفیل سے سب مسلمانوں کو اعلیٰ مدایج عطا فرمائے اور اپنی محبت کا ذائقہ چکھائے آمین اللہم آمین۔

یہ رویا کے صادقہ جو مولوی شاہ محمد حمید صاحب بوالعلانی کو نظر آیا۔ اس سے علاوہ دیگر امور کے حضور انور کی یہ تعلیم بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وقت وصال تک حضور پرنور نے ظاہری و باطنی طور پر سوال سے منع فرمایا۔ اور یہ اس بارگاہ عالی کی خاص ہدایت ہے جو عام توسلین کو فرمائی گئی اور اسکی نہایت شد و د سے ہدایت کی گئی ہے زمانہ وصال میں بھی حضور انور کے فیوض ظاہری و باطنی کے مشاہدات لوگوں کو ہوتے تھے اور بدستور وہی نسبتیں جاری تھیں۔

قوی نبض کے متعلق جیسا کہ مولوی حکیم شاہ محمد حمید صاحب بوالعلانی کا بیان ہے دیگر حکما کو بھی حیرت ہوئی ہے۔ چنانچہ حکیم محمد احمد صاحب متوطن کرسی ضلع بارہ بنگلی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے خود جناب حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی مرحوم مغفور نے بیان فرمایا کہ اس قدر حضور انور کی نبض زمانہ وصال میں قوی تھی کہ حیرت ہوتی تھی اور میں نے مدت العمر ایسی قوی نبض نہیں دیکھی۔

حضور انور کے زمانہ وصال کے واقعات بھی عجیب و غریب ہیں اور قسم قسم کی باتیں لوگوں نے دیکھی ہیں جناب حاجی اد گھٹ شاہ صاحب مکتوب نویس بارگاہ واری تحریر فرماتے ہیں کہ زمانہ وصال میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ آپ بستر مبارک پر انگشت شہادت سے ایک مربع شکل بناتے اور اس پر انگشت مبارک رکھ کر فرماتے تھے کہ یہی کعبہ ہے، پھر اُسکے چاروں طرف مصیٰ بنا کر فرمایا کہ دیدہ چاروں طرف سے ہر طرف بھی نماز ہوتی ہے اُدھر بھی نماز ہوتی ہے، پھر فرمایا چاہے کسی طرف آدمی ہو مگر نماز کعبہ کی طرف ہوگی پھر پورا ہاتھ مار کر فرماتے دس ہیں یہی کعبہ ہے،

حضور انور کا زمانہ وصال بھی فیوض ظاہری و باطنی کے اعتبار سے مایہ الاقتادہ و زمانہ وصال میں ہزاروں آدمی شرف بیعت حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ اور جمع کثیر کی ملبوس مبارک کے ذریعہ سے بیعت لی جاتی تھی ایک نانک شاہی ہندو اور دوسرے ایک سوات پیرہ کے مولوی صاحب بھی اس غرض سے حاضر ہوئے اور دونوں کو خود حضور انور نے اپنے دست مبارک پر بیعت لی اور فقیر بنایا تہ بند عطا فرمایا۔ مولوی صاحب کو فقیر شاہ کا لقب عطا ہوا اور نانک شاہی ہندو کو رسول شاہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔ حضرت فیضت شاہ صاحب رحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں ۲۶ محرم کو



۲۔ بجے ون کے دیوہ شریف حاضر ہو کر حضور انور سے قدمبوس ہوا بخار نہا تو سے درجہ تک ترقی کر جاتا تھا ضعف یہ دیکھا مگر با این ہمہ حرف شکایت ہا کسی قسم کا اثر مرض کا حضور انور زبان مبارک سے ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ بڑے بڑے اطباء معالج تھے۔

حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی۔ حکیم عبدالرشید صاحب۔ حکیم عبدالحی صاحب مولوی حکیم عبدالباقی صاحب نقیودی۔ حکیم محمد یعقوب بیگ صاحب خیر آبادی۔ حکیم سلطان محمود صاحب اٹاوی وغیرہ۔

امرا و غریبا اور ہر طبقہ کے افراد حضور انور کی عیادت کے لئے موجود تھے امرائے جی کھول کر زر کثیر صرف کیا اور خیرات وغیرہ بین کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ حضور انور کا مرض روز بہ روز ترقی تھا بلغم خشک ہو گیا تھا اسکے نکلنے میں سخت تکلیف ہوتی تھی۔ بخار بہ شدت تھا اور جس بول کا حرج بھی واقع ہو گیا تھا۔ مگر با این ہمہ نہ زبان مبارک سے کراہنے کی آواز نکلتی تھی نہ نشست و ہتھراحت میں کوئی فرق تھا۔ وہی سیدھی کروٹ وہی انداز نشست تھا۔ حرکات و سکنات میں شتمہ برابر فرق نہ تھا۔ مولوی نادر حسین صاحب دار فنی نگرانی (دکیل بارہ بنکی) تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی نے حضور پر نور کی نبض دیکھ کر کہا کہ حضور کے سینہ میں درد ہے۔ اسکے خواب میں ارشاد فرمایا کہ دم تو بڑے حکیم ہو تم تو بڑے حکیم ہو، جب دوا تیار ہو کر حضور انور کے رو برو آئی تو تھوڑی خود پی لی باقی ایک ضعیف شخص کو مرحمت فرمادی جو قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور فرمایا کہ تم پی لو حاجی فیض شاہ صاحب خادم نے عرض کیا کہ حضور یہ دوا ان کے واسطے نہیں ہے فرمایا ان کو بھی تو بخار ہے وہ اسی وقت سب دوا پی گئے حالت مرض میں بھی حضور انور کو دوسروں کے مرض کا زیادہ احساس تھا۔

مولوی نادر حسین صاحب دار فنی نگرانی لکھتے ہیں کہ اسی زمانہ علالت میں ایک روز حضور پر نور کا مزاج مبارک بہت ناساز تھا حضور انور آرام فرما رہے تھے میں حاضر ہوا تو حکیم عبدالباقی خان صاحب نے مجبور و کا اور کہنے لگے کہ حضرت قبلہ کی اسوقت طبیعت بہت ناساز ہے قریب نہ جاؤ میں نے کہا اچھا سامنے جا کر قدمبوسی کر لون۔ میں دالان کے اندر گیا اور تھوڑے فاصلہ سے زمین ہی پر قدمبوس ہوا حضور انور اسوقت فرداڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ سر مبارک سے فرو کو ہٹا کر خود ہی فرمایا کہ مدکون میان ظہور اشرف صاحب نے عرض کیا کہ منشی نادر حسین میں فرمایا کہ دو آؤ، اور دست مبارک بڑھایا اسوقت جو حاضرین حضور کے قریب بیٹھے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ جلدی آؤ جلدی آؤ حضور بلا تے ہیں مجھ کو قریب پہنچنے میں چار قدم چلنا دشوار ہو گیا۔ میں نے قریب پہنچ کر دست مبارک کو بوسہ دیا اسکے بعد مجھ سے چائے پینے کے لیے ارشاد فرمایا۔ سب کو تعجب تھا کہ یہ کیا ارشاد ہے تھوڑی دیر کے بعد جب باہر آیا تو کئی شاہ صاحب وارثی نے کہا کہ منشی چائے تیار ہے پی لیجئے میں نے کہا کیسی چائے ہے تو کئی شاہ صاحب نے کہا کہ وہی چائے ہے جو حضرت نے فرمائی ہے دواساز دوا بنانے کا ڈبہ لایا تھا وہ ڈبہ چائے کا تھا اسلئے چائے تیار ہو گئی ہے پی لیجئے میں نے پی لی۔

حالت علالت میں بھی حضور پر نور کو لوگوں کا اسقدر خیال تھا کہ حیرت ہوتی ہے اللہ اکبر کیا شفقت ہے

مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ دار ثقی (سابق وکیل سرکار درمیں گیا) فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور کے زمانہ علالت میں کئی تین دن حاضر رہا۔ میں نے دیکھا کہ اس شدت مرض کی حالت میں ایک ضعیفہ حاضر ہوئی۔ اور حضور انور کی اُس حالت مرض کو دیکھ کر نہایت بے قرار سی سے عرض کرنے لگی کہ دو میان اتوا چھے ہو جاؤ، حضور انور اُس ضعیفہ کی بے قرار سی کے الفاظ سن کر اُس سے دس حصہ زیادہ بے قرار ہو گئے اور اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو ہم تو بالکل چھے ہیں ہم تو بالکل پچھے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیمار ہیں“ مولوی صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ حضور انور اُس ضعیفہ کی بے قرار سی سے جس قدر اُس کو تسکین دینے کے لیے بے قرار ہو گئے اُس شدت مرض میں یہ حالت ایک عجیب حالت تھی جو اس وقت لگا ہون کے سامنے پیش آئی میں اُس بے قرار سی کی حالت کا نقشہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں کہ قریب وصال میں عبادت کے لئے گیا تو آپ حسب دستور داہنی کروٹ سے لیٹے تھے اس وقت سخت نفس ہو رہا تھا کسی شخص نے مزاج مبارک کی حالت دریافت کی تو فرمایا کہ داسمہ شدہ میں اچھا ہوں دو گون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ لوگ بیمار کہتے ہیں“

حضور انور کی زبان مبارک سے وقت وصال تک کوئی لفظ تسلیم و رضا کے خلاف نہیں نکلا شدت مرض میں بھی مرض کا نام تک نہیں لیا حتیٰ کہ کسی طبیب کی تشخیص پر معمولی طور پر کوئی شکایت بھی نہیں فرمائی کہ ہاں فلاں تکلیف زیادہ ہے۔ حالانکہ مرض رُوبہ ترقی رہا۔ اور ضعف بہت بڑھتا گیا بعض اطباء کی رائے سے حضور پُر نور کو جو اہر مہرہ کا بھی استعمال کرایا گیا مگر اُس سے بطنم اور خشک ہو گیا مہو نہون کی خشکی سے معلوم ہوا کہ تشنگی بھی بڑھ گئی۔ کیونکہ جب پانی پیش کیا جاتا تھا تو حضور انور دو ایک گھوٹ تو نوش فرما لیتے تھے۔

سید معروف شاہ صاحب قبلہ دار ثقی فرماتے ہیں کہ اسی زمانہ علالت میں حضور پُر نور نے ایک مرتبہ غلامانِ بارگاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مدیر دنیا خواہ گاہ ہے ایک نہ ایک دن ضرور سب کی نگاہوں سے غائب ہونا پڑتا ہے۔ جس جگہ اور جس مقام پر ہم سو جائیں وہیں ہم کو زمین میں اتار دینا چاہیے عاقل جس لباس میں ہو اسی میں دفن کر دینا لازم ہے۔ سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قبل علالت بھی حضور نے اکثر مرتبہ ایسا ہی فرمایا تھا۔ یہ حضور انور کے وہ آخری کلمات مفارقت تھے جن سے اہل محبت کے ہوا س جاتے رہے اور حسرت سے بادیدہ پُر ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگا۔ حضور پُر نور کے الفاظ کا اہل دل پر جو اثر ہوا وہ حقیقتہً قیامت کا اثر تھا جو بیان سے باہر ہے۔

(از حضرت یاسین ٹونگی)

قیامت تھا یہ کہہ کر انکا پہلو سے نکل جانا خدا حافظ ہے اب میرے تصور سے بھل جانا حضرت فصیح شاہ صاحب رح ناقل ہیں کہ ۳۰۔ محرم ۱۲۳۳ھ کو پنجشنبہ کے دن حضور انور نے شام سے انگشت شہادت اُٹھائی اور فرمایا کہ خدا شہد ایک ہے، پھر کچھ رات گئی تھی کہ حکیم محمد یعقوب صاحب خیر آبادی سے پوچھا کہ کیا وقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ دس بجے ہیں۔



معروف شاہ صاحب قبلہ اور حاجی فیضو شاہ صاحب اور دیگر فقرا سے وارثی آمادہ ہو گئے کہ جس مقام پر وصال ہوا ہے وہیں تجہیز و تدفین ہوگی اور سامان غسل کی فراہمی بھی شیعہ کر دی گئی اور زمین بھی کھودی جانے لگی اُسوقت کچھ لوگ مانع ہوئے کہ مزارِ بستی سے باہر بننا چاہتے ہیں سید معروف شاہ صاحب نے اور میں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ اول اس کھدی ہوئی زمین میں ہم دفن ہو جائیں گے اُسوقت دوسری قبر تیار ہوگی۔ اسپر وہ لوگ دوسری فکر میں کرنے لگے اور ہم لوگ تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے نماز کی متعدد جماعتیں ہوئیں سات مرتبہ مکان کے اندر اور چار مرتبہ مکان کے باہر اس طرح گیارہ مرتبہ نماز ادا کی گئی۔ لوگوں کا ہجوم اس قدر کثرت سے تھا اور ایسی محویت و بیخودی کا عالم عام طور پر طاری تھا کہ سمتِ کعبہ کی تمیز نہ ہو سکی۔ اور چاروں طرف نماز ادا کی گئی حضور انور کا وہ ارشاد پورا ہوا کہ چاہے کسی طرف آدمی ہو مگر نماز کعبہ کی طرف ہوگی **فَاَيُّهَا كَاوُلُوا خَلَّتُمْ وَجْهَ اللّٰهِ**۔ اسی آیتِ پاک سے روشدِ مبارک کی تاریخ نکلتی ہے جو عبد العلی صاحب وارثی خدا نما کی خدا داد جو دستِ طبع کا نتیجہ ہے۔ قبل تدفین قبرِ طہرین عطرِ گلاب اور سہاگ اور موتیا چھڑکا گیا۔

سید معروف شاہ صاحب اور رحیم شاہ صاحب اور حاجی فیضو شاہ صاحب اور نور محمد شاہ صاحب اور نواب عبدالشکور خان صاحب رئیس دھرم پور اور ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب ٹیس ملاؤلی نے غسل دیا۔ بیدم شاہ صاحب اور حافظ احمد شاہ صاحب شیخ منظر علی صاحب قدوائی اور میان علی صاحب مولوی نے قبر شریفین اُنار اور اوپر سے حاجی فیضو شاہ صاحب و دیگر مریدین نے ہاتھوں ہاتھ اندر تک پہنچایا۔ مولوی عبد العلی صاحب خدا نما نے اُسی شب میں یہ خواب دیکھا تھا کہ موضعِ قبر کی خاک پاک چسکے پاس ہوگی اُسکی نجات ہو جائیگی۔ چنانچہ اُن کا بیان ہے کہ میں نے اس خواب کی تعبیر بحشمِ خود یہ مشاہدہ کیا کہ لوگ خود بخود اُس خاک پاک کو دامن میں بھر بھر کے لیے جاتے تھے بہ شکلِ تمام مجکو تھوڑی سی خاک دستیاب ہوئی۔

غرض کہ حضور انور کو اُسی احرام کی چادر میں جو حیاتِ ظاہری میں آپ کا بلبوس تھا قبر شریفین رکھا گیا اور تدفین عمل میں آئی جب حضور کی تجہیز و تکفین کے بعد لوگ رخصت ہوئے تو اس قدر گریہ و زاری اور گہرام تھا کہ حد بیان سے باہر ہے آہ

سالارِ قافلہ سفر کر گیا      قافلہ کو زیرِ وز بر کر گیا

۲۷۔ محرم ۱۳۳۷ھ کو ہندوستان میں ایک سخت زلزلہ آیا تھا جس نے عام پریشانی پیدا کر دی تھی۔ اور بعض مقامات پر تین چار روز تک خفیف زلزلے محسوس ہوتے رہے۔ مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق وارثی سابق شیخِ درگاہ اجمیر شریف تحریر فرماتے ہیں کہ میں مراد آباد محلہ نئی بستی میں تھا اور منشی یعقوب علی صاحب کے مکان میں رہتا تھا ایک روز صبح کو بہت زور کا زلزلہ محسوس ہوا اُسوقت مجھے ایک بات یاد آگئی جو مجھ سے ایک مدرسہ اسی درویشِ ہمدرد شاہ صاحب نے ۱۳۱۷ھ میں بمقام شہرِ لاہور پیشین گوئی فرمائی تھی کہ حضرت حاجی صاحب قلیل کا احوالِ ابراہیم میں بہت بڑا مرتبہ ہے اُن کا جس روز وصال ہوگا اسی سال زلزلہ زمین میں آئے گا جو کبھی ہندوستان میں



نہ آیا ہو گا اور یہ شعر ہندی کا بڑھا ہے

جو یہ سدا جلت نہ نہ سیتے | پر بھی ڈولے اور جگ نہ بیٹے

الغرض وہ حضور انور کی حیات ظاہری کا دور جو ہمہ وجوہ ایک حقیقت و معرفت کا دور تھا اور جس نے عالم روحانیت و حقانیت کا پریم بلند کر دیا اور اپنی گلی میں شاہراہ طریقت کا شاہدہ کر دیا آخر ہماری نگاہوں سے نہان ہو گیا۔ خدا سے واحد کی ایک تجلی تھی جو شکل انسان میں ظاہر ہوئی اور عالم کو مثل آئینہ حیرت زدہ و ششہ شدہ بنا کر ذات و صفات کے کرشمے دکھا کر اسی پردہ ذات میں نہان ہو گئی جو روحانی سر بلند ہون کا منبع و مرکز ہے۔ اس تجلی ذات الہی نے جو روشنی دنیا میں دکھائی اور جو روح عالم میں پھونک دی وہ اظہر من الشمس ہو۔

آہ وہ مقدس ذات جو محبوبیت و استغنائت توحید میں کیتا تیرا۔ خود رفتگی کے عالم میں ماسوی اللہ کو فراموش کر چکی تھی جسکو خود اپنی خبر نہ تھی۔

معشوق ہوں یا عاشق معشوق تھا ہوں	معلوم نہیں مجھ کو کہ میں کون ہوں کیا ہوں
ہوں شاہد تنزیہ کے رخسار کا پردہ	یا خود ہی میں شاہد ہوں کہ پردہ میں چھپا ہوں
انداز میں سب عاشق و معشوق کے مجھ میں	سوز جگر و دل ہوں کبھی ناز و داد ہوں
اے مصطفیٰ شاہین مری جلوہ گرمی میں	ہر رنگ میں میں منظر ہر انوار خدا ہوں

وہی ذات محمود الصفات اپنے بیشمار صفات برتر سے ہم کو حیرت میں ڈال کر اس ذات سے بل گئی جسکی تجلی تھی۔ اگر چہ اب بھی اس کے فیوض و برکات میں کمی نہیں اور نفجوا سے انا و اولیاء اللہ لایموتون وہ ذات برکات ہمارے حالات سے باخبر اور مثل حیات ظاہری ہماری دستگیر ہے۔

لیکن این دیدہ دیدار طلب را چہ علاج

آب وہ مقدس اور بزرگ صورت ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو۔ انا للہ وانا الیکہ راجعون۔ اب اسے کہاں پاؤں و موندھنے کہاں جاؤں مجھ چھپا لیا اُسے صورت آشنا ہو کر آہ اب وہ پیارا سامان ہماری آنکھوں سے نہان ہے جو ہر دم وارث ہن و حدت و کثرت کے مشاہدے نظر آتے تھے۔ آہ وہ حضور انور کا وقار شاہانہ وہ رعب حسن و جمال وہ نیچی نگاہیں وہ زیر لب تبسم وہ طرز نشست و بوسے خلق محمدی وہ خوسے رضوی وہ فیض و عطا وہ عقدہ کشائی وہ شفقت و مرحمت وہ دستگیری و شان ید الکی وہ بات بات میں رموز و نکات وہ اشارات و مشاہدات وہ مشاہدہ راز و نیاز وہ کریمانہ انداز اب عالم خیال میں بھی نہیں۔

وہ حضور انور کا نیچی نگاہیں کیسے ہوئے بیٹھا وہ دہان مبارک پر دست اظہر رکھ کر زیر لب تبسم فرمانا وہ گلشنایان وہ جہربانیان وہ شان کرم وہ فیض تم وہ حاجتمندوں کا مجمع وہ مقربین بارگاہ کی چہل پہل جو اس بارگاہ عالی میں ہر وقت نظر آتی تھی اس کا اب شاہد بھی نظر نہیں آتا وہ شرابی قصیدہ خوانی وہ حضور انور کی معجز بیانی وہ اباب ذوق و شوق کا جھمٹ وہ دل گرفتہ عشاق کا جھمٹ وہ پروانوں کی طرح اس شمع ولایت پر جان فزاری وہ آسنگ وہ جوش

وہ دلوں کی کیفیات قلبی وہ سوز و گداز اب کسی پچھلی رات کے خواب کی طرح خیال میں ہیں چمکا کچھ حقہ  
یا دہے اور کچھ بھولا ہوا ہے۔ اب وہ شمع محفلِ قدس میں روشن ہے اب وہ پھول گلشنِ فردوس کی  
زینت ہے وہ حسنِ عالمِ افروز اب حجابِ عظمت میں مستور ہے اور ہماری نگاہوں سے دور ہے۔  
ایک دن تھا کہ وہ نور کی صورت ہماری نگاہوں کے سامنے تھی۔ وہ پیارا سان ہمارے پیشِ نظر تھا  
اب وہی محفل ہے مگر وہ رونقِ محفل نہیں ہے وہی بستی ہے مگر وہ چراغِ ہستی نہیں ہے وہی آفتاب  
و اجتاب ہیں مگر وہ روز و شب نہیں ہیں۔ وہی ذکر و فکر ہے مگر وہ جوشِ مسرت نہیں وہی خیال و  
انہماک ہے مگر وہ دار وے دلِ غمناک نہیں ہے۔ آہ وہی زمین کا بستر ہے وہی خاکِ پاک ہے  
وہی مسندِ فقر ہے جو زبانِ حال سے کھڑی ہے

مسندت من بودم از من تا خفتے	بر سر منبر تو مسند ساختے
<p>اب چراغ لیکر بھی ڈھونڈیں تو اس حسن و لغزیب کی جھلک نظر نہیں آسکتی۔ اب وہ ذاتِ عالمِ اجسام میں اپنے مشاہدات کی نیرنگیان دکھا کر اس پر وہ نور میں جلوہ گر ہو گئی جہاں سے انوار و برکات کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ اب وہ ذاتِ مرکزِ نور ہے اب وہ عالمِ عناصر میں نہیں مل سکتی۔ اب بھی وہ ذاتِ محمود الصفات ہماری کفیل و مددگار ہے مگر وہ پہلی سی بات نظر نہیں آسکتی۔ اب ہم ہیں اور ہماری بیکسی و تنہائی۔ بیکسی و تنہائی ہے اور بے سرو سامانی ہے اور تمنا سے دیدارِ خواب ہی میں وہ جمالِ پُر انوار نظر آجائے تو عینِ بیدار بختی ہوے حسرتِ موبائی۔</p>	
بن گئی محفل کی محفل اک طلسم بخودی رہ گئی ناکام و حیران میری چشمِ اشتیاق ہو چکے اب ہم گرفتارِ ان فرقت کو نصیب	چل گیا آخر فسوںِ ترکس جاوے دوست کامیابِ نور تھا کسیدِ زہرِ حسن روئے دوست آہ وہ خوشبو کہ تھی پروردہ کیسوئے دوست
<p>کیا نورانی منظر تھا کیا مبارک اور مکھری ہوئی محفل تھی۔ جو آنا فانا عالمِ پیشال کی طرح ہو کر عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ کر گئی اور وہ ذاتِ اس عینِ ذات سے مل گئی جو مرکزِ جمیع صفات ہے</p>	
<p>حیعت در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شد میسرے دن حضورِ پُر نور کا قل ہوا اور پھول اٹھائے کی رسم ادا کی گئی۔ درودِ خوانی و قرآنِ خوانی ہوئی</p>	
ان حق بود صلوة زامت بود سلام	بر حضرت محمد و بر آل او سلام
<p>سید معروف شاہ صاحب قبلہ دارنی نے سلام عرض کیا جو حسبِ ذیل ہے</p>	
السلام اے بوس و عنخوار ما السلام اے مردمِ چشمانِ من السلام اے یوسفِ کنعانِ من السلام اے جانِ ماجانِ ما السلام اے منظرِ انوارِ حق السلام اے وچہ کیسویں وے تو	السلام اے دلبر و دلدار ما خون شدہ اے دیدہ گریانِ من السلام اے دلبر و جانانِ من السلام اے دینِ مایمانِ ما السلام اے صدرِ اسرارِ حق السلام اے روحِ جانم بوسے تو

السلام اے مخزنِ حلم و حیا  
 ہر دو عالم تابعِ فرمان تو  
 سوئے زندانِ مے بہرِ زلفِ دوتا  
 میکشد آن خنجرِ ابروئے تو  
 السلام اے بحرِ شفقتِ السلام  
 السلام اے مرہمِ و ترپاکِ ما  
 خاکِ پایت بہرِ خاکِ شفا  
 دل شدہ از دستِ و از قابوئے ما  
 السلام اے شاہِ خوبانِ السلام  
 السلام اے یکسانِ راتکیہ گاہ  
 السلام اے مرہمِ دل خستگان  
 خاکِ درِ بھرتِ فشاںِ دم کو بکو  
 شد نصیبِ خادمانِ روزِ سیاہ  
 رحمِ کن بر نالہ و منہ پادما  
 یاد باد آن خدمتِ و لدا دگان  
 یاد باد آن مجلسِ اربابِ فن  
 یاد باد آن غینۃِ تو آن نازِ ما  
 یاد باد آن نمشہ و آن زمزمہ  
 یاد باد آن طرزِ درنگ و گفتگو  
 اللہ اللہ نسبتِ شاہ و گدا  
 جانِ ما ہم گفتگوئے ماترئی  
 نود و کن از قیدِ غم مارا رہا  
 رحمِ کن بر ما بحقِ پہنچتن  
 وارسانِ در حضرتِ سلطانِ ما  
 غم شد این نصتہ اکنون و السلام

السلام اے معدنِ صدق و صفا  
 السلام اے جانِ بنِ قربانِ تو  
 السلام اے چشمِ پرشرم و حیا  
 السلام اے منزلِ ماکوئے تو  
 السلام اے ابرِ رحمتِ السلام  
 السلام اے قوتِ ادراکِ ما  
 السلام اے دروِ تو ما را دوا  
 السلام اے قوتِ بازوئے ما  
 السلام اے ماہِ تابانِ السلام  
 السلام اے وارثِ عالمِ پناہ  
 السلام اے چارہٴ بیچارگان  
 السلام اے نورِ چشمِ آرزو  
 فرقتِ تو کرد عالم را تباه  
 گشت ویرانِ حنائی آباد ما  
 یاد باد آن حالتِ دیوانگان  
 یاد باد آن محفلِ شعر و سخن  
 یاد باد آن دعوتِ شیرازِ ما  
 یاد باد آن خندہ و آن طنطنہ  
 یاد باد آن شیوہٴ جانانِ تو  
 ما کجا و تو کجا ذکرِ ت کجا  
 یاد شاہِ ابروئے ماترئی  
 در فلکِ آتشِ بہ ملکِ جانِ ما  
 وارثانِ جمالِ خویشتن  
 قصہٴ معروفِ غلینِ اے صبا  
 کن فنا در ذاتِ خود ما را تمام

تمت بالحق

## ترجمہ عنوان ”واقعات بیعت“

اکرام حسین کے حضور انور کی روحانیت اور قوتِ باطنی کے واقعات اس قدر حیرت انگیز بیعت کا واقعہ ہیں کہ فہم و ادراک میں نہیں آتے۔ حضور پر نور کی حیات ظاہری میں جس طرح ایسے واقعات نظر آتے رہتے تھے ویسے ہی اب بھی مشاہدہ ہوتے ہیں۔

قاضی محمد لیاقت حسین صاحب ارثی ردو لوی قنطران ہیں کہ ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ کے شب میں بحالت خواب مولوی عبدالعلی صاحب ارثی خُدا اُٹھانے دیکھا کہ وہ حضور پر نور کی خدمتِ قدس میں حاضر ہوئے ایک جوانِ دی کو انھوں نے حضور انور سے بیعت کرایا ہے۔ بعد بیعت حضور والا سے ارشاد ہوا کہ انکو دو رکعت نماز بھی پڑھوادو اور نیت نماز کی اس طرح ارشاد فرمائی کہ ”نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز واصل الی اللہ کی“ **اَللّٰهُ اَکْبَرُ** ہر رکعت میں ایک ایک بار سورہ فاتیحہ اور گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ تعمیل ارشاد و نماز پڑھوا دی گئی جب بیدار ہوئے تو خُدا اُٹھا صاحب کو وطنِ غالب پیدا ہوا کہ خواب کا واقعہ خارجِ بین و قوع پذیر ہونے والا ہے۔ ۲۹۔ محرم کو خُدا اُٹھا صاحب بوقتِ شام نواب گنج بارہ بنکی سے بعزم دیوہ شریف روانہ ہوئے۔

راہ میں صفر کا چاند دیکھا۔ صبح کو عرسِ خاص سرکارِ عالم پناہ کا تھا۔ دیوہ شریف پہونچ کر خواب کا واقعہ بعض خاصِ حباب سے بیان کیا۔ یکم صفر دو بجے دن کے حسبِ معمول مزار پر انوار کو غسل دیا گیا بعدہ قبۃ شریف سے بارِ صحیحیون میں اور چوتھے پر قوالیان ہونے لگیں۔ خان بہادر مولوی محمد باقر پشتر ڈپٹی کلکٹر رئیس راسے بریلی اور انکے برادر عزیز مولوی محمد ناصر خان صاحب پشتر کورٹ انسپکٹر اور انکے بھانجے اکرام حسین اور عبدالحمید خان صاحب ایک طرف کھڑے قوالی سن رہے تھے۔ ان صاحبوں میں صرف عبدالحمید خان صاحب

۱۔ نوٹ۔ از جانبِ مطبع۔ واضح ناظرین ہو کہ ایک ورقِ نوشتہ دستِ خاص مؤلف مرحوم مسودہ مجلہ سے متفرق رہنے کے سبب سے اپنے موقع سے منتشر ہو کر کتاب سے متروک ہو گیا تھا اگر بارے بفضلہ تعالیٰ قریب انجام طباعت کے از خود نکل آیا اسلئے اس جگہ پر بطور ترجمہ عنوان واقعات بیعت الحاق کر دیا گیا۔



خُذْ اِنَّمَا صاحب کو جانتے تھے۔ یہ وہاں پر ٹہل رہے تھے۔ عبد الحمید خان صاحب اور اکرام حسین ان کی طرف دیکھ دیکھ کر آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ خدا نما صاحب نے اسکو محسوس کر کے عبد الحمید خان صاحب سے کہا کہ شاید کچھ ذکر میرا ہو رہا ہے۔ عبد الحمید خان صاحب نے خندہ رُو ہو کر کہا کہ اکرام حسین کہتے ہیں کہ یہ خُذْ اِنَّمَا کیونکر ہیں اور کس طرح سے ہیں۔ یہ نکر خُذْ اِنَّمَا صاحب نے فی الفور جڑتہ کہا ”کیا دیکھو گے“، اکرام حسین نے کہا ”ضرور“، بس مَعَا خُذْ اِنَّمَا صاحب اکرام حسین کو اپنے ساتھ شہ نشین مین لے گئے اور اکرام حسین سے کہا کہ دروازہ پر جو کتبہ تاریخی ”قَابِئِمَا تَوَلَّوْا فَتَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ“ کندہ ہے دیکھو! اکرام حسین دیکھنے لگے۔ خدا جانے اُنھوں نے کیا دیکھا کہ دیکھتے دیکھتے مثل نقش بردیوار ساکت اور متحیر ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو جلدی ہو گئے۔ خُذْ اِنَّمَا صاحب اُنکو اُسی حال میں چھوڑ کر باہر چلے آئے۔ دیر کے بعد اکرام حسین بھی باہر آئے تو خُذْ اِنَّمَا صاحب نے اُنکو مخاطب کر کے کہا ”دیکھا“، اُنھوں نے ”ایک آہ سرور بھر کر کہا“ ہاں دیکھا“ اُسوقت سے اکرام حسین خُذْ اِنَّمَا صاحب کے گرفتار ہو گئے۔

شب کو عبد الحمید خان صاحب روتے ہوئے مولوی محمد باقر صاحب کے پاس آکر کہنے لگے کہ اکرام حسین فقیر ہو جانے پر کمر بستہ ہے۔ سب لوگ محو حیرت ہو گئے اور مامون صاحبان کو اُن کے تردد پیدا ہو گیا۔ اکرام حسین نے بیعت کی درخواست کی۔ قل شریف کے بعد وہ مرید کرا دئے گئے اور خُذْ اِنَّمَا صاحب نے اُن کو وہ نماز بھی پڑھوا دی۔ اکرام حسین کی محویت اور حضور انور کی محبت میں اُن کی بخود می قابل دید تھی۔ سرکار والا تبار کے فیوض اور برکات اِکانت کما گات جاری ہیں اور رہیں گے

چلتا ہے روز دُورے ارغوان ہنوز

جاری ہو فیض محفل پیرِ مغان ہنوز

## نوٹ مطبع

زیر عنوان ”حُسْنُ أَخْلَاقِ“ (مُثَبِّتہ صفحات ۱۰۳ تا ۹۶) حضرت حاجی صاحب قبلہ کی آخری علالت میں جناب مولانا مولوی قیام الدین محمد عبد الباری صاحب مدظلہ کی ملاقات عیادت کا واقعہ جو بصفحہ ۱۰۳ مندرج ہے اس بنا پر تحقیق طلب تھا کہ بحالت بقاے حیات ظاہری کیونکر مولانا نے شیخ الطاف الرحمن صاحب کو فاتحہ دلانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ ہر طبق استفسار جو یہ کچھ مولانا نے جواباً تحریر فرمایا ہے اطلاقاً ہدیہ ناظرین ہے۔

### وہوہذا

میں نے مولوی الطاف الرحمن صاحب کو جناب حاجی صاحب کے فاتحہ کا مشورہ اسوجہ سے دیا کہ انکو پھر خدمت میں حاضر ہونا دشوار تھا اور مجھے یقین تھا کہ حاجی صاحب کی وفات کا زمانہ آگیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اُسی وقت پانچ روپے نکال کر دئے اور میں نے پھر ان کے پاس رکھوا دئے اور بعد واپسی حضرت نابائشہ حاجی صاحب کی وفات کی خبر معلوم ہوئی۔ فاتحہ دلوا دیا۔ درحقیقت فاتحہ یعنی ایصالِ ثواب مُردہ ہی کے لیے مخصوص نہیں ہے اگرچہ عرفاً ایسا ہی ہے۔

فقیر محمد عبد الباری

# قطعہ تاریخ کتاب

حمد و سجد مر خدا سے پاک رب العالمین  
بر صنائع اوست شاہد انا زینا السماء  
واحد و بمثل اسم ذات اللہ الصمد  
انت بنی انت حسنی انت لی نعم النصیر  
شکر احسانات و انعامات بنی پایاں تو  
منتخب بہر ہدایت کرد ذات انبیا  
بالمخصوص آن سرور عالم محمد مصطفیٰ  
بلبل شاخ نبوت قمری سر و شرف  
مصطفیٰ روئے مجیدش منظر ذات صمد  
سورۃ الشمس تفسیر بیاض صبح رو  
باعث ایجاد عالم منظر نور خدا  
در ازل حکم قضا بر تارک اقدس نہاد  
صاحب یسین و صدق علی خلق عظیم  
مقصود الاقصاء رحمت غایۃ القصودی خود  
در اطلاع اللہ مشروط است بن طبع الرسول  
میر سدا غیب بہر عاشقان مصطفیٰ  
بر روان مصطفیٰ و آل و اصحاب رسول  
بعد حمد و ثنات و الایہ جیب کبریا  
آن رئیس لا یتقیا عالی نسب الاحسب  
نقش بند کاف و لکون زخامہ قدرت کشید  
قطب دین و غوث دوران و سراج اولیاء  
رجۃ الفقہ فخری یافت در حبیب بنی  
بقعہ پر نور دیدہ ہست چون بلخ ارم  
نوش رقم فرمود با تحقیق احوال شریف  
ہست از تالیف کلک مولوی فضل حسین

الکبر روز جزا رزاق و مطلق معین  
بر کمال قدرتش پیدہ است الطباق زمین  
غافر الذنب و کریم الوصف خیر الرازقین  
اعمالی ذوا الجلالی بامعین و مستعین  
کے شود یارب ادا از بندہ خوار و مہیں  
کجا جدا گرد و زایشان راز ہائے کفر و دین  
خاتم پیغمبران و وارث خلد برین  
شاہباز راج دین شاہین معراج یقین  
ساقی تسنیم و کوثر حامی دین متین  
آیت و الیل تفسیرت زلف عنبرین  
آیت انا فتحنا رایت فتحا بین  
تاج ارسنگ الارحمۃ للعالمین  
باعث ایجاد نور اولین و آخرین  
واقف راز حقیقت کاشف اسرار دین  
شد عیان از آیتش تو قیوم ختم المرسلین  
شروہ جان بخش طہتم فاو غلوہا خالدین  
صد سلام و رحمۃ اللہ علیہم اجمعین  
میکنم اوصاف خاصان الہ العالمین  
حاجی و ارباب علی محبوب خیر الوارثین  
صورت دیبا و شکل غیرت ماہ مبین  
مقتدرے اہل عرفان پیشوائے کاملین  
شد فتاویٰ اللہ از عشق امام المرسلین  
از مزار پاک سالار و امیر العارفین  
کس ندیدہ واقعات از چشم باطن انجمن  
جفت شد زین دار فانی و غل خلد برین

گفت فلان سال تاریخ کتاب ستطاب

منبع

سید ذاکر حسین

## تصحیح اغلاط مجموعہ تالیف

## تصحیح اغلاط مقدمہ کتاب

صحیح	غلط	۲	۱۷	صحیح	غلط	۲	۱۷
بشاء ذوالفضل	بشاء ذوالفضل	۲۱	۱۷	ہو جاؤ گا	ہو جاؤ گا	۲۲	۲
دستار بندی	سٹھا دہ نشینی	۲۲	"	منظور کیا اور فرمایا	منظور اور فرمایا	۲۳	۸
والد	والدہ	۱	۱۵	مدد معاون	مدد معاون	۱۵	"
قبل اس وقت کہ جب پہلا خواب	اس وقت کہ پہلا خواب	۲	۱۶	آئی ترائی	آئی ادائی	۲۵	"
ہوئی	ہوتی	۶	"	سب	جب	۱	۱۷
جس	جس قدر	۷	"	نہیں	نہیں	۷	"
میں نے خواب میں	میں خواب میں	"	"	بے پایہ	بے پایہ	۱۸	"
کی تھی	کرتا تھا	"	"	کیونکہ	کہ	۲۰	"
کے	کا	۱۰	"	جواس	جواس	۲۹	۱۸
کوئے	کوئے	۹	۱۷	یہی	یہی	۸	۱۹
دین	دین	۲۰	"	سمجھا	سمجھنا	۱۰	"

## تصحیح اغلاط مجموعہ تالیف

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پینتے پوری	پیتھے پوری	۲۵	۱۹	ہوئے اور اسی	ہوئے اسی	۱۰	۱
ایضا	ایضا	۵۴	۲۰	نام	نام	۱۲	۲
جہر ونا	جہر ونا	۲۶	۲۲	اعزاز	اعزاز	۲۶	"
آرغہ	آرغہ	۸	۲۳	کثیر المعرفت	کثیر المعرفت	۲۹	۳
میں بھی حسب عادت	میں کی عادت میں بھی عادت	۱۷	۳۱	ولایت	ولایت	۳۲	۴
حضور	حضور	۲۳	"	پیتھے پور	پیتھے پور	۱	۸
تعمین	تعمین	۲۳	۳۲	تعلیم	تعلیم	۲	"
مقدس لباس میں	مقدس میں	۳۳	"	حضرت	حضرت	۱۳	"
اونچا	اونچا	۱۲	۳۷	لفظ	لفظ	۲۷	"
کیا کہ	کیا کہ	۲۹	۴۰	طال	طال	۱۳	۹
مولوی	مولوی	۱۰	۴۶	پرور	پرور	۲۶	"
کنہ حقیقت	کنہ حقیقت	۶	۴۷	ہمس	ہمس	۱۳	۱۱
اشرفی	اشرفی	۱۰	"	ہمس	ہمس	۱۳	"
ابھی	ابھی	۱۹	"	ایک ایک	ایک ایک	۱۸	"
ہمس	ہمس	۲۲	"	پوشندہ	پوشندہ	۱۸	"
ہمس	ہمس	"	"	نک	نک	۱۹	"
ہمس	ہمس	۱۷	"	در پیش میں	در پیش میں	۲۰	"
ہمس	ہمس	۱۷	"	شک	شک	۲۰	"



صحیح	غلط	۴	صحیح	غلط	۴	صحیح	غلط	۴	صحیح	غلط	۴
تذکرہ اس	تذکرہ حضور نے اس	۳۰	۱۰۵	عالم	عام	۲۸	۵۳	۲۸	عام	۲۸	۵۳
کھدیا	کھدیا	۵	۱۰۶	ناظرہ خوانی	ناظر و خوانی	۵	۵۴	۵	ناظر و خوانی	۵	۵۴
سلسلہ	سلسلہ	۱۷	۱۱۰	فراتے	فرے	۱۴	"	۱۴	فرے	۱۴	"
دریافت کیا کہ	دریافت کہ	۲۶	"	سلسلہ	سلسلہ	۱۴	۵۶	۱۴	سلسلہ	۱۴	۵۶
موجود	وجود	۱۶	۱۱۱	ان دونوں	ان دونو	۱۹	۵۸	۱۹	ان دونو	۱۹	۵۸
گہین	گہین	۱۹	۱۱۲	فراتے ہیں ایک	فراتے ہیں ایک	۲۴	۵۹	۲۴	فراتے ہیں ایک	۲۴	۵۹
بارہ	بار	۲۷	۱۲۱	صاحبون	صا جو	۲۲	۶۰	۲۲	صا جو	۲۲	۶۰
برود ماتم	برود ماتم	۹	۱۲۲	تعلقہ درود شریف	تعلقہ درود شریف	۲۸	"	۲۸	تعلقہ درود شریف	۲۸	"
رہلت و صلوات	رہلت و صلوات	۱۳	"	لوگون	گون	"	"	"	گون	"	"
وز	وز	۲۴	۱۲۴	ات	آیہ	۹	۶۱	۹	آیہ	۹	۶۱
بزم	بزم	۱	۱۲۵	علیکڈھ	متھرا	۱۵	"	۱۵	متھرا	۱۵	"
فقیر	فقیہہ	۲۰	"	جس چیز کو	جس چیز	۱۶	۶۲	۱۶	جس چیز	۱۶	۶۲
راستہ سے	راستہ تک	۸	۱۲۶	ان میں	ان میں	۲۷	۶۵	۲۷	ان میں	۲۷	۶۵
کو	کے	۱۶	۱۲۸	وہی	وہی	۳۰	۷۰	۳۰	وہی	۳۰	۷۰
واقعہ	واقعی	۱۵	۱۳۷	در مصحف	دل صفحہ	۳۰	۷۶	۳۰	دل صفحہ	۳۰	۷۶
ہین	مین	۲۷	۱۳۷	شوہر پر	شوہر اور	۲۹	۷۷	۲۹	شوہر اور	۲۹	۷۷
زاندیشہ	اندیشہ	۳	۱۳۸	ہم خدا آمد ہم ذات رسول	ہم خدا آمد ہم ذات رسول	۲۶	۸۰	۲۶	ہم خدا آمد ہم ذات رسول	۲۶	۸۰
ارشاد	ارشاد	۱۲	۱۳۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	نبی کریم	۴	۸۳	۴	نبی کریم	۴	۸۳
ہو چکے	ہو چکے	۳۰	۱۴۱	پیلی بھیت ہمراہ	پیلی بھیت کو ہمراہ	۱۹	"	۱۹	پیلی بھیت کو ہمراہ	۱۹	"
ہین	مین	۲۵	۱۴۲	عالی میں سے	عالی لائے	۲۸	"	۲۸	عالی لائے	۲۸	"
بہرہ	بہرہ	۱	۱۴۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	نبی کریم	۲	۸۵	۲	نبی کریم	۲	۸۵
کی اسفوت	کی اسفوت	۲۲	۱۴۶	قصہ اناؤ	قصہ اناؤ	۵	"	۵	قصہ اناؤ	۵	"
اپنے	آپنے	۲۴	۱۴۸	مسئلہ	مسئلہ	۲۶	۸۶	۲۶	مسئلہ	۲۶	۸۶
بین ہین انھوں	بین انھوں	۲۴	۱۵۰	میرے	مجھے	۲۳	۸۸	۲۳	مجھے	۲۳	۸۸
موصوف	مرصوف	۶	۱۵۱	دو	دو	۲۶	۸۹	۲۶	دو	۲۶	۸۹
علیکڈھ	متھرا	۱۴	۱۵۲	حالت	حالت	۲۷	۹۳	۲۷	حالت	۲۷	۹۳
کاشی پرشار	گنیش پرشار	۲۳	۱۵۳	کہ	تو	۱	۹۴	۱	تو	۱	۹۴
مگر	مگر اوس	۲۴	"	کہان	کہانک	۲۵	"	۲۵	کہانک	۲۵	"
برتنا	برتنا	۵	۱۵۳	کرتی	کراتی	۶	۹۵	۶	کراتی	۶	۹۵
ہرورت دیلی تنیتی	ہرورت دیلی تنیتی	۲۳	"	وہ یہ	وہ وہ	۱۸	۱۰۰	۱۸	وہ وہ	۱۸	۱۰۰
پہلی	پہلی	۵	۱۵۴	رزیلہ	رزیلہ	۱۳	۱۰۱	۱۳	رزیلہ	۱۳	۱۰۱
ورد	ورد	۵	۱۵۵	اخلاق سے گویہ	اخلاق گویہ	۱۲	۱۰۲	۱۲	اخلاق گویہ	۱۲	۱۰۲
حضور پر	حضور	۱۵	۱۵۶	لا ابالی	لا ابالی	۱۸	"	۱۸	لا ابالی	۱۸	"







# اعلان

ہر خاص و عام

خصوصاً تاجران کتب صاحبان

مطابع کی خدمت میں گزارش ہے

کہ کتاب فیض انساب بینی مشکوٰۃ حقانیت

المعروف بہ معارف و اسرار تہ کے جملہ حقوق بحق زوجہ

مؤلف مرحوم بینی مسماۃ بی بی احمدی بیگم صاحبہ محفوظ ہیں۔

ابنذا کوئی صاحب بدون اجازت مسماۃ موصوف قصد چھاپنے

یا چھپوانیکا نہ فرمائیں۔ اگر اس اعلان کے خلاف کوئی صاحب کچھ کارروائی فرمائینگے

تو یقینی بعوض نفع کے نقصان اٹھائینگے جن حضرات کو اس کتاب

کی خریداری منظور ہو مبلغ اللعہ علاوہ خرچ ڈاک بھیج کر یا بذریعہ

دی بی بی محمد مشتر سے طلب فرمائیں۔

وَمَا كُنَّا إِلَّا الْبَلَاغُ

المشتقر

محمد مراد علی خان قادری الہک مطبع

انقلابی محلہ رشید آباد مراد پور

پیشہ جٹا شین























